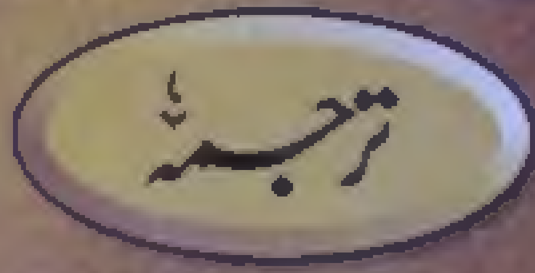
سیرتِ محمدیہ



مواہبِ لدنیہ

ترتیب و تزئینِ جدید: مکرم جناب محمد عبدالستار طاہر مسعودی زیدمجدہٗ

شبیر برادرز
اردو بازار ۰ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○

سیرتِ محمدیہ

ترجمہ

مواہبِ لدنیہ اوّل

تصنیف

شیخ المورخین حضرت امام احمد بن محمد بن ابی بکر الخطیب القسطلانی الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ

ترتیب و تدوینِ جدید

مکرم جناب محمد عبدالستار طاہر مسعودی زید مجدہٗ

تحریک

مولانا محمد منشا تابش قصوری

صدر ادارہ ریاض المصنفین لاہور

ناشر

شبیر برادرز ○ ۴۰۔ بی، اردو بازار لاہور

بالیقین الحق والیقین

نام کتاب	....	سیرۃ محمدیہ ترجمہ مواہب لدنیہ (اوّل)
تصنیف	....	امام احمد بن محمد بن ابی بکر القسطلانی رحمہ اللہ تعالی
جدید ترتیب وتدوین	....	محمد عبدالستار طاہر مسعودی
زیرسرپرستی	....	محمد منشا تابش قصوری
اشاعت اوّل	....	اگست 2002ء
تعداد	....	1100
کمپوزنگ	....	words maker Lhr.
مطبع	....	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ناشر	....	شبیر برادرز لاہور
قیمت مکمل سیٹ	....	روپے

ملنے کا پتہ

شبیر برادرز

زبیدہ سینٹر 40 اُردو بازار لاہور (پاکستان)

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

صدیاں بیت گئیں' زمانے بدل گئے ـــــ وقت ہے کہ گزرتا جا رہا ہے' پانی ہے کہ بہتا جا رہا ہے ـــــ **پھول کھلتے جا** رہے ہیں ـــــ باغ مہکتے جا رہے ہیں ـــــ آنے والے آ رہے ہیں' جانے والے جا رہے ہیں ـــــ وہ آئے ہیں نہ جانے کے لئے ـــــ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنے کے لیے ـــــ وہ ہم سے اوجھل ہیں' آنکھوں والوں سے اوجھل نہیں ـــــ وہ کسی کے من میں ہیں اور کسی کے درمیان!

ان سے محبت کرنے والے ـــــ ان کی اداؤں پر مر مٹنے والے ـــــ ان کے نام پر جان فدا کرنے والے' ہر زمانے میں رہے ہیں ـــــ

☆ ـــــ ان سے محبت کرنا

☆ ـــــ ان کی اداؤں پر مر مٹنا

☆ ـــــ ان کے نام پر جان فدا کرنا

یہ بھی ان کی شان بیان کرنا ہے ـــــ وفا شعاروں اور جانثاروں کا رنگ ہی جدا ہے۔

ان کی شان لکھنے والے' کہنے والے' سننے والے' پڑھنے والے ہر دور میں رہے ہیں ـــــ ان کے ذکر اذکار سے کوئی زمانہ خالی نہ رہا اور نہ رہے گا ـــــ ہر زمانے کے ماتھے ان کی مدحت کا سہرا رہا ہے ـــــ شان بیان کرنے والے اپنے اپنے رنگ میں ان کی شان بیان کرتے آئے ہیں ـــــ ہر ایک کا رنگ جدا' انداز جدا! ـــــ ہر کوئی اپنے اپنے پیار کا رنگ جما رہا ہے ـــــ ہر کوئی اپنی نسبت پر اِترا رہا ہے' اٹھلا رہا ہے ـــــ کوئی سفر میں ہے' کوئی منزل پہ ہے ـــــ کوئی پانے کو ترس رہا ہے' کوئی پا کے تڑپ رہا ہے ۔

جیہڑے محرم راز حقیقت دے' اوہ راز حقیقت کھول دے نئیں
جنہاں ویکھیا نئیں اوہ بولدے نیں' جنہاں ویکھ لیا اوہ بول دے نئیں

اک روح رواں ہے جس کے دم قدم سے سب رونق ہے۔ یہ سب اسی حسن کے جلوے ہیں ۔

تو کائنات حسن ہے یا حسن کائنات

اللہ کریم کے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان کتنی عظیم الشان ہے کہ جسے انہوں نے بھی بیان کیا (یعنی اعتراف کیا) جنہیں آپ کے دامن سے وابستہ ہونے کی توفیق نہ ہوئی ـــــ ورنہ سرچشمہ حسن و کمال اللہ کریم کی ذات تو شان محبوب کریم بیان کر رہی ہے ۔

حسن تیرا سا نہ دیکھا نہ سنا
کہتے ہیں اگلے زمانے والے

(رضا)

دنیا جہان کے تمام درخت قلم ہو جائیں اور سارے سمندروں کا پانی روشنائی ہو جائے' آپ کے اوصاف حمیدہ' اخلاق حسنہ اور سیرت ذیشان کا حق تب بھی نہ ادا ہو پائے ۔

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

○

''مواہب لدنیہ'' سیرت پاک کی ایک معروف کتاب ہے جسے امام الائمہ محدث شیخ احمد بن محمد ابن ابی بکر الخطیب قسطلانی شافعی علیہ الرحمہ نے لکھا ـــــ اس وقت ہمارے پیش نظر جلد اول ہے ـــــ یہ جلد ایک مقصد کو محیط ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نسبی پاکیزگی سے لے کر آپ کے وصال تک کے احوال بیان کیے گئے ہیں۔

اس جلد کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ساری زندگی میدان کارزار میں گزری ـــــ جب تک آپ مکہ میں رہے' کفار و مشرکین قریش سے نبرد آزما رہے ـــــ جب مدینہ تشریف لائے تو یہاں بھی دشمنوں سے سامنا ہوا ـــــ اردگرد کے علاقوں سے عمر بھر یلغار رہی ـــــ وقت کے ساتھ ساتھ اسلام کی قوت جیسے جیسے بڑھتی گئی' کفر کی مزاحمت دم توڑتی گئی' تاریکی چھٹتی گئی' روشنی پھیلتی گئی ـــــ

ہوا عبیر فشاں است و ابر گوہر بار
جلوس گل بہ سریر چمن مبارک باد! (غالب)

ہجرت کے آٹھ سال بعد جس شان و شوکت سے مکہ فتح ہوا' وہ تاریخ اسلام کا ایک پرشکوہ موڑ ہے ـــــ آپ کی رحمتوں کی بارشوں سے جانی دشمن بھی سرفراز ہوئے۔ انہیں بھی دولت ایمان نصیب ہوئی ـــــ سیرت پاک کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ فتح مکہ کے بعد قرب و جوار کے علاقوں سے کفر نے سر اٹھایا ـــــ اور مزاحمت متواتر رہی ـــــ جب آپ نے ظاہری طور پر دنیا سے پردہ فرمایا تو اس وقت بھی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت میں لشکر اسلام تیار کھڑا تھا ـــــ پھر دیکھتے ہی دیکھتے سارے عالم پر اسلام کا نور چھا گیا ۔

سیل انوار رحمت رواں جو ہوا — نور ہی نور تھا جس طرف دیکھئے
دیدۂ و دل اجالوں میں ڈوبے ہوئے — جلوۂ طور تھا جس طرف دیکھئے

(کاوش)

○

فاضل مصنف نے ''مواہب لدنیہ'' کو مختلف مقاصد پر تقسیم کیا ہے۔ آپ ان مقاصد کو ابواب سمجھ لیں ـــــ اپنے مقدمہ میں بقیہ مقاصد کا یوں تعارف کرایا ہے:

○ دوسرے مقصد میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء مبارک بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں دس فصلیں ہیں۔

☆ — پہلی فصل میں حروف تہجی کے اعتبار سے اسماء گرامی ہیں۔

☆ — دوسری فصل میں آپ کی اولاد امجاد کا بیان ہے۔

☆ — تیسری فصل میں ازواج مطہرات کا ذکر ہے۔

☆ — چوتھی فصل میں آپ کے چچا' پھوپھیاں اور دیگر اعزاء کا ذکر ہے۔

☆ — پانچویں فصل آپ کے خادمین کرام کے بارے میں ہے۔

☆ — چھٹی فصل آپ کے خلفاء کرام اور دیگر جانثاروں کے متعلق ہے۔

اس کے بعد مکاتیب نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ (مکاتیب کا حصہ ایک نئی فصل کا تقاضا کرتا ہے)

☆ — ساتویں فصل میں آپ کے موذنین اور شعراء کرام ہیں۔

☆ — آٹھویں فصل آپ کے سامان جہاد کے بارے میں ہے۔

☆ — نویں فصل میں آپ کے پالتو جانوروں کا ذکر ہے۔

☆ — دسویں فصل میں آپ کے پاس آنے والے وفود شامل ہیں۔

○ — تیسرے مقصد میں آپ کے حسن و جمال اور اخلاق حمیدہ کا ذکر ہے ــــ اس مقصد میں تین فصلیں ہیں۔

دوسری جلد میں دوسرا مقصد مکمل اور تیسرے مقصد کی پہلی فصل شامل ہے۔

○ — چوتھا مقصد آپ کے معجزات کے بارے میں ہے ــــ اس مقصد میں دو فصلیں ہیں۔

○ — پانچواں مقصد آپ کے سفر معراج اور مشاہدہ انوار و جمال سرچشمہ حسن و کمال یعنی رب کریم کے بارے میں ہے۔

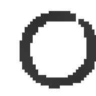
○ — قرآن پاک میں حبیب الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو شان بیان کی گئی ہے۔ چھٹا مقصد اس کے بارے میں ہے ــــ اس مقصد میں دس نوعیتیں ہیں۔

○ — ساتواں مقصد۔ اطاعت و محبت رسول و آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ہے ــــ اس مقصد میں تین فصلیں ہیں۔

○ — آٹھواں مقصد دکھیوں کے دکھ مٹانے' غیب کی خبروں اور خوابوں کی تعبیروں کے بارے میں ہے ــــ اس مقصد میں تین فصلیں ہیں۔

○ — نویں مقصد میں آپ کی عبادات کے حقائق بیان کیے گئے ہیں۔

○ — دسواں مقصد ــــ روز محشر آپ کے انتہائی کمال اور شان و عظمت کا دن ہے۔ اس بارے میں گفتگو کی گئی ہے ــــ اس مقصد میں تین فصلیں ہیں۔



سیرت نگار ہونا یا سیرت نگاروں میں کسی طور شامل ہونا بہت بڑی سعادت کی بات ہے ــــ ''مواہب لدنیہ'' کا ترجمہ ''سیرت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم'' کے نام سے بازار میں دستیاب تھا ــــ لیکن اس کا انداز نگارش پرانا تھا ــــ زیرنظر

کتاب میں تسہیل، تدوین جدید، پیرابندی اور ذیلی سرخیوں کا اہتمام کیا گیا ـــــ امید ہے کہ کتاب کی نئی شکل وصورت اہل شوق کے ذوق پر پورا اترے گی۔

جلد اوّل پر وسط اپریل ۲۰۰۱ء سے کام کا آغاز کیا اور الحمد للہ ماہ وسط جولائی ۲۰۰۱ء میں تکمیل سے ہمکنار ہوا ـــــ ذلك فضل الله يوتيه من يشاء ـــــ یہ اللہ کریم کی خاص رحمت اور لطف وکرم ہے کہ اس نے اس سعادت سے سرفراز فرمایا ـــــ احقر اس لائق نہیں تھا لیکن یہ سب اس کی نگہ عنایت سے ہی ممکن ہو سکا۔

احقر کے پیرو مرشد سعادت لوح وقلم ممتاز دانشور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی شفیق دعائیں رفیق سفر ہیں۔

محترم بزرگوارم علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب، زید عنایتہ شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کی پیہم حوصلہ افزائی سے قلم کا سفر جاری رہا ـــــ

میرے جیسے ناپختہ کار کی قدم قدم پر رہنمائی کرنے والی اور آتش شوق کو ہوا دینے والی بے لوث شخصیت علامہ محمد منشا تابش قصوری مدظلہ العالی مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ہیں۔

اس کتاب کے لیے تحریک وترغیب دینے والے برادرم ملک شبیر حسین صاحب مدظلہ العالی ہیں جو اس کتاب کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں ـــــ انہیں اس بات کی لگن اور تڑپ تھی کہ ہمارے ادارے ''شبیر برادرز'' سے سیرت پاک کی کوئی جامع کتاب منظر عام پر آئے ـــــ سچ تو یہ ہے کہ ان کے مخلصانہ تعاون کے سبب ہی یہ کتاب آپ تک پہنچ سکی ـــــ جسے انہوں نے اپنے حسن ذوق اور ادارے کے روایتی انداز میں آراستہ کیا ہے۔

ناسپاسی ہوگی اگر برادرم ملک محمد سعید صاحب مجاہد آبادی زید مجدہ ناظم ادارہ مظہر اسلام، لاہور کا شکریہ ادا نہ کیا جائے ـــــ اس وفا کے پتلے اور سراپا لوث وخلوص کا بھرپور تعاون حاصل رہا ـــــ

میرے پیرومرشد ارشاد فرماتے ہیں:

''محبوب یہی چاہتا ہے کہ چاہنے والا اسی کو چاہے اور کسی کو نہ چاہے ـــــ لیکن دنیائے عشق ومحبت کا یہ تجربہ ہے کہ محبوب حقیقی جلّ مجدہٗ یہ چاہتا ہے کہ اس کا چاہنے والا اس کے محبوب کو چاہے اور اس چاہت کے صلے میں خود اس کا محبوب بن جائے۔ سبحان اللہ!''

احقر اپنے ان تمام پیاروں کا ممنون ومشکور ہے ـــــ اللہ کریم کے حضور دست بستہ دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے محبوب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی سیرت پاک کی روشنی میں زندگی بسر کرنے کی ہمت وتوفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ بالایمان فرمائے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

خاکپائے صاحبدلاں
محمد عبدالستار طاہر
پیر کالونی - والٹن لاہور کینٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ
از مصنف ''مواہب لدنیہ''

اللہ تعالیٰ کے لیے جمیع حمد ثابت ہے جس نے انوار معارف محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آفتاب کو ازل کے آسمان سے طلوع فرمایا[1] ــــ یہ استعارہ بالکنایہ ہے۔ ازل کو اس حیثیت سے کہ وجود عالم سے پہلے اس مکان سے تشبیہ دی ہے جس پر آسمان کی بلندی ہے اور اس مکان کے لیے استعارۂ تحلیلیہ کے طور پر آسمان ثابت کیا ہے۔ آسمان کی حیثیت زمین کے لیے ایک بڑے خیمہ اور سائبان کی ہے۔

انوار محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آفتاب کو ظاہر کرنے سے اس لیے تعبیر کیا ہے کہ وہ آفتاب پہلے موجود نہیں تھا ــــ موجود ہونے پر ظاہر کرنے کی ضرورت نہ ہوتی اور عالم سے پہلے ظاہر کرنا اس لیے بیان کیا کہ اس آفتاب کو ظاہر کرنے کے بعد عالم کو پیدا فرمایا ــــ جب اللہ تعالیٰ نے اس آفتاب کو ظاہر فرمایا تو وہ موجود ہو گیا تاکہ اللہ تعالیٰ کے لیے قدم کی صفت ثابت ہو ــــ اگر مخلوق کے لیے قدم کی صفت ثابت ہوگی تو یہ امر اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس کے منافی ہوگا ــــ پھر اس آفتاب کے وجود اور ظہور کے بعد مظاہر صفات میں کہ وہ عالم مشاہدہ میں موجود ہونے والے اس کو اس ظہور سے تعبیر کیا کہ اس جہاں کے لیے روشنی ہے ــــ کمالات رسالت کے رازوں کی انتہائی بلندی سے صفات رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تجلی روشن ہوئی۔ یا یوں کہہ لیں کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مظاہر رسالت کے کنارہ سے صفات رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تجلی کو روشن کیا ــــ افق ناحیہ اور طرف کو کہتے ہیں یعنی کمالات ظاہر ہونے کی جگہ۔ صوفیاء کرام کے نزدیک افق اس غرض کے لیے کنایہ ہے جس تک مقربین کا سلوک ختم ہو جاتا ہے ــــ اولیاء اللہ میں سے جنہیں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے' قرب کا وہ مرتبہ ان کا افق اور معراج ہے ــــ تجلی صفات سے مراد صوفیا کرام کے نزدیک وہ شے ہے کہ صفات سے ایک صفت اس طور پر ہو کہ جس کا تعین اور امتیاز ذات سے ہو ــــ ایسا ''توقیف'' میں آیا ہے اور بقول صاحب ''لطائف الاعلام'' کہ تجلی صفات سے صوفیاء کرام کی مراد یہ ہے کہ قویٰ اور صفات کی جو نسبت مخلوق کے ساتھ کی جاتی ہے' اس سے ان قویٰ اور صفات کو مجرد کر دیا جائے اور ان کی اضافت حق تعالیٰ جل شانہ کی طرف کی جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک **احمد** وہ اسم ہے جو آپ سے پہلے کسی کا نام نہیں رکھا گیا۔ بعض صحابہ

---

1 معارف سے مراد علوم ہیں۔ ــــ ازل سے مراد قدم ہے

کرام کا نام آپ کے بعد احمد رکھا گیا۔۔۔۔ میں اللہ تعالیٰ کی حمد اس امر پر کرتا ہوں کہ اس نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی بنیاد اپنے ان امور پر رکھی ہے جن کا اعتبار ازل میں کیا ہے اور وہ امور اپنے غیر سے سابق ہیں۔۔۔۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے ستونوں کو اپنے لواحق ابدیت پر بلند فرمایا ہے۔۔۔۔ ستونوں سے مراد معجزات ہیں۔ رسالت کو ایک مکان قرار دیا ہے جیسے مکان کی بلندی اور مضبوطی ستونوں سے ہوتی ہے' ویسے ہی رسالت کی رفعت اور مضبوطی معجزوں سے ہے۔۔۔۔ راغب نے کہا ہے کہ رسالت اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان اللہ تعالیٰ کی سفارت (نمائندگی) ہے اور یہ کہ عقل والوں کی عقلیں مصالح معاش اور معاد میں قاصر ہوتی ہیں۔ ان کی علت کو دفع کرنا ہی رسالت ہے۔۔۔۔ اور بعض محققین کے نزدیک رسالت وہ سفارت ہے جو کہ اللہ تعالیٰ اور عقل والوں کے درمیان ان کی علتوں کے دفع کرنے کے لیے ان چیزوں میں ہو جو دارین کے مصالح سے ہیں۔

ابدیت سے مراد زمانے ہیں جن کو انقضاء نہیں ہے۔ چنانچہ ابد وہ دنیا ہے جس کی انتہا نہیں ہے۔ ابدیت کو لواحق کے ساتھ اس لیے تعبیر کیا ہے کہ ابدیت معجزوں کا محل ہے۔ معجزے نبی کے موجود ہونے سے ظاہر ہوتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں۔ وہ اپنی ذات اور افعال میں ایک ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔[۲] اللہ تعالیٰ ایک ہونے میں اپنی عظمت و جلال سے بے مثال فرد (یکتا) ہے۔[۳] اور اللہ تعالیٰ اپنے کمال کے استحقاق کی وجہ سے اپنی وحدانیت میں واحد اور بے مثال ہے۔[۴] جب کہ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کا فیض پہنچنے کا سبب اور ذریعہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

---

۲ یہ توحید افعال کی تاکید ہے جو لوگ (معتزلہ) یہ کہتے ہیں کہ بندہ خالق افعال ہے' یہ ان کا رد ہے۔۔۔۔ امام مالک وغیرہ نے مرفوع روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "جو بات میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے کہی ہے' اس میں افضل بات لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے۔"

۳ راغب نے کہا ہے کہ فرد وہ شے ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مختلط نہ ہو۔۔۔۔ فرد وتر سے اعم ہے اور واحد سے اخص ہے۔ اس کی جمع "فرادیٰ" ہے۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

رب لا تذرنی فردًا ای وحیدا

اللہ تعالیٰ کے حق میں فرد اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس امر پر تنبیہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اس جفت ہونے میں کل اشیاء سے مخالف ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے اس قول سے تنبیہ کی گئی ہے:

ومن کل شئی خلقنا زوجین

اور کہا گیا ہے کہ فرد کا معنی یہ ہے اپنی ذات کے سوا دوسروں سے بے نیاز ہو۔ چنانچہ یہ قول اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مثل ہے:

ان اللہ لغنی عن العالمین

جس وقت یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ فرد ہے تو اس کا یہ معنی ہے کہ وہ اپنی وحدانیت کے ساتھ بے مثال (منفرد) ہے اور ہر ایک ترکیب سے بے نیاز ہے اور کل موجودات سے جدا ہے۔۔۔۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی فردانیت (ایک ہونے میں) اپنی عظمت اور جلال کے ساتھ بے مثال ہے۔۔۔۔ جلال اور عظمت کا ایک ہی معنی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کی عظمت' اس کا جلال ہے۔ اس کی کبریائی ہے۔۔۔۔ رازی نے کہا ہے کہ "جلیل" کا معنی اپنی صفات میں کامل اور "کبیر" کا معنی اپنی ذات میں کامل۔۔۔۔ اور "عظیم" کا معنی یہ ہے کہ ذات و صفات دونوں میں کامل ہو۔۔۔۔ "جلیل" صفات سلبیہ اور ثبوتیہ دونوں کے کمال کو فائدہ دیتا ہے۔۔۔۔ اصمعی علیہ الرحمہ نے کہا کہ جلال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور شخص کی تعریف نہ کی جائے گی مگر اہل لغت اس کے خلاف ہیں۔ انہوں نے اس لفظ کا استعمال اللہ تعالیٰ کے غیر کی تعریف میں بھی کیا ہے۔

۴ وہ مطلق کمال خالص جو ذات اور صفات اور افعال سے متعلق ہے' وہ نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کے لیے اس کی ذات کو کسی قسم سے تغیر نہیں ہے۔

وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔

واشھد ان سیدنا وحبیبنا محمداً عبدہ ورسولہ

''اور میں شہادت دیتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ ہمارے سردار اور ہمارے حبیب حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔''

آپ اللہ تعالیٰ کی محبت کے باعث شرعی اور طبعی طور پر تمام مومنوں کے حبیب ہیں اور آپ اپنی ذات اور صفات کے لحاظ سے بنی نوع انسان کے اشرف ترین فرد ہیں۔ آپ اعیان کی آنکھوں کی پتلی ہیں ـــــ عدنان کی منتخب اولاد میں سے آپ ہی آخری انتخاب ہیں جو اپنی ذات میں ہر کمال سے متصف ہے ـــــ آپ کو وہ نادر معجزات عطا کیے گئے ہیں جو آپ کی ذات کی روشن دلیل ہیں اور آپ کی ذات عموم رسالت اور معجزات کے ساتھ مخصوص ہے یعنی سب جہانوں کی رسالت کے ساتھ آپ کو خصوصیت ہے۔ جن و انسان' ملائکہ اور ان کے علاوہ جو اشیاء موجود ہیں۔ آپ سب کے رسول ہیں۔ یہاں تک کہ آپ جمادات کے بھی رسول ہیں ـــــ معجزہ اور آیت اپنی سچائی ثابت کرنے میں مشترک ہیں لیکن آیت اعم ہے' اس لیے کہ آیت میں نبوت کی مقارنت کی شرط نہیں جبکہ معجزہ میں مقارنت کی شرط ہے۔ چنانچہ ہر ایک معجزہ آیت ہے لیکن ہر ایک آیت معجزہ نہیں ہے' جیسا کہ

- آپ کا شق صدر (یعنی سینہ مبارک چاک کیا جانا) اور
- اظہار نبوت سے پہلے پتھر کا آپ کو سلام کرنا

آیت ہے' معجزہ نہیں ہے ـــــ گویا اظہار نبوت سے پہلے جو عجائب آپ سے ظاہر ہوئے۔ وہ آیات ہیں اور اظہار نبوت کے بعد جو خوارق ظاہر ہوئے وہ معجزہ ہیں۔

آپ سرِ جامع فرقانی ہیں یعنی جو اسرار اور خصائص دیگر انبیاء کرام علیہم السلام میں متفرق طور پر تھے' وہ تمام اسرار آپ کی ذاتِ اقدس میں جمع ہیں۔[۵] اور جو حکم ظاہر باطن اور شریعت و طریقت میں سلف کی امتوں کے درمیان تھا اور انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اپنے اس خاص حکم کے ساتھ باختلاف مختص تھے' آپ ان سب کے جامع ہیں ـــــ اور انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی کے لیے ظاہر و باطن میں اور شریعت و طریقت میں سوائے ایک حکم کے دوسرا حکم نہیں تھا۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہم السلام کے قصہ میں ہے کہ دونوں نبی اپنی اپنی شریعت پر حکم کر رہے تھے یا احکام ظاہری اور باطنی کے ساتھ عمل پیرا تھے ـــــ سرِ جامع فرقانی سے مراد وہ سر (راز بھید) ہے جسے فرقان نے ثابت کیا ہے ـــــ فرقان حق اور باطل کے درمیان فرق کرتا ہے ـــــ آپ رب کے قرب کی بخششوں کے ساتھ نوع انسانی سے تخصیص کیے گئے ہیں۔[۶] آپ حقائق ازلیہ کا مورد

---

۵ یوں کہنا احسن ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپ ہی کی مختلف صفات و کمالات کو پھیلانے والے تھے ـــــ وہ کرنیں آخر کار آپ کی ذات اقدس میں مرتکز ہو گئیں جیسے منشور میں سے روشنی گزر کر سات رنگوں میں پھیل جاتی ہے لیکن ان سات رنگوں کا اصل اور محور تو وہ سفید روشنی ہی ہے ـــــ طاہر

۶ آپ کے رب نے آپ کے ساتھ قرب کی وہ بخششیں کی ہیں کہ ان کے ساتھ آپ کی ذات خاص ہے۔ نوع انسانی سے کسی اور کو آپ کا سا رتبہ حاصل نہیں ہوا ـــــ قرب میں سب کا مقام و درجہ آپ کے بعد ہے۔

اور ان کا مصدر ہیں۔[7] جس وقت حقائق کے خطائر قدس[8] اور ان کے محل میں آپ رونق افروز ہوں تو ان حقائق کا آپ ہی منبر ہیں اور ان حقائق کے خطیب (یعنی بیان فرمانے والے) ہیں ـــــ آپ اللہ تعالیٰ کا وہ بیت معمور ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس کے لیے اختیار فرمایا ہے۔[9] ـــــ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حقائق انس کا آپ کو جامع کیا ہے۔[10] ـــــ آپ نقطہ اکوان کی سیاہی کی اصل ہیں[11] ـــــ اور آپ حکمتوں اور عرفان کے چشموں سے نکلنے کی جگہ ہیں۔[12] آپ مدد وفا کے دریا سے عطاہائے شریفہ سے اس شاعر کی مدد کرنے والے ہیں جو اہل علوم اور برگزیدگی سے ہے۔ جس مقام پر اس شاعر نے آپ کی ذات اقدس کو بخشش انفسیہ کے ساتھ مخاطب کیا ہے اور یہ کہا ہے:

فانت رسول اللہ اعظم کاین ـــ وانت لکل الخلق بالحق مرسل

''یارسول اللہ! آپ ہر ایک اس شے سے اعظم ہیں جو ہونے والی ہے یا موجود ہے ـــــ
آپ کل مخلوق کے لیے حق (سچائی) کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں۔''
یعنی آپ کی رسالت کی دعوت عامہ خلائق کے لیے ہے ـــــ حق وہ امور ہیں جو واقعہ کے مطابق ہیں۔

علیك مدار الخلق اذ انت قطبه ـــ وانت منار الحق تعلم و تعدل

''یارسول اللہ! آپ مخلوق کے وجود کا مرکز ہیں' اس لیے کہ آپ اس کا قطب ہیں ـــــ یعنی آپ کل مخلوق کی وہ اصل ہیں کہ مخلوق آپ کی طرف رجوع کرتی ہے ـــــ اور آپ حق کا وہ مینار ہیں کہ اپنے غیر پر آپ کو علو ہے' شرف ہے ـــــ اور مخلوق کے درمیان جو معاملات ہوتے ہیں' آپ ان کا فیصلہ کرنے میں عدل فرماتے ہیں۔

---

۷ حقائق' حقیقت کی جمع ہے ـــــ حقائق ازلیہ ارباب سلوک کے نزدیک وہ علوم ہیں جو تصفیہ باطن سے ادراک کیے جاتے ہیں یعنی جو حقیقتیں حق تعالیٰ کی طرف سے آپ پر ظاہر ہوتی ہیں' ان کا مرکز آپ ہی کی ذات ہے۔ یہ حقیقتیں آپ ہی کے ذریعے خلق خدا تک پہنچی ہیں۔ ان کا مصدر آپ ہی ہیں۔

۸ قدس کا معنی ہے ''طاہر'' ـــــ خطائر جمع ہے ''خطیرہ'' کی ـــــ یعنی وہ احاطہ جو بانسوں اور درخت کی شاخوں سے بکریوں کے گرد حفاظت کے لیے بنایا جاتا ہے ـــــ ''خطیرۂ قدس'' سے یہاں مراد بہشت ہے۔

۹ آپ کی ذات مقدس کو بیت معمور اس لیے قرار دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وہ علوم اور اسرار آپ کی ذات اقدس میں داخل ہیں جن کی عام انسان طاقت نہیں رکھتے ـــــ اور وہ علوم آپ سے پہلے کسی پر نازل نہیں ہوئے ہیں۔ ان علوم کے داخل ہونے کے سبب آپ کو تشبیہا بیت اللہ کہا ہے اور اللہ تعالیٰ پر نفس کا اطلاق اس لیے کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔ کتب ربکم علیٰ نفسه الرحمة اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:
انت کما اثنیت علیٰ نفسك ۔

۱۰ حقیقت وہ شے ہے کہ جس کی طرف حق الامر اور وجوب الامر کی بازگشت ہو۔

۱۱ نقطہ اکوان سے مراد وہ مرکز ہے جس پر اکوان گردش کرتا ہے۔

۱۲ حکمت کے معنی ہیں ''علم کی تحقیق'' اور ''عمل کا اتقان'' ـــــ امام نووی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ حکمت وہ علم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت میں بصیرت کے نفاذ اور نفس کی تہذیب کے ساتھ ہو اور اس کے ساتھ حق کی تحقیق عمل کے لیے ہو اور اس کی ضد سے باز رہتا ہے ـــــ حکیم وہ شخص ہے جس نے امور کا احاطہ کیا ہے ـــــ ابن حجر علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ:
حکمت کا اطلاق قرآن مجید پر کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ قرآن مجید ان کل امور کو شامل ہے ـــــ کبھی حکمت کا اطلاق نبوت پر کیا جاتا ہے ـــــ کبھی حکمت کا اطلاق صرف علم پر کیا جاتا ہے ـــــ اور کبھی صرف معرفت پر اطلاق کیا جاتا ہے ـــــ عرفان کا معنی ہے ''علم''

فوادك بيت الله دار علومه وباب عليه منه الخلق يدخل

"فوادِ قلب ـــــ یاغشائی قلبی یارسول اللہ! آپ کا دل مبارک اللہ تعالیٰ کے علوم کا گھر ہے اور آپ اس گھر کا دروازہ۔ اسی گھر سے اور حق کے لیے ہیں کہ حق اس دروازہ سے داخل ہوتا ہے۔"

ينابيع علم الله منه تفجرت ففى كل حى منه لله منهل

"ینابیع جمع ہے ینبوع کی بمعنی چشمہ ـــــ یارسول اللہ! آپ کے دل مبارک سے اللہ تعالیٰ کے علم کے چشمے جاری ہوئے ہیں ـــــ اور اس سے ہر قبیلے میں اللہ تعالیٰ کے علم کا ایک چشمہ جاری ہے۔"

منحت بفيض الفضل كل مفصل فكل له فضل به منك يفضل

"یارسول اللہ! آپ نے اپنے فیض اور فضل سے ہر اک فضیلت والے شخص کے ساتھ کرم فرمایا ہے اور آپ ہی نے اسے عزت عطا فرمائی ـــــ ہر وہ انسان جسے فضیلت ملی ہے یقیناً اس نے آپ ہی سے فضیلت پائی ہے۔"

نظمت نثار الانبياء فتاجهم لديك بانواع الكمال مكلل

"یارسول اللہ! آپ نے انبیاء کرام علیہم السلام کی موتیوں کی طرح بکھری ہوئی شریعتوں کو یکجا فرمایا اور ان انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتیں تاج کی طرح آپ کے نزدیک مرصع ہیں ـــــ بلکہ یوں کہیے کہ آپ نے ان انبیاء کرام کی شریعتوں کے تاج کو رنگارنگ نگینوں سے جڑ کے رونق بخشی ہے۔

فيا مدة الامداد نقطة خطه و يا ذروة الاطلاق اذ يتسلسل

محال يحول القلب عنك وانتى وحقك لا اسلو ولا اتحول

یارسول اللہ! مدتوں کی انتہاء آپ کے خط کا ایک نقطہ ہے ـــــ اور یارسول اللہ! جس وقت مراتب اطلاق کو تسلسل ہو تو آپ اس اطلاق کی انتہاء ہیں ـــــ یارسول اللہ! یہ ناممکن ہے کہ میرا دل آپ سے پھر جائے ـــــ میں ایسے حال میں آپ کے رب کی قسم کھاتا ہوں کہ مجھے آپ کے بغیر صبر نہ ہوگا اور نہ ہی میں آپ سے پھروں گا۔"

عليك صلوة الله منه تواصلت صلوة اتصال عنك لا تتنصل

یارسول اللہ! آپ پر اللہ تعالیٰ کی ایسی رحمت نازل ہو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے متواصل ہو اور اس رحمت کو ایسا اتصال ہو کہ آپ کی ذات اقدس سے جدا نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جمال کی عظمت سے سدرۃ المنتہیٰ کے رہنے والوں یعنی فرشتوں کی بصیرتوں کی بینائی کھلی رہ گئی یعنی آپ کے جمال کے جلال کو انہوں نے جس وقت دیکھا تو وہ حیران رہ گئے۔[۱۳] ـــــ اور مقربین کی ذاتیں

۱۳ ابوسعید کی حدیث معراج میں مرفوعاً روایت ہے کہ ملائکہ نے سدرۃ المنتہیٰ کو اس طرح سے ڈھانپ لیا جیسے کوے درخت پر بیٹھ کر درخت کو ڈھانپ لیتے ہیں ـــــ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سدرہ کے ہر ایک پتہ پر ایک فرشتہ نازل ہے۔ جمال کے جلال سے معنی عظمت ہے۔ اس اضافت میں یہ لطف اور اشارہ ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کے فرشتے اگرچہ مقربین ہیں مگر انکو بھی آپ کا حسن و جمال دیکھنے کی تاب نہ ہوئی بلکہ حسن کے رعب سے ان کی آنکھیں کھلی رہ گئیں۔ فرشتوں کے علاوہ اور کون ہے جسے آپ کا جمال مبارک دیکھنے کی طاقت ہو ـــــ اسی لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ آپ کا وصف کرنے والا عاجزی سے یہ کہتا تھا کہ "میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ سا حسین کوئی نہیں دیکھا" ـــــ باوجود اس کے کہ آپ کو کل حسن دیا گیا تھا۔ آپ کے حسن کے سبب کوئی فتنہ میں مبتلا نہ ہوا ـــــ نیز اکابر انبیاء کرام علیہم السلام کی روحیں آپ کے حسن و جمال و جلال کے کمال کے مشاہدہ کی مشتاق (آرزومند) ہوئیں۔ یہ رؤسا انبیاء کرام علیہم السلام وہ ہیں جنہوں نے شب معراج میں آپ کا آسمانوں میں نظارہ کیا۔

اور روحیں آپ کی زوائح طیبہ کی جانب متوجہ ہوئیں اور عقل والوں کی گردنیں آپ کی اعین لامحہ اور آپ کے لحظات کی طرف دراز ہوئیں۔۱۴ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکان مستوی اقدس میں ٹھہرا دیا اور اپنے احاطہ جامعہ اور اپنے حضرات خطیرۂ واسطہ قدس یعنی (بہشت) میں سرانفس پر مطلع فرمایا۔۱۵ چنانچہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اشخاص (یعنی صورتیں اور جسم) حرم تعظیم میں خدمت کے قدموں پر کھڑے ہو گئے اور ملائکہ کے اشباح (یعنی اشخاص) معارج جلال میں اجلال کے قدموں پر کھڑے ہو گئے۔ ۱۶ ـــــ اور عشاق کی روحیں مقامات شوق میں بے اختیار نکل پڑیں۔ وہ ایسی حیران تھیں کہ یہ سمجھ نہ آتا تھا کہ کس طرف جائیں۔

كل اليك بكله مشتاق　　　وعليه من رقبائه احداق ۱۷

''وہ لوگ جن کی آنکھیں آپ کے جمال مبارک کی عظمت سے کھلی کھلی رہ گئیں اور ان کے بعد جو لوگ ہیں۔ جسم و روح سے آپ کے مشتاق ہیں ـــــ ان تمام پر ان کے رقیبوں کی آنکھیں لگی ہوئی ہیں۔''

تهواك ما فاح الحمام با يكة　　　اولاح برق فى الدجىٰ خفاق ۱۸

''آپ کی طرف میرا دل کشش رکھتا ہے۔ جب تک کبوتر جنگل میں یا درخت پر نوحہ کرتا رہے اور جب تک حرکت کرنے والی بجلی تاریکی میں چمکتی رہے۔

شوقى اليه لا يزال يديره　　　فجميه بجميعه عشاق

قائل نے خطاب سے غیبت کی طرف انتقال کیا ہے ـــــ معنی یہ ہے کہ میرا وہ شوق جو آپ کی طرف ہے' ہمیشہ ہوا کو حرکت دیتا رہتا ہے' لہٰذا جمیع شوق یعنی ان سب کا شوق جن کا ذکر پہلے شعر میں ہوا ہے' آپ کی جمیع ذات والا صفات سے کثیر عشق رکھتا ہے۔۱۹ ـــــ آپ کے مشاہدہ کے لیے چاند دیوانہ ہوا اور وہ چر گیا اور اپنے چاک ہونے پر اس نے ان دشمنوں کے پتے چیر ڈالے جنہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی کی تھی۔۲۰ اور درخت کا تنا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی میں وہ زار و قطار رویا اور وہ ایسا دیوانہ ہوا کہ غایت بے طاقتی سے چر گیا ـــــ اس کے چاک ہونے سے جلائے

۱۴ روائح جمع ہے رائحہ کی بمعنی خوشبو ـــــ اعین جمع ہے عین کی یعنی چشم آنکھ ـــــ لمح کا معنی ہے نظر کا بصر کو اچک لے جانا اور لمح بصر کا ایک شے کی طرف دراز ہونا ـــــ لحظات جمع ہے لحظ اور بمعنی مراقبہ یا آنکھوں کے کنارے سے دائیں اور بائیں طرف دیکھنا۔

۱۵ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فاوحى الىٰ عبده ما اوحىٰ ـــــ یہاں پر خطیرہ واسطہ قدس سے مراد جنت نہیں ہے ـــــ آپ کو سرانفس پر اطلاع مکان مستوی (انتہائی بلند مقام) میں معراج کے وقت ہوئی ہے کہ رب نے آپ سے وہاں سے کلام کیا ہے نہ کہ جنت میں ـــــ ''انفس نفس بہ سکون فا'' کی جمع ہے ـــــ اس کا معنی روح اور ذات ہے جیسے کہ عالم انفس سے مراد عالم ارواح اور عالم باطنی ہے۔

۱۶ اشخاص جمع ہے شخص کی ـــــ مراد فرشتوں کا وجود ہے کہ اجسام بشری سے مخالف ہے ـــــ اس لئے کہ وہ اجسام نورانی ہیں ـــــ معارج' معرج اور معراج کی جمع ہے' ان دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

۱۷ رقباء جمع ہے رقیب کی بمعنی منتظر و نگہبان ـــــ احداق جمع ہے حدقہ کی' بمعنی سیاہی چشم' یہاں مراد آنکھ ہے۔

۱۸ ایکہ بمعنی درخت آپس میں ملے ہوئے یا بیر اور پیلو کے درختوں کا جنگل ـــــ دجی بمعنی تاریکی ـــــ خفاق بمعنی حرکت کرنے والی شے۔

۱۹ لفظ ''کل'' دیکھنے میں ایک ہے لیکن معنوی طور پر ایک سے زیادہ ہے ـــــ عشاق بوزن فعال کثیر عشق رکھنے والا مبالغہ کا صیغہ ہے۔

۲۰ یہ اس معجزہ کی طرف اشارہ ہے کہ ہجرت سے پانچ سال پہلے کفار نے شق القمر کا معجزہ چاہا تو آپ کی انگلی مبارک کے اشارے سے چاند چر کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ پر رہا اور دوسرا ٹکڑا پہاڑ کے دوسری طرف ہو گیا۔

ہوئے منافقوں کے دل اس معجزہ کے غضب سے پھٹ گئے۔۲۱ ــــ اور آپ کی بعثت کے مشکوٰۃ سے حقائق کے لشکروں کی طلائی تلواریں چمکنے لگیں۔۲۲ آپ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں روشن دلیلوں اور سچے ارادوں سے ہمیشہ کام لیتے رہے اور آپ متفرقات اسلام کو ان کے جہات کے افتراق کے بعد جمع کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کے دین کے کمالات اور آپ کی روشن دلیلیں جو نہایت متین اور قوی تھیں، پوری ہوگئیں اور آپ کی کاملہ کثیر نعمتیں آپ کی جمیع امت پر تمام ہوگئیں۔ پھر موت و حیات کے درمیان آپ کو اختیار دیا گیا اور آپ نے رفیق اعلیٰ کو اختیار فرمایا۔۲۳ ــــ آپ نے ایسے حال میں دنیا پر آخرت کو اختیار فرمایا کہ آپ ظاہر و باطن میں قدم سلامت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دارالسلام اور فردوس کرامت یعنی تکریم اور **تبجیل** کی طرف آپ کو منتقل کیا۔۲۴ ــــ اور دارالاقامت میں تکریم کے بلند زینوں میں آپ کو اتارا اور یوم مشہود یعنی روز قیامت میں کہ جمیع خلائق موجود ہوگی، شرف کی اعلیٰ بخششیں آپ کو عطا فرمائیں ــــ آپ شاہد و مشہود ہیں۔۲۵ اور آپ وہ محمود ہیں کہ ان محامد سے اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے جو محامد اللہ تعالیٰ آپ کو الہام فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطائر قدس اقدسیہ یعنی جنت اور مشاہد انفسیہ میں یعنی عالم ارواح اور ذات میں بلند مرتبہ اور اعلیٰ درجہ عطا فرمایا ہے۔۲۶ اللہ تعالیٰ آپ پر آپ کی آل اطہار اور آپ کے اصحاب اخیار پر فواضل صلوٰت اور شرائف تسلیم اور کثیر برکات پہنچائے۔ وہ صلوٰت اور سلام ایسے ہوں جن سے انتہا کا زمانہ منقطع نہ ہو اور ان صلوٰت اور سلاموں کی کثرت کے باعث ابد الاباد تک اعداد گھیر نہ سکیں۔۲۷

حمد اور نعت کے بعد مخفی تر ہے کہ یہ کتاب عواطف رحمانیہ کی خوشبوؤں کے لطیفوں سے ایک لطیفہ ہے کہ اللہ کریم کی مواہب (عطا) سے وہ بخشش ہے کہ ہمارے نبی حضرت محمد علیہ افضل الصلوٰت اور انمی التسلیم اور اسنی الصلوات کے تھوڑے کمالات شرف

---

۲۱ یہ ستون خانہ کے معجزہ کی طرف اشارہ ہے جو استن حنانہ کے نام سے مشہور ہے۔

۲۲ بعثت بمعنی نبوت کا اعلان و اظہار ہے کہ آپ مخلوق کی طرف بھیجے گئے ہیں ــــ مشکوٰۃ بمعنی قندیل دیا یا قندیل میں وہ جگہ جہاں فتیلہ (روئی کی بتی) رکھا جائے ــــ بوارق جمع ہے بارقہ کی، بمعنی روشن چیز چمک اور روشنی کہ برق سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں چمکنا ــــ طلائی تلوار، طلیعہ کی جمع ہے بمعنی طلایہ لشکر کہ آپ کی دعوت عامہ سے خاص اور منتخب لوگ آپ کے فرمانبردار ہو گئے۔

۲۳ رفیق اعلیٰ ــــ انبیاء کرام علیہم السلام کی وہ جماعت جو اعلیٰ علیین میں مقیم ہے ــــ یا رفیق اعلیٰ سے ذات باری تعالیٰ مراد ہے کہ وہ اپنے بندوں کے ساتھ رفیق ہے ــــ یا خطیرہ قدس (بہشت) سے مراد ہے ــــ ظاہر میں رفیق اعلیٰ سے مراد وہ مکان ہے جس میں انبیاء کرام علیہم السلام یا مقرب فرشتوں کی مرافقت ہو۔

۲۴ جنت کو دارالسلام اس لیے کہتے ہیں کہ جو آدمی وہاں داخل ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان پر سلام بھیجے گا اور فرشتے ان سے سلام علیک کریں گے ــــ یا دارالسلام نام اس لیے ہے کہ وہاں پر آفات سے امن ہے۔

۲۵ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ انا ارسلناك شاهداً و مبشراً و نذيراً ــــ یعنی آپ نے اپنی امت کو جو دین کی دعوت دی ہے، آپ ان پر اور دوسرے نبیوں کی امتوں پر گواہ ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے ان کو دین کی دعوت دی ہے ــــ مشہود، جمیع انبیاء کرام علیہم السلام سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک منظور الیہ مراد ہے۔

۲۶ مشاہد جمع ہے مشہد کی یعنی جائے حضوری، دیکھے جانے کا مقام ــــ انفسیہ یعنی زیادہ نفاست رکھنے والا۔ دیکھنے کا مقام، اس سے مراد ذات الٰہی کا قرب ہے ــــ آپ کا بلند مرتبہ یہ ہوگا کہ قیامت کے دن آپ عرش بریں کے دائیں جانب تشریف فرما ہوں گے ــــ اور درجہ اعلیٰ سے مراد وہ وسیلہ ہے جو جنت میں اعلیٰ ترین درجہ ہے ــــ خطائر قدس اقدسیہ سے مراد جنت ہے۔

۲۷ یعنی انتہا سے انتہاء کے زمانہ میں ان کا شمار ناممکن ہے۔

سے باخبر کرتا ہے۔ ۲۸ زمانہ ہائے قدیم میں جو آپ کی نبوت کی سبقت ہوئی ہے یعنی کل انبیاء کی نبوت سے آپ کی نبوت پہلے ہوئی ہے اور غایات احدیت میں آپ کی نبوت ثابت ہوئی ہے ــــ یہ لطیفہ اس سے مطلع کرتا ہے۔ ۲۹ اور گزشتہ زمانوں میں آپ کی احمدیت (یعنی محمودہ صفات) کی جو بشارت دی گئی ہے۔ ۳۰ اور گزشتہ زمانوں کی امتوں میں آپ کی محمدیت کا جو تذکرہ کیا گیا ہے' وہ لطیفہ اس کی خبر دیتا ہے ــــ اور آپ کی ولادت کی ان آیتوں کے انوار کے بوارق لامعہ کے اشراق سے جن کے فجر کی شعاع اللہ تعالیٰ کی جمیع مخلوق میں جاری وساری ہے ــــ اور ان آیات ولادت کے فخر ومباہات کے چاند نے آپ کی ملت کے اردگرد دورہ کیا ہے' وہ لطیفہ اس کی خبر دیتا ہے۔ ۳۱ ــــ اور آپ کے عواطف لطائف رضاعت اور حضانت سے اور آپ کے اسرار سر معراج کے چشموں سے ــــ اور آپ کے شہر کی جگہ اور آپ کی ہجرت سے' وہ لطیفہ خبر دیتا ہے۔ ۳۲ ــــ اور آپ کے ان عوارف معارف عبودیت سے جن کے عود کی خوشبو آپ کے اہل ولایت کے قلوب کے آفاق میں ساری ہے' وہ لطیفہ ان سے مطلع کرتا ہے۔ ۳۳ ــــ اور آپ کے نفائس انفاس احوال ذکیہ اور آپ کی سیرت علیہ کے دقائق حقائق سے اس وقت تک کی وہ لطیفہ خبر دیتا ہے کہ آپ روضہء قدس احدیت میں منتقل ہوئے ہیں۔ ۳۴ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی بزرگ آیات کے ساتھ جو بزرگی آپ کو عطا فرمائی ہے ــــ اور بزرگ معجزات کے ساتھ آپ کی تکریم کی ہے ــــ اور آیات قرآنی میں آپ کے ذکر کو جو رفعت دی ہے ــــ اور علوے قدر ومنزلت سے آپ کو جو رفعت عطا فرمائی ہے ــــ اور آپ کی صفات محمودہ اور محاسن اخلاق پر آپ کی محبت واجب کی ہے اور آپ کے طریقوں کی اتباع کو کل مخلوق پر واجب کیا ہے' وہ لطیفہ ان سے خبر دیتا ہے۔

اور آپ کی وہ سیادت جو مشہد مشاہد مرسلین میں انواع سیادت کی جامع ہے ــــ اور آپ کی تفصیل اس شفاعت عظمیٰ کے

---

۲۸ صلوات جمع ہے صلوٰۃ کی' بمعنی درود ــــ انمی' زیادہ پڑھنے والا ــــ اسنی' زیادہ روشن ــــ صلات جمع ہے صلہ کی' بمعنی احسان ــــ لطیفہ ہے لطافت سے' کثافت کی ضد ــــ عواطف جمع ہے عاطف کی بمعنی مہربانی ــــ مواہب جمع ہے مواہبت کی' بمعنی بخششیں' عطایا جمع عطیہ بمعنی بخشش)

۲۹ غایات جمع غایت یعنی انتہا ــــ شی کی کاشی نے اپنے لطائف میں کہا ہے کہ غایت وہ شے ہے جس سے ظہور کمال جو ہر ایک شے کے ساتھ مختص ہے اور اس کے لیے حضرت علم ازل میں وہ کمال تھا' پورا ہو جائے۔ جیسے تخت بنانے کی غایت اس پر بیٹھنا ہے ــــ اور قلم کی غایت اس سے لکھنا ہے ــــ اس لیے کہ ہر ایک موجود کے لیے جو انسان ہے یا غیر انسان ہے' غایات ہیں۔

۳۰ تورات میں "اہدی احمد المختار" آپ کی صفت ہے ــــ اور تنزیل میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے آپ کے اوصاف کی خبر دیتے ہوئے ومبشر الرسول یاتی من بعد اسمہ احمد نے فرمایا ہے۔

۳۱ انوار' نور کی جمع ــــ بوارق' بارق کی جمع' وہ ابر جس میں بجلی ہو ــــ لامعہ' روشن اور چمکدار ــــ ضو' نور کی شعاع ــــ اقطار جمع قطر بالضم' بمعنی کنارہ مراد ہے اطراف دنیا۔

۳۲ عواطف جمع عاطفت بمعنی مہربانی ــــ لطائف جمع لطیفہ' بمعنی اچھی چیز اور نازک ــــ حضانت' گود میں پرورش پانا ــــ رضاعت' شیر خواری

۳۳ عوارف' خوشبوئیں' مجازی معنی بخشش ــــ آفاق جمع افق بمعنی طرف کنارہ۔

۳۴ نفائس جمع نفیس چیز' گراں مایہ' مرغوب و نیک ــــ انفاس جمع نفس بمعنی دم ــــ ذکیہ بمعنی پاک از فساد ــــ دقائق جمع دقیقہ یعنی باریک شئے جزئیات ــــ حقائق جمع حقیقت ــــ سیرت سے مراد آپ کا وہ احوال جو غزوات وغیرہ میں تھا ــــ روضہ احدیت سے مراد جنت ہے۔

ساتھ جو عام اولین و آخرین کے لیے عامہ ہے ـــــ اور ان امور کے علاوہ آپ کے عجائب آیات ـــــ اور آپ کے عطیات ـــــ اور آپ کی نبوت کی غرائب علامات ـــــ اور آپ کی جو محبتیں ہیں' ان سے وہ لطیفہ خبر دیتا ہے۔۳۵ ـــــ ان کل امور کو میں ایسے حال میں لایا ہوں کہ ملحدوں پر قاہرہ حجتیں ہیں (کہ معارضہ کرنے سے ان کو مانع ہیں) اور موحدوں کے لیے نافع نصیحت کے اسباب ہیں ـــــ اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں' ان کے مصمم ارادوں کو بیدار کرنے والے ہیں۔ سبحان اللہ!

واللہ میں اس تالیف کے لیے کسی طور سے لائق نہ تھا ـــــ اور اس راہ کی سختی کی وجہ سے جو چیز یہاں موجود ہے ـــــ اور ایسے راستہ میں چلنے کی مشقت سے کہ میری طرح چل نہیں سکتا ہے ـــــ میں اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں جانتا تھا ـــــ اور میں نے اس راہ میں جو رفتار اپنائی ہے' اس میں ایک نکتہ یہ ہے کہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ کی شفا شریف کو حضور تخصیص اور اصطفائے نبوی میں مکتب تادیب اور تعلیم میں مشہد مشاہدہ موانست و تکریم (یعنی روضہ اقدس نبوی اور منبر شریف کے درمیان) پڑھ کر سناتا تھا۔۳۶ ـــــ اور انوار تجلیات احمدیہ کی جلوہ گاہوں میں آپ کی صفات خلقت اور محاسن اخلاق عظیمہ ذکیہ کا استکشاف کرتا تھا ـــــ اور آپ کے طریقہ واضحہ ملت میں آپ کی سیرت کے سر کے لیے آپ کے طریق کے ارفع آسمان تک میں سیر کرتا تھا ـــــ اور آپ کی سنتوں کے ریاض روضہ نزیہ حسنہ میں انبساط اور لہو کی حالت میں تھا۳۷ ـــــ اور فتح باری سے آپ کے اس فضل و فیض کی مدد چاہتا تھا جو جمیع موجودات میں ساری ہے ـــــ اس عطا کے صاحب نے اپنے ان حقائق سے (جو سینہ در سینہ) محفوظ ہیں' مجھ کو عطا فرمائے۔۳۸ ـــــ اور اس قسم سے جو لطائف روحانیہ مکنونہ سے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مخفی رکھی تھی' اسے میرے لیے ظاہر فرما دیا ـــــ چنانچہ فتح محمدی کے باعث استبصار کی بصیرت کی آنکھ کھل گئی۔۳۹ اور ناظر نے ریاض ارتیاض دقائق اسرار میں نزہت کی سیر کی۔۴۰ جو ابکار مخدرات سنت نبویہ میں تھے۔ میں نے ان کے معنی کو ہر ایک صورت میں جلوہ گر کیا۔۴۱ ـــــ اور مصباح مشکوٰۃ معارف کے تلالو کے ہر ایک لمعان سے اس کی اور مصباح مشکوٰۃ معارف کے تلالو کے

---

۳۵ مشہد حاضر ہونے کی جگہ ـــــ مشاھد جمع سیادت' بزرگی' سرداری۔

۳۶ مشہد حاضر ہونے کی جگہ ـــــ مشاھد جمع مشہد ـــــ موانست بمعنی انس و محبت۔

۳۷ روضہ وہ جگہ جہاں پھول کھلے ہوئے ہوں اور جہاں صاف اور پاک پانی ہو ـــــ نزیھہ' نزہت سے ہے یعنی تازگی ـــــ خوبی حسنا' احسن کی مونث ہے۔

۳۸ حقائق وہ علوم جو تصفیہ قلب سے ادراک کیے جائیں۔

۳۹ ابن الکمال علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ بصیرت قلب منور کی وہ قوت ہے جو نور قدس سے ہوتی ہے اور آدمی اس قوت کے سبب اشیاء کے حقائق اور بواطن کو اس طرح سے دیکھتا ہے جیسے سر کی آنکھوں سے اشیاء کی صورتیں اور ان کا ظاہر دیکھتا ہے۔

۴۰ ناظر یعنی آنکھ یا آنکھ کا سیاہ نقطہ آنکھ کی تپلی' باغبان' دیدبان وغیرہ ـــــ ارتیاض یعنی تابعدار ہونا ـــــ دقائق جمع دقیقہ' باریک چیزیں' یہ اسرار و رموز سے کنایہ ہے ـــــ نزہت کی اصل یہ ہے کہ پانی سے دوری اختیار کی جائے ـــــ تنزہ یعنی سیر' اس کی اصل یہ ہے کہ آدمی سیر کے لیے شہر سے باہر باغوں میں جاتا ہے لہٰذا تنزہ کا معنی مکانوں سے دوری ہے اور نزہت سرسبزہ اور باغوں کے معنی میں استعمال ہوئے۔

۴۱ ابکار جمع بکر بمعنی زن دوشیزہ ـــــ مخدرات جمع مخدرہ یعنی وہ زن پردہ نشین جس کا بیاہ نہ ہوا ہو' مطلق زن پردہ نشین خدر بمعنی پردہ۔

۴۲ تلالو بجلی کی چمک یعنی روشنی ـــــ بارقہ چمکنے والی شے مجازی معنی روشنی و درخشندگی ـــــ بارقہ' برق سے ہے یعنی چمک' صوفیا کی اصطلاح میں بارقہ وہ لائحہ جو قدس کی طرف سے وارد ہوتا ہے اور فوراً بجھ جاتا ہے۔ یہ حالت ابتدائی کشف میں ہوتی ہے اور بارقہ بمعنی تلوار ـــــ مصباح کے معنی ہیں چراغ مشکوٰۃ' چراغ دان وغیرہ۔

ہر ایک لمعان سے اس کی روشنیوں کا میں نے اقتباس کیا۔۴۲ ــــ اور میں نے ہر ایک نکتہ صوفیا کی خوشبو سونگھی اور لطائف تاویل کتاب کی عزیز آیتوں کی شاخوں سے من چاہے پھل کا انتخاب کیا۔۴۳ ــــ اور میں اس کی عطا کے لطیف باغوں میں غبوق اور صبوح میں ہمیشہ صبح وشام جاتا تھا۔۴۴ یہاں تک کہ معانی کے ابر ریاض مبانی کی زمین پر زور سے برسے۔ اس ابر کے برسنے سے اس ریاض کی کلیاں کھل گئیں اور نفائس جواہر علوم سے ان کے اوراق مرصع ہو گئے ــــ اور اسرار حقائق کے میوہ چننے والے کے لیے ان کے پھل شیریں اور لذیذ ہو گئے ــــ اور عجائبات الفاظ کے حوضوں نے زلال جوامع کلمات کو شدت سے اچھالا اور ابنائے عشق کے خطیب قلوب نے عزام اقدس کے منبر پر خطبہ پڑھا۔۴۵ ــــ وہ خطیب اس حبیب کے محاسن کی ندا دے رہا ہے جو شریف القدر ہے ــــ چنانچہ خلاصہ شراب راحت سے ارواح نفیسہ جھومنے لگیں اور عشاق کے بزرگ اشخاص طرب انگیز آواز سے محبوب کے جمال کی طرف جھک پڑے ــــ اور وفا کے زمزمہ کرنے والے نے خلاصہ اصحاب وفا کی حضرت میں ایسے حال میں زمزمہ کیا کہ وہ یہ اشعار پڑھ رہا تھا اور ان اشعار کو بار بار پڑھتا جاتا تھا۔

حضر الحبیب و غاب عنه رقیبه　　حسبی نعیم زال عنه حسیبه

''حبیب حاضر ہوا ہے اور حبیب کا رقیب حبیب سے غائب ہو گیا ہے۔ میرے لیے وہ نعمت کافی ہے جس سے حساب لینے والا دور ہو گیا۔''۴۶

داوی فوادی الوصل من ادوائه　　طوبیٰ لقلبی والحبیب طبیبه

''میرے دل میں جو ہجر کی بیماری تھی' حبیب نے اس کی دوا وصل سے کی ــــ ایسے حال میں میرے دل کو خوشخبری ہو کہ حبیب اس کا طبیب ہے۔''۴۷

صدق المحب حبیبه فی حبه　　فحباه صدق الحبه منه حبیبه

''حباہ بمعنی اعطاہ محب یعنی عاشق کو اس کے حبیب نے اپنی محبت میں سچا پایا' لہٰذا اپنے محب (چاہنے والے) کو اس کے

---

۴۳ ابن الکمال علیہ الرحمہ نے کہا کہ تاویل کا معنی یہ ہے کہ آیت کا معنی اس کے ظاہر سے اس کے معنی محتمل کی طرف پھیرا جائے۔ جس وقت محتمل ایسا ہو کہ تاویل کرنے والا اس کو کتاب اور سنت کے موافق دیکھتا ہو۔ جیسے ارشاد باری ہے یخرج الحی من المیت' اگر اس سے ظاہر کا معنی لیا جائے کہ وہ انڈا ہے جس سے طائر کو نکالتا ہے اور اگر زندہ سے مراد مومن اور مردہ سے مراد کافر ہو یا زندہ سے مراد عالم اور مردہ سے مراد جاہل ہو تو یہ آیت مبارکہ کی تاویل ہو گی ــــ

کتاب عزیز' قوی اور اپنے معانی اور اعجاز سے ہر ایک کتاب پر غالب اور اپنے احکام سے دوسری کتابوں کے احکام کو نسخ کرنے والی کتاب ــــ یا کتاب عزیز شریف اور عظیم کتاب ــــ یا وہ کتاب کہ جس کی نظیر کتابوں میں نہ ہو ــــ یا اپنے اعجاز کے باعث ایسی ہے کہ جس کی مشابہت ممتنع ہے اور وہ قرآن مجید ہے۔

۴۴ غبوق وہ شے جو عشا کے وقت پی جائے ــــ اور صبوح وہ شے ہے جو صبح کے وقت پی جائے' مراد صبح وشام سے ہے نہ کہ کچھ پینے پلانے سے مراد

۴۵ عزام' سختی اور مصیبت جوان کو پہنچے مراد عشق سے کہ عشاق کو عشق سے مصیبت ہوتی ہے۔

۴۶ نعمت سے مراد حبیب یا اس کا وصال ــــ حساب لینے والے سے مراد رقیب ہے۔

۴۷ ادوا جمع دا بمعنی بیماری ــــ طوبیٰ' طیب سے ہے بمعنی فرح اور آنکھ کی ٹھنڈک اور بمعنی خوشخبری۔

حبیب نے سچی محبت عطا کی۔

لباہ لب فوادہ ناجا بہ لماد عاہ الیٰ العزام وحبیبہ ۴۸

معنی یہ ہے کہ محبّ کو اس کے قلب نے بلایا' محبّ نے جواب میں کہا' میں حاضر ہوں جبکہ قوی سبب نے محبّ کو عشق کی طرف بلایا۔

ولجامع الاھواء حیعل حبہ ولحسنہ خطب القلوب خطیبہ ۴۹

یعنی جامع ہواؤں کے لیے اس کے حبیب کی محبت نے کہا۔ ''آؤ'' ---- یا حبیب نے کہا۔ ''آؤ'' ---- اور اس حبیب کے حسن کا جو خطیب ہے' اس نے قلوب کے ساتھ بیاہ چاہا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حبیب کا حسن دلوں کے وصال کے لیے خود خطیب بن گیا اور باہم جوڑ دیا جبکہ اولو الالباب کے کانوں نے ان مواہب (عنایات) کو سنا تو ان کے اعیان کی آنکھیں اس خطاب کے خلاصہ جوہر کے خلاصہ کرنے کے لیے ایک ایسی کتاب میں جو عطائے نبویہ کے چہرہ سے نقاب منیع کو کھول دے' ملتف ہوئیں۔۵۰ ---- لہٰذا میں نے قلم کا رخ ان عقل والوں کے مقاصد حاصل کرنے اور ان کے مطالب لکھنے کی طرف ایسے حال میں موڑ دیا کہ میں صواب کی طرف مائل تھا اور جو شے غیب کے پردے میں مجھے سونپی گئی تھی' اسے اس کتاب میں ودیعت کرنے والا اور قوی دہاب سے ان مطالب میں مدد چاہنے والا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ کریم نے مجھ پر وہ مطالب آسان فرما دیئے اور جو کمی تھی وہ بھی پوری کر دی ---- اور جو شے دلیل کی قسم سے متعلق مخفی تھی' میں نے اسے واضح کر دیا اور اس راستے کی جو سختی یا دشواری تھی' اسے بھی سہل اور آسان کر دیا اور اس کتاب کا نام

المواھب الدنیہ بالمسخ المحمدیہ

رکھا اور سیرت کی راہ اپنانے والے اور اس راہ پر چلنے کا ارادہ کرنے والوں کی آسانی کے لیے میں نے اس کتاب کو بارہ مقاصد (ابواب) پر مرتب کیا:

۴۸ راغب نے کہا ہے کہ لب وہ عقل ہے جو آلودگیوں سے پاک ہو اور عقل کا نام خالص لب اس لیے ہے کہ انسان کے جسم میں جتنے قوی ہیں' عقل ان سب سے خالص ہے۔ جیسے کسی شے کا خلاصہ ہو (جوہر یا نچوڑ) ہوتا ہے ----

اور کہا گیا ہے کہ لب وہ شے ہے جو عقل سے بڑھ کر ہو اور عقل کی قسم سے ہو ---- ہر ایک لب عقل ہے لیکن ہر ایک عقل لب نہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے وہ احکام جو اللہ تعالیٰ نے اولی الالباب کی عقلوں سے متعلق فرمائے ہیں اور جن کا کوئی ادراک نہیں کرتا ہے۔ سوائے فساد سے پاک عقل والے ----

اس کی مثال یہ ارشاد باری ہے جو ومن اوتی الحکمۃ سے ومایذکر الا اولی الالباب تک ہے۔

حرانی نے کہا ہے کہ لب اس عقل کا باطن ہے جس کی شان یہ ہے کہ ملحوظات حقائق کا لحاظ کرتی ہے ---- اور ابن الکمال نے کہا ہے کہ لب وہ عقل ہے کہ نور قدس کے سبب روشن و منور ہو مگر اوہام اور تخیلات کے پوست سے پاک اور صاف ہو۔

عزام عشق کی مصیبت و حبیب بمعنی سبب ہے۔

۴۹ حیعل اسمائے افعال سے ہے۔ اس کا معنی حی علی الفلاح ہے۔ یہاں پر مطلق بلانے کے معنی میں ہے ---- ھوا بمعنی عشق۔

۵۰ ابن العماد نے کشف اسرار میں کہا ہے کہ دل کے دو کان ہیں۔ دل ان دونوں کانوں سے سنتا ہے۔ جیسے سر کے دو کان ہیں۔

پہلا باب ___ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی طہارتِ نسب

اس باب میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو سابق ازیعت میں سابق نبوت یعنی تقدمِ نبوت سے بزرگی دی ہے۔۵۱ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی رسالت کا منشور اپنی مجلس موانست میں ظاہر کیا ہے۔۵۲ اور اپنی عنایت کے توقیع کو اپنے خصائرِ قدس کرامت میں ثابت کیا ہے اور

- آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی طہارت نسب
- آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آیات حمل کی علامتیں اور دلیلیں
- آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت
- آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شیرخواری اور دایہ کی گود میں پرورش
- اظہار پیغمبری میں جو باریکیاں ہیں
- آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہجرت

---

۵۱ توقیف میں کہا ہے کہ ازل بمعنی قدم جس کی ابتداء نہ ہو اور مجازی طور پر اس شے پر ازل کا اطلاق کیا جاتا ہے جس کی عمر دراز ہو اور ازل کا معنی وجود کا استمرار زمانہ ہائے مقدرہ غیر متناہیہ میں ماضی کی جانب جیسے کہ ابد ہے کہ وجود کا استمرار مآل میں ہے ___ اور ازلی وہ شے ہے جو مسبوق بالقدم نہ ہو اور وجود کے تین مرتبے ہیں' چوتھا نہیں ہے:

- ایک وجود ازلی اور ابدی ہے وہ حق سبحانہ تعالیٰ ہے'
- دوسرا وجود وہ ہے جو نہ ازلی ہے نہ ابدی ہے' وہ دنیا ہے'
- تیسرا وجود ابدی ہے' غیر ازلی جو آخرت ہے جس کا عکس محال ہے۔ اس لیے کہ جس شے کا قدم نہ ہو' اس کا عدم محال ہے۔

نبوت اور رسالت امام الحرمین نے رسالت کی تعریف یہ کی ہے کہ وہ صفت کلامی ہے ___ وہ فرمان الٰہی **ھو رسولی** ہے ___ اس کی تصدیق امر خارق عادات کے ساتھ ہے۔

امام غزالی علیہ الرحمہ نے نبوت کی تعریف یوں کی ہے کہ نبوت سے مراد وہ صفت ہے جو نبی کے لیے خاص ہوتی ہے اور اس کے سبب نبی اور غیر نبی سے فرق ہوتا ہے اور وہ نبی امتیازی صفات سے مختص ہوتا ہے۔ ان امتیازی صفات میں سے:

- ایک یہ امر ہے کہ نبی ان حقائق امور کو پہچانتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات' ملائکہ اور آخرت سے متعلق ہیں ___ نبی کا وہ علم کثرت معلومات' کشف کی زیادتی اور تحقیق سے غیر نبی کے علم سے مخالف ہوتا ہے۔
- دوسری صفت یہ ہے کہ نبی کے لیے نبوت فی نفسہ ایک ایسی صفت ہے جس کے سبب وہ افعال پورے ہوتے ہیں جو خارق عادات ہیں۔ جیسے ہماری یہ صفت کہ جس کے باعث ہماری وہ حرکات پوری ہوتی ہیں جو ہمارے ارادوں سے نزدیک ہوتی ہے کہ وہ قدرت ہے۔
- تیسری صفت یہ ہے' جس کے سبب نبی ملائکہ کو دیکھتا ہے اور ان کا مشاہدہ کرتا ہے۔ جیسے بصیر کی صفت ہے' جس کے باعث اکمی سے اس میں فرق ہے۔
- چوتھی صفت یہ ہے کہ نبی کو اس شے کا ادراک عالم غیب سے ہوتا ہے جو آئندہ زمانہ میں ہونے والی ہوتی ہے ___ لہٰذا ان کمالات اور صفات سے ہر ایک کمال اور صفت اقسام کی طرف تقسیم ہوتی ہے۔

۵۲ رسالت کا اثر ان احکام سے ہے جو حیات عالم ہیں ___ ظاہر کرنے سے مراد قوت سے فعل میں لاتا ہے ___ مجلس موانست سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت کا وہ مقام ہے جو ملا اعلیٰ میں اس کے بندوں کے لیے ہے۔ وہ مقام امن ہے اور وحشت سے محفوظ و مامون۔

- آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو کفار سے جہاد کرنے میں حاصل معرفتیں
- آپ کے روانہ کردہ چھوٹے بڑے لشکر ان کی ہیئت اور اندازِ کار
- آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ظاہری فراق (وفات شریف)
- اپنے ریاض روضہ میں منتقلی

دوسرا باب ـــــ اسماء مبارک وعزیز واقارب

اس باب میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ان اسمائے شریفہ کا ذکر ہے جو آپ کے کمال اخلاق منیفہ کی خبر دیتے ہیں اور

- آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اولاد بزرگ وطاہر
- آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواج مطہرات امہات المومنین
- آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا اور پھوپھیاں
- آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دودھ شریک بھائی
- آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی دادیاں اور نانیاں
- آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے خادم اور غلام
- آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حراست کرنے والے
- آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے کاتب
- آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے شرائع اور احکام میں اہل اسلام کو محررہ خطوط
- آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے غیر شخص کو محررہ مکاتیب
- آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے موذن اور خطیب
- آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حدی خواں اور شعرائے مداح گستر
- آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آلات جنگ اور سواریاں
- آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آنے والے سفیر

اس بات میں دس فصلیں ہیں۔

تیسرا باب ـــــ حسن و جمال خوباں

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو کمال خلقت اور جمال صورت سے کل مخلوق پر فضیلت عطا فرمائی۔[۵۳] اور آپ کو اخلاق پاکیزہ سے مکرم کیا تھا اور اوصاف مرضیہ سے آپ کو بزرگی دی تھی۔[۵۴] آپ کی حیات کی ضرورت جس شے کی

۵۳ کمال خلقت یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے بدن مبارک کے اجزاء کامل اور معتدل المقادیر پیدا فرمائے تھے۔
۵۴ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بزرگی کا ذکر قرآن مجید اور دیگر آسمانی کتابوں میں کیا ہے۔

طرف داعی تھی' اس کا ذکر اس باب میں کیا گیا ہے ـــــ اس باب کی تین فصلیں ہیں۔

چوتھا باب ـــــ معجزات

معجزات رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت کے ثبوت اور صدق رسالت پر دلالت کرتے ہیں ـــــ جن خصائص آیات اور بدائع کرامات کے ساتھ آپ مخصوص کیے گئے ہیں۔۵۵ ـــــ اس باب میں دو فصلیں ہیں۔

پانچواں باب ـــــ سفرِ معراج

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو لطائف معراج اور اسرار کے ساتھ جو خصوصیت ہے۵۶ اور عموم لطائف تکریم سے حضرت تقرب الٰہی میں مکالمہ اور مشاہدہ اور آیات کبریٰ سے آپ کو تعمیم ہے۵۷ ـــــ اس باب میں اس کا ذکر ہے۔

چھٹا باب ـــــ قرآن پاک میں شان حبیب الرحمٰن

آیات تنزیل یعنی قرآن مجید میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مرتبہ کی تعظیم اور آپ کے ذکر پاک کی رفعت بیان ہوئی ہے ـــــ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے صدق نبوت اور ثبوت بعثت (اظہار وظہور نبوت) پر شہادت دی ہے ـــــ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کے حق ہونے اور علوئے منصب جلیل اور آپ کے مرتبہ کی قسم کھائی ہے ـــــ آپ کی اطاعت اور آپ کی سنت مبارکہ کا اتباع کل مخلوق پر واجب کیا ہے ـــــ اللہ کریم نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے اپنے فضل وکرم سے آپ کے لیے وعدہ لیا ہے ـــــ وہ عہد یہ ہے:

"اگر انبیاء کرام علیہم السلام آپ کا زمانہ نبوت پائیں تو وہ آپ پر ایمان لائیں اور کفار کے مقابلے میں آپ کو نصرت دیں۔"

اور سابقہ کتب تورات' انجیل وغیرہ میں ہے' اس طرح آپ کے ذکر کی بلندی ہے کہ آپ صاحب رسالت اور صاحب تبحیل ہیں ـــــ اس باب میں دس نوعیں ہیں۔

ساتواں باب ـــــ اطاعت ومحبت رسول وآلِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت اور آپ کی اتباع ـــــ آپ کی خو اور خصلت اور طریقہ کے ساتھ سیدھی راہ چلنا

---

۵۵ خصائص آیات' نبوت کی وہ نشانیاں ہیں جو خاص آپ ہی کے لیے ہیں یعنی وہ آیات مبارکہ جو اپنے غیر پر فاضلہ ہیں ـــــ بدائع کرامات' وہ نادر کرامات جن کے ساتھ آپ کرامات میں بے مثال ہیں یعنی وہ کرامات آپ کی ذات سے مختص ہیں ـــــ کرامات وہ امر ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس کے ساتھ اپنے حقیقی بندوں میں سے جس ہستی کو چنا ہے' اس کے بلا دعویٰ نبوت سے اس کا اکرام کیا ہے ـــــ کرامت نبی اور ولی کے لیے ہے' کرامت معجزہ سے اعم ہے۔ اس لیے کہ معجزہ میں نبوت کی مقارنت شرط ہے۔

۵۶ اسریٰ آپ کا مکہ معظمہ سے مسجد اقصیٰ تک رات میں تشریف لے جانا ـــــ معراج نور کی سیڑھی ہے یا جوہر سے ہے جس پر ارواح آسمان کی طرف صعود کرتی ہیں۔

۵۷ یعنی آپ نے ذات باری تعالیٰ کا مشاہدہ فرمایا اور قرب الٰہی میں آیات کبریٰ دیکھے ہیں اور اپنے رب سے کلام کیا ہے۔

اور سیدھی راہ پانا ہر ایک مسلمان پر واجب ہے ـــــ اور آپ کی آل' آپ کے اصحاب اور آپ کے قرابت داروں کی محبت فرض ہے ـــــ آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا جو حکم ہے' یہ باب ان پر مشتمل ہے ـــــ اس باب میں تین فصلیں ہیں۔
اللہ تعالیٰ اپنے نزدیک آپ کے شرف اور فضل کو کثیر فرمائے۔ آمین!

آٹھواں باب ـــــ دکھیوں کے دکھ مٹانے والے

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طبی بصیرت جو

- مریضوں اور آفت رسیدوں کے لیے ہے
- لوگوں کے خوابوں کی تعبیر بیان فرمانا
- غیب کی خبروں کی خبر دینے والے

اس باب میں تین فصلیں ہیں۔

نواں باب ـــــ عبادات نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

اس باب میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عبادات کے حقائق کے لطائف بیان کیے گئے ہیں ـــــ یہ باب سات نوعوں پر مشتمل ہے۔

دسواں باب ـــــ روز محشر آپ کے انتہائی کمال وعظمت کا دن

اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت عظمیٰ وکبریٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری فراق (وفات شریف) اور اپنی طرف آپ کے وصال فرمانے سے آپ پر تمام کر دی ـــــ

- آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور اور مسجد منیف کی زیارت
- آپ کی فضیلت وعظمت جو آخرت میں ان فضائل اولیات کے سبب ہوگی جو فضائل تکریم اور درجات عالیہ کے جامع ہیں
- آپ کی بزرگی جو قرب الٰہی کے خصائص کے مشہد مشاہد انبیاء کرام اور مرسلین علیہم السلام میں ہے
- اولین وآخرین آپ کی شفاعت اور مقام محمود کے سبب آپ کی تعریف کریں گے

---

۵۸ یوم المزید ـــــ جنت میں جمعہ کا دن ـــــ جیسا کہ امام شافعی علیہ الرحمہ کی مسند میں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے اور آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے حوالے سے فرمایا کہ حسنی اور زیادتی
☺ کبھی نفس شے پر دوسری شے سے ہوتی ہے اور
☺ کبھی زیادتی مذمومہ ہوتی ہے ـــــ
جیسے زیادتی کفایت پر ہوتی ہے ـــــ جیسے انگلیوں کی زیادتی یا توائم دابہ کی زیادتی ہے
☺ کبھی زیادتی محمودہ ہوتی ہے ـــــ جیسے ان لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جنہوں نے نیکی کی ہے۔ للذین احسنوا الحسنی ـــــ زیادہ نیک انجام اور اللہ تعالیٰ کا دیدار مراد ہے۔

- آپ مجمع جامع اولین و آخرین میں مجد اور اشراف کے ساتھ منفرد (بے مثل) ہوں گے
- جنت عدن میں اعلیٰ مدارج سعادت پر آپ کو ترقی ہوگی
- قیامت کے دن آپ کو اعلیٰ معالے حسنی اور زیادہ کی برتری ہوگی۔ ۵۸

اللہ کریم و رحیم جس کی غنا اور خط بزرگ ہے اور جس کی بزرگی اور شرف برتر ہے ـــــ میں اس سے اس کی ذات وحید کی وجاہت کے طفیل اور اس کے نبی مکرم و معظم و اعظم و محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل چاہتا ہوں کہ اقبال اور قبول سے مجھ کو برکت عظیم میں مدد دے ـــــ اور مجھے اس شخص کو جو اس کتاب کو لکھے یا پڑھے یا اس کو سنے اور کل مسلمانوں کو عواطف نبویہ سے لطائف سوال اور نہایت مراد عطا فرمائے ـــــ وہ صراط مستقیم جو حق کی طرف پہنچانے والا ہے اللہ رب العزت کے ذمہ ہے۔

وھو حسبنا نعم الوکیل

(امام الائمہ المحدث الشیخ)

احمد بن محمد ابن ابی بکر الخطیب القسطلانی الشافعی

رحمہ اللہ تعالیٰ

باب نمبر ا

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طہارت نسب

اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی سابق ازلیت میں نبوت کے تقدم سے بزرگی عطا فرمائی ہے۔[1] ـــــ آپ کی رسالت کا منشور اپنی مجلس موانست میں شائع کیا ہے اور اپنی عنایت کا توقیع آپ کے حضائر قدس کرامت میں ثابت کیا ہے۔[2] ـــــ

یہ پہلا باب آپ کی طہارت نسب اور ان سے متعلق قوی دلائل کے بارے میں جن دلائل سے آپ کے مراتب کا کمال یقین حاصل ہوتا ہے ـــــ اور وہ دلائل جو آپ کے حمل کی نشانیوں کے بارے میں ہیں۔[3] ـــــ یہ پہلا باب آپ کی شیر خواری اور دائیوں کے ہاں پرورش پانے کے بارے میں ہے ـــــ اس باب میں آپ پر نبوت کے اعلان اور مکہ سے آپ کی ہجرت میں جو حقیقتیں ہیں ان کی باریکیوں کو بیان کیا گیا ہے ـــــ کفار کے ساتھ جنگ میں آپ کو جو معرفتیں تھیں اور کفار کی طرف آپ کے روانہ کردہ چھوٹے بڑے لشکروں کا بھی اس باب میں ذکر ہے ـــــ آپ کی ہیئت اور حالت اور آپ کے طریقہ (سنت) آپ نے جس وقت سے تخلیق پائی یعنی پیدا ہوئے اور اس وقت تک کہ آپ نے وصال فرمایا اور پھر وصال کے بعد اپنے ریاض روضہ میں منتقل ہوئے ان سب باتوں کو اس پہلے باب میں سنون کی ترتیب سے پیش کیا گیا ہے۔

حقیقت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور:

اے صاحب عقل سلیم اور اوصاف کمال تمیم سے متصف اللہ تعالیٰ تجھے اور مجھے ہدایت سے صراط مستقیم کی طرف توفیق دے۔[4] ـــــ تو اس امر کو جان لے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس کریم نے اپنی عطا اپنی

---

1. سابق ازلیت وہ ازلیت ہے جس کے لیے کوئی اول نہیں ہے یعنی وہ نکتہ آغاز ہے ـــــ اسی طرح سابق نبوت وہ نبوت ہے جس سے کسی نبی کی نبوت کو اولیت نہیں ہے یعنی آپ ہی نبوت کا نکتہ آغاز ہیں۔
2. حضائر قدس وہ مقامات شرف ہیں جن میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وہ کرامات جو نقصان سے پاک ہے ظاہر ہوتی ہے ـــــ جیسے اللہ پاک نے جنت میں ہر جگہ حوروں کے سینوں پر اور عرش کے ساق پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک لکھا ہے ـــــ ان تمام مقامات سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کرامت کا اظہار ہوتا ہے۔
3. آپ کی والدہ ماجدہ نے زمانہ حمل میں جو نشانیاں دیکھی تھیں حقیقت میں وہ نشانیاں حمل کے بارے میں روشن دلیلیں تھیں۔
4. عقل سلیم وہ عقل ہے جو کدورتوں کی آلودگی سے پاک ہو ـــــ اس مقام پر مصنف نے اہل عقل کو خاص طور پر اس لیے مخاطب کیا ہے کہ انسان کا شرف عقل سے ہے ـــــ عقل ہی کے سبب انسان حسن کو قبح سے تمیز کرتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور آپ کی ذات اقدس کے اسرار (رازِ بھید) وہی جان سکتا ہے جس کی عقل کدورتوں سے پاک اور صاف ہو۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

مخلوق کے لیے مخصوص فرما دی۔ یا یوں کہہ لیں کہ مخلوق کے رزق کا اندازہ کیا تو انوار صمدیت ۵ سے حضرت احدیت ۶ میں حضرت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ظاہر فرمایا۔ ۷ پھر اللہ تعالیٰ نے حقیقت محمدیہ سے عالم علوی (آسمانی دنیا) اور عالم سفلی (زمینی دنیا) تمام جہانوں کو اپنے حکم کی صورت پر جیسے کہ اس کے علم اور ارادہ قدیم میں سبقت ہوئی تھی' پیدا کیا۔ ۸ ــــ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کی نبوت کا علم عطا فرمایا اور آپ کو آپ کی رسالت کی بشارت اس وقت دی کہ آدم علیہ السلام آپ کے ارشاد کے مطابق روح اور جسم کے درمیان تھے ــــ پھر آپ سے ارواح کے چشمے جاری ہوئے۔ ۹

پھر آپ کی حقیقت نے ملا اعلیٰ یعنی خلق اعلیٰ جو مقربین ہیں' ان میں اس وقت ظہور کیا کہ آپ ظہور کامل کے منتظر تھے ــــ آپ فیض رسانی کمالات سے کل انبیاء کرام علیہم السلام اور کل مقربین بارگاہ کے لیے شیریں چشمہ تھے ــــ آپ پیدا ہونے کے تقدم سے کائنات کی جمیع اجناب کی جنس عالی ہیں ــــ اور جمیع موجودات اور جمیع آدمیوں کے لیے اکبر باپ ہیں۔ اس لئے کہ جمیع کائنات اور جمیع آدمی آپ کے نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔

اسم باطن کے سبب جو زمانہ آپ کے لیے عالم ملکوت میں تھا' اس نہایت کو پہنچ گیا کہ آپ کے وجود مبارک اور روح

پھر مصنف نے صاحب عقل سلیم کی دوسری صفت بیان فرمائی کہ "تو اوصاف کمال اور تتمیم سے متصف ہے" ــــ یعنی اپنی ذات میں کامل ہے اور تجھی سے دوسرے کی ذات کی تکمیل ہوتی ہے ــــ لفظ کمال اور تتمیم دونوں ہم معنی ہیں (جیسا کہ صحاح اور قاموس میں ہے) ــــ زرکشی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ لفظ ''کمال'' کی تفسیر تتمیم'' کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے خطا ہے۔ **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی** ــــ اور عبدالقاہر نے ان دونوں لفظوں میں فرق بیان کیا ہے کہ اتمام کا معنی ''اصل کے نقصان کو دور کرنا ہے'' ــــ اور کمال کے معنی ''اصل کی تکمیل کے بعد اس کے نقائص دور کرنا ہے۔''

۵ انوار صمدیت ــــ صمدیت کی طرف ''انوار'' کی اضافت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بزرگی کی وجہ سے ہے۔ جیسے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یاجابر! ان اللہ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ

۶ حضرت احدیت ــــ اولی تعینات ذات اور اس کے مراتب (ومقامات) کا وہ اول (نکتہ آغاز) جس میں غیر ذات کا اعتبار نہیں ہے ــــ جیسے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس مقام ومرتبہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے: **کان اللہ ولا شی معہ** اسے کاشی نے ذکر کیا ہے۔

۷ حقیقت محمدیہ ــــ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات شریف مع اول صفت ــــ جیسا کہ ''توقیف'' اور ''لطائف کاشی'' میں ہے کہ صوفیاء کرام حقیقت محمدیہ سے اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کا نام حقیقت الحقائق ہے ــــ اور جو کل حقائق کو سینہ میں سمیٹے ہوئے ہے اور کل حقائق میں اس طرح سے جاری وساری ہے جیسے کل اپنی جزئیات میں رواں دواں ہوتا ہے۔

حقیقت الحقائق کے لیے حقیقت محمدیہ اس وجہ سے صورت میں ہے کہ حقیقت محمدیہ کا ثبوت خلق وسطیہ اور برزخیہ اور عدالت میں اس طور پر تھا کہ آپ کا نام اور آپ کا وصف آپ پر اصلاً غالب نہیں ہوا تھا ــــ یہ خلق برزخیہ وسطیہ میں نور احمدی ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ــــ ''اول ما خلق اللہ نوری'' ــــ اس اعتبار سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام ''نور الانوار'' اور ''ابوالارواح'' ہے۔ اور پھر آپ ہر کامل کے بعد تشریف لائے ہیں ــــ اللہ تعالیٰ آپ کے بعد آپ کی مثل (مانند) پیدا نہ فرمائے گا۔

۸ صورت حکم ــــ وہ صورت ہے جس کے ساتھ ازلی خطاب متعلق ہے' نہ نفس حکم کی صورت ــــ اس لیے کہ نفس حکم ازلی ہے۔

۹ یعنی خالص ارواح کے چشمے جاری ہوئے جیسا انبیاء کرام علیہم السلام کی روحیں ہیں ــــ چشموں سے مراد وہ کمالات ہیں جو آپ کے نور مبارک سے انبیاء کرام علیہم السلام کی روحوں کو پہنچے ہیں ــــ کمالات کو مجازی طور پر چشموں سے تعبیر کیا ہے کہ کمالات کی چشموں کے ساتھ مشابہت ہے۔

مبارک کا ملاپ ہو ـــــ اسم ظاہر کی طرف اس زمانے کا حکم عالم ملک میں منتقل ہوا۔۱۰ ـــــ چنانچہ آقائے دوجہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجموعی طور پر جسم ارواح کی حالت میں ظہور فرمایا ـــــ اگرچہ آپ کی تخلیق دیگر انبیاء کرام سے متاخر ہوئی ہے لیکن آپ کی قدر و قیمت کی پہچان یہ ہے کہ آپ حقیق الحقائق ممکنات ہیں۔

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سرالٰہی کا خزانہ ہیں۔۱۱ اور آپ امر الٰہی کے نافذ ہونے کی جگہ ہیں۔۱۲ یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات اقدس کے سوا کوئی امر الٰہی نافذ نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی خیر لکھی جاتی ہے۔

یہاں مصنف نے کسی شاعر کی نعت کے یہ اشعار نقل کیے ہیں:

الا بابی من کان ملکا وسیدا   وآدم بین المآء والطین واقف

سن لو میں اس شخص پر اپنا باپ فدا کرتا ہوں جو اس وقت جمیع امور خلق کا بادشاہ اور سردار تھا کہ آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے یعنی جسم بے روح تھے۔

فذاك الرسول الابطحی محمد   له فی العلا مجد تلید و طارف

جس وقت کہ آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے' وہ ذات والا جمیع امور خلائق کا بادشاہ تھی ـــــ وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں کہ اللہ کے رسول اور بطحائے مکہ کے رہنے والے ہیں ـــــ آپ کو رفعت شان میں قدیم اور جدید عز و شرف حاصل ہے۔

اتی بزمان اسعد فی آخر المدا   وکان له فی کل عصر مواقف۱۳

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نبیوں کے زمانہ سے آخر زمانہ میں نیک وقت میں تشریف لائے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے مبعوث ہونے کا زمانہ تھا ـــــ اور بوجہ تقدم خلقت کے آپ کے ہر ایک زمانہ میں بہت سے احوال تھے۔

اتی لانکسلر الدهر یجبر صدعه ۱۴   فاثنت علیه السن و عوارف ۱۵

یعنی آپ اس لیے تشریف لائے کہ زمانہ میں جو شکستگی اور خرابی آ گئی تھی' اس کا جبر کریں یا اللہ کے دین میں جو بگاڑ ہو گیا تھا کہ مخلوق خدا' اللہ تعالیٰ کے سوا اور کی عبادت کرتی تھی۔ اس کی اصلاح فرمائیں اور فساد (بگاڑ) کو دور فرما دیں ـــــ آپ نے دہر کی یا دین کی اس طرح سے اصلاح فرمائی کہ مخلوق کی زبانوں نے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتوں میں جو معروف امور

---

۱۰ یعنی عالم ملک کہ عناصر میں موجود ہے ـــــ ظاہر اور باطن دونوں مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصف ہیں۔

۱۱ یعنی آپ اسرار الٰہی اور اس کے کمالات کا محل ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان صفات کمالیہ سے آپ پر افاضت کی ہے جو آپ کے غیر میں پائے جاتے ہیں۔

۱۲ یعنی آپ ہی کی ذات سے وہ کمالات ظاہر ہوتے ہیں جن کی افاضت آپ کی خاص خلقت پر ہوئی ہے۔

۱۳ مواقف سے مراد احوال اور اطوار ہیں۔

۱۴ دهر یعنی زمانہ ـــــ صدع یعنی ایک چیز کا شگافتہ ہونا' پھٹ جانا ـــــ دہر کی جگہ دین کا لفظ بھی آیا ہے۔

۱۵ السن' لسان کی جمع ہے یعنی زبان ـــــ عوارف' عارفہ کی جمع ہے یعنی بھلائی۔

تھے' آپ کی ثناء اس لیے کی۔ آپ نے انہیں ظاہر فرما دیا اور ان سے مکروہات کو دور فرما دیا۔
شاعر نے ان شاعری امور کو جو آپ کے صدق اور کمال پر دلالت کرتے ہیں' استعارہ بالکنایہ کے طریقے پر ''نفوس ناطقہ'' سے تشبیہ دی ہے ـــــ اور ان شرعی امور کے لیے جو شے نفوس ناطقہ کے لوازم سے تھی (کہ فعل جمیل کی ثناء ہے) استعارہ تخیلیہ کے طریق پر ثابت کیا ہے۔

اذا رام امر الایکون خلافہ ولیس لذ الامر فی الکون صارف

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کسی امر کا ارادہ فرمایا' عالم کون میں اس کا خلاف نہیں پایا گیا۔ آپ کے امر کا پھیر دنے والا یعنی مانع کوئی نہیں ہے۔

مخلوق کے مقدر پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے لکھے گئے:

امام مسلم علیہ الرحمہ نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت لکھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے ان کی تقدیریں لکھیں۔''[16]

عرش کی پیدائش:

مخلوق کی جب تقدیریں لکھی گئیں' اس وقت عرش الٰہی پانی پر تھا ـــــ یعنی آسمان اور زمین کی پیدائش سے پہلے عرش الٰہی کے نیچے پانی تھا' اور پانی ہوا کی پشت پر تھا۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول اس پر دلیل ہے کہ عرش اور پانی دونوں زمین وآسمان کی پیدائش سے پہلے پیدا کیے گئے۔

لوح محفوظ کی پیدائش:

اللہ تعالیٰ نے ام الکتاب[17] میں جو کچھ لکھا' اس میں یہ بھی لکھا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم وجود میں خاتم الانبیاء ہیں۔

لوح حقیقی ہے یا تمثیل کے طور پر ہے' اس سے مراد علم الٰہی ہے ـــــ اس باب میں دو قول ہیں۔ اکثر کا یہ کہنا ہے کہ لوح حقیقی ہے ـــــ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ خلق لوحا محفوظا من دوۃ بیضا صفحا بھامن یاقوتہ حمراء تلمہ من نورو کتابہ نور

''تحقیق اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ کو روشن موتی سے پیدا کیا ہے ـــــ لوح محفوظ کے صفحے سرخ یاقوت سے پیدا کیے ہیں اور اس کے قلم کو نور سے پیدا کیا۔''

---

16 یہ تقدیریں علم ازلی کے اعتبار سے ہیں ورنہ اس وقت تک آسمان کا وجود نہ تھا۔ زمانے کا وجود کیونکر ثابت ہوسکتا ہے ـــــ زمانہ' حرکت فلکی کی مقدار کو کہتے ہیں ـــــ پچاس ہزار سال سے مراد زمانے کی کثرت ہے۔ ازل میں عدد کا تعین نہیں ہوسکتا۔

17 ام الکتاب' کتابوں کی اصل کہ وہ لوح محفوظ ہے ـــــ اس لیے کہ ہونے والی جو بھی شے ہے' وہ لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔

طبرانی نے لکھا ہے کہ لوح محفوظ کا عرض (چوڑائی) زمین و آسمان کی وسعت کے برابر ہے۔۔۔۔۔ ''کنز الاسرار'' میں ہے
کہ لوح محفوظ کا طول (لمبائی) بھی اتنا ہی ہے۔۔۔۔۔
لوح محفوظ کس شے سے ہے؟۔۔۔۔ اس ضمن میں مختلف احادیث ہیں۔ اس سلسلہ میں اگر یہ حدیث پیش کی جائے کہ:
''عرش کا وجود تقدیر اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبین لکھے جانے سے پہلے ہے۔''
تو اس طرح سے یہ بمشکل ثابت ہوگا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور عرش وغیرہ سے پہلے ہے۔۔۔۔ اس کا
جواب امام سخاوی علیہ الرحمہ نے یہ دیا ہے کہ:
''یہ امر جائز ہے کہ آپ کا نور عرش کے پیدا ہونے سے پہلے پیدا ہوا۔۔۔۔ لیکن اس کا اندراج اور اظہار تقدیر (لکھے جانے) کے وقت ہوا۔۔۔۔ اندراج اور اظہار عرش اور آسمانوں کے پیدا ہونے کے بعد ہوا۔

حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کب سے نبی ہیں؟

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
''میں اس وقت بھی نبی تھا کہ جب آدم علیہ السلام اپنی طینت میں پڑے ہوئے تھے۔''[۱۸]
یعنی اس سے قبل کہ آدم علیہ السلام میں روح ڈال دی جاتی' وہ زمین پر ڈال دیئے گئے۔
امام احمد علیہ الرحمہ نے میرۃ الضبی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے پوچھا:
''یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ کب سے نبی ہیں؟''
آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
''میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے۔''[۱۹]
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی روایت ہے کہ صحابہ کرام نے پوچھا:
''یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) متی وجبت لک النبوۃ یعنی آپ کو نبوت کس وقت واجب ہوئی؟''
رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
''وآدم بین الروح والجسد یعنی میرے لیے نبوت اس وقت ثابت ہوئی جبکہ آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے۔''[۲۰]

اللہ تعالیٰ سے انبیاء کرام کا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر عہد:

سہل ابن صالح الہدانی نے روایت بیان کی ہے کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب المقلب باقر

---

۱۸ اس کی روایت احمد' بیہقی اور حاکم نے کی ہے۔ حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔
۱۹ اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی ''تاریخ'' اور ابونعیم نے اپنی ''حلیہ'' میں روایت کیا ہے۔ حاکم نے اسے صحیح حدیث کہا ہے۔
۲۰ اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

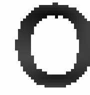
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

''حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انبیاء کرام علیہم السلام سے مقدم کیونکر ہو گئے۔ حالانکہ جو انبیاء علیہم السلام مبعوث کیے گئے ہیں' حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان سے آخر (بعد میں) آئے ہیں؟''

ابوجعفر محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا:

''اللہ تعالیٰ نے جبکہ عالم وزمین میں بنی آدم سے عہد لیا اور ان کی پشتوں سے ان کی اولادوں کو نکالا اور ان کو ان کے نفوس پر گواہ ٹھہرا کے یہ دریافت فرمایا:

الست بربکم یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ ـــــ اس مخلوق میں سے سب سے پہلے جس شخص نے بلی انت ربنا کہا' وہ آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں ـــــ اس وجہ سے آپ انبیاء علیہم السلام سے مقدم ہیں ـــــ حالانکہ جو انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے ہیں' ان میں آپ آخر (میں) ہیں۔''



رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد اور آپ کے دوسرے ارشاد انا اول الانبیاء خلقا و آخرھم بعثا کا امام غزالی علیہ الرحمہ نے اپنی ''النفخ والتسویہ'' میں اس طرح سے جواب دیا ہے کہ:

''حدیث شریف میں خلق سے مراد تقدیر ہے' ایجاد مراد نہیں ہے ـــــ اس لیے کہ ایجاد سے مراد خلاف واقعہ ہے ـــــ

☆ اس سے پہلے کہ آپ کی والدہ آپ کو جنم دیتیں' آپ موجود اور مخلوق نہیں تھے۔

☆ آپ اشیاء کی غایات اور کمالات سابقہ ہیں ـــــ اور اشیاء وجود میں لاحقہ ہیں۔

یہ متقدمین کے اس قول کا معنی ہے۔

''اول فکر کا' آخر عمل کا ہے ـــــ یا یوں کہہ لیں کہ آخر عمل کا' اول فکر کا ہے۔''

متقدمین کا کہنا یہ ہے کہ مہندس جو مکان کا انداز کرنے والا ہے' جس وقت کسی مکان کے بنانے کا ارادہ کرتا ہے تو سب سے پہلے جو چیز اس کے ذہن میں آتی ہے' وہ مکان کی صورت اور بناوٹ ہوتی ہے ـــــ لہٰذا اس کے اندازہ کرنے میں ایسا مکان کامل البنا ہے' حاصل ہو جاتا ہے ـــــ آخرکار مہندس کے علم وعمل کا حاصل وہ کامل مکان ہے ـــــ چنانچہ کامل مکان' مہندس کے حق میں تقدیراً اول اشیاء ہے اور وجود میں آخر اشیاء ہے ـــــ اس لیے کہ مکان سے پہلے اینٹوں اور دیواروں وغیرہ کا بنانا' شہتیر اور لکڑی وغیرہ کا کام غایت ہے اور کمال مکان کی طرف وسیلہ ہے کہ پورا مکان ہے ـــــ غایت مکان ہے اور مکان ہی کی وجہ سے آلات اور اعمال پائے جاتے ہیں۔

اس کے بعد امام غزالی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد ـــــ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آدم علیہ السلام کی خلقت ہونے سے پہلے بھی نبی تھے ـــــ حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اس لیے ہوئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہوں اور جب تک رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تمام صفات کمال کو پہنچیں' آپ رفتہ رفتہ کدورت سے پاک کیے جائیں' جیسے کہ آپ قلب مبارک سے حلقہ نکالا گیا اور آپ کا سینہ چاک (شق صدر) کیا گیا۔

امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ حقیقت تب تک سمجھ میں نہ آئے گی جب تک کہ یہ سمجھ لیا جائے کہ مکان کے لیے دو وجود ہیں:

☆ ایک وجود مہندس کے ذہن اور دماغ میں ہے اور

☆ دوسرا وجود مکان کا وہ ہے کہ مہندس ذہن سے آنکھوں کے ذریعے مکان کی صورت دیکھتا ہے

یعنی وجود ذہنی ـــ وجود خارجی عینی کا سبب ہے ـــ لہٰذا وجود ذہنی (یعنی خاکہ) لامحالہ وجود خارجی سے پہلے ہے۔

جیسے یہ دونوں وجود ہیں' ویسے ہی اللہ تعالیٰ کا فعل اور اس کا تصرف خلق میں ہے۔

جس وقت اس امر کا ارادہ کیا جائے کہ ہم اسے اللہ تعالیٰ کے حق میں پہچانیں۔[۲۱] تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ اشیاء کی ایجاد سے پہلے اشیاء کی تقدیر لکھتا ہے ـــ اس کے بعد تقدیر کے مطابق وجود عطا کرتا ہے۔

O

امام غزالی علیہ الرحمہ نے جو کچھ کہا ہے وہ شیخ تقی الدین سبکی علیہ الرحمہ کے اس قول سے رد کیا گیا ہے کہ احادیث میں آیا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ نے ارواح کو اجسام سے پہلے پیدا کیا ہے۔"

جبکہ ایسا امر ہے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کنت نبیا سے آپ کی روح مبارک کی طرف اشارہ ہو ـــ یا حقائق میں سے ایک حقیقت کی طرف اشارہ ہو۔ حقائق کی معرفت سے ہماری عقلیں قاصر ہیں ـــ لیکن حقائق کو صرف وہ لوگ جانتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نور الٰہی سے مدد دی ہے ـــ پھر یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حقائق میں سے ہر ایک حقیقت کو جس وقت میں جو شے دینا چاہتا ہے' دیتا ہے ـــ لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت' وقت ابتداء اور تخلیق آدم علیہ السلام کی تکمیل سے پہلے متکون ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے وہ وصف اس حقیقت کو اس طور سے عطا فرمایا ہے کہ اس حقیقت کی تخلیق نبوت قبول کرنے کے لیے آمادہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت پر اس وقت اس وصف کا اضافہ فرمایا ہو ـــ پس آپ کی حقیقت آدم علیہ السلام کی تخلیق (خلقت) سے پہلے ہے اور نبوت کا حصول پیدا ہونے کے وقت ہے ـــ

"لطائف کاشی" اور "سبل" میں ہے کہ وہ صفت جو نبوت ثابتہ (شک و شبہ سے پاک) ہے' وہ تیسرا مرتبہ (دمقام) ہے ـــ جو یہ ہے کہ آپ مرتبہ علم الٰہی سے مرتبہ کتابت سے اس مرتبہ کی طرف منتقل ہوئے جو وجود عینی خارجہ کا مقام و مرتبہ

---

۲۱ وجود ذہنی حق تعالیٰ کے حق میں محال ہے۔ یہاں تشبیہ نہیں ہے بلکہ فقط ارادہ الٰہی کے سابق ہونے پر ایجاد میں۔

ہے ــــ ہمارے شیخ نے کہا ہے کہ اس مطلب نے یہ فائدہ دیا کہ

- آپ کی نبوت اولاً علم میں مقدر تھی۔
- پھر اس کے ساتھ کتابت کا تعلق ہوا۔
- پھر اس کے ساتھ ابراز اور ایجاد کا تعلق فرشتوں کے لیے وجود عینی (ظاہری) ہوا۔

اور وہ قضیہ کہ آپ کی حقیقت کا ابراز عام موجودات سے پہلے ہے' یہ ہے کہ (مقامات و) مراتب چار ہیں:

- ایک مرتبہ تعلق علم کا ہے' اس طور پر کہ آپ نبی ہوں گے۔
- پھر آپ کے نور کا پیدا کرنا
- پھر آپ کو ام الکتاب (لوح محفوظ) میں لکھنا
- پھر ملائکہ کے لیے آپ کا ظاہر کیا جانا۔

اس کے ساتھ یہ قول اشارہ کرتا ہے کہ آپ کا انتقال ــــ مرتبہ علم اور مرتبہ کتابت سے ــــ مرتبہ وجود عینی (ظاہری) کی طرف ہوا ــــ چنانچہ

- آپ کی حقیقت یا آپ کی روح شریف بنی ہوگی۔
- اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام مبارک عرش پر لکھا۔
- اللہ تعالیٰ نے آپ کی رسالت کی خبر دی تاکہ فرشتے اور ان کے علاوہ جو بھی عالم موجود اس وقت تھے' آپ کی اس کرامت کو جان لیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے۔

آپ کی حقیقت (روح مبارک) اس وقت سے موجود ہے' اگرچہ آپ کا جسم مبارک بعد میں وجود میں آیا جو نبوت کا وصف لیے ہوئے ہے اور آپ کی روح مبارک پر اللہ تعالیٰ نے جو اضافی اور امتیازی اوصاف حمیدہ اتصاف فرمائے' اسی وقت سے حاصل ہیں' انہیں تاخیر نہیں ہوئی ــــ مگر اعلانِ نبوت' دعوت دین اسلام اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص آپ ہی کے لیے جو کچھ ہے اور آپ کی روح مبارک کے اس عنایت کے اہل ہونے سے متعلق ہے' وہ فوری طور پر ظہور میں آئے۔ اس کے لیے ذرہ بھر دیر نہیں ہے ــــ اور اسی طرح آپ کا نبی ہونا اور آپ کو کتاب دی جائی اور نبوت کا حکم دیا جانا ہے۔ یہ سب آپ کی ذات شریف پر متقدم ہے' متاخر نہیں ہے مگر آپ کا اس عالم میں اس وقت تک ہونا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ظہور فرمایا۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس شخص نے اس طرح سے علم الٰہی کے ساتھ تفسیر کی ہے کہ آپ آئندہ نبی ہوں گے تو وہ شخص اس معنی کی طرف نہیں پہنچا جیسے امام غزالی علیہ الرحمہ وغیرہ ہیں ــــ اس لیے کہ

- اللہ تعالیٰ کا علم جمیع اشیاء پر محیط ہے اور
- ایسے میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصف نبوت اس امر کا سزاوار ہے کہ اس سے یہ سمجھا جائے کہ وہ

وصف آپ کے لیے اس وقت امر ثابت تھا۔

اور اگر اس سے صرف علم الٰہی اس طرح سے مراد لیا جائے کہ آقا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مستقبل میں نبی ہوں گے۔۔۔۔ تو آپ کو کوئی خصوصیت نہ ہوگی کہ آپ اس وقت بھی نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت میں جمیع انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے باخبر تھا اور اس وقت سے پہلے جانتا تھا کہ آقا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے آپ کے غیر کے سوا کوئی خصوصیت ضرور ہے۔۔۔۔ اس لیے اس کے سبب آپ نے اپنی امت کو آگاہی کے لیے اس خبر سے باخبر فرمایا ہے تاکہ امت کے لوگ آپ کی اس قدر و منزلت کو پہچان لیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے۔

O

شعبی کی روایت ہے کہ کسی نے پوچھا' یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ کب نبی تھے؟۔۔۔۔ (یہ احتمال ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں)۔۔۔۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جس وقت مجھ سے میثاق لیا گیا' آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے۔''۲۲

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس وقت آدم علیہ السلام کی مٹی سے صورت بنائی گئی تھی' اس وقت حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم' آدم علیہ السلام سے نکالے گئے اور نبی کیے گئے۔۔۔۔ اور آپ سے وعدہ لیا گیا۔۔۔۔ پھر آپ آدم علیہ السلام کی پشت کی طرف پھیر دیے گئے تاآنکہ اپنے ظہور کے اس وقت میں جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کا ظہور مقدر کیا ہے' ظہور فرمائیں۔۔۔۔ چنانچہ آپ ظہور میں کل انبیاء علیہم السلام سے اول ہیں۔

کیا اس بات پر اعتراض نہ کیا جائے گا کہ یہ جو کہا گیا ہے' اس سے آدم علیہ السلام کا آپ سے پہلے پیدا ہونا لازم آتا ہے۔۲۳ اس کا جواب یہ ہے کہ جس وقت آپ نبی کیے گئے اور آپ سے وعدہ لیا گیا' اس وقت آدم علیہ السلام کا بدن بے روح تھا اور اس وقت حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم زندہ تھے۔۔۔۔ جس وقت نکالے گئے اور نبی کیے گئے اور آپ سے وعدہ لیا گیا۔ چنانچہ۔۔۔۔

''آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خلقت میں اول الانبیاء ہیں۔۔۔۔ اور بعثت میں خاتم الانبیاء ہیں۔''

اگر یہ اعتراض اٹھایا جائے کہ آدم علیہ السلام میں روح ڈالنے کے بعد ان سے ان کی اولاد نکالی گئی' جیسا کہ اس بات پر اکثر احادیث دلالت کرتی ہیں۔۲۴ اور اس جگہ یہ امر ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم' آدم علیہ السلام میں روح ڈالنے

---

۲۲ اس حدیث کو ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جابر جعفی کی روایت سے ان احادیث میں روایت کیا ہے جن کو ابن رجب نے ذکر کیا ہے۔۔۔۔ یہ مرسل حدیث شعبی کی ضعیف ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سابق سے اس کو قوت ہے۔

۲۳ اس لیے کہ آپ آدم علیہ السلام کی طینت سے نکالے گئے ہیں۔۔۔۔ یہ اس حدیث کے منافی ہے۔ کنت اول الاسیاء حلقاء۔۔۔۔ یعنی ''میں پیدا ہونے میں کل انبیاء علیہم السلام سے اوّل ہوں۔''

۲۴ اور کچھ احادیث ایسی ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ آدم علیہ السلام میں روح پھونکنے سے پہلے نکالے گئے یہ سلمان وغیرہ سے روایت ہے۔

سے پہلے نکالے گئے ہیں اور نبی کیے گئے اور آدم علیہ السلام میں روح ڈالنے سے پہلے آپ سے وعدہ لیا گیا۲۵ ـــــ بعض علماء نے اس اعتراض کا جواب یوں دیا ہے کہ:

''آدم علیہ السلام میں روح ڈالنے سے پہلے حضرت آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کی پشت سے نکالنے کے ساتھ خاص کیے گئے ہیں کہ نوع انسانی کے مخلوق ہونے سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی مقصود ہیں۔یعنی اگر آپ پیدا نہ ہوتے تو نوع انسانی پیدا نہ ہوتی ـــــ آپ عین نوع انسانی ہیں ـــــ اور نوع انسانی کا خلاصہ ہیں ـــــ اور نوع انسانی کی لڑی کا آپ وہ گراں قیمت موتی ہیں جو واسطۃ العقد ہے۔''

جو احادیث پہلے بیان ہوئیں' وہ اس ضمن میں خاص ہیں کہ آپ کو خلقت میں خصوصیت ہے ـــــ اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر جاننے والا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت سب نبیوں اور ان کی امتوں کے لیے:

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے آیت اذا اخذ اللہ میثاق النبین کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ اسلام کے زمانہ سے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا ـــــ اور وہ انبیاء کرام جو آدم علیہ السلام کے زمانہ تک آئے ہیں' کسی نبی کو مبعوث نہیں کیا مگر اس نبی سے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے باب میں عہد لیا:

''اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مبعوث کیے جائیں ـــــ اور وہ نبی زندہ ہو تو اسے چاہیے کہ

- آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔
- آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کرے۔
- اور وہ نبی ان کل امور کے ساتھ اپنی قوم سے عہد لے۔۲۶

جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور پیدا کیا۔اس کو یہ امر فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے انوار کی طرف دیکھے ـــــ آپ کے نور نے ان انبیاء علیہم السلام کو اس درجہ ڈھانپ لیا جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے انہیں یوں گویا کیا:

''اے ہمارے رب! یہ کون ہے جس کے نور نے ہم کو ڈھانپ لیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''یہ محمد بن عبداللہ کا نور ہے ـــــ اگر تم اس پر ایمان لاتے ہو تو میں تم کو نبی کر دیتا ہوں۔''

کل انبیاء علیہم السلام نے کہا:

''ہم آپ پر اور آپ کی نبوت پر ایمان لائے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء علیہم السلام سے پوچھا:

---

۲۵ کیا یہ امر مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خصوصیت ہے یا اس خلاف پر مبنی ہے جس پر اکثر حدیثیں دلالت کرتی ہیں۔

۲۶ اسے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی روایت کیا ہے ـــــ عماد ابن کثیر نے بھی اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔

''کیا میں تم پر گواہی دوں؟''

انہوں نے کہا ــــــ ''بے شک!''

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اذاخذ اللہ میثاق النبیین لما تتتکم من کتاب وحکمۃ ثم جائکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ والتنصرنہ ــــــ وانا معکم من الشاھدین ۲۷

شیخ تقی الدین سبکی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس آیت شریفہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بلند ذکر اور آپ کی قدر عالی کی جو تعظیم ہے' وہ ڈھکی چھپی نہیں ہے ــــــ اور آپ کی اس تعظیم اور مرتبہ کے ساتھ یہ امر ہے کہ اگر آپ کا انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں تشریف لانا قرار دیا جائے تو اس تقدیر پر یہ ہے کہ

''آپ کل انبیاء علیہم السلام کی طرف مرسل ہیں''

چنانچہ آپ کی نبوت اور رسالت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے قیامت تک جمیع خلق کے لیے عام ہوگی ــــــ اور کل انبیاء علیہم السلام اور ان کی کل امتیں انبیاء علیہم السلام کی بقاء اور نبوت کی حالت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت میں آپ کی امت سے ہوں گی۔ آپ کا یہ فرمان عالی وبعث الی الناس کافۃ آپ کی قوم اور ان کے سوا جو قومیں عرب و عجم اور اسود و احمر ہیں' سب کو شامل ہوگا ــــــ امام مسلم کی روایت میں ہے بعثت الی الخلق کافۃ ــــــ اس پر اجماع ہے کہ آپکا یہ فرمان جنون اور فرشتوں کے لیے ہے۔ ۲۸ ــــــ اس فرمان کے ساتھ وہ آدمی جو پیدا ہونے والے ہیں' آپ کے زمانہ سے قیامت تک مختص نہ ہوں گے بلکہ آپ کا فرمان ان آدمیوں کے لیے بھی ہے جو ان آدمیوں سے پہلے تھے۔ ۲۹ جس وقت یہ پہچان لیا گیا تو یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نبی الانبیاء ہیں ــــــ یعنی ایسی حالت میں کہ انبیاء علیہم السلام کی بقاء نبوت پر ہے۔ آپ ان کی طرف مرسل ہیں ــــــ اس لیے کہ آپ انبیاء علیہم السلام کے نبی ہیں۔ ظاہر یہ ہوا کہ

☆ جمیع انبیاء علیہم السلام آخرت میں آپ کے لوا کے نیچے ہوں گے۔

☆ اور دنیا میں بھی ایسا ظاہر ہوا ہے کہ شب معراج میں آپ نے انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی ہے ــــــ اور آپ ان کے امام ہوئے ہیں۔

اگر آدم ونوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ صلوات اللہ وسلامہ علیہم کے زمانہ میں آپ کے تشریف لانے کا اتفاق ہوتا تو ان انبیاء علیہم السلام اور ان کی کل امتوں کو آپ پر ایمان لانا اور آپ کی نصرت واجب ہوتی۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء علیہم السلام سے وعدہ لیا تھا۔

---

۲۷ یعنی آپ کے نور پر کمالات اور نبوت کی افاضت کی اور آپ کی خلقت کو اللہ تعالیٰ نے اکمل کیا۔

۲۸ یہ دونوں ارشادات میں سے ایک فرمان ہے۔ اس فرمان کو ابن حزم' مازری اور امام سبکی علیہ الرحمہ نے ترجیح دی ہے۔

۲۹ یہ جو مذکور ہوا ہے کہ آپ نبی تھے اور آپ کی اتباع کے لیے انبیاء علیہم السلام سے وعدہ لیا گیا ہے اور روحیں جسموں سے پہلے پیدا ہوئی ہیں ــــــ اس سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کا معنی ظاہر ہے۔ کنت نبیاء و آدم بین الروح والجسد

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اصل طینت:

عارف ربانی عبداللہ ابن ابی حمزہ علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''بہجۃ النفوس'' اور ان سے پہلے ابن سبع نے اپنی کتاب ''شفا الصدور'' میں کعب الاحبار سے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ ارادہ کیا' حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا فرمایا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ ''وہ مٹی لائیں جو زمین کا قلب' اس کا حسن اور اس کا نور ہے۔'' ـــــ چنانچہ جبرئیل علیہ السلام جنت کے فرشتوں اور رفیع اعلیٰ (ساتویں آسمان کے گروہ) زمین پر اترے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی جگہ سے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک مٹھی مٹی لی ـــــ وہ مٹی روشن روشن اور منور تھی ـــــ وہ مٹی جنت کی نہروں میں سے تسنیم کے پاک وصاف پانی سے گوندھی گئی' یہاں تک کہ مٹی روشن موتی کی طرح ہوگئی ـــــ اس کی عظیم شعاعیں تھیں۔ پھر فرشتوں نے اس کو عرش وکرسی' زمین وآسمانوں' پہاڑوں اور دریاؤں کے اطراف طواف کرایا۔ ـــــ اس سے پہلے کہ آدم علیہ السلام کو پہچانیں' ملائکہ اور جمیع خلق نے ہمارے سید حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے فضل کو پہچان لیا۔

اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو جب اپنے اس ارشاد طوعا وکرہا سے خطاب فرمایا تو آسمان اور زمین نے جواب دیا۔

اتینا طایعین یعنی ہم دونوں اور ہمارے درمیان جو مخلوق ہے' ان کے ساتھ ہم ایسے حال میں حاضر ہیں کہ تیرے حکم کے مطیع رہیں۔

زمین سے کعبہ شریف کی جگہ نے ـــــ اور آسمان سے اس جگہ نے جو کعبہ کے محاذی ہے' جواب دیا ـــــ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اصل طینت اس ناف زمین سے ہے جو مکہ میں ہے ـــــ بعض علماء نے کہا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد اس امر سے آگاہی دیتا ہے کہ زمین سے جگہ نے جواب نہیں دیا بلکہ درۂ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اور کعبہ کی جگہ سے دراز کشیدہ زمین نے۔

لہٰذا تکوین میں اصل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی ہو گئے اور کل کائنات آپ کے تابع ہوگئی ـــــ اسی لیے کہا گیا ہے کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام امی رکھا گیا کہ مکہ ام القریٰ ہے ـــــ اور آپ کا درہ ام الخلیقہ یعنی اصل خلقت ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ ہر شخص کی مٹی اس کے مدفن کی جگہ سے ہوتی ہے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مدفن مکہ میں ہوتا۔ اس کی وجہ سے کہ آپ کی مٹی مکہ معظمہ سے تھی ـــــ صاحب ''عوارف المعارف'' علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ:

''اس پانی نے جس پر عرش تھا' جس وقت موجیں ماریں اور اطراف میں اپنا کف پھینکا' نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جوہر یعنی آپ کی طینت اس جانب میں کہ آپ کی تربت شریف مدینہ منورہ میں ہے' واقع ہوئی۔

پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکی ہیں کہ آپ کی طینت مکہ سے ہے اور آپ مدنی ہیں کہ آپ کی تربت مدینہ

میں ہے ـــــ آپ کا شوق مکہ کی طرف تھا اور حال یہ تھا کہ آپ کی تربت مدینہ میں تھی۔"

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک آسمان اور زمین والوں کے لیے:

ابن طغربیگ کے مولد شریف میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کو الہام کیا ـــــ انہوں نے پوچھا:

"اے میرے رب! تو نے میری کنیت کس لیے **ابو محمد** رکھی ہے؟"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اے آدم! تم اپنا سر اٹھاؤ۔"

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنا سر اٹھایا تو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سراوق عرش میں دیکھا ـــــ آدم علیہ السلام نے پوچھا:

"اے رب! یہ کیا نور ہے؟"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"یہ اس نبی کا نور ہے جو تمہاری اولاد سے ہے ـــــ اس کا نام آسمان میں **احمد** مشہور ہے اور اہل زمین کے لیے **محمد** ہے ـــــ اگر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نہ ہوتے تو میں نہ تم کو پیدا کرتا اور نہ زمین کو۔"

اس روایت کی شہادت وہ حدیث پاک ہے جسے حاکم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک عرش پر لکھا ہوا دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا:

"اگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔"

شاعر نے کہا ہے۔

وکان لذی الفردوس فی زمن الصبا ـــ واثواب شمل الانس محکمۃ السدی[۳۰]

آدم علیہ السلام اپنے اول امر میں روح کے جسم سے ملنے کے بعد فردوس کے نزدیک تھے اور انس (محبت) کی جمعیت کے کپڑے تانا میں مضبوط تھے ـــــ یعنی نافرمانی سے پہلے مقام خوشنودی الٰہی میں فردوس میں تھے اور جمعیت انس کے اثواب کا تانا محکم تھا۔

یشاھد فی عدنا ضیاء مشعشعا ـــ یزید علی الانوار فی الضوء والھدیٰ[۳۱]

آدم علیہ السلام ایسے حال میں کہ جنت عدن میں تھے منتشر ضیا یعنی قوی نور کا مشاہدہ کرتے تھے ـــــ وہ ضیا اور انوار

---

۳۰ اثواب' ثواب کی جمع ہے یعنی کپڑا ـــــ سدی' کپڑے کا تانا جو بانے کے مقابل ہے ـــــ کپڑے کی اصل تانا ہے جس کی مضبوطی سے کپڑا مضبوط ہوتا ہے ـــــ اثواب اور انس کے اکٹھا ہونے اور اس کے تانے کے محکم ہونے سے مراد قرب الٰہی ہے ـــــ صبا' زکپن کے معنی میں ہے۔ اس کی جگہ لفظ رضا بھی آیا ہے۔

۳۱ جنت عدن اور جنت فردوس' بہشت کے نام ہیں ـــــ مشعشع یعنی منتشر جیسا کہ شامی میں ہے۔

متعارفہ سے زیادہ روشن اور ہدایت میں زائد النور تھی۔

فقال الٰهی ما الضیاء الذی اری جنود السماء تعشو الیه ترددا ۳۲؎

آدم علیہ السلام نے پوچھا' اے میرے مولیٰ! یہ کیسی روشنی ہے؟ جسے میں دیکھتا ہوں کہ آسمان کے رہنے والوں کے لشکر روشنی کی طلب میں ایسے حال میں قصد کرتے ہیں کہ وہ بار باراس کی طرف دوڑتے ہیں۔

فقال نبی خیر من وطئی الثریٰ وافضل من فی الخیر راح اواغتدا ۳۳؎

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جواب دیا کہ وہ روشنی وہ نبی ہے جوان لوگوں کا خیر ہے کہ زمین پر چلتے ہیں ـــــ اور ان لوگوں کے لیے فضل ہے جو صبح وشام خیر کا راستہ طے کرتے ہیں۔

تخیرته من قبل خلقك سیدا وابسة قبل النبیین سوددا

اے آدم! تمہارے پیدا کرنے سے پہلے میں نے حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو سردار کیا ہے ـــــ اور سب نبیوں سے پہلے میں نے ان کو شرف کا لباس پہنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بہ اغراض نہیں ہیں:

اگر یہ اعتراض اٹھایا جائے کہ اشاعرہ کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال معلّل باغراض نہیں ہیں۔ چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خلقت آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے میں کیونکر علت ہوگی؟ ـــــ

اس کا جواب اس طرح سے ہے کہ یہ بات دلائل سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض افعال کی تعلیل ان حکمتوں اور مصلحتوں پر عائد ہوتی ہے کہ وہ حکمتیں اور مصلحتیں اللہ تعالیٰ کے افعال کی غایات اور منافع (ثمرات) ہیں ـــــ نہ وہ اسباب ہیں کہ فعل پر بھڑکانے والے ہوں اور نہ ہی اس کی فاعلیت کے لیے علت مقتضیہ ہیں۔۳۴؎ ـــــ یہ امر اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے کہ اس سے ذات کی تکمیل کی محتاجی اپنے غیر سے لازم آتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ غیر کا محتاج نہیں ہے ـــــ اس امر پر نصوص شاہد ہیں کہ بعض افعال الٰہی کی تعلیل حکمتوں اور مصلحتوں کے ساتھ ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ہے۔ یعنی میں نے مخلوق (جن وانسان) کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔

لہٰذا بعض افعال کی تعلیل حکمتوں اور مصلحتوں کے ساتھ لفظی تعلیل مراد ہے نہ کہ معنوی تعلیل ـــــ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ منافع سے بے نیاز ہے ـــــ اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل کسی ایسے فائدے کے لیے نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ یا غیر کی طرف راجع ہو ـــــ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امر پر قادر ہے کہ غیر واسطہ عمل کے کسی کو فائدہ پہنچائے۔

اللہ تعالیٰ کی سب سے پہلی تخلیق:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا:

---

۳۲ تعشو بمعنی قصد کرنا' ارادہ کے ہیں ـــــ متردد دوڑنے والا۔
۳۳ ثری' نمناک خاک' خلاف تراب ـــــ یہاں پر ثری بمعنی مطلق زمین ہے۔
۳۴ یعنی فاعلیت کے لیے اس طور سے علت مستلزمہ نہیں ہیں کہ ان کے وجود سے اللہ تعالیٰ کا فاعل ہونا لازم ہو۔

''یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' جملہ اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو شے پیدا کی ہے' مجھے اس کی خبر دیجئے۔''

آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اے جابر! تحقیق اللہ تعالیٰ جملہ اشیاء سے پہلے اپنے نور سے تمہارے نبی کا نور پیدا کیا۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے جس جگہ چاہا اس کی قدرت سے وہ نور دورکرنے لگا۔۔۔۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم' نہ جنت تھی نہ دوزخ' نہ کوئی فرشتہ تھا نہ کوئی آسمان اور نہ ہی کوئی زمین' نہ کوئی سورج تھا' نہ چاند۔ نہ ہی کوئی جن تھا اور نہ کوئی انسان۔''

تخلیق کائنات کے دیگر مراحل:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ارشاد نبوی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ ارادہ کیا کہ مخلوق کو پیدا کرے تو نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چار اجزاء پر تقسیم کیا:

- اس نور کے اوّل جز سے قلم پیدا کیا۔
- اس کے دوسرے جز سے لوح پیدا کی۔
- اس کے تیسرے جز سے عرش پیدا کیا
- پھر چوتھے جز کو چار اجزا پر تقسیم کیا:
- اول جز سے حاملان عرش پیدا کیے (کہ وہ آٹھ فرشتے ہیں)
- دوسرے جز سے کرسی پیدا کی (جو عرش سے غیر ہے)
- تیسرے جز سے کل ملائکہ پیدا کیے
- پھر چوتھے جز کو چار اجزا پر تقسیم کیا:
- پہلے جز سے سات آسمان پیدا کیے۔
- دوسرے جز سے سات زمینیں پیدا کیں (زمینوں کی پیدائش آسمانوں سے پہلے ہے)
- تیسرے جز سے جنت اور دوزخ پیدا کی۔
- پھر چوتھے جز کو چار اجزاء پر تقسیم کیا:
- اول جز سے مومنوں کے ابصار کے نور کو پیدا کیا۔
- دوسرے جز سے مومنوں کے دلوں کے نور کو پیدا کیا کہ وہ نور اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے۔
- تیسرے جز سے مومنوں کے انس کے نور کو پیدا کیا کہ وہ توحید ہے یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

یعنی اس نور میں اضافہ نہیں فرمایا بلکہ اسی نور کو تقسیم کیا جو ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھی۔

علماء نے سائل کے اس سوال کے جواب میں اختلاف کیا ہے:

''کیا نورِ محمدی کے بعد قلم مخلوقات سے اوّل ہے؟''____

اس کا جواب حافظ ابو یعلی ہمدانی نے یہ دیا ہے کہ:

''جمہور کا واضح مذہب یہ ہے کہ قلم سے پہلے عرش پیدا کیا گیا ہے____ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوق کی تقدیریں لکھیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔''

یہ حدیث صریح اس باب میں ہے کہ عرش کے پیدا ہونے کے بعد مخلوق کی تقدیر لکھی گئی____ اور عبادہ بن الصامت کی حدیث جو مرفوع ہے' اس سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

اول ما خلق اللہ القلم یعنی قلم کے اول پیدا ہونے کے وقت مخلوق کی تقدیر لکھی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے قلم سے فرمایا ''تو لکھ!''____ قلم نے عرض کیا:

''اے میرے رب! میں کیا لکھوں؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''کل اشیاء کی تقدیر لکھ'' ۳۵

اس حدیث کو امام احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح حدیث کہا ہے____ ابو رزین العقیلی کی مرفوع حدیث سے احمد اور ترمذی نے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

ان الماء خلق قبل العرش ''یعنی پانی عرش سے پہلے پیدا کیا گیا ہے۔''

اور سدی نے متعدد اسناد سے روایت کی ہے کہ ان اللہ لم یخلق شیئا مما خلق قبل الماء تحقیق اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں پیدا کی ہیں' ان میں کسی شے کو پانی سے پہلے پیدا نہیں کیا____ حضرت جابر اور ابو رزین کی دونوں حدیثوں کو جمع کیا جائے تو بات یوں بنتی ہے کہ:

''قلم کی اولیت ان مخلوقات کی نسبت ہے جو نورِ محمدی' عرش اور پانی کے سوا ہیں۔''

ان چیزوں میں جو اولیت ہے' وہ اس اضافت کی وجہ سے ہے جو ان کی جنس کی طرف ہے جیسے:

- ☆ اول وہ شے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے' میرا نور ہے۔
- ☆ ایسے ہی باقی اشیاء میں کہا جائے کہ اول وہ شے پیدا کی گئی ہے کہ لکھتی ہے' وہ قلم ہے جس نے مخلوق کی تقدیریں لکھیں۔
- ☆ اور اول وہ شے پیدا کی گئی جس پر عرش ہونا صادق آتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔ ۳۶

---

۳۵ عبدالرزاق کی حدیث میں چوتھا آخری جز بیان سے رہ گیا ہے۔ اس لیے عبدالرزاق کی تصنیف کی طرف رجوع کرنا چاہیے____ اس حدیث کو بیہقی نے بھی روایت کیا ہے مگر اس میں اختلاف ہے۔

۳۶ عرش بہت سے معنوں پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قاموس وغیرہ میں ہے۔

بیضاوی نے اولیت کو اجرام ساوی کی اولیت کے ساتھ مقید کیا ہے نہ مطلق کہا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد رب العرش العظیم کے معنی میں کہا ہے۔

''عرش وہ ہے کہ وہ اول اجرام ہے۔ اور کل اجرام سے اعظم ہے۔ اور کل اجرام پر محیط ہے۔''۳۷

حضرت آدم علیہ السلام کی آسمانوں کی سیر:

''احکام ابن قطان'' میں علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، ابن مرزوق کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار سال پہلے میں اپنے رب کے سامنے ایک نور تھا۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس نور کو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت میں رکھا۔ اپنی شدت سے وہ نوران کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ ان کے تمام نور پر جو جسم میں تھا یا باقی انوار پر جو انبیاء علیہم السلام کے نور تھے وہ نوران سب پر غالب تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی مملکت کے تخت پر آدم علیہ السلام کو رفعت دی اس تخت کو اپنے ملائکہ کے کندھوں پر اٹھوایا اور ملائکہ کو حکم فرمایا۔ ملائکہ نے آدم علیہ السلام کو آسمانوں کی سیر کرائی تاکہ اللہ تعالیٰ کے عجائبات ملکوت کو دیکھیں۔۳۸ کعب الاحبار سے کسی نے پوچھا کہ ملائکہ نے آدم علیہ السلام کو کتنی بار اکرام سے آسمانوں کی سیر کرائی؟ کعب نے کہا: ''تین بار۔''

- پہلی بار ''سریر کرم'' پر بٹھا کر سیر کرائی۔
- دوسری بار ملائکہ کے کندھوں پر۔
- تیسری بار میموں گھوڑے پر سوار کرا کے سیر کرائی گئی۔

میموں گھوڑا مشک اذفر سے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے بازوؤں کے پر موتی اور مرجان سے ہیں۔ آدم علیہ السلام کی سواری کے وقت جبرئیل علیہ السلام گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے تھے۔ میکائیل علیہ السلام آدم علیہ السلام کے دائیں طرف اور اسرافیل علیہ السلام بائیں طرف تھے۔ آسمانوں کی سیر کے دوران آدم علیہ السلام اپنے دائیں اور بائیں طرف ملائکہ سے سلام علیک کرتے تھے آدم علیہ السلام کہتے تھے:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فرشتے اسی طور سے سلام کا جواب دیتے تھے۔ آدم علیہ السلام نے کہا گیا کہ یہ تحیہ (سلام) تمہارا اور تمہاری اولاد کا

---

۳۷ حکیم ترمذی نے روایت کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی خلقت کو کامل کیا تو ان کو جبرئیل میکائیل اسرافیل اور عزرائیل علیہ السلام کے کندھوں پر اس تخت کو اٹھوایا جو سونے کا تھا یا یاقوت احمر کا تھا۔ اس تخت کے نو ستون تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں سے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو میرے آسمانوں کی سیر کراؤ تاکہ آدم آسمانوں کے عجائبات دیکھیں۔ پھر ان فرشتوں کو حکم ہوا کہ وہ اپنے منہ عرش کی طرف پھیر کر اس کے سامنے سجدہ کریں۔ فرشتوں نے ایسا ہی کیا۔ اسی لیے آدم علیہ السلام کی اولاد کا جنازہ چار آدمی اٹھاتے ہیں۔ فرشتوں میں اس تخت کا نام ''سریر مملکت'' تھا۔

۳۸ یعنی اللہ تعالیٰ کے ملک عظیم کو دیکھیں۔ ملکوت میں تا مبالغہ کے لیے ہے۔

قیامت کے دن تک ہے۔۳۹

آدم علیہ السلام کو فرشتوں کا سجدہ:

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جمیع مخلوقات کے نام سکھائے ۴۰ ۔۔۔ پھر جمیع ملائکہ کو آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کے لیے حکم فرمایا ۔۔۔ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس لعین نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا ۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو اپنی رحمت سے اور اپنی جنت سے دور کر دیا اور دونوں جہاں میں اسے خوار و رسوا کیا ۔۔۔

آدم علیہ السلام کے لیے سجدہ' تعظیمی سجدہ تھا اور تحیّہ کے طور پر۔ جیسے کہ یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے سجدہ کیا تھا۔ وہ سجدہ' سجدہ' عبادت نہیں تھا' اس لیے کہ عبادت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی مسجودلہٗ ہے ۔۔۔ اور آدم علیہ السلام قبلہ کی مانند ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سجدہ کیا' پھر میکائیل علیہ السلام نے پھر اسرافیل علیہ السلام نے اور پھر عزرائیل علیہ السلام نے سجدہ کیا۔ ان کے بعد ملائکہ مقربین نے سجدہ کیا ۔۔۔ جبکہ ابوالحسن نقاش نے کہا کہ آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے اسرافیل علیہ السلام نے سجدہ کیا ۔۔۔ پہلے سجدہ کرنے پر انہیں لوح محفوظ کی تولیت سے جزا دی گئی۔۴۱ ۔۔۔ اسرافیل علیہ السلام کی اس اولیت پر ان کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ ان کی پیشانی پر کل قرآن شریف لکھا ہوا تھا۔

یہ حدیث پہلی حدیث سے معارض ہے ۔۔۔ مصنف کے شیخ نے ان دونوں حدیثوں کو اس طرح جمع کیا ہے:

''جس نے بالفعل اول سجدہ کیا وہ اسرافیل ہیں ۔۔۔ اور جس نے امتثال کے لیے اول سجدہ کیا' وہ جبرئیل علیہ السلام ہیں۔۴۲

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''سجدہ جمعہ کے دن وقت زوال سے عصر تک تھا۔''

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت حوا علیہا السلام کا ظہور:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے لیے ان کی بیوی حضرت حوا علیہا السلام کو ان کی ایک بائیں پسلی سے پیدا کیا جبکہ

---

۳۹ حضرت جعفر ابن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ روح آدم علیہ السلام کے سر پر ایک سو برس ٹھہری رہی ۔۔۔ اور ایک سو برس ان کے سینہ میں ٹھہری رہی' پھر ایک سو برس تک ان کی دونوں پنڈلیوں اور قدموں میں ٹھہری رہی۔

۴۰ الہام سے سکھائے یا علم ضروری سے سکھائے یا فرشتے کی زبان سے سکھائے ۔۔۔ قرطبی نے کہا ہے کہ وہ فرشتہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

۴۱ یعنی ان کو لوح محفوظ پر اطلاع دی گئی اور ان کو لوح محفوظ میں متصرف کیا گیا ۔۔۔ لوح محفوظ میں جو شے ہے' اسرافیل علیہ السلام اسے ملائکہ کی طرف نقل کرتے ہیں۔

۴۲ مصنف کے شیخ نے کہا ہے کہ شاید وقفہ واحدۃ کی سجدہ نہ کرنے میں یہ حکمت ہو ۔۔۔ اول سجدہ کرنے والے نے اشارہ سے سمجھا کہ وہ سجدہ کے لیے مخاطب ہے ۔۔۔ سب سے اول اور جمع میں وقفہ ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام سو رہے تھے ـــــ ''حوا'' نام اس لیے رکھا گیا کہ وہ زندہ سے پیدا کی گئی تھیں ـــــ حضرت آدم علیہ السلام جب بیدار ہوئے تو انہوں نے حضرت حوا کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ دل میں ان کے لیے کشش محسوس ہوئی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے الہام سے ان کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔[۴۳] ـــــ فرشتوں نے کہا کہ ''اے آدم! ٹھہر جاؤ' ہاتھ نہ بڑھاؤ'' ـــــ

آدم علیہ السلام نے کہا:

''میں کس لیے اپنا ہاتھ نہ بڑھاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے حوا کو میرے لیے پیدا کیا ہے۔''[۴۴]

فرشوں نے کہا:

''حوا کا مہر ادا کرو' ـــــ آدم علیہ السلام نے فرشتوں سے پوچھا:

''ان کا مہر کیا ہے؟''

ملائکہ نے کہا:

''حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر تین بار درود شریف پڑھو' یہی مہر ہے۔''[۴۵]

ابن جوزی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''صلوٰۃ الاحزان'' میں روایت کی ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے حضرت حوا کی قربت کا ارادہ کیا تو حضرت حوا علیہا السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے مہر طلب کیا۔[۴۶] ـــــ آدم علیہ السلام نے عرض کی:

''اے میرے رب! میں حوا کو کیا چیز مہر دوں؟''

اللہ تعالیٰ نے وحی سے فرمایا:

''میرے حبیب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ پر بیس بار درود شریف پڑھو۔''

آدم علیہ السلام نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بیس بار درود شریف بھیجا ـــــ پھر اللہ تعالیٰ نے آدم اور حوا علیہما السلام دونوں کو نعیم جنت مباح کی اور دونوں کو گندم کے درخت سے ممانعت فرمائی۔

جنت کے جس پھل کے کھانے سے منع فرمایا گیا' اس کے بارے میں تین مختلف روایات ملتی ہیں:

☆ وہب نے کہا ہے کہ گندم وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی اولاد کا دنیا میں رزق کیا ہے ـــــ گندم کا ہر ایک دانہ گائے کے گردہ کی مثل تھا ـــــ شہد سے زیادہ شیریں اور مسکہ سے زیادہ نرم تھا۔[۴۷]

☆ اور یہ کہا گیا کہ انگور کے درخت سے ممانعت کی تھی۔[۴۸]

---

۴۳ قربت کے ارادہ سے یا بغیر قربت' لذت و فرحت پانے کے لیے۔

۴۴ آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو جو یہ جواب دیا' یہ جواب علم ضروری سے تھا ـــــ یا الہام سے تھا ـــــ یا حضرت حوا علیہا السلام نے خبر دی کہ میں تمہارے لیے پیدا کی گئی ہوں۔

۴۵ ظاہر میں یہ ہے کہ ملائکہ کو اس کا علم وحی کے ذریعے ہوا تھا۔

۴۶ حوا علیہا السلام نے یہ ملائکہ سے سنا تھا ـــــ یا وحی کے ذریعہ ـــــ یا الہام سے معلوم ہوا تھا۔

۴۷ یہ ابن عباس' حسن' عطیہ' قتادہ' قرطبی' محارب اور مقاتل کے قول میں ہے۔

۴۸ یہ ابن مسعود' ابن جبیر' سدی اور جعدہ بن ہبیرہ کا قول ہے ـــــ ان کا کہنا ہے کہ خمر (شراب) آدم علیہ السلام کی اولاد پر حرام کی گئی ہے۔

☆ اور یہ کہ تین کے درخت سے ممانعت کی تھی۔ ۴۹

شیطان لعین کا حسد و حیلہ ـــــ اور آدم و حوا کی جنت بدری:

ان دونوں سے ابلیس لعین نے حسد کیا ـــــ جس نے سب سے پہلے حسد اور تکبر کیا ہے وہ ابلیس لعین ہے ـــــ ابلیس جنت کے دروازہ کے پاس آیا۔ اس نے یہاں تک حیلہ کیا کہ وہ جنت کے دروازہ میں داخل ہو گیا۔ ۵۰ ـــــ جنت میں داخل ہونے کے بعد آدم و حوا علیہما السلام کے پاس آیا اور کھڑا ہو گیا اور اس طور سے ان کے سامنے نوحہ کیا کہ اپنے نوحہ سے دونوں کو غمگین کر دیا ـــــ ابلیس پہلی ذات ہے جس نے نوحہ کیا ـــــ آدم اور حوا علیہما السلام نے ابلیس سے پوچھا کہ تو کیوں روتا ہے؟

ابلیس لعین نے کہا:

''میں تم پر روتا ہوں کہ تم دونوں مر جاؤ گے اور نعیم جنت کھو دو گے ـــــ میں تم کو ایک درخت کے بارے میں بتلاتا ہوں۔ تم دونوں اس درخت سے کھا لو'' ۵۱

اور ابلیس لعین نے دونوں سے حلف لیا کہ میں تمہارا ناصح ہوں ـــــ ابلیس لعین وہ پہلی ذات ہے جس نے جھوٹا حلف کیا ہے اور بات میں آلودگی اور خیانت کی ہے۔ ۵۲ ـــــ اور آدم و حوا علیہما السلام سے اللہ کی قسم کھائی اور کہنے لگا:

''تم دونوں میں سے جو کوئی گندم کا دانہ کھانے کے لیے پہل کرے گا' اس کو اپنے صاحب پر غلبہ ہوگا۔''

ابلیس لعین کے کہنے پر حضرت حوا نے اس درخت کا ایک دانہ کھا لیا ـــــ پھر حوا نے آدم علیہ السلام کے لیے بات بنائی اور ترغیب دی۔ یہاں تک کہ آدم علیہ السلام نے گندم کا دانہ کھا لیا ـــــ حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام نے یہ گمان کیا کہ کوئی یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی جھوٹی قسم کھائے (گویا ابلیس لعین نے جھوٹا حلف نہیں کیا ہے) ـــــ دانہ کھانے پر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا:

''اے آدم! میں نے جنت میں جو چیزیں مباح کی تھیں' کیا اس میں اس درخت سے سعت اور فسحت نہیں تھیں؟'' ۵۳

آدم علیہ السلام نے عرض کی:

''اے رب! تیری عزت کی قسم! بے شک جنت میں ہر شے فراخ و کثیر تھی لیکن میں نے یہ گمان کیا کہ کوئی تیری جھوٹی قسم نہ کھائے گا ـــــ (اور اسی بات نے مجھے پھل کھانے کی ترغیب دی)''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

۴۹ یہ قتادہ اور ابن جریج کے نزدیک ہے۔
۵۰ ابلیس لعین کو جنت میں طاؤس اور سانپ نے داخل کرایا۔
۵۱ اور ایسے ملک کی طرف رہنمائی کرتا ہوں کہ وہ ملک ہمیشہ ایک حالت پر رہے گا' پرانا نہ ہوگا۔
۵۲ اور غرض سے خالص نصیحت نہیں کی۔
۵۳ یعنی جنت میں انواع و اقسام کی نعمتیں کثرت سے تھیں۔

"مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! میں تجھے زمین پر اتاروں گا اور تو محنت و تکلیف کے بغیر معیشت نہ پائے گا۔"

چنانچہ آدم علیہ السلام جنت سے زمین پر اتار دیئے گئے۔

آدم و حوا کو کس مقام پر اتارا گیا:

اس بارے میں مختلف روایات ہیں:

- آدم علیہ السلام سراندیپ میں اور حضرت حوا علیہا السلام جدہ میں۔
- عرفہ میں
- مزدلفہ میں

ابلیس لعین اور سانپ کہاں پھینکے گئے:

اس سلسلہ میں بھی روایات مختلف ہیں:

- بصرہ کے قریب ابلہ میں اتار دیا گیا
- جدہ میں اتارا گیا

اور سانپ

- بسیان میں
- بجستان میں
- اصفہان میں

بعض نے اس کے سوا بھی کہا ہے۔

آدم علیہ السلام جنت میں کتنا عرصہ رہے؟

اس بارے میں مختلف اقوال ہیں:

- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آخرت کے نصف دن کے برابر ٹھہرے ـــــ کلبی کے مطابق یہ پچاس ہزار سال ہیں۔
- ضحاک نے کہا کہ آدم جنت میں وقت ضحا داخل ہوئے اور دو نمازوں کے درمیان نکلے۔
- حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ نے کہا دو دن ایک گھڑی ٹھہرے ـــــ دنیا کے حساب میں یہ ایک سو تیس سال ہوتے ہیں۔
- وہب اور ابن جریر کے مطابق دنیا کے حساب سے تینتالیس (۴۳) سال جنت میں ٹھہرے۔
- یہ بھی کہا گیا کہ دنیا کے دنوں سے بعض دن ٹھہرے۔

ممنوعہ پھل کھانے کی ترغیب دینے پر حضرت حوا کو سزا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے دریافت فرمایا:

"تو نے جو یہ فعل کیا' اس کے لیے کس شے نے تجھے مائل کیا۔"

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی:

''اس کے لیے حوا نے ترغیب دی تھی' اس لیے میں نے دانا کھالیا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''میں حوا کو یہ سزا دوں گا کہ وہ مشقت سے حاملہ ہوگی اور ہر ماہ دوبارہ خون آلود کروں گا۔''۵۴

آدم علیہ السلام کی گریہ زاری:

اس بارے میں مختلف روایات ہیں۔

- وہب بن منبہ نے کہا ہے کہ جب آدم علیہ السلام زمین پر اتار دیئے گئے' وہ تین سو برس تک رویا کرتے اور ان کے آنسو نہیں تھمتے تھے۔
- مسعودی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالا' وہ جنت اور اہل جنت کے فراق سے روئے۔۵۵ اگرچہ جنت سے خروج سے پہلے ہی ان کی مغفرت کر دی گئی تھی۔

اگر اہل زمین کے آنسو جمع کیے جائیں اور آدم علیہ السلام کے آنسو جمع کیے جائیں تو آدم علیہ السلام کے آنسو اہل زمین کے آنسوؤں سے کثیر ہوں گے۔

- مجاہد نے کہا ہے کہ آدم علیہ السلام ایک سو برس تک روتے رہے اور اپنے رب سے شرم کے باعث آسمان کی طرف سر نہیں اٹھاتے تھے۔

آدم وحوا کے آنسوؤں کے ثمرات:

مجاہد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے آنسوؤں سے تر و تازہ عود' زنجبیل اور صندل اگایا ـــــ اور انواع و اقسام کی خوشبوئیں پیدا کیں۔

حضرت حوا علیہا السلام یہاں تک روئیں کہ ان کے آنسوؤں سے قرنفل اور گرم مصالحہ کے اجزا اُگ آئے۔

اس بھول سے عبرت پکڑو:

اے اولاد آدم! غور کرو کہ تمہارے باپ ایک ادنیٰ فعل پر تین سو سال تک روتے رہے ـــــ ان کا وہ فعل بھول سے ہوا ـــــ اے بڑے بڑے گناہ کرنے والو! جان بوجھ کر گناہ کرنے پر تمہارا کیا حال ہوگا' تم کیا کرو گے! ـــــ اے اہل ابصار! اپنے باپ کے فعل سے عبرت پکڑو ـــــ آدم علیہ السلام فرشتوں کو جب آسمانوں سے آتے جاتے دیکھتے تو ان کا یہ آنا جانا حضرت آدم کو اپنے وطن کے لیے بہت تڑپاتا۔۵۶ اپنے گزرے وقت اور اپنے ہمسایوں (جنت میں فرشتے اور حیوانات) کو یاد

---

۵۴ مراد حیض ہے۔

۵۵ اہل جنت ملائکہ تھے ـــــ اور آدم علیہ السلام گندم کھانے پر روئے۔

۵۶ وطن سے مراد جنت اور اس کے مقامات ہیں کہ بلا تخصیص ان کی نعمتیں ان کو مباح کی گئی تھیں۔

کرتے تھے ___ اے گناہگارو! اس خطا سے خود کو بچاؤ کہ جس خطا پر حبیب اپنے محبت سے یہ کہے:

هذا فراق بيني وبينك

اے عقل سلیم والے! تو یہ دیکھ اور غور کر کہ تیرے باپ آدم علیہ السلام نے "سریر مملکت" پر کیونکر جلوس کیا ___ پھر انہوں نے اپنا ہاتھ اس لقمہ کی طرف بڑھایا جس سے انہیں منع کر دیا گیا تھا ___ اور پھر وہ جنت سے نکال دیئے گئے ___

اے آدم علیہ السلام کے فرزندو! ___ گناہوں کے انجام سے ڈرو ___ اس لیے کہ جس پر گناہ نازل ہوئے' گناہوں نے اسے اس کے مقام سے گرا کر پست مرتبہ کر دیا۔

آدم علیہ السلام کی بھول گناہ صغیرہ تھا:

اگر یہ کہا جائے یا اعتراض کیا جائے کہ یہ ایک بار کا فعل، جس کے سبب آدم علیہ السلام جنت سے اتار دیئے گئے' گناہ کبیرہ تھا یا صغیرہ! ___ اگر کبیرہ تھا تو انبیاء علیہم السلام پر نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد کبیرہ جائز نہیں ہے ___ اور اگر یہ فعل صغیرہ تھا تو اس کے سبب جو حکم جاری ہوا' وہ کس لیے جاری ہوا:

- آدم علیہ السلام کا لباس اتار لیا گیا۔
- انہیں جنت سے نکال دیا گیا۔
- اس کے سوا ان کے ساتھ جو دیگر امور ہوئے

صاحب "کشاف" زمخشری نے اس کا جواب اس طرح سے دیا ہے کہ یہ گناہ صغیرہ نہیں تھا بلکہ آدم علیہ السلام کے قلبی اعمال کی قسم جو اخلاص' نیک خیالات (افکار صالح) اور اعظم الاعمال ہیں' میں چھپا ہوا تھا۔۵۷ ___ آدم علیہ السلام پر جو کچھ جاری ہوا' وہ تو صرف اس کوتاہی کے سبب ہونے والے بگاڑ کے اظہار اور اس کے ہونے کا خوف دلانے کے لیے جاری ہوا تاکہ آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کے لیے خطاؤں اور گناہوں سے بچنے میں اللہ کا لطف و کرم ہو۔

آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارنے میں حکمت:

آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارنے میں اللہ کریم کا کتنا لطف و حکمت ہے کہ اگر آدم علیہ السلام کا زمین پر نزول نہ ہوتا تو

- مجاہدین کا جہاد اور عابدین، مجتہدین کا اجتہاد ظاہر نہ ہوتا۔
- گناہوں سے توبہ کرنے والوں کی ٹھنڈی آہیں آسمان پر صعود نہ کرتیں۔
- گناہگاروں کے آنسوؤں کے قطرے نہ اترتے۔۵۸

---

۵۷ صغیرہ گناہ پر جب طاعات غالب ہوں تو مواخذہ (باز پرس) نہیں کیا جاتا۔

۵۸ جبکہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی ___ وحی اور الہام سے ان پر وہ امر ظاہر فرمایا کہ انہیں اطمینان ہو گیا اور دل سے خوف جاتا رہا۔ ان کو جب دلی طور پر اطمینان ہوا تو یوں فرمایا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں حوصلہ دیا اور فرمایا:

''اے آدم! اگر تم دار قرب سے اتار دیئے گئے ہو تو غمگین نہ ہو۔۔۔ میں تم سے قریب ہوں۔ ہے کوئی دعا کرنے والا' میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔۔۔ اگر جنت سے نکال دینے کی وجہ سے تم شکستگی محسوس کر رہے ہو تو جن لوگوں کے دل میری وجہ سے شکستہ ہیں' میں ان کے پاس ہوں۔۔۔

اگر آسمان میں تسبیح کہنے والوں کی آوازیں تم سے جدا ہوگئی ہیں تو اس کے بدلے میں نے زمین پر گناہگاروں کو ندامت سے رونا عطا فرمایا ہے۔۔۔ ہمیں آسمان پر کی جانے والی تسبیح سے گناہگاروں کا رونا زیادہ پسند ہے۔۔۔ تسبیح کہنے والوں کے شور میں اکثر فخر و غرور کا گمان ہوتا ہے جبکہ گناہگاروں کے پچھتاوے سے رونا انکسار کو حسن بخشتا ہے۔۔۔ اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تم کو دنیا سے لے جاتا۔۵۹۔۔۔ اور تمہارے بعد ایسی قوم کو لاتا کہ وہ گناہ کرتی' پھر وہ لوگ توبہ و استغفار کرتے اور اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف فرما دیتا۔۔۔

پاک ہے وہ رب کریم جو مصیبت میں اپنے بندے کے ساتھ لطف و کرم کرتا ہے اور ان بلاؤں کو اپنی رحمت اور عطا سے بدل دیتا ہے۔۔۔ اور جس وقت وہ کسی بندے کی یاری چھوڑ دیتا ہے تو پھر بندے کا کثرت سے اجتہاد کرنا فائدہ نہیں دیتا بلکہ اس کا اجتہاد اس پر وبال ہو جاتا ہے۔

آدم علیہ السلام کی توبہ کیونکر قبول ہوئی:

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ان کی حجت کی تلقین کی اور وہ شے ان پر القا کی جس کے سبب ان کی توبہ قبول کی گئی۔۔۔ اس حجت سے متعلق روایات ہیں جو یہاں بیان کی جاتی ہیں:

- ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حسن' ابن جبیر' ضحاک اور مجاہد نے کہا ہے کہ وہ حجت **ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین** ہے۔
- مجاہد سے یہ روایت بھی ہے: **سبحانك اللهم لا اله الا انت ظلمت نفسی فاغفرلی انك انت الغفور الرحیم** آدم علیہ السلام کی حجت ہے۔
- آدم علیہ السلام نے ساق عرش پر **محمد رسول اللہ** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لکھا ہوا دیکھا تو آپ کے وسیلے سے شفاعت چاہی۔
- قرطبی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام کی حجت سے مراد رونا' حیا' دعائے مغفرت اور اپنی بھول پر ندامت اور توبہ و استغفار ہے۔

ابلیس لعین کو اس کی نافرمانی کے باعث دور ہانک دیا۔۔۔ اس کا عمل بکھرے ہوئے غبار کی طرح ہو گیا۔۶۰۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس لعین سے فرمایا:

---

۵۹ یعنی تمہاری موت مقتضی ہوتے ہی تم کو مار ڈالتا۔

۶۰ اس کے اعمال نے اس میں کچھ نفع نہیں دیا۔

''تو مردود ہے' تو جنت سے نکل جا۔۔۔۔ قیامت تک تجھ پر لعنت ہے۔''

اللہ تعالیٰ جب کسی کو اپنے عدل کے تقاضوں سے اس کے فعل کی جزا دیتا ہے تو اس کے لیے کوئی نیک عمل فائدہ مند نہیں ہوتا۔[61]۔۔۔۔ اور جس وقت وہ کریم کسی بندے پر اپنا فضل پھیلاتا ہے۔تو پھر کوئی گناہ' گناہ نہیں رہتا۔

غور طلب بات یہ ہے کہ مخلوق پر آدم علیہ السلام کے فضائل علم کے ذریعے ظاہر ہوئے اور علم کے تقاضے جب تک پورے نہ ہوں' عمل تکمیل نہیں پا سکتا۔۔۔۔ جنت دارِ عمل نہیں اور نہ ہی عبادت گاہ ہے بلکہ وہ تو نعمتوں کا گھر ہے اور اللہ پاک کے جلووں کے نظارہ کرنے کی جگہ ہے۔۔۔۔

آدم علیہ السلام سے کہا گیا کہ:

''اے آدم! تمہیں زمین پر جہادِ نفسی کرنا چاہیے اور ہواؤں کے لشکروں سے جدوجہد کے ساتھ صبر اختیار کرو۔۔۔۔ تم ابھی تک ذہنی طور پر جنت ہی کے شب و روز کے نظاروں میں گم ہو۔۔۔۔ گویا تمہارے موجودہ حال سے حسین ماضی نے اکمل حال میں سفر کیا ہے۔۔۔۔''

حضرت آدم علیہ السلام جنت میں جس حال میں تھے' اس سے ابلیس لعین کو حسد ہوا۔۔۔۔ اور آدم علیہ السلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی' حتیٰ کہ اسی کی وجہ سے آدم علیہ السلام جنت سے نکالے گئے۔[62]۔۔۔۔ اس عقل کے اندھے کو یہ خیال نہیں آیا کہ آدم علیہ السلام جب جنت سے نکلیں گے تو ان کے فضائل کامل ہو جائیں گے۔۔۔۔ اور جنت میں آدم علیہ السلام جس شان سے تھے' اسی اکمل شان و حال سے لوٹیں گے۔۔۔۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں:

''آدم علیہ السلام کا جنت سے نکالا جانا اس بات کا اشارہ ہے' گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میں جنت ہی میں آدم علیہ السلام کی مغفرت کرتا تو میرا کرم ظاہر نہ ہوتا بلکہ یہ ظاہر ہوتا کہ میں ایک نفس کی مغفرت کر رہا ہوں۔۔۔۔ لہٰذا آدم کو دنیا کی طرف روانہ کرتا ہوں۔ان کے ساتھ ہزاروں عاصی آئیں گے۔۔۔۔ یہاں تک کہ ان کی اور ان کے گناہگاروں کی قیامت کے دن مغفرت کروں گا تاکہ آدم علیہ السلام اور دیگر پر میری بخشش اور میرا کرم ظاہر ہو۔''

آدم علیہ السلام کے جنت سے نکالے جانے میں یہ بھی امر ہیں:

- اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی صلب میں اولاد رکھی۔ چونکہ جنت دارِ توالد (یعنی افزائشِ نسل کا مقام) نہیں ہے' اس لیے آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالا اور دنیا میں بھیجا۔
- اور یہ کہ آدم علیہ السلام کی پشت سے ان لوگوں کو نکالے جن کو جنت نصیب نہیں ہے (یعنی کفار)

---

61 یعنی اس کی مغفرت و بخشش کی کوئی صورت نہیں رہتی۔

62 ☆ سب سے پہلے نافرمانی کرنے والا ابلیس لعین ہے۔
☆ سب سے پہلے حسد و تکبر کرنے والا ابلیس لعین ہے۔
☆ سب سے پہلے نوحہ کرنے والا ابلیس لعین ہے۔
☆ سب سے پہلے جھوٹی قسم کھانے والا ابلیس لعین ہے۔

تو اے دوست! تو یقین کر لے کہ جنت ہمارے لیے جاگیر ہے اور ان جاگیروں کا منشور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے بارگاہ کبریائی سے بارگاہ مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچ چکا ہے۔ وہ منشور وبشر الذین امنو وعملو الصلحت ان لھم جنات تجری من تحتھا الانھار ہے۔

''اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ ان لوگوں کو بشارت دے دیجئے جو ایمان لائے ہیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تصدیق کی ہے اور (فرائض و نوافل سے) اعمال صالحہ کیے ہیں ــــــ ان کے لیے ایسے باغ ہیں جن میں پھل دار درخت ہیں اور مکانات ہیں اور باغوں کے درختوں اور قصور کے نیچے پانی کی نہریں جاری ہیں۔''

اقطاع یعنی جاگیریں قبضہ سے نہیں لیے جاتے مگر وہ لوگ جو کہ طاعت سے نکل جاتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے حسن عمل کی توفیق چاہتے ہیں۔

آدم علیہ السلام کس جنت میں رہے:

حضرت آدم علیہ السلام جس جنت میں مقیم رہے ــــــ اس سے متعلق دو رائیں ہیں:

☆ وہ جنت خلد ہے۔

☆ جنت خلد کے سوا ہے' جسے اللہ تعالیٰ نے دار ابتلا (مصیبت کا گھر) قرار دیا تھا۔

آدم علیہ السلام جنت خلد میں قیامت کے دن داخل ہوں گے ــــــ جنت خلد

☆ ارجزا ہے اور دار ثواب ہے ــــــ نہ کہ دار تکلیف ہے نہ دار امرونہی۔

☆ دار سلامت ہے ــــــ نہ کہ دار ابتلا اور امتحان

☆ دار قرار ہے ــــــ نہ کہ دار انتقال

جو علماء اس بات کے قائل ہیں کہ آدم علیہ السلام دار خلد میں تھے' انہوں نے اس طور سے اپنی بحثیں پیش کی ہیں کہ عارضی داخل ہونا کبھی قیامت سے پہلے بھی ممکن ہو سکتا ہے ــــــ اس لیے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شب معراج جنت خلد میں تشریف لے گئے تھے ــــــ کچھ نے یہ کہا ہے کہ آدم علیہ السلام نے جو غم اور سختی جنت میں پائے' جنت خلد میں غم اور تکلیف نہیں پائے جاتے۔ قیامت کے دن جب مومنین جنت میں داخل ہوں گے' غم و سختی نہ ہوں گے جیسا کہ اس کے لیے قرآن پاک کی آیات دلیل ہیں ــــــ مومنوں کے جنت میں داخل ہونے سے غم اور حزن کی نفی مشروط ہے ــــــ واللہ اعلم

حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے آدم علیہ السلام کی بخشش:

حضرت آدم علیہ السلام نے ساق عرش پر اور جنت میں ہر جگہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک اللہ تعالیٰ کے نام مبارک کے ساتھ لکھا دیکھا:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا:

''اے رب! یہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کون شخص ہے؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''یہ تمہارا وہ فرزند ہے۔ اگر وہ نہ ہوتا تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔''

آدم علیہ السلام نے عرض کیا:

''اے رب! اس فرزند کی بزرگی کے سبب اس کے والد پر رحم فرما۔''

آدم علیہ السلام کو ندا کی گئی:

''اگر تم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سبب زمین وآسمان کے سب رہنے والوں کی شفاعت طلب کرتے تو ہم تمہاری شفاعت قبول کرتے۔''

ایک اور روایت جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمائی کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام نے خطا کی تو عرض کی:

''اے رب! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل تو میری مغفرت کر دے۔''

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے پوچھا:

''اے آدم! تم نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کیونکر پہچانا جبکہ میں نے ابھی ان کو پیدا نہیں کیا؟''

آدم علیہ السلام نے کہا:

''اے رب! میں نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یوں پہچانا کہ جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور پھر مجھ میں اپنی روح پھونکی ــــ میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو قوائم عرش پر میں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا ــــ میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اس شخص کا نام لکھا ہے جو تیرے لیے تمام مخلوق میں پیارا (احب الخلق) ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے آدم! تم نے سچ کہا' محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے لیے تمام مخلوق میں پیارے ہیں۔ جس وقت تم نے بحق محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے سوال کیا ہے تو جان لو میں نے تمہاری مغفرت کر دی ــــ اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔''[۶۳]

طبرانی نے اس حدیث کی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے:

''محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہاری اولاد سے آخری نبی ہیں۔''

---

۶۳ اس حدیث کو بیہقی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کی حدیث سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کے ساتھ عبدالرحمٰن متفرد ہے ــــ اور راویوں نے اس حدیث میں عبدالرحمٰن کا اتباع نہیں کیا ہے ــــ بیہقی کے نزدیک یہ حدیث غریب اور ضعیف ہے ــــ جبکہ حاکم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اسے صحیح حدیث کہا ہے۔

بنے ہیں کونین مصطفیٰ کے لیے:

سلمان کی حدیث جس کی روایت ابن عساکر سے ہے' میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا:

''آپ کا رب یہ فرماتا ہے کہ میں نے ابراہیم (علیہ السلام) کو خلیل بنایا تھا اور آپ کو اپنا حبیب بنایا ہے ــــ میں نے آپ سے بڑھ کر کسی کو مکرم پیدا نہیں کیا ــــ میں نے دنیا والوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میرے نزدیک آپ کی جو کرامت و منزلت ہے' ان کو انہیں معرفت دوں ــــ اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔''

سید علی رقوی علیہ الرحمہ نے اپنے قصیدہ میں کہا ہے:

سکن الفواد فعش هينا يا جسد   هذا لنعيم هوالمقيم الى الابد

یعنی ''حبیب نے دل میں ٹھکانہ کیا ہے ــــ اے جسم! ایسے حال میں تو زندگی خوش گزار کہ گوارا ہو یہ نعمت ہے اور حبیب ہمیشہ کے لیے مقیم ہے۔''

روح الوجود حياة من هو واجد   لولاه ماتم الوجود لمن وجد

''محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وجود کی روح ہیں اور ان لوگوں کی روح ہیں جن کو مخلوق میں سے آپ نے پایا ہے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو جو لوگ مخلوق میں پائے گئے ہیں۔ ان کا وجود کامل نہ ہوتا۔ گویا آپ ان کے وجود کے کمال کا سبب ہیں۔''

عيسىٰ و آدم والصدور جميعهم   هم اعين هو نورها لماورد

''عیسیٰ اور آدم علیہما السلام جو آپ سے پہلے گزر گئے اور دیگر معظم انبیاء کرام علیہم السلام جو گزر چکے ہیں' وہ سب آنکھیں ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان آنکھوں کا نور ہیں جبکہ آپ دنیا میں تشریف لائے۔

لو ابصر الشيطان طلعه نوره   فى وجه آدم كان اول من سجد

اگر شیطان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارک کی چمک آدم علیہ السلام کے چہرے میں چشم بصیرت سے دیکھتا تو جنہوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا ہے' شیطان ان سب سے پہلے سجدہ کرتا ــــ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ذلیل و رسوا کیا تھا' اس وجہ سے وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک آدم علیہ السلام کے چہرہ میں نہیں دیکھ سکا اور سجدہ نہیں کیا۔

او لورابى النمرود نور جماله   عبدالجليل مع الخليل ولاعند

اگر نمرود لعین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جمال کا نور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چہرہ میں دیکھ لیتا تو وہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ جلیل کی عبادت کرتا اور ان سے دشمنی نہ کرتا۔

لكن جمال الله جل فلا يرى   الا بتخصيص من الله الصمد

لیکن اللہ تعالیٰ کا وہ جمال کہ عین کمال اور نور ہے اور انسان کو طاعت الٰہی پر مائل کرتا ہے ــــ ابصار سے بزرگ ہے یعنی ظاہری دیکھنے والوں کو اس کے دیکھنے کی طاقت نہیں ہے ــــ مگر ایک تخصیص کے ساتھ جس کو اللہ تعالیٰ صمد تخصیص دے یعنی

بصیرت (دل کی بینائی) عطا کرے۔ وہ نور تب نظر آتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے اولاد:

اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا علیہا السلام کو اس لیے پیدا کیا تھا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس قرار پکڑیں اور حضرت آدم علیہ السلام' حضرت حوا علیہا السلام کے پاس آرام لیں۔۔۔۔ جس وقت حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت حوا علیہا السلام سے مقاربت کی۔ حضرت آدم علیہ السلام کے برکات حضرت حوا پر فائض ہوئے۔۔۔۔ حضرت حوا علیہا السلام نے ان نیک سالوں میں بیس بطنوں میں چالیس فرزندوں کو جنم دیا۔

حضرت شیث علیہ السلام کو ان کی بزرگی کی وجہ سے تنہا جنم دیا جن کی خوش بختی (سعد) کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کی اطلاع دی۔۔۔۔ وہ خوش بختی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔۔۔۔ آپ کا نور حضرت شیث علیہ السلام کے چہرے سے چمکتا تھا۔۔۔۔ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشخبری دی۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام ماں باپ پاک و طاہر ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام نے وفات پائی تو حضرت شیث علیہ السلام ان کے سب بیٹوں پر جانشین (وصی) ٹھہرائے گئے۔۔۔۔ پھر حضرت شیث علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ انوش کو اپنا وصی اور صفی اختیار کریں۔۔۔۔ انہوں نے اس سے یہ جانا کہ میرا وصال ہونے والا ہے۔ چنانچہ انوش کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔۔۔۔ حضرت آدم علیہ السلام کی وصیت کے مطابق اپنے بیٹے انوش کو یہ وصیت فرمائی کہ اس نور کو صرف پاک عورتوں میں منتقل کیا جائے۔۔۔۔

وصیت جاریہ ایک زمانے سے دوسرے زمانے کی طرف ہمیشہ منتقل ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو عبدالمطلب اور ان کے لاڈلے بیٹے حضرت عبداللہ کی طرف منتقل کر کے پہنچا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس نسب شریف کو سفاح جاہلیت سے پاک و طاہر فرمایا۔[۶۴] جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

---

۶۴ سفاح۔۔۔۔ بالکسر زنا' اس کا اصل معنی پانی کا بہنا ہے۔۔۔۔ "آدمی اپنا پانی بہوتا" ہے اور ضائع کرتا ہے۔۔۔۔ اس لیے زنا کا معنی سفاح ہے۔۔۔۔ ایام جاہلیت میں زنا کے بہت سے اشکال تھے جن کو زنا نہیں کہتے تھے بلکہ نکاح جاہلیت کہتے تھے۔۔۔۔ اس لیے اکثر احادیث نے نکاح جاہلیت کی نفی پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نسب کے بارے میں دلالت کی ہے یعنی آپ کے آبائے کرام نے جاہلیت کے اقسام نکاح سے کوئی نکاح نہیں کیا۔ آپ کا نسب ان عیوب سے الحمد اللہ پاک و طاہر رہا۔۔۔۔ جاہلیت کے نکاح اس طور پر تھے:

☆ بڑا بیٹا باپ کی دوسری بیوی کے ساتھ نکاح کر لیتا تھا۔

☆ ایک مرد دو بہنوں کے ساتھ نکاح کر لیتا تھا۔

☆ ان عورتوں سے نکاح اس طور پر ہوتا تھا کہ ایک عورت کے پاس چند مرد جاتے۔ جس وقت وہ حاملہ ہو کر جنم دیتی تو بچہ جس مرد سے مشابہ ہوتا' وہ اس کی اولاد ہوتا تھا۔

☆ ایک نکاح استبضاع تھا۔ وہ یوں تھا کہ جس وقت عورت حیض سے پاک ہوتی' اس کا شوہر اس سے کہتا کہ کسی کو فلاں کے پاس بھیج اور اس سے مقاربت کر۔۔۔۔ اور شوہر یہاں تک اس سے جدا رہتا تھا کہ اس کا حمل ظاہر ہو جائے۔۔۔۔ اگر اس مرد سے اس کی عورت کا حمل ظاہر ہوتا اور وہ امر کو دوست رکھتا کہ اس کے پاس جائے تو وہ اس سے مقاربت کرتا تھا۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیے)

سے احادیث مرضیہ میں وارد ہوا ہے ـــــ وہ احادیث وہ ہیں جن کو بیہقی علیہ الرحمہ نے اپنے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے ـــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سفاح جاہلیت سے جو امور تھے' ان میں سے کسی امر نے مجھے جنم نہیں دیا بلکہ اسلام کے مطابق نکاح سے میری پیدائش ہوئی۔☆

ابن سعد اور ابن عساکر نے ہشام بن محمد بن السائب کلبی سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پانچ سو مائیں لکھیں ـــــ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ان ماؤں کو میں نے پاک و طاہر پایا اور امر جاہلیت سے جو شے تھی' اس قسم سے کوئی شے نہیں پائی۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ میں نے نکاح سے ظہور کیا ہے۔ سفاح سے ظہور نہیں کیا ـــــ آدم علیہ السلام کے وقت سے اس وقت تک کہ میرے باپ اور میری ماں نے مجھے جنم دیا ہے' سفاح جاہلیت سے مجھ تک کوئی شے نہیں پہنچی۔۶۵

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابونعیم نے روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے ماں باپ سفاح سے ہرگز نہیں ملے ـــــ اللہ تعالیٰ اصلاب طیبہ سے ارحام طاہرات کی طرف ہمیشہ مجھ کو ایسے حال میں منتقل فرماتا رہا کہ میں مصفّٰی اور مہذب تھا ـــــ دو شعبے متفرع نہیں ہوتے تھے مگر میں ان کے اچھے شعبہ میں ہوتا تھا ـــــ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان **وتقلبك فی الساجدین** کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک نبی سے دوسرے نبی کی طرف پھیر دیتا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی پیدا فرمایا ـــــ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی آیت کی تفسیر میں روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اصلاب میں منتقل ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو جنم دیا ـــــ اس حدیث کے راوی ابونعیم ہیں۔

حضرت امام جعفر الصادق نے اپنے باپ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ آیہ کریمہ **لقد جاءکم رسول من انفسکم** کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جاہلیت کی ولادت سے کوئی شے نہیں پہنچی ـــــ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غیر سفاح کے یعنی نکاح سے پیدا ہوئے۔

☆ ایک نکاح جمع تھا ـــــ وہ یوں تھا کہ دس سے کم آدمیوں کی ایک جماعت ایک فاحشہ کے پاس جاتی۔ اس فاحشہ کے مکان پر علامت کے لیے ایک جھنڈا رہتا تھا کہ یہ فاحشہ ہے ـــــ وہ تمام مرد اس سے مقاربت کرتے' جس طرح وہ فاحشہ وضع حمل کرتی اور کچھ راتیں گزر جاتیں تو اس کے بعد وہ فاحشہ اپنا آدمی ان مردوں کے پاس بھیجتی۔ اس کے بلانے سے سب مرد حاضر ہو جاتے۔ ان میں سے کوئی تخلف نہیں کرتا ـــــ جب وہ سب آ جاتے تو وہ فاحشہ ان سے کہتی کہ جو تمہارا امر تھا تم نے اسے پہچان لیا۔ میں نے بچہ جنا ہے' اے فلاں یہ تیری اولاد ہے ـــــ یہ بات وہ اس مرد سے کہتی جسے وہ دوست رکھتی تھی۔ وہ مرد اس لڑکے کو اپنے ساتھ لاحق کر لیتا۔ اسے یہ قدرت نہ ہوتی کہ فرزند ہونے سے انکار کرتا' اگرچہ وہ لڑکا اس کے ساتھ اشبہ نہ ہوتا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایسے نکاحوں کی اپنے نسب سے نفی فرماتے ہیں کہ جیسے عورت مرد سے فعل کرائے۔ پھر عورت کو ایک مدت کے بعد مرد بھلا معلوم ہو اور مرد کو عورت بھلی معلوم ہو۔ وہ اس سے نکاح کر لے ـــــ اللہ تعالیٰ نے ان عیوب سے میرے نسب کو محفوظ رکھا ہے۔

۶۵ اس حدیث کو طبرانی نے ''اوسط'' میں ـــــ اور ابونعیم اور ابن عساکر نے بھی روایت کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے لقد جاءکم رسول من انفسکم کو فا کے فتح سے پڑھا ہے اور فرمایا ہے کہ حسب' صہر اور نسب کی رو سے میں تم لوگوں سے زیادہ نفیس ہوں ـــــ آدم علیہ السلام کے زمانہ سے میرے باپ داداؤں میں کوئی سفاح نہیں ہے' ہم کل نے نکاح کیا ہے ـــــ اس حدیث کو ابن مردویہ نے روایت کیا ہے۔

''دلائل النبوۃ'' از ابونعیم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے روایت بیان فرمائی کہ زمین کے مشارق اور مغارب کی میں نے چھان بین کی مگر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے افضل کسی مرد کو نہیں دیکھا ـــــ اور بنی ہاشم سے افضل کسی باپ کے بیٹے نہیں دیکھے۔ ۶۶

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں بنی آدم کے خیر القرون سے مبعوث کیا گیا ہوں ـــــ ایک قرن سے دوسرے قرن میں' یہاں تک کہ میں جس قرن سے تھا' اسی قرن میں ہوں۔''

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تمام مخلوقات میں برگزیدہ ہیں:

صحیح مسلم میں واثلہ بن الاسقع سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فرزندوں میں سے کنانہ کو برگزیدہ کیا ـــــ اور کنانہ سے قریش کو برگزیدہ کیا ـــــ اور بنی ہاشم کو قریش سے برگزیدہ کیا ـــــ اور مجھ کو بنی ہاشم سے برگزیدہ کیا۔ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا کیا ـــــ خلق کے اچھے فرقوں میں مجھ کو پیدا کیا ـــــ پھر اللہ تعالیٰ نے قبائل کو انتخاب کیا ـــــ مجھ کو ان کے اچھے قبیلہ میں پیدا کیا ـــــ پھر اللہ تعالیٰ نے گھرانوں کا انتخاب کیا ـــــ مجھ کو ان کے اچھے گھرانے میں پیدا کیا ـــــ میں ان سے روح' ذات اور اصل میں اشرف ہوں۔ ۶۷

اس حدیث میں جسے طبرانی علیہ الرحمہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ـــــ:

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو برگزیدہ کیا ـــــ پھر کل مخلوق سے بنی آدم کو برگزیدہ کیا ـــــ پھر بنی آدم سے عرب کو برگزیدہ کیا ـــــ پھر عرب سے مجھ کو برگزیدہ کیا ـــــ

پس ہمیشہ اچھوں سے اچھوں کو چنا ـــــ مجھ کو سب سے اچھا پیدا کیا ـــــ تم لوگ سن لو! جس شخص نے عرب کو دوست

---

۶۶ اس حدیث کو طبرانی نے اپنی ''اوسط'' میں روایت کیا ہے ـــــ حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کے متن کے صفحات پر صحت کے لوائح ظاہر ہیں یعنی یہ حدیث نہایت درجہ صحیح ہے۔

۶۷ اس حدیث کو اسی طرح ترمذی نے تنہا روایت کیا ہے اور کہا ہے یہ حدیث حسن ہے۔

رکھا' اس نے میری محبت کی وجہ سے دوست رکھا ____ اور جس شخص نے عرب سے دشمنی (بغض) کی' اس نے میری دشمنی کی وجہ سے دشمنی کی۔"

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی بھائی بہن نہ تھے:

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے ماں باپ سے تنہا اولاد ہیں۔ آپ کی ولادت میں کوئی بھائی اور کوئی بہن آپ کی شریک نہیں ہوئی۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ:

- آپ کے ماں اور باپ کا خالص ہونا آپ تک ہی رہے' اور
- آپ کے ماں باپ کا نسب آپ تک ہی محدود رہے تاکہ یہ نسب خاص آپ ہی کے لیے ہو۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبوت کے لیے غایت اور شرف پورا کرنے کے لیے نہایت ٹھہرایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آباء کرام میں منتخب ہیں:

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آباء کرام کا سلالہ یعنی خلاصہ ہیں ____ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

- نبی عربی' امی' بطحی' حرمی' ہاشمی' قریشی' بنی ہاشم سے چنے ہوئے۔
- مختار اور منتخب عرب کے اشراف بطنوں سے ہیں۔
- نسب میں عرب سے اثبت اور اقوی۔
- حسب میں عرب سے اشرف۔
- اصل میں عرب سے احسن ____ اور اصل میں عرب سے اعظم ____ اور اصل میں عرب سے اطیب ____ اور اصل میں عرب سے اعز اور
- زبان میں عرب سے افصح یعنی کل عرب سے آپ زیادہ فصیح ہیں اور
- بیان میں عرب سے اوضح اور
- ثقل میں عرب سے ارجح اور
- ایمان میں عرب سے اصح
- چشم اور اعوان میں عرب سے اعز اور
- گروہ میں عرب سے اپنے باپ اور اپنی ماں کی طرف سے اکرم ہیں۔
- اور جو بندے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکرم ہیں ____ آپ اکرم شہروں اور اکرم بندوں سے ہیں۔ آپ محمد بن عبداللہ الذبیح بن عبدالمطلب ہیں

تعارف حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ عبدالمطلب کا نام شیبۃ الحمد ہے ____ آپ کا نام شیبۃ الحمد اس لیے رکھا گیا کہ جب وہ پیدا

ہوئے تو ان میں سپیدی تھی ــــ ایک اور روایت میں آپ کا نام عامر ہے۔۶۸ عبدالمطلب کی کنیت ابوالحارث ہے ــــ یہ کنیت ان کے بیٹوں میں سب سے بڑے بیٹے حارث کے نام سے ہے۔

مکہ میں عبدالمطلب کا نام عبدالمطلب نہیں رکھا گیا' اس لیے کہ جب ان کے والد ہاشم کا آخری وقت آ پہنچا تو انہوں نے مکہ میں اپنے بھائی مطلب سے کہا کہ تمہارا بیٹا یثرب میں ہے' اس کی خبر لو ــــ اسی بنا پر نام عبدالمطلب رکھا گیا ــــ عبدالمطلب کے چچا انہیں اپنے پیچھے بٹھا کے مکہ لائے تھے ــــ عبدالمطلب کا لباس پھٹا پرانا تھا۔۶۹ لوگ مطلب سے پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہے؟ ــــ "مطلب" حیا سے یہ نہ کہتے کہ میرے بھائی کا بیٹا ہے بلکہ اپنا بیٹا کہتے تھے ــــ عبدالمطلب کو ان کے چچا مکہ میں لائے تو ان کا حال احوال درست ہوا۔ اس وقت انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے ــــ اس لیے ان کا نام عبدالمطلب رکھا گیا۔

عرب میں پہلے جس شخص نے نیل سے خضاب کیا ہے' وہ عبدالمطلب ہیں ــــ عبدالمطلب نے ایک سو چالیس سال عمر پائی۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نسب مبارک عدنان تک:

آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب ہاشم کے فرزند ہیں ــــ ہاشم کا نام عمرو ہے ــــ ہاشم نام اس لیے رکھا گیا تھا کہ قحط سالی میں اپنی قوم کے لیے ثرید کے ٹکڑے ملتے اور ان کو کھلاتے تھے۔

ہاشم عبد مناف کے فرزند ہیں ــــ ان کا نام مغیرہ ہے ــــ وہ قصی کے فرزند ہیں ــــ قصی بفتح قاف ــــ قصی کی تصغیر ہے ــــ اس کا معنی دور ہے ــــ اس نام کی وجہ یہ ہے کہ ان کی والدہ فاطمہ جس وقت انہیں اپنے ساتھ بلاد قضاعہ میں لے گئیں' قصی اپنے عشیرہ سے دور ہو گئے تھے ــــ قصی کا نام مجمع ہے۔ شاعر نے کہا ہے ؎

ابو کم قصی کان یدعی مجمعا   به جمع الله القبائل من فهر

یعنی تمہارا باپ قصی ہے جس کا نام مجمع ہے ــــ فہر سے جو قبیلے تھے' اللہ تعالیٰ نے قصی کی وجہ سے جمع کر دیئے' یعنی ان قبیلوں کو قصی سے عز و شرف اور قوت حاصل ہوئی ــــ

ایک اور روایت میں قصی کا نام زید ہے ــــ بقول امام شافعی علیہ الرحمۃ زید ابن کلاب نام ہے ــــ لفظ کلاب یا اس مصدر سے منقول ہے جو مکالبۃ کے معنی میں ہے کہ آپس میں بدی اور خصومت کرنے کو کہتے ہیں ــــ عرب لوگ کہتے ہیں کالبت العدو مکالبۃ ــــ یا کلاب' کلب سے ہے۔ عرب لوگ اس لفظ سے کثرت کا ارادہ کرتے تھے۔ جیسا کہ اپنی اولاد کے نام درندوں کے نام پر رکھتے تھے۔۷۰

---

۶۸ یہ ابن قتیبہ کا قول ہے اور اس پر مجد الدین شیرازی نے ابن قتیبہ کا اتباع کیا ہے۔

۶۹ دھوپ کی وجہ سے چہرہ متغیر تھا ــــ مطلب ان کو ان کی والدہ کو اطلاع دیئے بغیر بچوں میں کھیلتا ہوا پا کر اپنے ساتھ لے آئے ــــ ان کو اندیشہ ہوا کہ شاید ان کی والدہ میرے ہمراہ نہ بھیجیں۔

۷۰ کسی نے ایک اعرابی سے سوال کیا کہ تم لوگ اپنے بیٹوں کے نام کس لیے برے ناموں سے رکھتے ہو جیسے کلب ہے ــــ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیے)

کلاب کا نام حکیم ہے ـــــ ایک اور روایت میں کلاب کا نام عرہ ابن مرہ بن کعب ہے ـــــ کعب پہلے شخص ہیں جنہوں نے جمعہ کے دن آدمیوں کو جمع کیا ہے ـــــ قریش جمعہ کے دن ان کے پاس جمع ہوتے' کعب انہیں وعظ کیا کرتے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مبعوث یاد دلایا کرتے ـــــ نیز قریش کو یہ فخر سے بتاتے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میری اولاد سے ہیں ـــــ کعب' قریش کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے اور ان کے اتباع کے لیے تاکید کیا کرتے تھے اور اس تلقین کے لیے اشعار پڑھا کرتے تھے۔ ان اشعار میں سے یہ شعر ہے ۔

یالیتنی شاهدا فحواء دعوته   حین العشیرة تبغی الحق خذلانا

''کاش میں آپ کی دعوت کے اعلان کے وقت حاضر ہوتا ـــــ اور اس وقت حاضر ہوتا کہ آپ کا قبیلہ سچائی کے رسوا ہونے کی خواہش کرتا۔''

کعب بن لوئی (تصغیر لائی' بروزن عصا ہے) لوئی کا نام ثور ہے ـــــ وہ ابن غالب ابن فہر ہیں ـــــ اور فہر کا نام قریش ہے ـــــ قریش ان سے نسبت کیے جاتے ہیں ـــــ اور جو نسبت قریش کو بزرگی عطا کرتی ہے' وہ کنانی نسبت سے ہے نہ قریشی۔

قریش ابن مالک بن النضر ان کا نام قیس بن کنانہ ہے ـــــ کنانہ قریش کو جمع کیا کرتے تھے ـــــ ان کے علم وفضل کی وجہ سے عرب لوگ ان کے پاس جمع ہوتے تھے۔

کنانہ' ابن خزیمہ' خزمہ کی تصغیر ہے ـــــ ابن مدرکہ ابن الیاس اے ـــــ الیاس وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بیت الحرام کو قربانی کے اونٹ بھیجے تھے ـــــ الیاس اپنی صلب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حج کے دوران لبیک کہنا سنتے تھے۔

الیاس ابن مضر ہیں ـــــ مضر وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اونٹوں کے لیے حدی خوانی کا طریقہ جاری کیا۔ مضر دوسرے لوگوں کے مقابل آواز میں احسن تھے۔

ابن نزار' بالکسر نزر سے ہے' اس کا معنی ہے ''قلیل'' ـــــ نزار نام اس لیے رکھا گیا کہ جب وہ پیدا ہوئے تھے تو ان کے باپ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان دیکھا ـــــ وہ نہایت درجہ مسرور ہوئے ـــــ اس خوشی میں انہوں نے لوگوں کو کھانا کھلایا اور یہ کہ اس پیدا ہونے والے کی خاطر میں نے جو کچھ کیا ہے' وہ تھوڑا ہے' نہ ہونے کے برابر ہے۔ قلیل ہے ـــــ اس لیے نزار نام رکھا گیا۔

نزار بن معد بن عدنان ہیں ـــــ اس پر علماء کا اجماع اس امر پر حجت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے

یا ذیب یعنی بھیڑیا ـــــ اور اپنے غلاموں کے نام اچھے ناموں سے رکھتے ہو۔ جیسے مرزوق ہے' رباح ہے'' ـــــ
اس اعرابی نے جواب دیا کہ ''ہم لوگ اپنے بیٹوں کے نام درندوں کے نام پر اپنے دشمنوں کیلئے رکھتے ہیں ـــــ اور اپنے غلاموں کے نام اپنے نفسوں کے لیے رکھتے ہیں ـــــ عرب لوگ ارادہ کرتے ہیں کہ ہمارے بیٹے ہمارے دشمنوں کے مقابلے میں جنگ کا سامان ہیں اور ان کے سینوں میں تیر ہیں ـــــ اس وجہ سے ان کے لیے یہ نام اختیار کیے ہیں''۔

اے بکسر ہمزہ ابن الانباری کا قول ہے ـــــ اور بفتح ہمزہ قاسم بن ثابت کا قول ہے ـــــ یاس رجا کی ضد ہے ـــــ اس نام میں لام تعریف کا ہے اور ہمزہ وصل کی ہے ـــــ سہیلی نے کہا ہے کہ یہ زیادہ صحیح قول ہے۔

اپنی نسبت عدنان تک بیان فرمائی۔ عدنان سے آگے نہیں بڑھے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ونسبت عزهاشم من اصولها ومحتدها المرضی اکرم محتد
صمت رتبة علیا اعظم بقدرها ولم تسم الا بالنبی محمد

''اور ہاشم کی عزت کی نسبت اس کے اصول سے ہے ـــــ یعنی آبائے کرام کی وجہ سے ہے ـــــ اور اس کی اصل پسندیدہ سب اصلوں سے اکرم اصل ہے ـــــ یہ نسبت رفیع منزل کی رو سے مرتفع ہے ـــــ اسے رفعت کو زیادہ کیا ہے۔ کس درجہ اپنے مرتبہ میں اعظم ہے ـــــ اور حال یہ ہے کہ اس نسبت کو محمد رسول اللہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے بلندی عطا ہوئی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قبیلہ بنی ہاشم کو گویا اپنے آبا سے مرتبہ ملا ہے مگر حق یہ ہے کہ یہ مقام یہ مرتبہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ملا ہے ـــــ کسی نے کیا خوب کہا ہے ۔

وکم اب قدعلا بابن ذ ذی شرف کم اعلت برسول اللہ عدنان

اور بہت سے باپ ہیں کہ بیٹے کی وجہ سے انہوں نے شرف کی بلندیوں پر علو کیا ہے۔ جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے عدنان کو شرف حاصل ہوا ہے اور انہوں نے علو پایا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس وقت اپنا نسب بیان کرتے تو معد بن عدنان سے آگے نہ بڑھتے ـــــ پھر آپ ٹھہر جائے اور فرماتے۔

''نسب بیان کرنے والوں نے معد بن عدنان سے جو تجاوز کیا ہے' جھوٹ کہا ہے۔'' یہ الفاظ دو تین بار دہراتے۔ [۷۲] ـــــ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس وقت فرمان الٰہی **الم یاتکم نباء الذین من قبلکم قوم نوح و عاد و ثمود والذین من بعدھم لا یعلمھم الا اللہ** پڑھتے تو یہ کہتے تھے کہ نسب بیان کرنے والوں نے جھوٹ کہا ہے۔ [۷۳]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حجت یہ تھی کہ نساب لوگ علم نسب کا دعویٰ کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے علم انساب کی بندوں سے نفی کی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نسب فقط عدنان تک ہی بیان کیا جا سکتا ہے۔ عدنان سے برتر جو کچھ بیان کیا جاتا ہے' یہ نہیں جانا جا سکتا کہ وہ کون شخص ہے اور اس کا نام کیا ہے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے درمیان تیس باپ ہیں جو نہیں پہچانے جاتے ـــــ عروہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت بیان کی کہ ہم نے کسی ایسے شخص کو نہیں پایا کہ معد بن

---

۷۲ اس حدیث کو مسند الفردوس میں روایت کیا ہے لیکن سہیلی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں زیادہ صحیح بات جو مرفوع روایت کی گئی ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔

۷۳ یعنی کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی ہے جو تم سے پہلے تھے۔ وہ لوگ قوم نوح' قوم عاد' قوم ہود اور قوم ثمود یعنی قوم صالح تھے ـــــ اور وہ لوگ جو ان کے بعد میں ہیں' ان کی کثرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا۔

عدنان کے بعد پہچانا جاتا ہو۔

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے اس شخص کا احوال پوچھا جو اپنا نسب آدم علیہ السلام تک پہنچاتا تھا ـــــ انہوں نے اس بات کو مکروہ سمجھا اور انکار کے طور پر یہ کہا کہ اس شخص کو کس نے اس کی خبر دی ہے ـــــ اسی طرح سے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انبیاء کرام علیہم السلام کے نسب کے بارے میں آدم علیہ السلام تک پہنچانے میں روایت کیا گیا ہے کہ وہ اسے مکروہ سمجھتے تھے۔

ہمارے لیے مناسب یہی ہے کہ ہم عدنان سے آگے بڑھنے سے اعراض کریں' اس لیے کہ عدنان سے اوپر ناموں میں الفاظ کی تبدیلی کے باعث اکثر نام غلط ہیں۔ اس لیے ان کی صحت میں دشواری ہے اور فائدہ نہ ہونے کے برابر۔

حضرت عبدالمطلب کے چہرے پر نور محمدی کی چمک:

حافظ ابو سعید نیشاپوری علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک جب عبدالمطلب کی طرف منتقل ہوا اور وہ بالغ بھی ہو گئے ـــــ ایک دن وہ مقام حجر میں سو گئے' پھر وہ خواب سے ایسے حال میں بیدار ہوئے کہ

- ان کی آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا تھا'
- سر میں تیل پڑا ہوا تھا'
- انہیں حسن و جمال کا حلہ پہنایا گیا تھا

وہ اپنی ایسی حالت دیکھ کر حیران رہ گئے ـــــ وہ نہیں جانتے تھے کہ ان کی آنکھوں میں سرمہ کس نے لگایا اور سر میں تیل کس نے ڈالا ہے؟

عبدالمطلب کا ہاتھ ان کے باپ مطلب نے پکڑا اور انہیں قریش کے کاہنوں کے پاس لے گئے اور سارا ماجرا انہیں کہہ سنایا۔ کاہنوں نے مطلب سے کہا:

''تم یہ جان لو کہ آسمان کے الٰہ نے اس لڑکے کو اجازت دی ہے کہ نکاح کرے۔''

مطلب نے عبدالمطلب کا نکاح قیلہ کے ساتھ کر دیا۔[۷۴] ـــــ قیلہ نے عبدالمطلب سے حارث کو جنم دیا' پھر وہ وفات پا گئیں ـــــ

قیلہ کے بعد ہند بنت عمرو سے عبدالمطلب کی شادی کرا دی ـــــ عالم یہ تھا کہ عبدالمطلب کے جسم سے خالص مشک کی بو مہکتی تھی ـــــ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ان کی پیشانی سے چمکتا تھا ـــــ

قریش کی یہ حالت تھی کہ جب قحط سالی ہوتی تو وہ عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑتے اور ان کو جبل ثبیر کی طرف لے جاتے اور ان کی ذات سے تقرب الی اللہ چاہتے اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے کہ ان کو بارش سے سیراب فرما ـــــ اللہ تعالیٰ ان کی فریاد رسی فرماتا اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نور کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کو عظیم بارش سے سیراب فرماتا تھا ـــــ قریش

---

۷۴ قیلہ لقب ہے جبکہ ان کا نام صفیہ بنت جندب اور کنیت ام الحارث ہے۔

نے عبدالمطلب کی آزمائش کر لی تھی کہ انکی حاجتیں عبدالمطلب کے ہاتھ سے پوری ہوتی ہیں ــــ یہ برکت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نور کے سبب سے تھی اور اسی سبب سے جاہلیت کے لوگ جن امور پر قائم تھے' عبدالمطلب ان کے خلاف تھے ــــ یہ امر اللہ تعالیٰ کے الہام سے تھا ــــ اور عبدالمطلب اپنی اولاد کو ظلم اور بغی ترک کرنے کے لیے حکم فرماتے تھے ــــ اور ان کو مکارم اخلاق کی ترغیب و تحریک دیتے ــــ اور جو کام دنائت کے تھے' ان سے ان کو منع کرتے تھے ــــ اور وہ طریقے جو قرآن شریف اور سنت مطہرہ میں آئے ہیں' انہیں اختیار فرماتے تھے ــــ جیسے

- نذر ادا کرنی
- نکاح محارم سے ممانعت
- سارق کا ہاتھ کاٹنا
- موودہ کے قتل سے ممانعت ۷۵
- خمر کی حرمت
- بیت اللہ کا برہنہ طواف نہ کرنا ۷۶

ابرہہ کے لشکر کی ابابیلوں سے ہلاکت:

اصحمۃ النجاشی کی طرف سے یمن کا بادشاہ ابرہہ بیت الحرام کو ڈھانے کے لیے جب آیا تو عبدالمطلب کو بھی اس کی خبر پہنچی ــــ انہوں نے قریش سے فرمایا:

''اے گروہ قریش! ابرہہ بیت اللہ ڈھانے کے لیے راستہ نہ پائے گا ــــ اس لیے کہ اس بیت (گھر) کا رب وہ ہے جو اس بیت کی حمایت اور حفاظت کرتا ہے۔''

ابرہہ آیا تو قریش کے اونٹ اور بکریاں ہانک کر لے گیا ــــ ان اونٹوں میں چار سو اونٹنیاں حضرت عبدالمطلب کی تھیں ــــ حضرت عبدالمطلب قریش کے لوگوں کے ساتھ سوار ہوئے اور جبل ثبیر پر چڑھ گئے ــــ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارک کے ہالہ نے ہلال کی طرح حضرت عبدالمطلب کی پیشانی پر دائرہ کیا اور اس کی شعاع آفتاب کی مانند شدت سے بیت الحرام پر پہنچی۔ حضرت عبدالمطلب نے نور کا دائرہ اپنی پیشانی پر اور اس کی شعاع بیت اللہ پر دیکھی تو کہا:

''اے گروہ قریش! تم پلٹ جاؤ' تم کو اس امر کی کفایت کی گئی ــــ اللہ کی قسم! یہ جو نور مجھ سے نکلا ہے' اس بات کا اشارہ ہے کہ ہمیں کامیابی و کامرانی ہوگی۔''

اہل قریش حضرت عبدالمطلب کے کہنے پر پلٹ کر چلے گئے۔

پھر ابرہہ نے ایک شخص کو بھیجا تا کہ وہ قریش کے لشکر کو بھگا دے۔ ۷۷ ابرہہ کا بھیجا ہوا آدمی مکہ میں آیا۔ جب اس نے حضرت عبدالمطلب کے چہرہ کی طرف دیکھا تو اس کی زبان لڑکھڑا گئی اور بے ہوش ہو کر گر پڑا ــــ جب ہوش میں آیا تو حضرت عبدالمطلب کے لیے سجدہ میں گر پڑا اور کہنے لگا:

---

۷۵ عرب لوگ حمیت جاہلیت سے لڑکی کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ اس کو موودہ کہتے ہیں ــــ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ واذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت

۷۶ ان امور کو سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب ''مرآۃ الزمان'' میں ذکر کیا ہے۔

۷۷ قریش والوں کا کوئی لشکر نہیں تھا' صرف وہی لوگ تھے جو عبدالمطلب کے ہمراہ آئے تھے اور انہوں نے ابرہہ سے جنگ کا ارادہ کیا تھا ــــ جب مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی تو لوٹ کر چلے گئے تھے۔

''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ قریش کے برحق سید (سچے سردار) ہیں۔''

حضرت عبدالمطلب جب ابرہہ کے پاس تشریف لے گئے تو ابرہہ نے اپنے اس عظیم ہاتھی کے فیل بان کو اشارہ کیا کہ اس ہاتھی کو عبدالمطلب کے سامنے حاضر کر دے جو بادشاہ کو سجدہ نہیں کرتا تھا' تا کہ عبدالمطلب اس ہاتھی کو ڈرائیں ــــــ (جبکہ دوسرے ہاتھی ابرہہ کو سجدہ کرتے تھے) ــــــ ہاتھی نے جب حضرت عبدالمطلب کے چہرہ کی طرف نظر کی تو جس طرح سے اونٹ بیٹھ جاتا ہے' وہ بیٹھ گیا اور سجدہ میں گر گیا ــــــ اللہ تعالیٰ نے اس ہاتھی کو گویا کر دیا۔ اس نے کہا:

''اے عبدالمطلب! اس نور پر سلام ہو جو آپ کی پشت میں ہے۔''

ابرہہ جب مکہ معظمہ میں کعبہ شریف ڈھانے کے لیے آیا تو لشکر کے ساتھ وہ ہاتھی بھی تھا ــــــ وہ ہاتھی بیٹھ گیا۔ آدمیوں نے اس پر شدید چوٹیں لگائیں کہ وہ کھڑا ہو جائے مگر وہ ہاتھی کھڑا نہیں ہوا بلکہ مکہ شریف کی طرف نہیں بڑھا ــــــ اسے یمن کی طرف اس خیال سے بڑھایا کہ مکہ کی طرف پھر پلٹ آئے گا ــــــ اسے مکہ کی طرف پلٹایا وہ کھڑا ہو گیا لیکن مکہ کی طرف نہیں بڑھا۔ ۷۸ے

پھر اللہ تعالیٰ نے ابابیل پرندوں کو دریا سے ابرہہ کے لشکر کی طرف بھیجا ــــــ ان پرندوں میں سے ہر ایک کے ساتھ تین تین پتھر تھے ــــــ ایک پتھر اس کی چونچ میں اور دو پتھر اس کے دونوں پنجوں میں ۔ یہ پتھر مسور کے دانہ کی طرح تھے ــــــ ابرہہ کے لشکر میں جس کسی کو وہ پتھر لگتا' وہ ہلاک ہو جاتا تھا ــــــ جب ان لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو مکہ معظمہ سے بھاگتے ہوئے نکلے اور جدھر ان کو راستہ ملا' ادھر کو گرتے پڑتے بھاگتے جاتے تھے اور ہلاک ہوتے جاتے ــــــ

ابرہہ کے جسم میں چیچک کی بیماری پیدا ہو گئی۔ اس کی ایک ایک کر کے ساری انگلیاں گر پڑیں ــــــ اس کے جسم سے پتلا اور گاڑھا ریم اور خون بہنے لگا یہاں تک کہ اس کا دل پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔ ۷۹ے اس قصہ کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۔سے اپنے اس فرمان سے اشارہ فرمایا ہے۔ **الم تر کیف فعل ربك باصحاب الفیل** ــــــ

اگر یہ سوال اٹھایا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو الم تر کیف کس لیے فرمایا' حالانکہ یہ واقعہ بعثت (اعلانِ نبوت) سے کافی عرصہ پہلے رونما ہوا تھا ــــــ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں دیکھنے سے مراد علم اور یاد دلانا ہے ــــــ یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اصحاب فیل (ہاتھی والے) کے قصہ کی خبر متواتر ہے' لہٰذا جو علم اس خبر سے حاصل ہو گا' وہ ''علم ضروری'' ہو گا اور وہ علم اپنی قوت میں دیکھنے کا مساوی ہو گا۔

یہ قصہ سیدنا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شرف پر دلالت کرتا ہے اور آپ کی نبوت کے لیے آغاز اور قوت کا

---

۷۸ شام کی طرف اس کا رخ کیا تو وہ دوڑتا چلا گیا ــــــ پھر مشرق کی طرف اس کو چلایا' وہ دوڑ کر گیا مگر مکہ کی طرف ایک قدم نہیں بڑھا۔

۷۹ ابن اسحاق کی روایت ہے کہ صنعائے یمن میں ابرہہ کے سینہ کے دو ٹکڑے ہو گئے ــــــ ایک اور روایت یوں ہے کہ ابرہہ جس وقت ایک سرزمین میں پہنچا' اس کا ایک عضو گر پڑا' یہاں تک کہ بلادِ خثعم میں پہنچا۔ اس وقت اس کے جسم پر اس کے سر کے سوا کچھ نہ باقی تھا' وہ مر گیا ــــــ یہ بھی ممکن ہے کہ ابرہہ بلادِ خثعم میں مرا ہو اور اس کے آدمی اسے مردہ حالت میں لے گئے ہوں۔

باعث اور ارہاص ہے۔۸۰ ـــــ اور آپ کی قوم کے ساتھ مخلوق نے جو کچھ اعتنا کیا اور آدمیوں کا اعتنا آپ کی قوم پر ظاہر ہوا تو اس اعزاز سے مطلع کرنے کے لیے اس قصہ کی خبر دی گئی ـــــ یہاں تک کہ اہل عرب نے آپ کی قوم سے خضوع کیا اور ان کے مطیع ہو گئے اور انہوں نے اس بات پر یقین کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی قوم کو تمام آدمیوں پر فضیلت اور شرف حاصل ہے ـــــ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی حمایت کی اور ان سے اس ابرہہ کا شر رفع فرمایا جس سے جنگ کرنے کی تمام اہل عرب میں طاقت و ہمت نہ تھی۔ غرض یہ تمام باتیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت کے ارہاص سے تھے۔

امام رازی علیہ الرحمہ نے کہا کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ نبوت کی (تقویت) طاقت کے لیے اعلان نبوت سے پہلے معجزات کی تقدیم آغاز کے لیے جائز ہے۔ اسی لیے اعلان نبوت سے پہلے بادل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر سایہ کرتا تھا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حجاج ابن یوسف نے کعبہ کو ویران کیا اور جو حالات ابرہہ اور اس کے لشکر کے ساتھ پیش آئے' ان میں سے کوئی حادثہ حجاج کے ساتھ پیش نہ آیا ـــــ اس کا جواب یہ ہے کہ ابرہہ کے ساتھ جو واقعات پیش آئے' وہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ازروئے ارہاص واقع ہوئے ـــــ ارہاص نبی کے آنے سے پہلے محتاج نہیں ہوتا جبکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ظہور فرمایا اور آپ کی نبوت قطعی دلائل کے ساتھ مضبوط ہوگئی تو ان حالات میں کسی کی حاجت و ضرورت نہ رہی ـــــ واللہ اعلم ـــــ جبکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالمطلب کو اس بلا سے نجات عطا فرمائی اور ابرہہ نامراد و نا اُمید پلٹ گیا ـــــ

اس دوران حضرت عبدالمطلب مقام حجر میں سو رہے تھے کہ انہوں نے ایک عظیم خواب دیکھا ـــــ بیدار ہوئے تو خوفزدہ اور مرعوب تھے ـــــ قریش کے کاہنوں سے اپنا خواب بیان کیا ـــــ کاہنوں نے کہا:

"اگر تمہارا خواب سچا ہوگا تو تمہاری پشت سے ضرور وہ شخص پیدا ہوگا جس پر اہل زمین و آسمان ایمان لائیں گے ـــــ اور وہ لوگوں کے درمیان ایسا ہوگا جیسے علم ظاہر ہوتا ہے۔"

حضرت عبدالمطلب نے اسی زمانہ میں حضرت فاطمہ سے شادی کی۔ حضرت فاطمہ اس وقت حضرت عبداللہ ذبیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے حاملہ ہوئیں۔

حضرت عبدالمطلب نے جو زمزم کھودا:

حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے ذبح کا سبب یہ تھا کہ حضرت عبدالمطلب کو زمزم کھودنا پڑا جس کا پس منظر یہ ہے کہ عمرو بن الحارث جرہمی کی قوم نے اللہ تعالیٰ کے حرم (کعبہ) میں نافرمانی کی اور زیادتیاں کیں۔۸۱ ـــــ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو

---

۸۰ ارہاص وہ خوارق عادات یا کرامات جو نبوت سے پہلے ہوں ـــــ انبیاء علیہ السلام نبوت سے پہلے اولیاء کے درجہ سے قاصر نہیں ہوتے ـــــ یہ جائز ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے خوارق کا ظہور ہو۔ ان خوارق کا نام ارہاص ہے ـــــ اس کی تفصیل میر سید شریف جرجانی علیہ الرحمہ نے کی ہے۔ ائمہ اصول کا یہی مذہب ہے۔

۸۱ زیادتیاں یہ تھیں کہ جو غیر لوگ حرم شریف میں آتے یہ لوگ ان پر ظلم کرتے ـــــ کعبہ کے لیے جو مال ہدیہ کے طور پر بھیجا جاتا' یہ لوگ اسے کھا لیتے تھے' اس لیے ان کا حال برا ہو گیا ـــــ

غفلت سے بیدار کیا اور انہوں نے قوم جرہم کو مکہ معظمہ سے نکال دیا۔۔۔۔ عمرو بن الحارث نے غبن کردہ مال میں سے قیمتی اور نفیس ماہ چاہ زمزم میں چھپا دیا اور زمزم کا نشان بھی مٹانے کی کوشش کی۔ پھر اپنی قوم کے ساتھ یمن کی طرف بھاگ گیا۔۔۔۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب دیکھا اور خواب میں زمزم کے لیے رہنمائی کی گئی اور زمزم سے متعلق علامات بتلائی گئیں۔ ان علامتوں پر حضرت عبدالمطلب نے زمزم کھودنا چاہا۔۔۔۔ لیکن قریش نے مخالفت وممانعت کی۔۔۔۔ ان میں سے کچھ کمینے لوگوں نے انہیں تکلیف بھی پہنچائی جس سے حضرت عبدالمطلب کی آزمائش بڑھ گئی۔۔۔۔ ان کی اولاد میں اس وقت فقط حارث تھے۔۔۔۔ حارث کے علاوہ ان کا کوئی اور فرزند نہیں تھا۔۔۔۔ حضرت عبدالمطلب نے نذر مانی کہ

''اگر میرے دس بیٹے پیدا ہوں گے اور وہ میرے مددگار ہوں گے یعنی میرے دشمنوں کو دفع کریں گے تو ان میں سے ایک فرزند کو ذبح کروں گا۔''

اس نذر ماننے کے بعد انہوں نے زمزم کھود لیا۔۔۔۔ زمزم ان کے لیے باعث عزت وفخر تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالمطلب کو دس بیٹے عطا فرمائے جن کے نام نام یہ ہیں:

✪ حارث ✪ زبیر ✪ حجل ✪ ضرار ✪ مقوم

✪ ابولہب ✪ عباس ✪ حمزہ ✪ ابوطالب

✪ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے ان بیٹوں کے باعث حضرت عبدالمطلب کی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبداللہ کی قربانی:

حضرت عبدالمطلب ایک رات خانہ کعبہ میں سو گئے۔۔۔۔ انہوں نے خواب میں دیکھا' کوئی کہہ رہا تھا:

''اے عبدالمطلب! رب کعبہ کے لیے اپنی نذر پوری کرو۔''

یہ خواب دیکھ کر فکرمند ہوئے' پھر ایک مینڈھا ذبح کیا اور فقراء ومساکین کو کھلا دیا۔۔۔۔ حضرت عبدالمطلب پھر سو گئے۔۔۔۔ پھر خواب میں کہا گیا:

''مینڈھے سے جو شے اکبر ہے' وہ ذبح کرو۔''

خواب سے بیدار ہوئے اور ایک بیل ذبح کیا۔ پھر سو گئے۔۔۔۔ پھر خواب میں کہا گیا:

''اس سے اکبر شے ذبح کرو۔''

آپ نے خواب سے بیدار ہو کر ایک اونٹ ذبح کیا اور مساکین کو کھلا دیا۔۔۔۔ پھر سو گئے۔ انہیں یہ ندا کی گئی۔

''جو شے اس سے اکبر ہے' وہ ذبح کرو۔''

حضرت عبدالمطلب نے ندا کرنے والے سے پوچھا:

''اونٹ سے اکبر کیا شے ہے؟''۔۔۔۔ جواب ملا:

''اپنی اولاد میں سے اس ایک فرزند کو ذبح کرو' جس کی تم نے نذر مانی ہے۔''

اس پر حضرت عبدالمطلب شدید غمگین ہوئے۔ اپنی اولاد کو جمع کیا اور انہیں اپنی نذر کے بارے میں بتلایا ـــــ سب بیٹوں نے کہا:

''ہم آپ کی اطاعت کرتے ہیں ـــــ آپ فرمائیں۔ ہم میں سے آپ کسے ذبح کرنا پسند فرمائیں گے۔''

حضرت عبدالمطلب نے کہا کہ تم میں سے ہر ایک' ایک بغیر نوک کا تیر لے کر اس پر اپنا نام لکھے ـــــ اور اپنے اپنے نام والے سب تیر میرے پاس لے آؤ ـــــ باپ کے ہدایت پر سبھی اپنے اپنے نام کے تیر لے آئے ـــــ اور ہبل نامی بت کے پاس پہنچے جو خانہ کعبہ میں سب سے بڑا بت تھا۔ قریش کے لوگ اس کے پاس قرعہ ڈالتے تھے ـــــ قرعہ ڈالنے پر مقرر آدمی سے اتفاق کرنا پڑتا تھا کہ قرعہ میں جو کچھ نکلے گا' اس پر راضی ہیں ـــــ جس کا نام جس شے پر نکلتا' وہ اس پر راضی ہوتا ـــــ حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹوں کے ناموں کے تیر اس قرعہ انداز کو دیئے ـــــ اور خود کھڑے ہو کر دعا کرنے لگے۔

''اے میرے اللہ! میں نے اپنے بیٹوں میں سے تیرے لیے ایک کے ذبح کی نذر مانی ہے ـــــ میں ان کے درمیان قرعہ ڈالتا ہوں' جو تجھے منظور ہو اس کا نام نکال دے۔''

قرعہ ڈالنے پر حضرت عبداللہ کا نام نکلا ـــــ حضرت عبداللہ اپنے بھائیوں کی نسبت اپنے باپ کے سب سے پیارے تھے ـــــ ناچار حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کا ہاتھ پکڑا اور چھری لے کر اساف اور نائلہ نامی بتوں کے پاس آئے ـــــ یہ دو بت کعبہ میں قربانی کے لیے مخصوص تھے۔

قریش کے سردار حضرت عبدالمطلب کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے اور انہیں ایسا کرنے سے روکا ـــــ حضرت عبدالمطلب نے کہا کہ میں تو اپنی نذر پوری کر رہا ہوں ـــــ قریشی سرداروں نے کہا:

''تم عبداللہ کو ذبح نہ کرو ورنہ ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے ـــــ اس طرح سے تو ہمیشہ کے لیے یہ ایک رسم بن جائے گی کہ ہر آدمی اپنے بیٹے کو لا کر ذبح کیا کرے گا ـــــ تم اپنے رب سے معافی مانگو ـــــ تم فلاں کاہنہ سے رجوع کرو ـــــ ہمیں یقین ہے کہ وہ کاہنہ تمہارے لیے بہتر راہ نکال لے گی۔''[۸۲]

قریش کے لوگ مدینہ منورہ کے پاس خیبر میں اس کاہنہ کے پاس گئے ـــــ حضرت عبدالمطلب نے اس سے اپنی نذر اور اپنے فرزند کی قربانی کا ذکر کیا ـــــ اس نے پوچھا:

''تم لوگوں میں نفس کی دیت کتنی ہے؟''

انہوں نے کہا ''دس اونٹ ہیں۔'' ـــــ اس نے سن کر کہا:

''تم لوگ واپس چلے جاؤ ـــــ پھر اپنے بیٹے عبداللہ اور دس اونٹ لے لو۔ دس اونٹوں اور حضرت عبداللہ پر قرعہ ڈالو ـــــ اگر قرعہ حضرت عبداللہ کے نام پر نکلے تو اونٹوں کی تعداد بڑھا دو ـــــ پھر اس طرح قرعہ ڈالتے رہو یعنی ہر ایک قرعہ پر اونٹوں کی تعداد بڑھاتے جاؤ ـــــ یہاں تک کہ قرعہ اونٹوں پر نکل آئے ـــــ اور جب ایسا ہو تو سمجھ لو تمہارا رب راضی ہو گیا اور تمہارے فرزند نے نجات پائی ـــــ پھر یہ سب اونٹ ذبح کر ڈالو۔''

۸۲ حافظ عبدالغنی نے اپنی کتاب ''المبہمات'' میں کاہنہ کا نام قطبہ لکھا ہے ـــــ جبکہ ابن اسحاق نے اس کا نام سجاح بیان کیا ہے۔

انہوں نے مکہ معظمہ واپس آ کر ایسا ہی کیا ۔۔۔ حضرت عبداللہ کو بھی حاضر کیا اور دس اونٹ بھی اور حضرت عبدالمطلب دعا کے لیے کھڑے ہو گئے ۔۔۔ لیکن قرعہ ان کے فرزند کے نام پر نکلا ۔۔۔ کاہنہ کی تجویز کے مطابق اونٹوں کی تعداد بڑھاتے بڑھاتے سو (۱۰۰) ہو گئی ۔۔۔ جب اونٹ سو (۱۰۰) کی تعداد کو پہنچے تب قرعہ اونٹوں پر نکلا ۔۔۔ چنانچہ اونٹ ذبح کر دیے گئے اور اسی جگہ چھوڑ دیے گئے ۔۔۔ ان کا گوشت لینے اور کھانے سے نہ کسی مرد کو روکا گیا اور نہ کسی پرندے یا درندے کو ۔۔۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں۔''

ذبیح حضرت اسماعیل ہیں نہ حضرت اسحاق علیہم السلام:

حضرت معاویہ بن سفیان سے روایت ہے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس حاضر تھے ۔۔۔ آپ کے حضور ایک اعرابی آیا۔ اس نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) میں شہروں کو اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ وہ قحط کی حالت میں ہیں اور پانی خشک ہو گیا ہے ۔۔۔ مال یعنی اونٹ' بکریاں وغیرہ ہلاک ہو گئے ۔۔۔ اور عیال فاقوں سے ضائع ہو گئے۔

اے ابن الذبیحین! آپ مجھے اس غنیمت سے کچھ عطا کیجیے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہے۔''

اعرابی کی بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے تبسم فرمایا اور ابن الذبیحین ہونے سے انکار نہیں کیا ۔۔۔ ۸۳ ذبیحین سے مراد حضرت عبداللہ اور حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہم السلام ہیں ۔۔۔ کچھ علماء کا خیال ہے کہ ذبیح حضرت اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں ۔۔۔ اگر یہ بات صحیح ہو تو یہ کہا جائے کہ عرب چچا کو باپ سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

ام کنتم شهداء اذحضر یعقوب الموت اذقال لبیه ماتعبدون من بعدی قالوانعبد الهك واله آبائك ابراهیم و اسمعیل و اسحق

یہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو باپ گردانا ہے جبکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے چچا ہیں۔

لوگوں نے حضرت معاویہ سے پوچھا کہ ذبیحین کون لوگ ہیں؟

حضرت معاویہ نے جواب دیا:

''حضرت عبدالمطلب کو جب زمزم کھودنے کے لیے حکم ہوا تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر زمزم آسانی سے کھد گیا تو اپنے بیٹوں میں سے ایک بیٹے کو ذبح کریں گے ۔۔۔ زمزم کھودے جانے پر انہوں نے اپنی نذر پوری کرنا چاہی ۔۔۔ اپنے بیٹوں کے نام قرعہ ڈالا جو کہ حضرت عبداللہ کے نام پر نکلا ۔۔۔ چنانچہ حضرت عبدالمطلب انہیں

۸۳ جیسا کہ زمخشری نے اپنی کتاب ''الکشاف'' میں روایت بیان کی ہے۔

ذبح کرنے کے لیے تیار ہو گئے لیکن حضرت عبداللہ کے ماموں نے جو بنی مخزوم سے تھے' حضرت عبدالمطلب کو اس سے منع کرتے ہوئے تجویز پیش کی کہ بجائے اس قربانی کے اپنے رب کو راضی کرو اور اپنے بیٹے کا فدیہ دے دو۔۔۔۔ حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کے بدلے ایک سو اونٹ دیئے۔۔۔۔

لہٰذا پہلے ذبیح حضرت عبداللہ ہیں اور دوسرے حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں"۔

ابن القیم کا کہنا ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اور اس میں شک نہیں کہ ذبح مکہ معظمہ میں تھا۔۔۔۔ اس لیے قربانیاں یوم نحر (دس ذوالحجہ) میں مکہ معظمہ ہی میں ٹھہرائی گئیں۔۔۔۔ جیسا کہ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا مکہ معظمہ ہی میں ہے۔۔۔۔ اور مکہ ہی میں کنکریاں ماری جاتی ہیں جسے رمی جمار کہتے ہیں۔۔۔۔ ان باتوں کے مطابق حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ دونوں وہی ہیں جو مکہ معظمہ میں تھے' نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ۔۔۔۔

اور اگر ذبح فرض محال ملک شام میں ہوتا جیسا کہ یہود گمان کرتے ہیں اور وہ لوگ جو اس گمان کے ہم خیال ہیں اور پھر قربانیاں اور یوم نحر ملک شام میں ہوتے نہ کہ مکہ معظمہ میں۔۔۔۔ حضرت اسماعیل کے ذبح ہونے کی دلیل یہ بھی ہے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ذبیح کا نام حلیم رکھا ہے۔ اس لیے کہ جو شخص اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی طاعت میں ذبح کرنے کے لیے تسلیم کر دے' اس سے بڑھ کر حکمت والا اور کون ہوگا۔۔۔۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق علیہ السلام کا ذکر کیا ہے تو ان کا نام حلیم رکھا ہے۔۔۔۔ عقلی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بشری فطرت کے مطابق کہ ماں باپ کو پہلا بیٹا اس اولاد سے زیادہ پیارا ہوتا ہے جو اس کے بعد ہوتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے بیٹے کی تمنا کی' اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرما دیا۔ بیٹا عطا ہونے پر ان کے دل میں اس کی محبت نے جگہ بنا لی۔۔۔۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا۔ اس خلت[۸۴] کا منصب محبوب کی محبت کے باعث توحید کا مقتضی ہے اور یہ کہ اس محبت میں کوئی اور شریک نہ ہو۔ لیکن یہاں دل میں بیٹے کی محبت کے لیے بھی گنجائش نکل آئی۔۔۔۔ خلت کو غیرت آئی کہ خلیل کے دل سے یہ دوسری محبت نکال دے۔ چنانچہ محبوب کے ذبح کرنے کے لیے حکم ہو گیا۔ اس کے باوجود حضرت خلیل نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔۔۔۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی محبت بیٹے کی محبت سے بڑھ کر تھی' اعظم تھی۔۔۔۔ اس وقت خلت خالص نظر آئی تو ذبح میں کوئی مصلحت باقی نہ رہی۔ اس لیے کہ عزم اور نفس کا اطمینان دلانے میں یہ مقصد یقیناً حاصل ہو گیا اور یوں ذبح کا حکم منسوخ کر کے ذبیح کا فدیہ دیا گیا اور حضرت خلیل اللہ نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔

ان الذبيح هديت اسمعيل ۔۔۔ نطق الكتاب بذاك والتنزيل

"اے مخاطب! تجھے ہدایت ہو کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں' ان کے ساتھ کتاب اور تنزیل ناطق ہے۔"

شرف به خص الا له نبيا ۔۔۔ وابانه التفسير والتاويل

اس شرف کو حضرت اسماعیل علیہ السلام پر مقصود کر دے کہ وہی ذبیح ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس امر کے ساتھ ہمارے نبی کریم

۸۴ خلت وہ خالص سچائی ہے جس میں کوئی چیز حائل نہیں ہے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو خاص کیا ہے اور اس امر کو کلام الٰہی کی تفسیر اور تاویل نے ظاہر کر دیا ہے۔

معافی بن ذکریا نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک یہودی عالم سے (جو بعد میں مسلمان ہو گیا تھا) پوچھا:

''حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کون سے بیٹے کے ذبح کے لیے حکم ہوا تھا؟''

اس عالم نے جواب دیا:

''واللہ اے امیر المومنین! یہودیوں کو پتہ ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں لیکن عربوں سے حسد کے سبب وہ اسے نہیں مانتے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تمہارے باپ ہوں ــــ یہ حسد اس فضل کی وجہ سے ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام سے کیا ہے۔ وہ اس فضل سے انکار کرتے ہیں اور یہ گھمنڈ کرتے ہیں کہ وہ حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں اور وہ بزرگی انہیں عطا کی گئی ہے ــــ وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ حضرت اسحاق علیہ السلام یہود کے باپ ہیں۔''

اے رب کریم سے خالص محبت رکھنے والے! تو غور کر کہ اس واقعہ میں کیا سر جلیل (اعلیٰ راز) ہے ــــ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے نقصان کے بعد ان کے حوصلہ اور سختی کے بعد لطف و کرم فرماتا ہے ــــ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور ان کے بیٹے کی اپنے وطن بیت المقدس سے دوری ــــ پھر مکہ میں تنہائی و غربت ــــ اور بیٹے کے ذبح پر صبر کیا ــــ اس کا پھل یہ ملا کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور ان کے بیٹے کی نشانیاں اور ان کے قدموں کے روندنے کی جگہوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیاں (شعائر اللہ) قرار دیا اور ان مقامات کو روز قیامت تک کے لیے حج کا حصہ اور عبادت کے لائق قرار دیا ــــ

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت اس شخص کے لیے ہے جو مخلوص میں سے ہے اور

☆ ضعف رکھتا ہے اور ذلت اٹھاتا ہے اور انکسار اختیار کر لیتا ہے۔

☆ مصیبتوں پر صبر کرتا ہے اور قضا کے ساتھ خوشی سے ملتا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کی شان کی بلندی کا ارادہ فرماتا ہے اور یہ اس کریم کا فضل ہے۔ ارشاد باری ہے:

ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلهم ائمة ونجعلهم الوارثین ونمکن لهم فی الارض ذالك فضل الله یوتیه من یشآء والله ذوالفضل العظیم

''اور ہم یہ ارادہ کرتے ہیں کہ ان لوگوں پر فضل کریں جو زمین پر کمزور ہیں' وہ فضل یہ ہے کہ ان کو خوف سے نجات دیں' انہیں امر دین میں پیشوا کریں اور ان کو وارث کریں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ہے' جسے چاہتا ہے' اسے نوازتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔''

کچھ لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب نے یہ نذر مانی تھی کہ جس وقت ان کے فرزندے پورے دس ہو جائیں گے' تب وہ ان میں سے ایک کو ذبح کریں گے ــــ حالانکہ ان کی شادی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ہالہ سے

ر پوری کرنے کے بعد ہوئی ـــــ لہٰذا حضرت عبدالمطلب کے دو بیٹے حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نذر پوری کرنے کے بعد پیدا ہوئے۔ چنانچہ نذر پوری کرنے کے بعد حضرت عبدالمطلب کے دس بیٹے ان دو سمیت نہیں تھے ـــــ حلبی نے کہا ہے کہ اس میں اشکال نہیں ہے' اس لیے کہ علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ چچا تھے ـــــ ایک اور رویت کے مطابق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دس چچا تھے' زیادہ نہیں تھے ـــــ تو یہ لفظ وں اور بیٹوں کے بیٹوں پر حقیقی طور پر واقع ہوتا ہے نہ کہ مجازی طور پر ـــــ اس صورت میں حضرت عبدالمطلب کے بیٹوں اور وں کے بیٹوں سے دس مرد تھے جس وقت انہوں نے نذر پوری کی۔

سیرت کی کچھ کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبدالمطلب کے بیٹوں میں سب سے ہوئے تھے' یہ بات اتنی معروف نہیں ـــــ شاید روایت یہ ہو کہ حضرت عبداللہ اپنی ماں کے بیٹوں میں اصغر تھے ورنہ تاریخ بتاتی ہے کہ

''حضرت حمزہ' حضرت عبداللہ سے چھوٹے تھے ـــــ جبکہ حضرت عباس' حضرت حمزہ سے چھوٹے تھے۔'' رضی اللہ تعالیٰ عنہما

یوں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب بھائیوں میں سب سے چھوٹے ہیں ـــــ حضرت عباس سے روایت ہے کہ:

''رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پیدا ہونا مجھے یاد ہے۔ میں اس وقت تین برس کا تھا یا تین برس سے کچھ کم یا زیادہ تھا ـــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس لائے گئے۔ میں نے آپ کی طرف دیکھا تو عورتیں مجھے کہنے لگیں کہ اپنے بھائی کو پیار کرو ـــــ میں نے آپ کو پیار کیا۔''

اس صورت میں یہ کہنا کیونکر درست ہوگا کہ حضرت عبداللہ ہی اصغر تھے۔ یہ بکائی علیہ الرحمہ کی روایت ہے۔ اس روایت کی یک وجہ یہ ہے کہ جس وقت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذبح کا ارادہ کیا تو اس وقت اپنے بھائیوں میں ہ اصغر ہوں ـــــ حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس واقعہ کے بعد پیدا ہوئے ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی شادی:

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ کے ہمراہ اونٹ ذبح کرنے سے فارغ ہو کر جب واپس ہوئے تو ایک عورت کے پاس سے گزر ہوا۔ جو موضع تبالہ سے تھی ۸۵ مختلف روایات کے مطابق اس عورت کے تین نام ملتے ہیں:

✪ قتیلہ ✪ رقیقہ بنت نوفل ✪ فاطمہ بن مر الخثعمیہ ۸۶

یہ عورت کاہنہ تھی اور اس کا تعلق بنی اسد بن عبدالعزیٰ سے تھا ـــــ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش کے مردوں میں سب سے زیادہ حسین تھے۔ اس عورت نے جب وقت حضرت عبداللہ کے چہرہ کی طرف دیکھا تو اس نے کہا:

''آپ کے عوض جو اونٹ ذبح کیے گئے ہیں' میں آپ کو ان کی مثل دیتی ہوں۔ آپ اس وقت میرے ساتھ صحبت کریں۔''

۸۵ تبالہ نام کے دو گاؤں ہیں ایک یمن میں' ایک طائف میں شاید اس تبالہ کے پاس گئے ہوں جو کہ مکہ معظمہ کے قریب واقع ہے۔

۸۶ ابونعیم' خرائطی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت کی ہے۔

یہ اس نے اس وجہ سے چاہا کہ اس نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ میں نور نبوت دیکھا اور چاہا کہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاملہ ہو جاؤں ـــــ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے انکار فرمایا اور عذر کیا کہ میں اس کے لیے حوصلہ نہیں رکھتا۔ میرے باپ میرے ساتھ ہیں اور میں نہ ان کو چھوڑ سکتا ہوں اور نہ ان کے خلاف چل سکتا ہوں ـــــ اس امر کو اشعار میں یوں بیان کیا گیا ہے:

اما الحرام فالممات دونہ والحل لاحل فاستبینہ

وہ حرام فعل جس کی تو خواہش کرتی ہے سراسر موت کا راستہ ہے اور یہ حلال نہیں ہے کہ میں اسے ظاہر کروں ـــــ یا یہ کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح نہیں کیا ہے کہ میں تیری آرزو کو حلال جان کر اسے پورا کروں۔

فکیف بالامر الذی تبغینہ یحمی الکریم عرضہ و دینہ

جس امر کو تو چاہتی ہے اسے کیونکر کیا جائے ـــــ شریف آدمی اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرتا ہے اور برے کاموں سے اپنے بڑوں کی رسوائی کا باعث نہیں بنتا۔

حضرت عبدالمطلب حضرت عبداللہ کو وہب بن عبد مناف بن زہرہ کے پاس لائے۔ وہب اپنے نسب اور شرف کے اعتبار سے بنی زہرہ کے سردار تھے ـــــ انہوں نے اپنی بیٹی آمنہ کی شادی حضرت عبداللہ سے کر دی ـــــ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نسب میں اپنے باپ کی طرف سے اور حسب میں اپنی ماں کی طرف سے قریش کی تمام عورتوں میں افضل تھیں۔

علماء نے گمان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نکاح کر کے اپنے گھر لائے۔ شعب ابی طالب میں جمرۃ الوسطیٰ کے مقام پر ان سے صحبت کی ـــــ یہ دوشنبہ کا دن تھا ـــــ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حمل ٹھہر گیا۔ ملاپ کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر سے نکلے اور صحبت کی آرزومند عورت کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ

''آج تو مجھے وہ دعوت نہیں دے رہی جس کے لیے تو کل خواہاں تھی'' ـــــ

اس نے کہا:

''مجھے آپ سے صحبت کا کوئی شوق نہیں تھا ـــــ میں تو اس نور کی طالب تھی جو آج آپ سے جدا ہو گیا ہے ـــــ کل تک وہ نور آپ کے ساتھ تھا ـــــ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں تھا' یہ اس کی مرضی کہ اس نور کو جہاں چاہے رکھے۔''

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ حمل میں عجیب وغریب مشاہدات:

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حاملہ ہوئیں تو حمل کے دوران کئی عجیب وغریب واقعات وحالات دیکھنے میں آئے جو اس سے پہلے کبھی دیکھنے سننے میں نہیں آئے ـــــ علماء نے کہا ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نطفہ طاہرہ اور آپ کے درۂ محمدیہ نے حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے صدف رحم میں قرار پکڑا تو مقامات ملکوت وجبروت سے یہ ندا کی گئی:

- طہارت شریفہ کی جگہوں کو معطر کرو شرف اعلیٰ کے مقامات کو خوشبودار بناؤ۔
- صوفیہ ملائکہ مقربین کے لیے جو اہل صدق و صفا ہیں صفہ ہائے میں عبات کے مصلیے بچھاؤ۔''

یہ سب امور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی فرحت اور سرور کی وجہ سے ہوئے ـــــ اور وہ فخر سوائے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کسی کو حاصل نہیں ہوا جو ہمیشہ سے محفوظ چلا آ رہا تھا ـــــ

- ان کے بطن میں وہ نور منتقل ہوا ہے جو پوشیدہ تھا۔
- اللہ تعالیٰ جو قریب و مجیب ہے' اس نے اس سید برگزیدہ حبیب کے ساتھ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان عورتوں میں وہ خاص اور افضل و برتر مقام عطا فرمایا ہے جو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ ہونے کی آرزو رکھتی تھیں ـــــ اسلیئے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نسب میں اپنی قوم سے افضل و انجب ہیں ـــــ اور اصل فرع میں اپنی قوم سے پاکیزہ تر اور طیب ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن مبارک میں آپ کے پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو وہ ماہ رجب میں جمعہ کی رات تھی ـــــ اللہ تعالیٰ نے جنت کے خازن رضوان کو اس رات میں یہ حکم دیا کہ جنت الفردوس کو کھول دے اور زمین و آسمان میں یوں منادی کی جائے:

''اے زمین و آسمان کے رہنے والو! سن لو اور جان لو کہ وہ نور مخزون و مستور (چھپا ہوا خزانہ) جس سے نبی ہادی پیدا ہوگا' آج رات اپنی والدہ ماجدہ کے بطن مبارک میں قرار پکڑے گا جس میں آپ کی خلقت (پیدائش) کامل ہوگی ـــــ اور وہ نبی اپنی ماں کے پیٹ سے لوگوں کی طرف ایسے حال میں ظہور کرے گا کہ بشارت دینے والا اور ڈرسنانے والا ہوگا۔''۸۷

کعب الاحبار کی روایت میں یہ ہے کہ اس رات آسمان اور اس کے چاروں طرف اور زمین اور اس کے اجزاء میں یہ ندا کی گئی:

''وہ نور مکنون جس سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسد شریف کی صورت ہوگی' آج کی رات اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن میں قرار پکڑے گا۔''

- **فیاطوبی لها ثم یاطوبی لها**۸۸ ـــــ اس دن دنیا کے تمام بت صبح کے وقت اوندھے پائے گئے۔
- قریش میں سخت قحط کا عالم تھا۔ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارک کے صدقے زمین سرسبز ہوگئی

---

۸۷ سہل بن عبداللہ تستری نے اس بارے میں کہا ہے جسے حافظ خطیب بغدادی نے روایت کیا ہے۔

۸۸ صاحب قاموس نے لکھا ہے کہ اس کا معنی ''طیب' حسن اور خیر'' ہے ـــــ صاحب قاموس کے غیر نے اس کا معنی ''فرح اور آنکھوں کی ٹھنڈک'' بتایا ہے ـــــ ضحاک نے اس کا معنی ''عطیہ'' لکھا ہے ـــــ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ اس کا معنی ''نعمتیں'' ہیں ـــــ
حدیث پاک میں یوں بھی آیا ہے ـــــ **طوبیٰ للشام فان الملائکة باسطة اجنحتها علیہا طوبی** ـــــ بروزن فعلیٰ طیب وغیرہ معانی سے مراد ہے ـــــ نہ جنت مراد ہے نہ درخت طوبیٰ

اور درختوں پر پتے جنم لینے لگے۔

✪ قریش کے پاس ہر طرف سے کثیر خیر آئی۔۔۔۔

جس سنہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا حمل ٹھہرا' اس سنہ کا نام "سنہ فتح" اور ابتہاج (خوشی و مسرت) رکھا گیا۔

ابن اسحاق علیہ الرحمہ کی روایت ہے کہ جس وقت حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ حاملہ ہوئیں تو آپ بیان فرماتی ہیں کہ:

"میں نے جیسے خواب میں دیکھا کہ کسی نے مجھ سے کہا کہ آپ اس امت کے سید (سردار) کے ساتھ حاملہ ہوئی ہیں۔۔۔۔"

آپ فرماتی ہیں کہ:

"مجھے اس بات کا علم نہیں ہوا کہ میں آپ کے ساتھ حاملہ ہوئی ہوں۔۔۔۔ اور نہ میں نے اس حمل سے کچھ بوجھ محسوس کیا۔۔۔۔ اور نہ میں نے کسی ایسی چیز کی خواہش پائی جیسا کہ عام طور پر حاملہ عورتوں کا ہر ایک چیز کھانے کو دل کرتا ہے۔۔۔۔ مگر میں نے اتنی بات دیکھی کہ میرا حیض موقوف ہو گیا ہے۔۔۔۔ اور کوئی آنے والا میرے پاس ایسے حال میں آیا کہ میں کچھ سو رہی تھی اور کچھ بیدار تھی' اس نے مجھ سے پوچھا' کیا آپ کو اس امر کا علم ہو گیا ہے کہ آپ سیدالانام کے ساتھ حاملہ ہوئی ہیں۔۔۔۔ پھر اس آنے والے نے مجھے یہاں تک مہلت دی کہ جس وقت میرے جنم دینے کا وقت قریب آ گیا تو وہ آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ یہ کہو:

اعیذہ بالواحد　　من شر کل حاسد

یہ شعر پڑھنے کے بعد اس کہنے والے نے کہا کہ "نومولود کا نام مبارک محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) رکھو۔"

ابن اسحاق کے غیر کی روات میں ہے کہ اس کہنے والے نے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ یہ تعویذ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بازو پر باندھ دو۔۔۔۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

"میں ایسے حال میں بیدار ہوئی کہ میرے سر کے پاس سونے کا ایک قطعہ تھا جس میں اشعار لکھے ہوئے تھے:

اعیذہ بالواحد　　من شر کل حاسد

"اللہ تعالیٰ جو ذات و صفات اور اسماء میں ایک ہے' سے ہر ایک حاسد کے شر سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگہبانی اور حفاظت چاہتی ہے۔

و کل خلق راید　　من قائم و قاعد ۸۹

ہر اس مخلوق سے جو برائی کی آرزو رکھتی ہے' کھڑی ہے یا بیٹھی ہے' تمام کے شر سے پناہ چاہتی ہے۔

من السبیل حاید　　علی الفساد جاھد

مخلوق میں سے جو بھی سیدھی راہ سے ہٹا ہوا ہے اور فساد و خرابی کے لیے کوشش کرتا ہے' اس سے پناہ چاہتی ہوں۔

۸۹ راید۔۔۔۔ وہ شخص جسے گھاس کے لیے بھیجیں۔۔۔۔ طالب شر سے مراد ہے جو برائی کی طرف سبقت کرے۔

من نافث او عاقد و کل خلق مارد

ایسا فساد پر کوشش کرنے والا کہ وہ جادوگر ہے اور گرہوں میں سحر پھونکتا ہے اور ہر اس شخص سے پناہ چاہتی ہوں جو سرکش ہے اور سینہ زوری کرنے والا ہے۔

یاخذ بالمراصط ۹۰ فی طراق الموارد ۹۱

''ماردیا'' مخلوق سے ہر وہ شخص کہ گھات کی جگہوں کو آدمیوں کے جمع ہونے کے راستہ میں پکڑتا ہے' اس سے پناہ چاہتی ہوں۔''

شداد بن اوس سے یہ روایت ہے کہ نبی عامر سے کسی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کے حال کی کیا حقیقت ہے؟ ــــ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میرے امر کی یہ ابتداء ہے کہ آپ اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں ــــ اور اپنے بھائی عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں ــــ اور میں اپنے ماں باپ کا پہلا بیٹا ہوں۔ جیسے عورتیں حاملہ ہوتی ہیں' میری ماں میرے ساتھ زیادہ بھاری حمل سے حاملہ ہوئی ــــ میری ماں حمل کا بھاری پن جو پاتی تھی تو اپنی ہم صحبت عورتوں سے اس کا ذکر کرتی تھی ــــ پھر یہ ہوا کہ میری ماں نے اپنے خواب میں دیکھا کہ

''وہ مولود جوان کے بطن میں ہے' نور ہے۔''

اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے آپ کے حمل میں طبیعت کو بوجھل پایا جبکہ باقی حدیثوں میں ہے کہ انہوں نے طبیعت کو بوجھل نہیں پایا ــــ حافظ ابونعیم نے شداد بن اوس کی اس حدیث اور دوسری حدیثوں میں یوں جمع کیا ہے کہ:

''حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حمل کے باعث طبیعت میں بھاری پن حمل کے ابتدائی علقہ میں تھا اور استمرار حمل کے وقت دور ہو گیا ــــ لہٰذا حمل کا امر دونوں حالتوں میں اور عورتوں کی معروف عادت سے خارج ہوگا۔''

حافظ ابونعیم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاملہ ہوئیں تو ان کے حمل کی دلیل یہ تھی کہ حمل کی رات قریش کے کل چوپائے گویا ہو گئے تھے اور یہ کہتے تھے:

''قسم ہے رب کعبہ کی! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حمل ٹھہر گیا ــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دنیا کے امام اور اہل دنیا کے آفتاب ہیں'' ــــ

---

۹۰ یاخذ بالمراصد ــــ مارد کی صفت ہے یا خلق کی صفت ہے۔

۹۱ حافظ عبدالرحیم العراقی نے کہا ہے کہ بعض سیرت نگاروں نے ان اشعار کو اسی طرح سے ذکر کیا ہے اور ان اشعار کو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے گردانا ہے ــــ جبکہ حال یہ ہے کہ ان اشعار کی کچھ اصل نہیں ہے ــــ
بے شک بیہقی کے نزدیک ابن اسحاق کی حدیث سے یہ اشعار آئے ہیں' ان میں بعض الفاظ کا اختلاف ہے۔

دنیا کے بادشاہوں میں سے کسی کا تخت باقی نہ رہا' صبح کو اوندھا پایا گیا۔۔۔۔ مشرق کے وحشی جانور' مغرب کے وحشی جانوروں کی طرف بشارت کے ساتھ دوڑے۔۔۔۔ اور اسی طرح دریا کی مخلوق میں سے بعض بعض کو بشارت دیتی تھی۔۔۔۔ آپ کے حمل کے مہینوں سے ہر ایک مہینہ میں آپ کے لیے ایک ندا زمین پر اور ایک ندا آسمان پر یہ ہوتی تھی کہ:

''تم لوگوں کو بشارت ہو' وہ وقت آ پہنچا کہ ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایسے حال میں ظہور فرمائیں کہ وہ میمون اور مبارک ہوں۔''

یہ حدیث شدت سے ضعیف ہے۔۔۔۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غیر سے یہ روایت ہے کہ اس رات کوئی گھر باقی نہ رہا جو نور سے منور نہ ہوا ہو۔۔۔۔ اور کوئی جگہ باقی نہ رہی جس میں نور داخل نہ ہوا۔۔۔۔ اور قریش کا ہر چوپایہ گویا ہو گیا۔

ابو زکریا یحییٰ بن عایذ سے یہ روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نو ماہ کامل اپنی والدہ ماجدہ کے بطن مبارک میں رہے۔۔۔۔ اس دوران درد سر' ہاتھ پیر کی تکلیف اور پیٹ کی آنتوں کے درد کی وہ شکایت نہیں کرتی تھیں۔۔۔۔ اور نہ کسی قسم کی ریح کی شکایت۔۔۔۔ نہ ہی کوئی ایسی شکایت جو بالعموم حاملہ عورتوں کو لاحق ہوتی ہے۔۔۔۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں:

''میں نے اس حمل سے زیادہ خفیف (ہلکا) حمل کسی عورت میں نہیں دیکھا۔۔۔۔ اور نہ ہی اس سے زیادہ عظیم برکت والا کسی کا حمل دیکھا۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد کا انتقال:

حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی یہ کیفیت ہے کہ قریش جب تجارت سے واپس آئے تو مدینہ یثرب کے پاس سے ان کا گزر ہوا۔۔۔۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ساتھ ضعف کی حالت میں لوٹے۔۔۔۔ بیماری وضعف کے باعث اپنے باپ کے ماموؤں کے ہاں رک گئے جو بنی عدی بن النجار سے تھے۔۔۔۔ بیماری کی حالت میں ان کے پاس ایک مہینے ٹھہرے رہے۔۔۔۔ جب ان کے ہمراہ جانے والے مکہ معظمہ میں سفر تجارت سے واپس پہنچے تو حضرت عبدالمطلب نے ان سے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں دریافت کیا۔۔۔۔ انہوں نے بتلایا کہ وہ بیماری اور کمزوری کے باعث یثرب میں رک گئے ہیں۔۔۔۔ حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کے پاس ان کے بھائی حارث کو بھیجا کہ ان کی خیر خبر لائیں۔۔۔۔ حارث جب یثرت پہنچے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی آمد سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔۔۔۔

ان کی تدفین کے بارے میں دو روایتیں ہیں:

☆ انہیں دار بتابعہ میں دفن کیا گیا ☆ مقام ابواء میں دفن کیے گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی تو ملائکہ نے عرض کیا:

''اے ہمارے اللہ! ـــــ اے ہمارے سید! ـــــ تیرا نبی یتیم رہ گیا۔''

اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا:

''میں اس نبی کا حافظ ہوں ـــــ اور اس کا نصیر ہوں۔''

کسی نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

''نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ماں باپ کی طرف سے کس لیے یتیم کیے گئے؟''

امام ممدوح نے فرمایا:

''اس میں اللہ کی یہ حکمت تھی کہ آپ پر مخلوق کا حق نہ ہو۔''[۹۲]

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے وقت عمر سے متعلق مختلف روایات ہیں:

- واقدی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ کی وفات کے بارے میں اثبت قول یہ ہے کہ قول یہ کہ پچیسویں سال میں وفات پائی۔
- ابو احمد حاکم نے کہا ہے کہ تیس سال میں وفات پائی ہے۔
- حافظ علائی اور ابن حجر نے اس قول کو صحیح کہا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھارویں سال میں وفات پائی ـــــ اس قول کو علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اختیار کیا۔

والد ماجد کے وصال پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک:

اس ضمن میں مختلف روایات ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

- حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حمل کے دو مہینے پورے ہو گئے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی۔
- دولابی کا یہ قول ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مہد میں تھے' اس وقت آپ کے والد ماجد نے وفات پائی۔
- ابن خثیمہ سے روایت ہے کہ جس وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو ماہ کے تھے۔
- اور کہا گیا ہے کہ سات ماہ کے تھے۔
- یہ بھی کہا گیا ہے کہ اٹھارہ ماہ کے تھے۔
- اور جو قول راجح اور مشہور ہے' وہ یہ ہے کہ آپ کے والد ماجد نے جب وصال فرمایا' آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس وقت شکم مادر مبارک میں تھے۔

---

۹۲ ابو حیان نے اس گفتگو کو امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی تفسیر ''بحر'' میں نقل کیا ہے۔

شوہر کے فراق میں حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اظہار غم:

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے شوہر حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے وصال پر ان کی جدائی میں یوں اظہار غم فرمایا:

عفا جانب البطحاء من آل هاشم ۹۳ وحاور لحد اخار جا فی الغما غم

آل ہاشم سے بطحا کا علاقہ خالی ہو گیا ــــ آل ہاشم سے مراد حضرت عبداللہ ہیں ــــ وہ ایسے حال میں کفنوں میں لپٹے ہوئے ہیں کہ قبر کے مجاور ہو گئے ہیں اور اپنے گھر والوں سے دور ہو گئے ہیں۔

دعة المنایا دعوة فاجابها ۹۴ وما ترکت فی الناس مثل ابن هاشم

حضرت عبداللہ کو ملک الموت نے بلایا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں حاضر ہوں ــــ موت نے آدمیوں میں ابن ہاشم جیسا کوئی نہیں چھوڑا۔

عشیه راحو ایحملون سریره ۹۵ تعاوره اصحابه فی التزاحم

جو لوگ ان کے دفن کرنے کو آئے تھے ایسے حال میں گئے کہ ان کی سریر کو اٹھائے ہوئے تھے ــــ وہ اٹھانے والے ان کے دوست احباب تھے وہ باری باری سے ان کے جنازہ کے سریر کو مزاحمت کے ساتھ لیتے تھے یعنی ایک دوسرے کے ساتھ سریر کے لینے میں سبقت کرتا تھا یعنی ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ جنازہ کے سریر کو میں لے چلوں ــــ اس سے جنازہ کی عظمت مراد ہے۔

فان تلك غالته المنایا وریبها فقد کان معطاء کثیر التراحم

موت اور اس کے اسباب نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غفلت کی حالت میں ہلاک کر دیا ــــ لوگوں نے ان کی موت سے اس لیے افسوس کیا کہ وہ کثرت سے عطا کرتے اور کثرت سے ترحم فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت حالات:

ابونعیم نے عمر بن قتیبہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جنم دینے کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا:

''آسمان کے تمام دروازے کھول دو ــــ اور ساتوں جنتوں کے بھی سارے دروازے کھول دو ــــ''

اس دن آفتاب کو عظیم نور کا لباس پہنایا گیا ــــ یعنی آفتاب کے نور اور کثیر کر دیا گیا ــــ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی برکت اور کرامت کی وجہ سے آپ کی پیدائش کے سال دنیا کی تمام عورتوں کو اولاد نرینہ سے نوازا۔ ۹۶

---

۹۳ یہاں عفا کا معنی ''خالی ہونا'' ہے ــــ غماغم، وہ شے ہے جس میں کوئی شے لپیٹی جائے یہاں مراد ''کفن'' ہے۔

۹۴ منایا ــ منیہ کی جمع ہے۔ بہ تشدید بمعنی موت ــــ لفظ دعوة کی جگہ بغتة بھی آیا ہے۔ بمعنی اچانک و یکا یک بلانے کا فاعل موت ہے ــــ یہاں پر مراد ملک الموت ہے کہ روحیں قبض کرتے ہیں۔

۹۵ عشیه: آخر دن ــــ سریر: جس پر مردہ کو لے جائیں ــــ فی التزاحم میں فی بمعنی مع ساتھ ہے۔

۹۶ اس حدیث کا راوی مطعون (بدنام و رسوا) ہے۔

ابونعیم نے اس حدیث کو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔۹۷ کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ جس وقت میرے حمل سے مجھے چھ مہینے گزر گئے کہ کوئی آنے والا میرے پاس خواب میں آیا اور اس نے مجھ سے یہ کہا کہ:

''اے آمنہ! تم خیرالعالمین کے ساتھ حاملہ ہوئی ہو۔۔۔۔ جس وقت ان کو جنم دو تو ان کا نام محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) رکھو۔۔۔۔ اور تم امر کو وضع حمل تک چھپاؤ۔''

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ''پھر مجھے وہ درد زہ ہوا جو حاملہ عورتوں کو ہوتا ہے۔۔۔۔ میرا حال نہ کسی مرد نے جانا اور نہ کسی عورت کو معلوم ہوا۔ میں اس وقت گھر میں تنہا تھی جبکہ حضرت عبدالمطلب اس وقت طواف کعبہ میں تھے۔۔۔۔ میں نے ایک عظیم آواز سنی جیسے دیوار گرتے وقت دھم سے ہوتی ہے۔۔۔۔ ایسا عظیم امر دیکھا جس نے مجھ کو ڈرا دیا۔۔۔۔ اس کے بعد ایک سفید پرندے نے اپنا بازو میرے دل پر مل دیا۔ اس کے بازو ملنے سے اس وقت مجھ کو جو رعب تھا' جاتا رہا اور ایک قسم کا درد جسے میں محسوس کرتی تھی' چلا گیا۔۔۔۔ میں نے پینے والی سفید چیز کا برتن دیکھا' میں نے اس میں سے پی لیا۔۔۔۔ پھر میرے پاس ایک ایسا نور آیا جو بلند تھا۔۔۔۔

پھر میں نے ایسے دراز قد کی عورتیں دیکھیں جو کھجور کے درختوں کی طرح دراز قد تھیں' گویا عبدالمناف کی بیٹیوں میں سے تھیں۔۹۸۔۔۔۔ ان عورتوں نے چاروں طرف سے مجھے گھیر لیا۔۔۔۔ میں حیران ہو رہی تھی اور دل میں واغوثاہ کہتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ ان عورتوں نے میرا احوال کہاں سے معلوم کر لیا جو میرے پاس آئی ہیں (اس روایت کے غیر نے کہا ہے کہ) ان عورتوں نے مجھ سے کہا ہم

- آسیہ (فرعون کی بیوی) اور
- مریم بنت عمران (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ)

ہیں۔۔۔۔ اور ہمارے ساتھ یہ عورتیں حورعین ہیں۔۔۔۔ مجھ پر امر سخت ہو گیا اور پہلے جو آواز دھم سے میں نے سنی تھی' اس سے زیادہ ہولناک آواز میں ہر گھڑی سنتی تھی۔۔۔۔ میں جبکہ اسی حالت میں تھی کہ میں نے یکا یک سفید دیباج موجود پایا (جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کے لیے پھیلایا گیا ہے)۔۔۔۔ اس دوران میں نے سنا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے۔

''جس وقت یہ پیدا ہوں تو تم دونوں ان کو آدمیوں کی آنکھوں سے علیحدہ کر لو۔''

میں نے مردوں کو دیکھا کہ ہوا میں کھڑے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں چاندی کی ابریقین ہیں (مردوں کی شکل میں ملائکہ تھے)۔۔۔۔ پھر میں نے پرندوں کی ایک ٹکڑی دیکھی جو آگے سے آئی۔ وہ پرندے اتنے کثیر تھے کہ انہوں نے میرے حجرے کو ڈھانپ لیا۔۔۔۔ ان پرندوں کی چونچیں زمرد کی تھیں اور ان کے بازو یاقوت کے تھے۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے میری نگاہ سے حجاب

---

۹۷ ابوسعید عبدالملک نیشاپوری نے اپنی کتاب ''معجم کبیر'' میں ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ اس حدیث کو صاحب کتاب ''السعادۃ والبشریٰ'' نے ابوسعید سے نقل کیا ہے۔ ابوسعید نے اپنی طویل حدیث میں حضرت کعب سے روایت کی ہے۔

۹۸ عبدمناف کی بیٹیاں دراز قد تھیں اور حسن کے باعث دیگر عورتوں میں حسین وجمیل واجمل تھیں۔

اٹھا دیئے۔ میں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھا ــــ پھر میں نے تین جھنڈے دیکھے جو نصب کیے گئے تھے:

- ایک جھنڈا مشرق میں تھا
- ایک جھنڈا مغرب میں تھا اور
- ایک جھنڈا کعبہ شریف کی چھت پر قائم تھا۔۹۹

اس کے بعد مجھے دردِ زہ شروع ہوا اور میں نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو جنم دیا ــــ میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کو سجدے میں پایا۔ (آپ حقیقت میں ساجد تھے) تضرع اور عاجزی کرنے والے کی طرح آپ نے اپنی شہادت کی انگلیوں کو آسمان کی طرف اٹھا رکھا تھا اور باقی انگلیاں بند کر لی تھیں ــــ پھر آسمان سے سفید بادل آیا' اس نے آپ کو ڈھانپ کر مجھ سے غائب کر دیا ــــ اور یہ ندا آئی:

''آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کو زمین کے مشرقوں اور مغربوں کا طواف کراؤ۱۰۰ ــــ اور آپ کو سمندروں میں داخل کرو تاکہ سمندر کی مخلوق آپ کے نام مبارک کو پہچان لے۔۱۰۱ اور آپ کی صفت کو پہچان لے اور اس امر کو پہچان لے کہ آپ کا نام سمندروں میں ماحی ہے ــــ کفر اور شرک سے کوئی شے باقی نہ رہے گی مگر آپ کے زمانہ میں سمیٹ دی جائے گی۔''

پھر وہ بادل بہت جلد آپ سے ہٹ گیا۔۱۰۲

یہی حدیث مختلف انداز پر مگر اضافات کے ساتھ صاحب ''السعادۃ والبشریٰ'' نے بھی روایت کی ہے کہ جب سفید بادل نے آپ کو ڈھانپ لیا اور آپ مجھ سے غائب ہو گئے ــــ تو اس دوران آنے والی ندا میں یہ بھی شامل تھا کہ:

''ہر ایک ذی روح کے سامنے جو جن اور انسان اور فرشتے اور پرندوں سے ہے' آپ کو پیش کرو اور آپ کو

- حضرت آدم علیہ السلام کا خلق
- شیث علیہ السلام کی معرفت
- نوح علیہ السلام کی شجاعت
- ابراہیم علیہ السلام کی خلت
- اسماعیل علیہ السلام کی زبان
- اسحاق علیہ السلام کی رضا

---

۹۹ اس کی حکمت سے شاید اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کی شریعت مشرق و مغرب میں عام ہوگی اور مکہ پر برتری حاصل کرے گی اور اس طور پر ظاہر ہوگی جیسے علم ظاہر ہوتا ہے۔

۱۰۰ زمین کے طواف کی خصوصیات اس لیے ہے کہ زمین آپ کی بعثت اور ظہور کی جگہ ہے۔

۱۰۱ زمین پر سات سمندر ہیں ــــ ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہب اور حسان بن عطیہ سے روایت کی ہے کہ زمین کی مسافت پانچ سو برس کی ہے ــــ زمین کے سمندر زمین ہی سے ہیں ــــ سمندروں کی مسافت تین سو برس کی ویران زمین اور آباد زمین کی مسافت یکساں ہے یعنی ایک ایک سو برس کی۔

۱۰۲ یہ حدیث اس قسم سے ہے جس میں علماء نے کلام کیا ہے ــــ مصنف نے یہ حدیث اس لیے ذکر کی ہے کہ یہ حدیث مولدوں میں مشہور ہے تاکہ لوگ اس پر متنبہ ہو جائیں ــــ خطیب بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ جیسے کہ اس حدیث کو صاحب ''السعادۃ والبشریٰ'' نے بھی روایت کیا ہے ــــ

- صالح علیہ السلام کی فصاحت
- لوط علیہ السلام کی حکمت
- یعقوب علیہ السلام کی بشارت
- موسیٰ علیہ السلام کی شدت قوت میں
- ایوب علیہ السلام کا صبر
- یونس علیہ السلام کی طاعت
- یوشع علیہ السلام کا جہاد
- داؤد علیہ السلام کی آواز
- دانیال علیہ السلام کی حب
- الیاس علیہ السلام کا وقار
- یحییٰ علیہ السلام کی عصمت
- عیسیٰ علیہ السلام کا زہد

عطا کرو ـــــ اور جمیع انبیاء علیہم السلام کے اخلاق میں آپ کو غوطہ دوں۔ [۱۰۳]

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب وہ بادل مجھ سے ہٹ گیا تو میں نے آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھا کہ آپ ایک ایسے سبز حریر کو پکڑے ہوئے ہیں کہ لپٹنے کے طور پر سخت لپٹا ہوا ہے اور اس حریر سے پانی نکل رہا ہے اور کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے:

''محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے تمام دنیا پر قبضہ کر لیا ہے اور اہل دنیا میں سے کوئی مخلوق نہ رہی مگر آپ کے قبضہ میں خوشی سے داخل ہوگئی۔''

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کو چودھویں رات کے چاند کی طرح پایا اور آپ سے مشک اذفر کی خوشبو کی طرح مہک آ رہی تھی ـــــ اس دوران میں نے تین آدمیوں کو دیکھا:

- ایک کے ہاتھ میں چاندی کی ابریق تھی'
- دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت تھا'
- تیسرے کے ہاتھ میں سفید حریر تھا

اس نے اس حریر کو پھیلایا اور اس میں سے اس نے ایک ایسی مہر نکالی کہ دیکھنے والوں کی بینائی اس کے نور سے متحیر ہوتی ہیں۔ پھر اس ابریق سے آپ کو سات بار غسل دیا۔ پھر آپ کی دونوں شانوں کے درمیان اس مہر سے مہر لگا دی اور آپ کو حریر میں لپیٹ دیا ـــــ پھر آپ کو اٹھایا اور اپنے بازوؤں کے درمیان ایک ساعت رکھا۔ پھر آپ کو میری طرف پھیر دیا۔ [۱۰۴]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تو جنت کے خازن رضوان نے کہا:

---

۱۰۳ انبیاء کرام کی جن خصوصیات کا یہاں ذکر کیا گیا ہے کہ آپ کو عطا کر دی جائیں ـــــ یہ اوصاف حمیدہ دراصل آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات رفیع و علی کی شعاعیں ہیں جن میں سے ہر نبی کو علیحدہ علیحدہ وصف عطا ہوا ـــــ سب نبی آپ کی تشریف آوری کی بشارت دینے آتے تھے اور سبھی آپ کی امت میں سے ہونے کے آرزومند تھے ـــــ لہٰذا یہ تمام کمال و عروج جمیع اوصاف حمیدہ آپ کے ظہور فرمانے پر آپ کی ذات ذیشان میں پھر مرتکز ہوتے ہیں ـــــ طاہر

۱۰۴ اس حدیث کو ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے ـــــ یہ حدیث منکر ہے اور حافظ ابوبکر بن عایذ نے اپنی کتاب ''مولد'' میں روایت کیا ہے کہ اس کو ابوبکر سے شیخ بدر الدین زرکشی نے ''شرح بردۃ المدیح'' میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

''اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ! آپ کو بشارت ہو کہ کسی نبی کے لیے علم باقی نہ رہا مگر آپ کو وہ علم دیا گیا۔۔۔۔ آپ کل انبیاء علیہم السلام سے علم میں اکثر ہیں۔۔۔۔ اور قلب میں ان تمام سے اشجع ہیں۔''

شکم مادر سے دنیا میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کس عالم میں تشریف لائے:

ایک اور روایت میں مختلف کیفیت بیان ہوئی ہے کہ حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو جنم دیا تو آپ کے ساتھ ایسا نور نکلا جس سے مشرق ومغرب کے درمیان ہر شے روشن ہوگئی اور آپ شکم مادر ۔ سے دنیا میں اس عالم میں تشریف لائے کہ آپ دونوں ہاتھوں پر ٹیکا دیئے ہوئے تھے۔۔۔۔ پھر آپ نے ایک مٹھی خاک لی اور اپنا سر اقدس آسمان کی طرف اٹھایا۔۔۔۔

شکم مادر سے دنیا میں تشریف لانے پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے متعلق مزید روایات ملتی ہیں:

- جب آپ زمین پر واقع ہوئے' ایسے حال میں کہ اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو بند کیے ہوئے تھے اور شہادت کی انگلی سے اس طور پر اشارہ فرمارہے تھے جیسے تسبیح پڑھنے والا شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتا ہے۔۔۔۔ (طبرانی کی روایت)
- رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت کا وقت آموجود ہوا تو جس وقت آپ پیدا ہوئے' میں نے دیکھا کہ مکان نور سے معمور ہوگیا۔۔۔۔ اور میں نے دیکھا کہ تارے اتنے قریب ہوگئے تھے کہ مجھے یوں لگا کہ جیسے مجھ پر گر پڑیں گے۔۔۔۔ (بیہقی کی روایت)

عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے حال میں خاتم الانبیاء تھا کہ آدم علیہ السلام اپنی طینت میں پڑے تھے اور۔۔۔۔ میں تم لوگوں کو اپنے واقعہ کی خبر دیتا ہوں کہ میں

- ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کی دعا ہوں

ربنا وابعث فیھم رسولا منھم

- میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔۔۔۔

ومبشر برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد

- میں اپنی ماں کا وہ خواب ہوں جسے انہوں نے جاگتی آنکھوں سے دیکھا تھا نہ کہ نیند کے خواب میں۔ نبیوں کی مائیں ایسا ہی دیکھا کرتی ہیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت پر شام کے محلات روشن ہوگئے:

اس معجزہ پر کئی روایات کتب سیر میں مذکورہ ہیں' ملاحظہ فرمائیں:

☆ جس وقت آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو جنم دیا تو ایسا نور دیکھا جس سے ملک شام کے محلات اتنے روشن ہوگئے کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے ان کو دیکھا۔۱۰۵

۱۰۵ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس حدیث کو ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔۔۔۔ اور اس حدیث کی روایت ابونعیم نے عطا بن یسار سے اور انہوں نے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اور انہوں نے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے۔

☆ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضاعی والدہ جو بنی سعد سے تھیں (غالباً حلیمہ سعدیہ) سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے دیکھا گویا میرے سامنے سے ایسا شہاب ثاقب نکلا جس سے کل زمین روشن ہوگئی۔ یہاں تک کہ میں نے شام کے قصور دیکھے۔

☆ ہمام بن یحییٰ نے اسحٰق بن عبداللہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ نے کہا ہے کہ جب میں نے آپ کو جنم دیا تو میرے پیش سے ایسا نور نکلا جس سے شام کے قصور روشن ہو گئے ــــــ میں نے آپ کو ایسے حال میں جنم دیا کہ آپ ایسے پاک وصاف تھے کہ آپ کے ساتھ کسی قسم کی آلودگی نہیں تھی ــــــ (ابن سعد کی روایت)

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا حضرت عباس ابن عبدالمطلب نے اس حالت کی طرف اپنے شعر میں اشارہ کیا ہے:

وانت لما ولدت اشرقت الارض   وضاءت بنورك الافق

جب آپ پیدا ہوئے تو ساری زمین روشن ہوگئی اور آپ کے نورِ مبارک سے آسمان کے کنارے بھی روشن ہو گئے۔

فنحن في ذالك الضياء و في النور   و سبل الرشاد نخترق

''ہم لوگ اس ضیاء اور نور میں ہیں اور رشاد کے راستوں میں گزر رہے ہیں۔''

حافظ ابن رجب نے ''لطائف المعارف'' میں لکھا ہے کہ آپ کی ولادت کے وقت اس نور کا نکلنا دراصل اس نور کی طرف اشارہ ہے جس کو آپ لائیں گے اور اہل زمین اس سے ہدایت پائیں گے اور اس کے سبب شرکت کی ظلمت زائل ہو جائے گی ــــــ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قدجاءكم من الله نور و كتاب مبين يهدى به الله من اتبع رضوانه سبل السلام ويخرجهم من الظلمات الى النور باذنه

لیکن بصرہ کے محلات کا اس نور سے روشن ہوجانا جو آپ کے ساتھ نکلا ــــــ اس طرف اشارہ ہے کہ ملک شام آپ کے نور نبوت کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ شام آپ کا دارالملک ہے۔ کعب الاحبار نے بیان کیا ہے کہ قدیم کتب میں ہے:

''محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ کے پیدا ہونے کی جگہ مکہ معظمہ میں ہے ــــــ اور آپ کی ہجرت کی جگہ یثرب میں ہے ــــــ اور آپ کا ملک شام میں ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت مکہ معظمہ سے ظاہر ہوئی اور آپ کے ملک کا پھیلاؤ ملک شام تک ہو گیا ــــــ اس لیے آپ کو شب معراج میں شام کی طرف بیت المقدس تک سیر کرائی گئی ــــــ جیسے کہ آپ سے پہلے حضرت

ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت کی تھی ـــــ اور شام ہی میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے اتریں گے ـــــ اور شام ہی محشر کی زمین اور خلق کے نشر کرنے کی جگہ ہے۔۱۰۶ ـــــ ارشاد نبوی ہے:

علیکم بالشام فانها خیرة الله من ارضه مجتبیٰ الیها خیرة من عباده

''آخر زمانہ میں تم لوگ شام میں قیام اپنے اوپر لازم ٹھہرا لینا' ملک شام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین سے برگزیدہ کیا ہے کیونکہ شام میں اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو جمع کرے گا۔''۱۰۷

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی والدہ ''شفا'' سے روایت کی ہے کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جنم دیا۔ آپ میرے ہاتھوں پر آ گرے اور آپ نے آواز کی ـــــ میں نے سنا کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا۔'' رحمك الله ! مشرق اور مغرب کا درمیان مجھ پر اس قدر روشن ہو گیا کہ میں نے روم کے محلات دیکھے ـــــ پھر میں نے آپ کو دودھ پلایا ـــــ آپ کی والدہ ماجدہ کا دودھ پلایا یا اپنا دودھ پلایا ـــــ ۱۰۸ ایک اور روایت میں دودھ پلانے کی بجائے اس طرح سے ہے کہ میں نے آپ کو آپ کا لباس پہنایا اور لٹا دیا ـــــ شفا کہتی ہیں کہ مجھے زیادہ دیر نہیں گزری کہ ظلمت اور رعب نے مجھے ڈھانپ لیا' پھر آپ مجھ سے غائب کر دیئے گئے ـــــ پھر میں نے سنا کہ ایک فرشتہ کہہ رہا تھا:

''تو انہیں کہاں لے گیا تھا؟'' ـــــ دوسرے جواب دیا

''میں آپ کو مشرق کی طرف لے گیا تھا۔''

شفا کہتی ہیں کہ یہ بات ہمیشہ میرے دل میں تھی یہاں تک کہ آپ نے رسالت کا اظہار فرمایا ـــــ اسلام لانے میں میں اول ہوں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر یہودیوں کے تاثرات:

بیہقی اور ابونعیم نے حبان بن ثابت سے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے عجائبات پر ایک حدیث روایت کی ہے کہ میں سات یا آٹھ برس کا لڑکا تھا۔ جس شے کو میں دیکھتا اسے جان لیتا تھا ـــــ اور جو بات میں سنتا' اسے سمجھ لیتا تھا ـــــ یکایک میں نے سنا کہ صبح صبح ایک یہودی چیخ رہا ہے اور یامعشر یہود کہہ کر یہودیوں کو پکار رہا ہے ـــــ یہودی اس کے پاس جمع ہو گئے ـــــ انہوں نے اسے کہا:

''تجھ پر افسوس ہے' تجھ کیا ہو گیا ہے کہ صبح صبح چیخ رہا ہے؟''

اس نے کہا

''احمد کا وہ ستارہ جس کے ساتھ آج کی رات وہ پیدا ہوئے ہیں' طلوع ہو گیا ہے۔''

---

۱۰۶ یعنی مردے اپنی اپنی قبروں سے نکل کر شام کی زمین میں بکھر جائیں گے اور پھر وہاں جمع ہوں گے۔

۱۰۷ اس حدیث کو امام احمد' ابوداؤد' ابن حبان اور حاکم نے اپنی صحیحین میں روایت کیا ہے۔

۱۰۸ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دس رضاعی ماؤں میں شفا کا نام شامل نہیں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک یہودی جس نے مکہ معظمہ میں رہائش اختیار کی تھی، جس رات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی' اس نے پوچھا:

''اے قریش والو! کیا تم میں سے کسی کے ہاں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے؟''

قریش نے کہا:

''ہمیں اس کا علم نہیں ہے۔'' ــــ اس نے کہا:

''تم لوگ دیکھو' آج کی رات اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے ــــ اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک علامت ہے۔''

اہل قریش اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے اور انہوں نے جا کر پوچھا تو انہیں پتہ چلا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے ــــ وہ یہودی قریش کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے پاس آیا ــــ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قریش کو دکھانے کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نکالا ــــ اس یہودی نے علامت (مہر نبوت) دیکھی تو بے ہوش ہو کر گر پڑا ــــ ہوش میں آ کر اس نے کہا کہ:

''بنی اسرائیل سے نبوت چلی گئی ــــ اے گروہ قریش! سن لو واللہ یہ نبی تم لوگوں پر رعب و دبدبہ سے ایسا غلبہ کرے گا جس کی خبر مشرق اور مغرب سے ظہور کرے گی۔''۱۰۹

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر کسریٰ کے محل میں زلزلہ:

آپ کے عجائب ولادت میں وہ حدیث ہے کہ کسریٰ کے محل میں زلزلہ آ گیا اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے ــــ اور طبریہ کا بحیرہ خشک ہو گیا ــــ ایران کے آتش کدے کی آگ بجھ گئی جو ایک ہزار سال سے جل رہی تھی۔۱۱۰

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر شیطانوں کو آگ کی مار:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شیطانوں کو آسمانوں سے نہیں روکا جاتا تھا' وہ بلا روک ٹوک آتے جاتے تھے ــــ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا پر تشریف لائے تو شیاطین پر تین آسمانوں میں آنے سے روک دیا گیا ــــ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو شیاطین پر تمام آسمان بند کر دیئے گئے ــــ انہیں آگ کے شعلے مارے جاتے تھے۔

شیاطین کی جو جماعتیں آسماں پر جاتی تھیں' وہاں کے بھید چرا کے لاتی تھیں ــــ آئندہ کے لیے جو امور طے کیے جاتے

---

۱۰۹ یعنی اس نبی کے غلبہ کی باتیں مشرق اور مغرب میں ہوں گی ــــ اس حدیث کو یعقوب بن سفیان نے حسن اسناد سے روایت کیا ہے۔ جیسا کہ فتح الباری میں کہا ہے۔

۱۱۰ اس حدیث کو بیہقی اور ابونعیم نے ــــ اور خرائطی نے ''ہواتف'' میں اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے ــــ ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے گر جانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کی تعداد کے موافق کسریٰ کے خاندان کے ملوک اور ملکات ملک کے مالک ہوں گے ــــ انہی میں سے چار سال میں دس بادشاہ ملک کے مالک ہوں گئے ــــ اسے ابن ظفر نے ذکر کیا ہے ــــ ابن سید الناس نے یہ اضافہ کیا ہے کہ ان کے باقی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت تک ایران کے مالک ہوئے۔

تو فرشتوں کی باتیں سن سن کر شیاطین ان سے کاہنوں' جادوگروں کو خبر دیتے تھے۔ اس لیے ان کو ان باتوں سے منع کر دیا گیا۔۔۔۔۔ شقراطیسی شاعر نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت میں کتنا اچھا کہا ہے:

ضیاء لمولدہ الافاق واتصلت بشری الھواتف فی الاشراق والطفل [۱۱۱]

طفلت الشمس۔۔۔۔۔ معنی یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کے وقت زمین کے اطراف روشن ہو گئے یعنی زمین روشن ہوگئی اور غیبی فرشتوں کی بشارت کہ آپ پیدا ہوئے' دن کے اول میں یعنی سحری کے وقت ولادت ہوئی اور آخر میں متصل ہوگئی۔۔۔۔۔ گویا آپ کی تخلیق سب سے پہلے ہوئی اور نبیوں میں سب سے آخر میں تشریف لائے تو یوں اس خبر کو دوام ہوگیا۔

وصرح کسری تداعی من قواعدہ [۱۱۲] وانقض منکسر الارجاء ذامیل

یعنی کسریٰ کا وہ قصر (محل) جو اس قدر بلند و وسیع و عریض تھا کہ دیکھنے والوں کو دور سے دکھائی دیتا تھا لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تشریف آوری پر اپنی بنیادوں سے گر رہا تھا' بالآخر جڑ سے ایسا گر گیا کہ اس کے اطراف ٹوٹے ہوئے تھے۔۔۔۔۔ اصل میں د. یرھا تھا۔

ونار فارس لم توقد وما خمدت مذالف عام و نھر القوم لم لسیل

اور فارس (ایران) کی آگ جو ایک ہزار برس سے رات دن مسلسل مشتعل رہتی تھی اور کبھی بجھتی نہیں تھی' وہ مسلسل جلتے رہنے والی آگ اس طرح سے بجھ گئی کہ اسے بھڑکانے والے بھڑکاتے تھے لیکن وہ بھڑکتی نہیں تھی۔۔۔۔۔ ایرانیوں (قوم فارس) کی نہر جسے بحیرۂ ساوہ کہتے تھے اور جو ملک عجم میں واقع تھی' جاری نہیں ہوئی بلکہ اس کا پانی زمین میں چلا گیا۔۔۔۔۔ شاعر کہتا ہے کہ یہ سب اس بات کی علامتیں ہیں کہ اہل فارس کی آگ بجھ گئی اور انکی بادشاہی ختم ہو جائے گی اور حق کا ظہور ہوگا۔

خرت لمنعہ الاوثان وانبعثت ثواقب الشھب ترمی الجن بالشعل [۱۱۳]

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب ظہور فرمایا تو بت منہ کے بل جا گرے اور وہ شہاب ثاقب جو جنوں اور شیطانوں کو آگ کے شعلے مارتے ہیں' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سبب شیاطین کو دفع کرنے کے لیے بھیجے گئے۔

حضرت آدم علیہ السلام سمیت چودہ نبی ختنہ کیے ہوئے پیدا ہوئے:

ابن درید کی وشاح میں ابن الکلبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام مختون پیدا ہوئے تھے۔۔۔۔۔ ان کے بعد بارہ انبیاء کرام علیہم السلام مختون پیدا ہوئے:

- حضرت شیث علیہ السلام
- حضرت موسیٰ علیہ السلام
- حضرت ادریس علیہ السلام

---

[۱۱۱] اشراق۔۔۔۔۔ وہ وقت جس میں آفتاب طلوع ہوتا ہے اور روشنی پھیلتی ہے۔۔۔۔۔ طفل' غروب ہونے کا وقت ہے۔

[۱۱۲] صرح بمعنی قصر۔۔۔۔۔ صرح وہ وسیع عمارت جو دیکھنے والے سے چھپی نہ رہے' چاہے دور ہی کیوں نہ ہو۔ تداعی کا معنی گرتا ہے۔۔۔۔۔ قواعد بمعنی اساس' بنیاد۔۔۔۔۔ انقض' گرنے میں سرعت کی۔۔۔۔۔ منکسر الارجاء' بمعنی اطراف میں شکستہ۔۔۔۔۔ میل' بفتح میم ویائے تحتانی' معنی خلقی طور پر ٹیڑھا

[۱۱۳] خرت' گر پڑے۔۔۔۔۔ اوثان' وثن کی جمع ہے یعنی بت۔۔۔۔۔ ثواقب' ثاقب کی جمع ہے یعنی شعلہ کی مانند بھڑکتے ہوئے اور روشن ستارے۔

- حضرت سلیمان علیہ السلام
- حضرت نوح علیہ السلام
- حضرت شعیب علیہ السلام
- حضرت سام علیہ السلام
- حضرت یحییٰ علیہ السلام
- حضرت لوط علیہ السلام
- حضرت ہود علیہ السلام
- حضرت یوسف علیہ السلام
- حضرت صالح علیہ السلام
- آخر میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ختنہ مبارک:

اس ضمن میں تین مختلف روایات ملتی ہیں:

- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایسے حال میں پیدا ہوئے کہ ختنہ کیے ہوئے اور ناف بریدہ تھے۔[114]
- حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب کے پاس میری بزرگی سے یہ امر ہے کہ میں ختنہ کیا ہوا پیدا ہوں اور کسی شخص نے میری شرمگاہ نہیں دیکھی۔[115]
- حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایسے حال میں پیدا ہوئے کہ ناف بریدہ اور ختنہ کیے ہوئے تھے۔[116]

اس اختلاف سے تین قول حاصل ہوئے:

- آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مختون پیدا ہوئے۔
- آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ختنہ آپ کے دادا عبدالمطلب نے ساتویں دن کیا اور اس کی خوشی میں

---

114 اسے ابن عساکر نے بیان کیا ہے۔

115 اسے طبرانی نے "اوسط" میں نعیم، خطیب اور ابن عساکر نے متعدد طریقوں سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔۔۔۔ ضیاء نے اس حدیث کو "مختار" میں صحیح حدث کہا ہے۔

116 اس حدیث کو ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔۔۔۔ حاکم نے "مستدرک" میں کہا ہے کہ متواتر احادیث وارد ہوئی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ختنہ کیے ہوئے پیدا ہوئے ہیں۔۔۔۔ جبکہ حافظ ذہبی نے حاکم کا یہ قول رد کیا ہے کہ یہ حدیث (شیخین کے بغیر) متواتر نہیں۔ اس لیے اس میں صحت معلوم نہیں ہوتی۔۔۔۔ حاکم کے نزدیک ان احادیث کے تواتر سے مراد یہ ہے کہ ان روایات کی شہرت بھی ہے اور سیرت کی کتابوں میں ان کی کثرت بھی۔۔۔۔ حاکم کی متواتر سے مراد سند کے اس طریق سے نہیں جو ائمہ حدیث کے نزدیک اصلاح حدیث میں ہے۔

حافظ زین الدین العراقی نے کہا ہے کہ کمال بن العدیم نے اس موضوع پر احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔۔۔۔ ابن القیم نے اس کی تصریح کی ہے کہ مختون پیدا ہونا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص سے نہیں کیونکہ اکثر آدمی ختنہ کیے ہوئے پیدا ہوئے ہیں۔۔۔۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ عرب لوگ یہ زعم کرتے ہیں کہ جس وقت لڑکا قمر کی حکومت میں پیدا ہوتا ہے تو اس کے حشفہ کا پوست جو ختنہ میں کاٹا جاتا ہے وہ وسیع ہو کر سکڑ جاتا ہے اور حشفہ پر سے اٹھ جاتا ہے اور وہ ختنہ کیے ہوئے کی مثل ہو جاتا ہے۔۔۔۔ جو شخص حشفہ کے پوست کے بغیر پیدا کیا گیا ہے اس کا نام مختون رکھا گیا ہے اس لیے مجاز روا رکھا گیا ہے کہ ختان کے معنی کاٹنا یا قطع کرنا ہے۔۔۔۔ قطع ایسے مختون میں غیر ظاہر ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ بغیر قطع کے اس ہیئت پر اس کی تخلیق وایجاد کرتا ہے۔

لوگوں کو کھانا بھی کھلایا ــــ اور آپ کا نام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رکھا۔ ۱۱۷

✪ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ختنہ اس وقت کیا گیا جب آپ دائی حلیمہ سعدیہ کے ہاں پرورش پا رہے تھے اور جس وقت جبریل علیہ السلام نے شق صدر کیا اور آپ کا قلب مبارک پاک کیا تھا تو آپ کا ختنہ بھی کیا تھا۔ ۱۱۸

ختنہ واجب ہے یا سنت؟

اس بارے میں دو قول ہیں:

✪ امام مالک' امام ابوحنیفہ اور بعض شافعی حضرات علیہ الرحمہما نے کہا ہے کہ ختنہ سنت ہے' واجب نہیں ہے۔

✪ امام شافعی کے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ مردوں کے حق میں واجب اور عورتوں کے حق میں سنت ہے۔

ابوالملیح بن اسامہ نے اپنے باپ سے یہ روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الختان سنة للرجال مكرمة للنساء ۱۱۹

جس شخص نے ختنہ کو واجب قرار دیا ہے' اس کا کہنا ہے کہ سنت سے مراد حدیث میں واجب کے خلاف نہیں بلکہ سنت سے مراد طریقہ ہے لہٰذا ختنہ مواجب ہے ــــ اس کی حجت یہ ہے کہ امر وجوب کے لیے ہے کہ ختنہ ابراہیم علیہ السلام کی ملت سے ہے' لہٰذا ختنہ واجب ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

ان اتبع ملة ابراهيم حنيفاً وماكان من المشركين

اور یہ وجوب اس لیے ہے کہ صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ثابت کرتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسے حال میں ختنہ کیا تھا کہ اسی سال کے تھے اور ختنہ تیشہ سے کیا تھا جسے بسولہ بھی کہتے ہیں۔ ۱۲۰

رسول کریم نے کلیب الحضری یا جہنی سے فرمایا تھا: **الق عنك شعر الكفر واختتن** زمانہ کفر سے تو جن بالوں کو نہیں مونڈھتا تھا' اب تو مسلمان ہوگیا ہے۔ ان بالوں کو مونڈھ ڈال یا نورہ سے ان کو دور کر ــــ اور ختنہ کر۔''

کسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وفات

---

۱۱۷ ولید بن مسلم نے اپنی سند سے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتی ہے' روایت کیا ہے اور ابن البر نے اس کو ''تمہید'' میں بیان کیا ہے۔

۱۱۸ اس کو ابن القیم' دمیاطی' مغلطائی اور طبرانی نے ''اوسط'' میں اور ابونعیم نے ابوبکرہ کی حدیث سے روایت کیا ہے ــــ جبکہ ذہبی نے اسے حدیث منکر کہا ہے۔

جو غلاف مرد کے حشفہ کو ڈھانپ لیتا ہے' اس کے قطع کرنے کو ''ختان'' کہتے ہیں ــــ اور بعض چمڑا جو عورت کی شرم گاہ کے اعلا پر ہوتا ہے' اسے قطع کرنے کو بھی ''ختان'' کہتے ہیں ــــ مرد کے ''ختان'' کا نام ''اعذار'' ہے ــــ اور عورت کے ''ختان'' کا نام ''خفاض'' ہے۔

۱۱۹ اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

۱۲۰ حدیث میں ''قدوم'' آیا ہے ــــ بعض نے ''قدوم'' کا معنی تیشہ لیا ہے ــــ اور بعض نے کہا ہے کہ یہاں قدوم سے مراد آلہ نہیں بلکہ ملک شام میں ایک موضع ہے جہاں ابراہیم علیہ السلام نے ختنہ کیا ہے۔

...ق' آپ کس شخص کی مثل تھے؟۔۔۔ ابن عباس نے کہا' اس دن میں مختون تھا۔

...ختنہ کرنے میں حکمت:

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ قطع نظر اس بات کے کہ ختنہ واجب ہے یا سنت!۔۔۔ ختنہ کرنے میں حکمت ...ہے کہ مرد کا حشفہ قوی نہیں ہوتا ہے۔۔۔ جب تک حشفہ قلفہ میں رہتا ہے' مباشرت کے وقت لذت قوی ہوتی ہے۔۔۔ جس ...وقت قلفہ (پوست) قطع کر دیا جاتا ہے تو حشفہ سخت ہو جاتا ہے اور لذت ضعیف ہو جاتی ہے۔۔۔

ہماری شریعت میں لائق امر یہ ہے کہ لذت کی قلت کی جائے نہ قطع لذت۔۔۔ جیسے کہ فرقہ مانویہ ہے کہ ترک نکاح سے ...ترک لذت کرتا ہے۔۔۔ مانویہ کا یہ فعل فراط ہے یعنی حد سے تجاوز اور قلفہ کا باقی رکھنا تفریط ہے۔۔۔ جبکہ ان دونوں حالتوں ...کے درمیان ختنہ ہی عدل ہے۔

علماء نے کہا ہے کہ عرب لوگ ختنہ نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ مرد بالغ ہو جائے۔۔۔ اور شافعی حضرات نے کہا ہے کہ ...ولی پر یہ واجب ہے کہ بلوغ سے پہلے ختنہ کر دے۔۔۔ واللہ اعلم

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا سال ولادت:

اس بارے میں بھی علماء میں اختلاف ہے۔ اس ضمن میں مختلف سات روایات سامنے آتی ہیں:

- آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم عام الفیل میں پیدا ہوئے۔[۱۲۱]
- مشہور قول یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اصحاب فیل کے واقعہ کے پچاس دن بعد پیدا ہوئے۔ (سہیلی علیہ الرحمہ)
- اصحاب فیل کے واقعہ کے پچپن دن بعد آپ پیدا ہوئے ہیں (دمیاطی علیہ الرحمہ)
- چالیس دن بعد پیدا ہوئے ہیں۔[۱۲۲]
- واقعہ فیل کے دس سال بعد پیدا ہوئے ہیں۔
- واقعہ فیل سے پندرہ سال پہلے پیدا ہوئے ہیں۔
- مشہور قول یہ ہے کہ آپ واقعہ اصحاب فیل کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ یہ قصہ آپ کی نبوت کے لیے تمہید تھا۔۔۔ اور آپ کے ظہور اور آپ کی بعثت (اعلان و اظہار نبوت) کا مقدمہ تھا۔

ابن القیم نے کہا ہے کہ اصحاب فیل نصاریٰ اہل کتاب تھے۔۔۔ ان کا دین اہل مکہ کے دین سے اچھا تھا۔۔۔ جبکہ اہل مکہ بتوں کی عبادت کرتے تھے اور ان کی کوئی کتاب نہیں تھی۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو اہل کتاب پر ایسی فتح و نصرت عطا

---

۱۲۱ یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ قول ہے جو ان کے نزدیک محفوظ ہے۔۔۔ اس سے ابن جوزی نے "صفوۃ" میں اور ابن اجز... نے ... اتفاق کیا ہے۔

۱۲۲ یہ دونوں قول مغلطائی اور دمیاطی نے بیان کیے ہیں۔

فرمائی جس میں بشر کی کوئی کارسازی نہیں تھی ــــــ اور وہ نصرت اس نبی کے لیے ارہاص اور مقدمہ تھا جس نے مکہ سے ظہور فرمایا ــــــ اور وہ نصرت بلدالحرام (کعبہ) کی تعظیم کی وجہ سے تھی۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ماہ ولادت:

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے مہینہ میں علماء کا اختلاف ہے۔اس بارے میں مختلف روایات ہیں۔

- جس مہینہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے' مشہور قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ماہ ربیع الاول میں پیدا ہوئے۔[۱۲۳]
- کہا گیا ہے کہ آپ ماہ صفر میں پیدا ہوئے ہیں۔
- یہ بھی روایت ہے کہ ماہ ربیع الاخر میں۔
- یہ کہ آپ ماہ رجب میں پیدا ہوئے ہیں ــــــ یہ قول صحیح نہیں ہے۔
- یہ کہ ماہ رمضان المبارک میں پیدا ہوئے۔[۱۲۴]
- اور جس نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یوم عاشورہ میں پیدا ہوئے ہیں' اس نے کیسی غریب بات کہی ہے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یوم ولادت:

جس طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سال ولادت اور ماہ ولادت میں علماء نے اختلاف کیا ہے اور مختلف روایات سامنے آتی ہیں۔اسی طرح سے یوم ولادت کے بارے میں مختلف آراء ہیں ــــــ کہا جاتا ہے کہ جس دن آپ پیدا ہوئے ہیں' وہ غیر معین ہے کہ اول مہینہ ہے یا آخر مہینہ ہے ــــــ جس شخص کا یہ قول ہے' اس کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ ربیع الاول کے مہینے میں دوشنبہ (پیر) کے دن بلاتعین تاریخ آپ کی ولادت ہوئی ہے ــــــ (دوسری یا آٹھویں تاریخ تھی یا ان کے علاوہ کوئی تاریخ تھی ــــــ اس کا تعین نہیں ہو سکتا) ــــــ

جمہور علماء اس پر متفق ہیں کہ آپ کی ولادت کا دن معین ہے:

- کہ ربیع الاول کی دو راتیں گزرنے کے بعد آپ پیدا ہوئے ہیں۔

---

۱۲۳ یہ جمہور علماء کا قول ہے اور ابن جوزی نے اس قول پر جمہور علماء کا اتفاق کرنا لکھا ہے۔

۱۲۴ یہ قول ابن عمر سے روایت کیا گیا ہے۔اس کی اسناد صحیح نہیں ــــــ ابن عمر کا قول اس شخص کے موافق ہے جس نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ آپ کے ساتھ ایام تشریق میں حاملہ ہوئی تھیں (ایام تشریق قربانی کے دن یوم نحر) کے بعد دو یا تین دن ہیں ــــــ ان کا نام ایام تشریق اس لیے ہے کہ قربانی کرنے والے قربانیوں کا گوشت کاٹتے تھے ــــــ یا ایام تشریق نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ شروق شمس کے بعد عید کی نماز پڑھتے ہیں ــــــ یہ قول اس امر کے موافق ہے کہ حمل کی مدت نو مہینے ہیں)

۱۲۵ شیخ قطب الدین قسطلانی نے کہا ہے کہ اس قول کو اکثر اہل حدیث نے اختیار کیا ہے اور یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جبیر بن مطعم سے نقل کیا گیا ہے ــــــ اکثر وہ لوگ جن کو تاریخ کی معرفت ہے۔انہوں نے اسے اختیار کیا ہے ــــــ اس قول کو علی الترتیب حمیدی' شیخ ابن حزم' قضاعی نے ''عیون المعارف'' میں اہل زیج (اہل میقات) زہری' محمد ابن جبیر بن مطعم نے اختیار و روایت کیا ہے۔

- کہ ربیع الاول کی آٹھ راتیں گزرنے کے بعد آپ پیدا ہوئے ہیں۔[۱۲۵]
- کہ ربیع الاول کی دسویں تاریخ کو پیدا ہوئے ہیں۔
- کہ بارہویں ربیع الاول کو ـــــ اس قول پر اہل مکہ کا عمل ہے' وہ لوگ اس تاریخ کو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیدا ہونے کی جگہ کی زیارت کرتے ہیں۔
- کہ ربیع الاول کی سترہ راتیں گزرنے کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔
- کہ اٹھارہ راتیں گزرنے کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔
- کہ ربیع الاول کے آٹھ دن باقی رہے تھے کہ آپ پیدا ہوئے ہیں۔

یہ آخری دو قول جس شخص سے نقل کیے گئے ہیں' بالکل غیر صحیح ہیں ـــــ اور مشہور قول یہ ہے کہ:

''آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیر کے دن بارہویں ربیع الاول کو پیدا ہوئے ہیں۔'' یہ قول ابن اسحٰق کا ہے۔

آپ کی برکت سے زمان ومکاں کو شرف ہے:

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ماہ ربیع الاول میں پیدا ہوئے ہیں ـــــ آپ کی ولادت نہ محرم میں ہوئی اور نہ رجب میں ـــــ نہ رمضان المبارک اور نہ غیر رمضان المبارک کے اور مہینوں میں' جن مہینوں کو شرف حاصل ہے۔

اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو زمانہ سے شرف نہیں ہے بلکہ زمانے کو آپ کی ذات اقدس سے شرف حاصل ہے جیسے کہ جگہوں کو آپ کی ذات مبارکہ سے شرف ہے ـــــ ان جگہوں میں سے مدینہ منورہ ہے کہ آپ کی وجہ سے مکہ سے افضل ہے۔

اگر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مذکورہ مہینوں یعنی محرم' رجب اور رمضان المبارک میں پیدا ہوتے جو کہ اہل عرب کے نزدیک بزرگ مہینے ہیں تو یہ گمان کیا جاتا کہ ان مہینوں کی فضیلت کی وجہ سے آپ کو شرف حاصل ہوا ہے ـــــ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ولادت عرب کے غیر بزرگ مہینوں میں اس لیے کی تا کہ اللہ تعالیٰ کی وہ عنایت جو آپ کے ساتھ ہے اور آپ کی وہ کرامت جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے' وہ ظاہر ہو ـــــ

جمعہ کا وہ دن جس میں آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے ہیں' ایک مبارک ساعت کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔ کوئی مسلمان جمعہ کے دن اس ساعت کو نہیں پاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس ساعت میں کسی خیر کا سوال کرتا ہے ـــــ مگر اللہ تعالیٰ وہ خیر خاص اس بندہ کو عطا کرتا ہے جس ساعت میں سید المرسلین پیدا کیے گئے ہیں۔ اس ساعت کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے کہ تم دعا مانگو اور وہ قبول نہ ہو ـــــ آپ کی ولادت باسعادت دوشنبہ کے دن اول ساعت میں ہوئی ہے۔ اس لیے دوشنبہ کی اول ساعت میں دعا مانگنی چاہیے ـــــ مصنف نے جمعہ کے دن ایک ساعت کی دعا کی قبولیت کے لیے بیان کی ہے لیکن اس ساعت کی

---

۱۲۵ شیخ قطب الدین قسطلانی نے کہا ہے کہ اس قول کو اکثر اہل حدیث نے اختیار کیا ہے اور یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جبیر بن مطعم سے نقل کیا گیا ہے ـــــ اکثر وہ لوگ جن کو تاریخ کی معرفت ہے۔ انہوں نے اسے اختیار کیا ہے ـــــ اس قول کو علی الترتیب حمیدی' شیخ ابن حزم' قضاعی نے ''عیون المعارف'' میں اہل زیج (اہل میقات) زہری' محمد ابن جبیر بن مطعم نے اختیار و روایت کیا ہے۔

نشاندہی و تخصیص نہیں کی ہے ــــ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن پیدا کیا اور جمعہ کے دن اپنے بندوں کو عبادت کی تکلیف دی کہ نماز جمعہ ادا کریں' خطبہ پڑھیں' غسل کریں' نجاست سے طہارت کریں ــــ اور دوشنبہ کا دن جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا دن ہے' اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو وہ تکلیف نہیں دی ــــ آپ کی امت سے اس تکلیف کی تخفیف اپنے نبی کے اکرام کی وجہ سے آپ کے وجود کی عنایت کے سبب معاف فرمائی۔

غور کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ کیسا بڑا احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے' **وما ارسلنك الا رحمة للعالمين** ۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وقت ولادت:

آپ کی ولادت کے وقت میں جس میں آپ پیدا ہوئے ہیں' علماء نے اختلاف کیا ہے کہ آپ دن میں پیدا ہوئے ہیں یا رات میں ــــ اس بارے میں کئی روایات موجود ہیں ــــ جو مختلف خیالات کی عکاسی کرتی ہیں۔

✪ مشہور قول ہے کہ آپ دوشنبہ کے روز دن میں پیدا ہوئے ہیں ــــ

ابو قتادہ الانصاری سے روایت ہے کہ کسی نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دوشنبہ کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں پوچھا ــــ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''دوشنبہ کا دن وہ ہے جس میں میں پیدا ہوا ہوں ــــ اور دوشنبہ کے دن مجھ پر نبوت نازل کی گئی ہے۔''

اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے ــــ یہ حدیث صریحاً اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دن میں پیدا ہوئے ہیں ــــ

✪ امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دوشنبہ کے دن پیدا ہوئے ــــ دوشنبہ کے دن نبی ہوئے ــــ اور دوشنبہ کے دن مکہ معظمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لے گئے ــــ دوشنبہ کے دن آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حجر اسود اٹھایا تھا ــــ مکہ معظمہ کی فتح دوشنبہ کے دن ہوئی ہے ــــ اور سورۂ مائدہ دوشنبہ کے دن نازل ہوئی ہے۔

✪ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دوشنبہ کے دن طلوع فجر کے وقت پیدا ہوئے ہیں ــــ

ایک یہودی کا قول کہ نبی آخر الزماں پیدا ہوئے:

عبداللہ ابن عمر بن العاص سے روایت ہے کہ مرالظہران میں (جو مکہ شریف سے ایک منزل پر ہے' عیصی نامی ایک یہودی تھا۔ وہ اہل شام سے تھا' وہ کہا کرتا تھا:

''زمانہ قریب ہے ــــ اے اہل مکہ! تم لوگوں میں ایک ایسا مولود پیدا ہوگا کہ سارا عرب اس کا مطیع ہوگا اور اس سے عاجزی کرے گا ــــ وہ ملک عجم کا مالک ہوگا ــــ یہ اس کے پیدا ہونے کا زمانہ ہے۔''

مکہ معظمہ میں کوئی بھی مولود پیدا ہوتا' وہ اس کے متعلق ضرور دریافت کرتا ــــ جس دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے' عبدالمطلب اپنے گھر سے نکلے اور عیصی کے پاس آکر اسے آواز دی ــــ اس نے مکان پر سے عبدالمطلب کو

دیکھا اور کہنے لگا:

''خدا کرے تم ہی اس مولود کے باپ ہو۔۔۔۔ میں جس مولود کی تم لوگوں سے باتیں کیا کرتا تھا' وہ آج (یعنی دوشنبہ) کو پیدا ہو گیا۔۔۔۔ وہ دوشنبہ کے دن نبی ہو گا اور دوشنبہ کے دن وفات پائے گا۔''

عبدالمطلب نے اس یہودی سے کہا کہ:

''آج کی رات صبح کے وقت ایک مولود میرے ہاں پیدا ہوا ہے''۔۔۔۔ عیصی نے پوچھا:

''تم نے اس مولود کا نام کیا رکھا ہے؟''

عبدالمطلب نے کہا۔۔۔۔ ''محمد رکھا ہے'' (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)۔۔۔۔ عیصی نے کہا:

''اے اہل بیت اللہ!۔۔۔۔ میں واللہ یہ تمنا کرتا تھا کہ یہ مولود تم لوگوں میں پیدا ہو۔۔۔۔ تین خصلتوں کے باعث کہ وہ خصلتیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ وہی مولود ہے جو ان تین خصلتوں پر آیا ہے۔''

- ۔۔۔۔ پہلی خصلت یہ ہے کہ اس مولود کا ستارہ آج کی رات طلوع ہوا ہے۔
- ۔۔۔۔ دوسری خصلت یہ ہے کہ وہ آج کے دن پیدا ہوا ہے۔
- ۔۔۔۔ تیسری خصلت یہ ہے کہ اس کا نام محمد ہے۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) [۱۲۶]
- ۔۔۔۔ یہ کہ آپ کی ولادت طلوع غفر کے وقت ہوئی ہے۔۔۔۔ غفر' تین چھوٹے ستارے ہیں جن میں چاند نزول کرتا ہے۔۔۔۔ وہ وقت انبیاء علیہم السلام کی ولادت کا وقت ہے۔[۱۲۷]
- آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا وقت شمسی مہینوں سے نیساں کے مطابق ہے جو رومی مہینہ ہے۔۔۔۔ وہ برج حمل ہے۔۔۔۔ ماہ نیساں کی بیس تاریخیں گزری تھیں کہ آپ کی ولادت ہوئی۔
- اور کہا گیا ہے کہ آپ رات کے وقت پیدا ہوئے ہیں۔۔۔۔ اس میں وقت کا تعین نہیں ہے کہ کتنی رات گزری تھی۔

آپ کی ولادت کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت:

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ مکہ میں ایک یہودی تھا جو تجارت کرتا تھا۔۔۔۔ جس رات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے' اس یہودی نے پوچھا:

''اے گروہ قریش! کیا تم لوگوں میں آج کی رات کوئی مولود پیدا ہوا ہے؟''

قریش نے جواب دیا کہ ''ہمیں اس کا علم نہیں ہے''۔

اس نے کہا:

---

۱۲۶ اس حدیث کو ابو جعفر بن ابی شیبہ سے روایت کیا ہے۔۔۔۔ ابو نعیم نے اس حدیث کی روایت ''دلائل النبوۃ'' میں ایسی سند سے کی ہے جس میں ضعف ہے۔

۱۲۷ ابن دحیہ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔۔۔۔ اس لیے کہ اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کی ولادت رات میں ہوئی ہو۔۔۔۔ زرکشی نے کہا کہ یہ امر اس حدیث کو ضعیف کرنے کی علت نہیں رکھتا۔ اس لیے کہ نبوت کا زمانہ خوارق عادت کی صلاحیت رکھتا ہے اور یہ جائز ہے کہ تارے رات میں تو کیا چاہے دن میں گریں۔

"آج کی رات اس آخری امت کا نبی پیدا ہوا ہے ــــــ اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک علامت ہے کہ وہ خاتم نبوت ہے ــــــ اس میں بال اس طرح سے مجتمع ہیں گویا گھوڑے کی عیال ہے۔"

قریش یہ سن کر یہودی کو ساتھ لے گئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ــــــ قریش نے کہا:

"ہم آپ کے بیٹے کو دیکھنے کے لیے آئے ہیں۔"

آپ کی والدہ ماجدہ نے انہیں آپ کو دکھایا ــــــ قریشیوں نے آپ کی پشت مبارک سے کپڑا ہٹایا تو یہودی اس علامت نبوت کو دیکھ کر بے ہوش کر گر پڑا ــــــ اس نے کہا:

"اللہ کی قسم! آج سے بنی اسرائیل سے نبوت چلی گئی۔"

☆ شیخ بدر الدین زرکشی نے کہا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت دن میں تھی۔

آپ کی ولادت کی رات لیلۃ القدر سے افضل ہے:

جب یہ کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم رات میں پیدا ہوئے ہیں تو کون سی رات افضل ہے؟ ــــــ

"لیلۃ القدر افضل ہے یا آپ کی ولادت کی رات!"

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کی رات لیلۃ القدر سے تین وجوہ سے افضل ہے:

- آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کی رات آپ کے ظہور کی رات ہے جبکہ لیلۃ القدر اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے ــــــ

مشرف کی ذات کے سبب جس شے کو شرف حاصل ہو وہ شے اس شے سے اشرف ہوگی جو مشرف کی ذات کو عطا کی جائے ــــــ یہ ایک اصولی بات ہے اس میں کوئی نزاع نہیں ہے ــــــ اس اعتبار سے آپ کی ولادت کی رات لیلۃ القدر سے افضل ہے۔

- دوسری وجہ یہ ہے کہ لیلۃ القدر کو اسلئے شرف حاصل ہے کہ لیلۃ القدر میں فرشتے نازل ہوتے ہیں ــــــ ولادت کی رات کو شرف آپ کے ظہور کے باعث حاصل ہوا ہے۔ آپ اس میں پیدا ہوئے ہیں ــــــ وہ ہستی جس کے سبب ولادت کی رات کو شرف حاصل ہوا ہے وہ ان لوگوں سے افضل ہے جس کے دم قدم سے لیلۃ القدر کو شرف حاصل ہوا ہے کہ وہ فرشتے ہیں ــــــ یہ وجہ اصح اور پسندیدہ مذہب پر ہے۔[۱۲۸]
- تیسری وجہ یہ ہے کہ لیلۃ القدر میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت پر اللہ کریم کا فضل واقع ہوا ہے ــــــ اور آپ کی ولادت شریف کی رات میں تمام موجودات پر فضل الٰہی واقع ہوا ہے ــــــ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام

---

۱۲۸ جمہور اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ ہر نبی فرشتہ سے افضل ہے جبکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جمیع عالمین سے افضل ہیں اس پر اجماع ہے ــــــ اسے امام فخر رازی ابن سبکی اور سراج الدین البلقینی نے حکایت کیا ہے۔

جہانوں کے لیے رحمت بنا کے بھیجا ہے۔۔۔۔ آپ کی ولادت کے سبب اللہ تعالیٰ کی نعمت جمیع مخلوق پر عام ہوئی ہے یعنی آپ کی رحمت سب کے لیے ہے۔ اس میں کوئی تخصیص نہیں۔۔۔۔ اس لیے آپ کی ولادت کی رات نفع میں اعم ہے اور لیلۃ القدر سے افضل ہے۔

اے وہ ماہ مبارک! جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پیدا ہوئے ہیں۔۔۔۔ تو کس درجہ افضل و اشرف ہے۔۔۔۔ اور تیری راتوں کی حرمت کتنی وافر ہے۔۔۔۔ گویا وہ راتیں عقود زمانہ میں اپنے انوار سے موتی ہیں۔۔۔۔ اے مولود کے چہرے! تو کس درجہ روشن ہے۔ وہ ذات باری تعالیٰ جس نے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کو دلوں کے لیے ربیع کیا ہے اور آپ کے حسن کو بدیع کیا ہے۔

يقول لنا لسان الحال منه ۞ و قول الحق يعزب للسميع

''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان حال ہم سے کہتی ہے اور حال یہ ہے کہ سننے والے کو حق بات شیریں (میٹھی) معلوم ہوتی ہے۔۔۔۔ اے سائل! اگر تو میری صفات اور میرے احوال کے بارے میں پوچھتا ہے تو سن!

فوجهي والزمان وشهر وضعي ۞ ربيع في ربيع في ربيع

''میرا چہرہ اور میرا زمانہ اور میرے پیدا ہونے کا مہینہ زمانہ ربیع میں ماہ ربیع الاول میں ربیع ہے۔۔۔۔ آپ کا چہرہ مبارک اعتدال حسن اور رونق میں ربیع کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ اس چہرہ مبارک نے ربیع کے موسم میں ماہ ربیع الاول میں اپنی بہار دکھائی ہے۔ ۱۲۹

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدت حمل اور جائے پیدائش:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدت حمل میں بھی اختلاف کیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں بھی مختلف روایات ہیں:

- کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ حمل کی مدت نو مہینے کامل تھی۔
- کہا گیا ہے کہ دس مہینے تھی۔
- کہا گیا ہے کہ آٹھ مہینے تھی۔
- کہا گیا ہے کہ سات مہینے تھی۔
- کہا گیا ہے کہ چھ مہینے تھی۔

آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی جائے پیدائش سے متعلق بھی مختلف آراء ہیں:

---

۱۲۹ اہل معانی نے کہا ہے (جیسا کہ ''سبل'' میں ہے) کہ آپ کی ولادت فصل ربیع میں ہوئی ہے کہ فصلوں میں معتدل فصل ہے۔۔۔۔ فصل ربیع میں رات اور دن دونوں معتدل ہوتے ہیں۔ حرارت اور برودت (ٹھنڈک) معتدل ہوتی ہے۔۔۔۔ موسم ربیع کی نسیم رطوبت (نمی) اور یبوست کے درمیان معتدل ہوتی ہے۔۔۔۔ اس موسم کا آفتاب ارتفاع اور ہبوط میں معتدل ہوتا ہے اور موسم ربیع کا چاند اول درجہ میں چاندنی راتوں میں معتدل ہوتا ہے۔۔۔۔ وہ شے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مربیوں کے اسماء سے آپ کے لیے مہیا کر رکھی ہے۔ اس نظام کی سلک میں منعقد ہوتی ہے۔۔۔۔ آپ کی تربیت کرنے والوں میں والدہ اور قابلہ ہیں' ان کو شفا ہے اور آپ کو گود میں لینے والی کے نام میں برکت ہے اور نمود ہے اور آپ کی دودھ پلانے والیوں میں ثواب' حلم اور سعد ہے۔

- آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم محمد بن یوسف (برادر حجاج بن یوسف معروف ظالم گورنر) کے مکان میں پیدا ہوئے ہیں) ۱۳۰
- شعب بنی ہاشم میں پیدا ہوئے۔
- مکہ میں بنی جمح کی روم میں پیدا ہوئے۔
- آپ مکہ میں نہیں بلکہ عسفان میں پیدا ہوئے جو کہ مکہ سے چھتیس میل پر واقع ہے' یہ روایت بھروسہ کے لائق نہیں ہے۔

آپ کے میلاد کی خوشی میں دشمن جاں کے عذاب میں کمی:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ابولہب کی آزاد کی ہوئی لونڈی ثویبہ نے دودھ پلایا ہے ____ جس وقت ثویبہ نے آپ کی ولادت کی بشارت ابولہب کو دی' ابولہب نے اس خوشی میں دایاں ہاتھ بلند کرتے ہوئے ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا ____ ابولہب کو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں دیکھا۔ یہ خواب جنگ بدر کے بعد واقع ہوا۔ ابولہب سے پوچھا' تیرا کیا حال ہے؟ اس نے کہا:

"دوزخ میں ہوں مگر دوشنبہ کی ہر رات کو میرے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے ____ اور میں اپنی دو انگلیوں کے گڑھے کی مقدار سے پانی پیتا ہوں۔" ۱۳۱

ابولہب نے اپنی انگلی کے سرے سے اس گڑھے کی طرف اشارہ کر کے مقدار بتائی اور کہا:

"اتنا پانی اس لیے پلایا جاتا ہے کہ ثویبہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی مجھے بشارت دی تھی ____ میں نے آپ کی ولادت کی خوشی سے ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا ____ اس وجہ سے مجھے اتنا پانی پلایا جاتا ہے کہ ثویبہ نے آپ کو دودھ پلایا ہے۔"

ابن جزری نے کہا ہے کہ ابولہب وہ کافر تھا جس کی مذمت میں قرآن شریف نازل ہوا ____ آپ کی ولادت کی رات میں اسے فرحت حاصل ہوئی تھی جس پر اسے دوزخ میں اس فرحت کی جزا دی گئی ہے ____ تو جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے ہے' مسلمان ہے اور توحید پر قائم ہے اور آپ کی ولادت سے وہ مسرور ہوتا ہے' خوش ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جتنی وہ استطاعت رکھتا ہے' آپ کی محبت میں وہ خرچ کرتا ہے ____ اس کا کیا حال ہوگا؟ ____ مجھے میری جان کی قسم ہے! اللہ کریم کی طرف سے کیا اس کی جزا نہ ہوگی ____ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے فضل عمیم کے ساتھ اسے جنت نعیم میں داخل فرمائے گا۔

میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خوشیاں منانا:

اہل محبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے مہینہ میں ہمیشہ محفلیں کرتے ہیں اور اہتمام کرتے ہیں ____

۱۳۰ یہ مکان زقاق المدلک میں واقع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عقیل کو دے دیا تھا۔ ان کی زندگی تک ان کے قبضہ میں تھا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند نے محمد بن یوسف کے فروخت کر دیا ____ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عقیل نے باتباع قریش ہجرت کے بعد محمد بن یوسف کو فروخت کر دیا تھا۔

۱۳۱ دو انگلیاں ____ ایک شہادت کی انگلی دوسری اس کے ساتھ والی ____ جب ان کو کشادہ کیا جائے تو ان کے درمیان ایک گڑھا پیدا ہو جاتا ہے' وہ مقدار مراد ہے۔

کھانے کھلاتے ہیں ۔۔۔۔ ولادت کی راتوں میں صدقہ کرتے ہیں ۔۔۔۔ خوشی کا اظہار کرتے ہیں ۔۔۔۔ مبرات میں کثرت کرتے ہیں ۔۔۔۔ آپ کی ولادت باسعادت کے حالات و واقعات پڑھنے سننے میں ذوق وشوق کا اظہار کرتے ہیں ۔۔۔۔ ان مسلمانوں پر آپ کے میلاد شریف کی برکات سے ایک فضل عمیم ظاہر ہوتا ہے ۔۔۔۔ آپ کے میلاد شریف کے خواص سے جو چیزیں آزمائی گئی ہیں' ان میں سے ایک یہ ہے کہ جس سال میلاد شریف پڑھا جاتا ہے تو وہ میلاد مسلمانوں کے لیے بلاؤں مصیبتوں سے امان کا باعث ہوتا ہے اور وہ میلاد شریف دلی مرادیں برلانے میں بہت جلد بشارت کا سبب ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنا خاص فضل و کرم فرمائے جس نے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے مبارک مہینہ کی راتوں کو عید کی حیثیت میں اختیار کیا ہے ۔۔۔۔ اس عید کو اختیار کرنے سے جن لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اصل میں ان کے دل محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و چاہت سے خالی ہیں ۔۔۔۔ پھر کس منہ سے مسلمانی کا دعویٰ کرتے ہیں ۔۔۔۔ کیا نبی کا کلمہ صرف حلق سے اوپر اوپر پڑھتے ہیں ۔۔۔۔ ان کے دل اس محبت سے متضاد کیوں ہیں؟ ۔۔۔۔

اس کے ساتھ ساتھ جنہوں نے میلاد شریف مناتے ہوئے بعض ناپسندیدہ امور کو جاری کیا ہے جیسے گانا بجانا وغیرہ ۔۔۔۔ انہیں یہ سوچنا چاہیے بلکہ خیال کرنا چاہیے کہ ان کی ان حرکات سے کہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دل اطہر کو تکلیف تو نہیں پہنچ رہی ۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہمیں راہ سنت پر چلائے بلکہ استقامت عطا فرمائے۔ آمین[۱۳۲]

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شیر خوارگی:

صوفیا کرام اور دیگر علماء نے ذکر کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تو دنیا کے آسمان کے فرشتوں نے ندا کی:

''یہ وہ درِ یتیم ہے جس کے مثل کی قیمت نہیں پائی جاتی ۔۔۔۔ اس کی رضاعت اور پرورش کا کون کفیل ہوگا ۔۔۔۔''

پرندوں نے کہا:

''ہم اس کے کفیل ہوتے ہیں اور اس کی خدمت عظیمہ کو ہم غنیمت جانتے ہیں۔''

صحرا کے وحشی جانوروں نے پرندوں سے کہا:

''اس خدمت کے ساتھ ہم اولیٰ ہیں۔ آپ کے شرف اور تعظیم کو ہم پائیں گے۔''

ان دونوں کی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ زبان قدرت نے یہ ندا کی:

''اے جمیع مخلوقات! اللہ تعالیٰ نے اپنی سابق حکمت قدیمہ میں یہ لکھ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نبی حلیمہ حلیم کا شیر خوار ہو۔''

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں۔[۱۳۳] کہ میں مکہ شریف میں ان عورتوں کے ساتھ جو بنی سعد بن بکر سے تھیں ۔۔۔۔ وہ قحط سالی کا زمانہ تھا۔ ہم سب عورتیں شیر خوار بچوں کی تلاش میں تھیں۔ میں اپنی گدھی پر آئی اور میرے ہمراہ میرا ایک لڑکا اور ایک اونٹنی

---

۱۳۲ ابن الحاج نے اپنی کتاب ''المدخل'' میں اس موضوع پر کافی لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے نیک ارادے اور حسن عمل پر جزا عطا فرمائے۔

۱۳۳ ان احادیث کو ابن اسحاق' ابن راہویہ' ابو یعلیٰ' طبرانی' بیہقی اور ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔

تھی ـــــ وہ اونٹنی ایک قطرہ دودھ نہیں دیتی تھی ـــــ اور ہم اس لڑکے کے ساتھ بھوک کی شدت سے تمام رات نہیں سوتے تھے ـــــ میرا بیٹا میرے پستان میں اتنا دودھ نہیں پاتا تھا کہ اس کی بھوک مٹ جائے اور نہ ہی ہماری اونٹنی میں اتنا دودھ تھا کہ جسے پی کر وہ میرا دودھ چھوڑ دیتا۔ چنانچہ ایسے حال میں ہم لوگ مکہ آئے۔

شیرخوار بچوں کے لیے مکہ آنے والی عورتوں میں سوائے میرے ہر ایک نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو لینے سے انکار کر دیا کہ آپ کے والد ماجد فوت ہو چکے ہیں' آپ یتیم ہیں ـــــ اللہ کی قسم! میری ہمراہی تمام عورتوں میں سے ہر ایک نے شیرخوار بچہ لے لیا ـــــ میں نے اپنے شوہر سے کہا:

"واللہ! میں اس بات کو اچھا نہیں سمجھتی کہ میں اپنی ساتھی عورتوں میں اس طرح سے جاؤں کہ میرے ساتھ کوئی شیرخوار بچہ نہ ہو ـــــ ہم اس یتیم کے پاس ضرور جائیں گے اور ضرور اسے لیں گے۔"

جب ہم آپ کے گھر پہنچے تو میں نے دیکھا کہ آپ ایسے صوف کے پارچہ میں لپٹے ہوئے تھے جو دودھ سے زیادہ سفید تھا ـــــ آپ سے مشک کی بو آ رہی تھی ـــــ آپ کے نیچے سبز حریر بچھا ہوا تھا ـــــ آپ اپنی پشت مبارک پر سو رہے تھے اور نیند میں خراٹے لے رہے تھے ـــــ آپ کے حسن و جمال کے باعث میں آپ کو جگانے سے ڈری ـــــ آہستہ سے آپ کے قریب گئی ـــــ پھر میں نے آپ کے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھا۔ آپ نے اس طور سے تبسم فرمایا کہ ہنس رہے تھے۔ پھر آپ نے اپنی دونوں آنکھیں کھول دیں تا کہ میری طرف دیکھیں ـــــ اس وقت آپ کی دونوں آنکھوں سے ایک نور نکلا۔ حتیٰ کہ وہ نور آسمان میں داخل ہوا' اس وقت میں اس نور کو دیکھ رہی تھی ـــــ میں نے آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ پھر میں نے آپ کو اپنی دائیں چھاتی دے دی۔ آپ نے جتنا دودھ چاہا' میری چھاتی سے اتر آیا ـــــ پھر میں نے آپ کو بائیں چھاتی کی طرف پھیرا لیکن آپ نے دوسری چھاتی کا دودھ پینے سے انکار کر دیا اور اب تک آپ کی وہی صفت ہے[۱۴۴] کہ دوسری چھاتی کا دودھ نہیں پیتے ہیں ـــــ آپ اور آپ کا دودھ شریک بھائی سیراب ہو گئے۔ پھر میں نے آپ کو مع آپ کے ان کپڑوں کے جن میں آپ لپٹے ہوئے تھے' لے لیا اور جہاں میں ٹھہری ہوئی تھی' آپ کو وہاں لے آئی ـــــ آپ کے سامنے میری چھاتی میں اتنا دودھ اترا جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا ـــــ میرا شوہر ہماری اس اونٹنی کے پاس گیا جو ایک قطرہ بھی نہیں دیتی تھی' یکا یک اس کے تھن دودھ سے بھرے پائے ـــــ میرے شوہر نے اتنا دودھ دوہا کہ میں نے اور میرے شوہر دونوں نے سیراب ہو کر پیا اور ہماری رات اچھی گزری ـــــ میرے شوہر نے کہا:

"واللہ! اے حلیمہ! مجھے یقین ہے کہ تو نے ایک مبارک ذات کو پایا ہے ـــــ جس خیر و برکت کے ساتھ ہم نے رات بسر کی ہے' کیا تو نے نہیں دیکھی؟ ـــــ جب سے ہم نے اس مولود کو لیا ہے۔"

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے سبب ہم کو ہمیشہ کثیر خیر و برکت سے نوازتا رہا ـــــ جب میرے شوہر نے اس خیر و برکت کو دیکھا جو آپ کے سبب ہوئی تو اس نے مجھ سے کہا:

---

۱۴۴ اہل علم نے کہا ہے کہ آپ نے بائیں چھاتی کا دودھ اس لیے نہیں پیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ علم دیا تھا کہ دودھ میں آپ کا شریک ہے۔ یہ بائیں چھاتی اس کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عدل الہام فرمایا۔

''اس خیر و برکت کا کسی سے ذکر مت کر' خاموشی اختیار کر اور لوگوں سے اپنے اس امر کو چھپائے رکھ کہ تجھ سے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے حسد نہ کریں۔۔۔۔۔ اس لیے کہ جس رات سے یہ لڑکا پیدا ہوا ہے' علمائے یہود کی یہ حالت ہے کہ انہیں دن کو چین ہے نہ رات کو' ان کی تو نیندیں اڑ گئی ہیں۔۔۔۔۔'' ۱۳۵

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے مکہ شریف میں تین دن قیام کیا اور بعض ماؤں نے اپنے بچوں اور ان کی دائیوں کو رخصت کیا۔۔۔۔۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ سے رخصت چاہی۔۔۔۔۔ پھر میں اپنی اونٹنی پر سوار ہوئی اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے آگے بٹھالیا۔۔۔۔۔ ہمارے سوار ہونے پر ہماری اونٹنی نے کعبہ کی طرف تین سجدے کیے اور اس نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا۔ پھر وہ راستہ چلنے لگی۔ یہاں تک کہ دوسروں کی سواریوں سے آگے نکل گئی۔۔۔۔۔ یہ عجب معاملہ دیکھ کر انہیں سخت حیرت ہوئی۔ وہ عورتیں جو میرے پیچھے رہ گئی تھیں' مجھ سے کہنے لگیں:

''اے بنت ابی ذویب! کیا یہ تیری وہی اونٹنی ہے جس پر تو سوار ہمارے ساتھ آئی تھی۔۔۔۔۔ کبھی کمزوری کی وجہ سے تجھے اونچا کرتی تھی اور کبھی نیچا۔۔۔۔۔''

میں نے ان سے کہا کہ اللہ کی قسم! یہ وہی اونٹنی ہے۔۔۔۔۔ وہ عورتیں سخت حیران تھیں اور کہتی تھیں:

''اس اونٹنی کی کوئی شان ہے!''

میری اونٹنی کو اللہ پاک نے گویائی عطا فرمائی' وہ کہنے لگی:

''تحقیق میری البتہ بڑی شان ہے۔۔۔۔۔ پھر میری بڑی شان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے گویا دوبارہ زندگی عطا فرمائی ہے۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے میرے ضعف کے بعد مجھے قوت و توانائی عطا فرمائی ہے۔۔۔۔۔ اسے بنی سعد کی عورتو! تم بڑی غفلت میں ہو۔۔۔۔۔ تم نہیں جانتی کہ میری پشت پر کون سی ذات سوار ہے۔ میری پیٹھ پر خیر الانبیاء سید المرسلین خیر الاولین والآخرین اور حبیب رب العالمین سوار ہیں۔''

حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ جب ہم بنی سعد کے علاقے میں پہنچے تو میرے علم کے مطابق اللہ تعالیٰ کی زمینوں میں بنی سعد کی زمین سے زیادہ قحط ناک زمین کوئی نہ ہوگی لیکن جب سے ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر آئے' میری بکریاں شام کو باہر سے چر کر گھر آتی تھیں تو دودھ سے بھری ہوتی تھیں۔ ہم ان کا دودھ دوہتے اور پیتے تھے۔۔۔۔۔ ہماری نسبت دوسروں کی بکریوں سے دودھ کا ایک قطرہ نہیں آتا تھا۔۔۔۔۔ وہ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ جہاں بنت ابو ذویب کا چرواہا بکریاں چراتا ہے' تم بھی وہیں چراؤ۔۔۔۔۔ پھر بھی ان کی بکریاں شام کو بھوکی لوٹتی تھیں اور دودھ کا ایک قطرہ نہیں دیتی تھیں اور میری بکریاں شام کو جو واپس آتیں تو ان کا پیٹ بھرا ہوتا اور ان میں دودھ بھی کثیر ہوتا۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے جو برکت حلیمہ سعدیہ کے لیے پیدا فرمائی تھی' اس برکت کی نیکی اللہ ہی کے لیے ہے جس سے حلیمہ کے اونٹ' بکریاں اور دوسرے جانور کثیر ہو گئے۔۔۔۔۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دم قدم سے حلیمہ سعدیہ کی قدر رفیع ہوگئی اور انہیں اپنی قوم میں عزت اور بزرگی ملی۔ حلیمہ سعدیہ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے جو خیر و برکت ملی' اور خوش بختی اور خیر و کثیر عطا ہوا۔ حلیمہ کو ہمیشہ اس کا

۱۳۵ حلیمہ سعدیہ کی اس روایت کو ظفر بیگ نے اپنی کتاب ''النطق المفہوم'' میں ذکر کیا ہے۔

احساس رہا۔

لقد بلغت بالهاشمی حلیمه مقاماً علافی ذروة العز والمجد

ایک ہاشمی یعنی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سبب حلیمہ ایسے مقام پر پہنچ گئیں کہ وہ اعلیٰ عزت اور بزرگی میں بلند تر ہے ـــــ یعنی حلیمہ نے آپ کے سبب نہایت اعلیٰ عزت اور بزرگی کا مقام پایا ہے۔

وزادت موا شیها واخصب ربعها وقدعم هذا لسعد کل بنی سعد

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے باعث حلیمہ کے اونٹ اور بکریاں زیادہ ہوگئیں اور ان کا علاقہ سرسبز ہوگیا ـــــ تمام بنی سعد کو یہ سعادت عام عطا ہوئی۔

حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب سے آپ میرے گھر میں تشریف لائے بنی سعد کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جہاں سے مشک کی بو نہ آتی ہو ـــــ آپ کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالی گئی ـــــ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ بنی سعد میں سے اگر کسی کے جسم میں کوئی بیماری پیدا ہوتی تو آپ کا دست مبارک اس تکلیف کی جگہ پر رکھا جاتا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے جلد شفا ہو جاتی ـــــ اسی طرح اگر کوئی اونٹ یا بکری بیمار ہو جاتی تو آپ کے دست مبارک سے اس کو شفا ہو جاتی ـــــ

حلیمہ سعدیہ کی حضور کو لوریاں:

عورتیں عموماً جیسے بچوں کو بہلاتے ہوئے کوئی شعر وغیرہ گنگناتی ہیں یا بچوں کو دونوں ہاتھ میں اٹھا کر فضا میں اوپر نیچے دائیں بائیں لہراتی ہیں' حضرت حلیمہ سعدیہ بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بہلاتے اور کھلاتے ہوئے اشعار گنگنایا کرتی تھیں:

یارب اذا عطیة فابقه واعله الی العلی وارقه

اے میرے رب! تو نے ہمیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عطا فرمایا ہے۔ تو انہیں بڑی زندگی دے اور اعلیٰ مراتب سے نواز۔

وارحض اباطیل العد الجقه ۱۳۶

دشمن لوگ آپ سے متعلق جو باطل باتیں یا باطل خیال کریں' انہیں دفع کر۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی بہن شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو گود میں لیتیں اور آپ کو بہلاتے ہوئے یہ اشعار پڑھتی تھیں:

هذا اخ لی لم تلده امی ولیس من نسل ابی وعمی ۱۳۷

''یہ میرا بھائی ہے۔ اگرچہ میری ماں نے اسے جنم نہیں دیا اور نہ ہی میرے باپ کی نسل سے ہے اور نہ ہی میرے چچا کا بیٹا

---

۱۳۶ ابن الطراح نے کہا ہے کہ یہ اشعار عبداللہ محمد بن المعلی الازدی کی کتاب ''الترقیص'' میں ہیں۔

۱۳۷ یہ اشعار غیر ابن الطراح نے نقل کیے ہیں۔

ہے"۔۔۔۔ گویا مجازی اخوت بیان کی ہے۔

فدیتہ من مخول معمی فانمہ اللھم فیما تنمی

"عرب لوگ کہتے ہیں کہ میرے اس بھائی کے چچا اور ماموں بڑے عزت اور احترام والے ہیں۔ اس کی عظمت اور بزرگی سے اپنے آپ کو اس پر فدا کرتی ہوں۔۔۔۔ اے میرے اللہ! جن لوگوں کو تو نے قوت دی ہے' ان میں تو اسے قوی کر اور بلندی عطا فرما"۔

بحذف مضاف یوں کہا جائے کہ جن لوگوں کی اولادوں کو تو نے بڑھایا ہے' میرے بھائی کی اولادوں کو تو بڑھا اور اس کی پیروی کرنے والوں (ماننے والوں) کی کثرت فرما۔[۱۳۸]

سرکار کے بچپن کی باتیں:

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا:

"یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ کے دین میں داخل ہونے کے لیے آپ کی نبوت کی علامت نے مجھے بلایا۔۔۔۔ میں نے آپ کو جھولے میں دیکھا تو آپ چاند سے باتیں کرتے تھے اور اپنی انگلی مبارک سے چاند کی طرف اشارہ کرتے تھے۔۔۔۔ آپ جس طرف چاند کو اشارہ کرتے' وہ اس طرف جھک جاتا تھا۔"

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"میں چاند سے باتیں کرتا تھا اور چاند مجھ سے باتیں کرتا تھا اور مجھے رونے نہیں دیتا تھا۔۔۔۔ اور جس وقت چاند عرش کے نیچے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا تو میں اس کے گرنے کی آواز سنتا تھا۔"

ابن سبع نے خصائص میں لکھا ہے کہ فرشتے آپ کو جھولا جھلاتے تھے۔۔۔۔ بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت حلیمہ بیان فرماتی ہیں کہ میں نے آپ کا جب دودھ چھڑایا تو آپ نے سب سے پہلے جو کلام کیا تو فرمایا:

اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا سبحان اللہ بکرۃ واصیلا

جب آپ نے گھر سے باہر نکلنے اور ہم عصروں میں اٹھنے بیٹھنے کی طاقت پائی تو آپ گھر سے باہر تشریف لے جاتے۔ جب لڑکوں کو کھیلتا دیکھتے تو آپ اس سے دامن بچا کے گزر جاتے تھے۔۔۔۔ بالعموم حلیمہ سعدیہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو تنہا نہیں چھوڑتی تھیں کہ کہیں آپ دور نہ چلے جائیں۔[۱۳۹]

اتفاق سے حضرت حلیمہ ایک بار آپ سے غافل ہو گئیں۔۔۔۔ آپ اپنی رضائی بہن شیما کے ساتھ آفتاب کے زوال کے اول وقت میں جانوروں کی طرف تشریف لے گئے۔۔۔۔ جب حضرت حلیمہ کو معلوم ہوا تو تلاش میں گھر سے نکلیں تاکہ آپ کو

---

۱۳۸ بیہقی نے اور صابونی نے "کتاب الماتین" میں خطیب اور ابن عساکر دونوں نے اپنی تاریخوں میں اور ابن ظفر بیگ سیاف نے "کتاب النطق المفہوم" میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

۱۳۹ ابن سعد' ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے۔

آپ کی بہن شیما کے ساتھ پائیں ۔۔۔۔۔ حلیمہ نے آپ کو شیما کے ساتھ دیکھا تو شیما سے خفگی سے فرمانے لگیں:

''اتنی گرمی میں بھائی کو لے کر آئی ہے۔'' ۔۔۔۔۔ شیما نے جواب دیا:

''نہیں ماں! بھائی کو کوئی گرمی نہیں لگی۔ میں نے دیکھا کہ بادل آپ پر سایہ کیے ہوئے تھا۔ جس وقت آپ کہیں ٹھہر جاتے' وہ بادل بھی وہیں ٹھہر جاتا ۔۔۔۔۔ اور جس وقت راستہ چلتے تو وہ بادل بھی آپ کے ساتھ ساتھ چلتا تھا ۔۔۔۔۔ یوں اس شان سے آپ یہاں تک آ پہنچے۔''

آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جوانی میں اس طرح سے بڑھتے تھے کہ اور لڑکوں کی جوانی سے آپ کا شباب شمار نہیں ہوتا تھا ۔۔۔۔۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں نے آپ کا دودھ چھڑایا تو ہم لوگ آپ کو لے کر آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس آئے ۔۔۔۔۔ آپ کی برکات اور خیر کثیر کے باعث ہمارا دل یہی چاہتا تھا کہ آپ ہمارے پاس ٹھہرے رہیں ۔۔۔۔۔ ہم نے آپ کی والدہ ماجدہ سے بات کی اور کہا:

''کاش آپ انہیں ہمارے پاس چھوڑ دیتیں تاکہ آپ جسم پکڑتے اور قوی ہو جاتے ۔۔۔۔۔ اس لیے مکہ کی وبا سے ہمیں آپ پر خوف محسوس ہو رہا ہے۔''

ہم آپ کی والدہ ماجدہ سے لطف و کرم' شفقات و عنایت کے آرزومند رہے اور یہی گزارش کرتے رہے۔ آخرکار آپ کی والدہ ماجدہ نے ہمارے ساتھ آپ کو پھر بھیج دیا۔ ہم آپ کو ساتھ لے کر اپنے گھر لوٹ آئے۔

ہمارے آنے کے دو تین ماہ بعد آپ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ ہماری بھیڑ بکریوں میں ہمارے گھر کے پیچھے تھے ۔۔۔۔۔ آپ کا رضاعی بھائی دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا:

''میرے قریشی بھائی کے پاس دو آدمی آئے جو سپید کپڑے پہنے ہوئے تھے ۔۔۔۔۔ انہوں نے اس کو زمین پر لٹایا اور اس کا پیٹ چاک کر ڈالا۔''

میں اور آپ کا رضاعی باپ دوڑتے ہوئے گھر سے نکلے۔ ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ آپ کے رضاعی باپ نے آپ کو گلے سے لگایا اور گال تھپتھپاتے ہوئے پوچھا:

''اے میرے پیارے بیٹے! تیرا کیا حال ہے؟''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میرے پاس ایسے دو مرد آئے جن کے جسم پر سفید کپڑے تھے' انہوں نے مجھے لٹا دیا اور میرا پیٹ چیرا۔ ان دونوں نے میرے پیٹ میں سے کوئی شے نکالی اور وہ پھینک دی۔ پھر میرے پیٹ کو پہلی حالت پر پھیر دیا۔''

ہم آپ کو لے کر گھر آئے۔ آپ کے رضاعی باپ نے مجھ سے کہا:

''اے حلیمہ! مجھے ڈر ہے کہ ہمارے بیٹے کو یہ صدمہ جن سے پہنچا ہے ۔۔۔۔۔ اس سے پہلے کہ ہمیں جس بات کا خوف ہے وہ ظاہر ہو ۔۔۔۔۔ تو ہمیں اپنے ساتھ لے چل تاکہ ہم آپ کو آپ کے گھر والوں کے پاس واپس چھوڑ آئیں۔''

چنانچہ ہم آپ کو ساتھ لے کر مکہ آئے۔ راستے میں آپ ہم سے گم ہو گئے۔ ہوا یہ کہ میں قضائے حاجت کے لیے گئی اور آپ کا پتہ نہ چلا۔[۱۴۰] میں نے حضرت عبدالمطلب کو اطلاع کی ـــــ انہوں نے ایک ہفتہ بیت اللہ کا طواف کیا اور اللہ تعالیٰ سے آپ کے لوٹا دینے کے لیے دعا کی ـــــ عبدالمطلب نے ایک ندا سنی' کوئی کہہ رہا تھا:

''اے لوگو! تم کچھ غم نہ کرو' اس لیے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وہ رب ہے کہ آپ کو ضائع نہ کرے گا اور نہ تنہا چھوڑے گا۔''

عبدالمطلب نے کہا:

''اے غیب سے آواز دینے والے! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں کہ ہم ان کو پائیں ـــــ ان کے پاس ہمیں کون لے جائے گا۔''

آواز دینے والے نے کہا:

''آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) تہامہ کے جنگل میں ہیں۔'' عبدالمطلب یہ سن کر مسلح سوار ہوئے۔ ورقہ بن نوفل سے ملے' پھر سب سے مل کر آپ کی تلاش میں روانہ ہو گئے ـــــ اور آپ کو ایک درخت کے نیچے پایا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ عبدالمطلب کے علاوہ ابو مسعود الثقفی اور عمرو بن نوفل بھی اپنے اپنے اونٹ پر تلاش میں نکلے تھے ـــــ اچانک انہوں نے آپ کو دیکھا کہ آپ موز کے ایک درخت کے پاس کھڑے ہیں اور اس کے پتے لے رہے ہیں ـــــ عمرو انجان بن کر آپ کے سامنے آئے جیسے آپ سے ناواقف ہیں۔ آپ سے کہنے لگے:

''آپ کون ہیں؟''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہوں۔''

یہ سن کر عمرو نے آپ کو اپنے ساتھ سوار کر لیا اور عبدالمطلب کے پاس لے آئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عبدالمطلب کو لوٹا دیا تو عبدالمطلب نے بڑے کوہان کے ہزار اونٹ اور ایک رطل سونا صدقہ کیا ـــــ حلیمہ سعدیہ کے لیے افضل سامان سفر مہیا کیا۔

تاریخ خمیس کے مطابق آپ کی والدہ ماجدہ نے حلیمہ سعدیہ سے پوچھا:

''تم لوگ کس وجہ سے میرے بیٹے کو واپس لائے ہو ـــــ تمہیں تو یہ حرص تھی کہ میرا بیٹا تمہارے پاس ہی رہے؟''

ہم نے آپ کی والدہ ماجدہ سے کہا:

''ہمیں آپ کے مرض کے باعث آپ کو نقصان پہنچنے کا خوف تھا۔'' یہ سن کر آپ کی والدہ ماجدہ نے ہم سے فرمایا:

''تم جو کہہ رہے ہو کہ آپ کے بیمار ہو جانے یا کسی اور وجہ سے آپ کو نقصان پہنچنے کا ڈر ہے تو یہ اصل بات نہیں ہے ـــــ حقیقت کیا ہے' تم مجھ سے ساری بات صحیح صحیح بیان کرو کہ میرے بیٹے کو کیوں واپس لائے ہو؟''

۱۴۰ ان ایام گمشدگی میں آپ کے ساتھ کیا حالات ہوئے ـــــ سیرت کی کوئی کتاب کیا اس کی وضاحت کرتی ہے؟

یوں آپ کی والدہ ماجدہ نے ہمیں سچ بات کہنے پر مجبور کر دیا اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا ـــــ یہ سن کر آپ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا:

''ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ کسی شیطان سے آپ کو نقصان پہنچے ـــــ واللہ شیطان آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا ـــــ میرے بیٹے کے ساتھ یقیناً کوئی عظیم امر ہونے والا ہے ـــــ اور اسی امر نے اسے تمہارے پاس بلایا ہے۔''[۱۴۱]

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا شق سینہ مبارک:

اس ضمن میں تین روایتیں ہیں۔ ایک روایت حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں قیام کے ذکر میں گزری ـــــ بقیہ دو پیش خدمت ہیں۔

شداد بن اوس کی حدیث جسے ابو یعلیٰ، ابو نعیم اور ابن عساکر نے روایت کیا کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میں بنی سعد بن بکر میں شیر خوار تھا۔ وہاں قیام کے دوران ایک دن جبکہ میں اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ بطن وادی میں تھا اچانک میں نے تین آدمیوں کو موجود پایا۔ ان کے پاس برف سے بھرا ہوا سونے کا ایک تھال تھا ـــــ انہوں نے مجھے میرے دوستوں کے درمیان سے پکڑ لیا ـــــ یہ دیکھ کر لڑکے جلدی سے بھاگ کر قبیلہ کی طرف چلے گئے۔ ان تینوں میں سے ایک نے مجھے بڑے لطیف انداز پر زمین لٹا دیا ـــــ وہ لٹا دینا مجھے برا نہیں لگا ـــــ پھر انہوں نے اس جگہ سے کہ سینہ کی ہڈی جدا ہوتی ہے اور معدے کا سرا ہے، ناف کی انتہا تک چاک کیا ـــــ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور خود پر اس شق کا کچھ اثر نہیں پاتا تھا ـــــ پھر اس مرد نے میرے پیٹ میں سے آنتیں وغیرہ نکالیں اور انہیں اس برف سے اچھے طور پر دھویا۔ پھر پیٹ سے نکالی گئی چیزوں کو دوبارہ ان کی جگہ پر رکھ دیا ـــــ پھر دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور اس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ''ہٹ جاؤ'' ـــــ پھر اس نے میرے پیٹ میں ہاتھ ڈال کر میرا دل نکالا ـــــ میں یہ سب دیکھ رہا تھا۔ اس نے میرا دل کو چیرا۔ پھر اس میں سے ایک کالا لوتھڑا نکالا اور اسے پھینک دیا۔ پھر اس نے اپنے ہاتھ سے دائیں اور بائیں طرف اشارہ کیا۔ گویا وہ کوئی شے لے رہا ہے ـــــ میں نے اس کے ہاتھ میں نور کی ایک ایسی انگوٹھی موجود پائی جسے دیکھنے والے کو حیرت ہوتی تھی ـــــ اس انگوٹھی سے اس نے میرے دل پر مہر لگا دی۔ میرا دل نور سے معمور ہو گیا۔ وہ نور نبوت اور حکمت کا نور تھا۔ پھر اس نے میرے دل کو اس کے مقام پر لگا دیا۔ اس مہر کی ٹھنڈک میں نے اپنے دل میں ایک زمانہ تک پائی۔

پھر تیسرے آدمی نے اپنے اس ہمراہی سے کہا کہ ''ہٹ جاؤ'' اور اس نے اپنا ہاتھ جہاں سے معدہ شروع ہوتا ہے اور ناف کے آخیر تک پھیرا ـــــ اللہ کے حکم سے وہ شق مل گیا ـــــ پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر بڑے لطیف انداز سے مجھے اٹھا دیا۔

دوسری روایت بیہقی کے نزدیک ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حلیمہ سعدیہ نے کہا ـــــ یکایک میں نے دیکھا میرا بیٹا ضمرہ خوفزدہ سا دوڑتا ہوا آ رہا ہے۔ اس کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا ہے اور روتے ہوئے پکار رہا ہے:

---

۱۴۱ یہ اس لیے فرمایا کہ زمانہ حمل اور وقت ولادت میں آپ کی والدہ ماجدہ نے کئی اسرار مشاہدہ فرمائے تھے۔

''اے اماں اے بابا! تم جلدی جلدی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کے پاس پہنچو ۔۔۔۔ اگر جلدی نہ چلو گے تو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کو مردہ پاؤ گے ۔۔۔۔ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے ہمارے درمیان سے آپ کو اچک لیا اور آپ کو پہاڑ کی چوٹی پر لے گیا ۔۔۔۔ اس نے آپ کا سینہ مبارک ناف تک چیر ڈالا۔''

اس روایت میں مزید یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس تین آدمیوں کا گروہ آیا۔ ایک کے ہاتھ میں چاندی کی ابریق تھی اور دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت (تھال) تھا۔

آپ کے قلب اطہر پر مہر لگانے میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر رسالت ختم ہو گئی۔ اگر آپ کے ساتھ مہر نبوت خاص کی گئی ہے تو یہ امر مسلم ہے ۔۔۔۔ لیکن مہر پر نبی کے دل پر لگائی گئی جس میں یہ حکمت ہے کہ مہر ایک ایسی علامت ہے کہ نبی غیر نبی سے ممتاز ہو جائے۔

آپ کے سینہ مبارک کو چاک کیا جانا اور دل اطہر کا نکالنا پہلی بار اس وقت ہوا جب کہ جبرئیل علیہ السلام غار حرا میں آپ کے پاس وحی لائے تھے ۔۔۔۔ اور سینہ مبارک کا چاک کیا جانا دوسری بار شب معراج میں ہوا ہے۔

دل اطہر سے جو حلقہ نکالا گیا ہے' اس میں یہ حکمت تھی کہ لڑکپن کے حالات سے پاکیزگی ہو تا کہ لڑکپن کی عمر میں رجولیت کے اوصاف سے آپ متصف ہو جائیں۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے عصمت کے اکمل احوال پر نشو و نما پائی ہے۔

''دلائل النبوت'' میں ابونعیم نے کہا ہے کہ سینہ مبارک کا چاک متعدد بار ہوا ہے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم امت کے ہزار آدمیوں سے بھاری:

سینہ مبارک کے چاک سینہ کے بعد تین آدمیوں میں سے پہلے نے تیسرے سے کہا کہ ''آپ کو آپ کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ تولو'' ۔۔۔۔ انہوں نے مجھے دس کے ساتھ وزن کیا' میں دس وزن میں بھاری نکلا۔

پھر اس نے کہا کہ ''آپ کی امت کے ایک سو آدمی کے ساتھ وزن کرو'' ۔۔۔۔ مجھ کو ایک سو کے ساتھ وزن کیا' میں ایک سو سے بھی بھاری رہا۔

پھر اس نے کہا کہ ''آپ کو ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ وزن کرو'' ۔۔۔۔ انہوں نے ایک ہزار کے ساتھ کیا' میں ایک ہزار سے بھی بھاری ہوا۔

یہ دیکھ کر اس نے کہا'' ''آپ کو چھوڑ دو' اب وزن نہ کرو'' ۔۔۔۔ اگر تم آپ کو آپ کی کل امت کے ساتھ وزن کرو گے' تب بھی آپ ان سے بھاری نکلیں گے ۔۔۔۔''

پھر ان سب نے مجھے اپنے سینوں سے لگایا اور میرے سر پر اور میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسے دیئے ۔۔۔۔ پھر انہوں نے کہا'' ''اے حبیب اللہ! آپ گھبرائیں نہیں۔ آپ کے ساتھ جس خیر کا ارادہ کیا جاتا ہے' اس کا علم ہو جانے پر یقیناً آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی''۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وزن کرنے سے اعتباری وزن مراد ہے نہ کہ ظاہری ترازو سے تولنا ــــ وزن میں فضیلت سے مراد غالب رہنا ہے ــــ یہ کام فرشتوں نے کیا ــــ اس کا مقصد یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کی خبران لوگوں کو کر دیں جو آپ کے سوا ہیں اور وہ اس کا اعتقاد رکھیں' اس لیے کہ یہ امور اعتقادیہ سے ہے۔

تابوت سکینہ کی حقیقت:

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قلب شریف کا طشت میں دھویا جانا آپ کے ساتھ خاص ہے یا آپ کے سوا اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ایسا کیا گیا ہے ــــ اس کے بارے میں تابوت سکینہ سے پتہ چلتا ہے ــــ تابوت میں وہ طشت (تھال) تھا جس میں انبیاء کرام علیہم السلام کے قلوب دھوئے گئے تھے۔[۱۴۲]

سکینہ وہ طمانیت و سکون جو اس تابوت سے حاصل تھا ــــ کہا جاتا ہے کہ سکینہ ایک ہوا کا نام ہے' اس کا چہرہ آدمی کے چہرہ کی طرح تھا۔[۱۴۳] اس کا سر بلی کے سر کی مانند تھا۔[۱۴۴] اس کی آنکھوں میں شعاع تھی۔[۱۴۵] جس وقت دو گروہ جنگ کے لیے باہم مل جاتے تھے تو وہ اپنے دونوں ہاتھ نکالتے اور مخالف کی طرف دیکھتے۔ اس کے رعب سے مخالف کا لشکر بھاگ جاتا۔[۱۴۶]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مہر نبوت:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان خاتم نبوت سے مہر لگائی گئی تھی اور خاتم شریف سے مشک کی بو مہکتی تھی اور خاتم نبوت کبوتر کے انڈے کی طرح تھی۔[۱۴۷] مہر نبوت پر خال جمع تھے۔ گویا وہ سیاہ مسے تھے۔[۱۴۸] مہر نبوت آپ کے بائیں شانہ کی نرم ہڈی کے پاس تھی ــــ ایک اور روایت کے مطابق وہ مہر نبوت بائیں شانہ کے غضروف کے پاس تھی ــــ ابونعیم کے مطابق مہر نبوت آپ کے دائیں شانہ کی نرم ہڈی یا غضروف کے پاس تھی۔

- مہر نبوت شانہ مبارک کے پاس بال جمع تھے۔[۱۴۹] ــــ
- مہر نبوت غدود کی طرح تھی۔[۱۵۰]
- مہر نبوت گوشت کا ابھرا ہوا ٹکڑا تھا۔[۱۵۱]
- مہر نبوت اس آلہ کی مثل تھی جس سے مہر لگاتے تھے۔[۱۵۲]
- مہر نبوت گوشت کی گولی کی طرح تھی۔[۱۵۳]
- مہر نبوت پچھنے کے اس نشان کی مثل تھی جو گوشت کو لیے ہو۔[۱۵۴]

---

۱۴۲ آپ کے ساتھ اس طشت کو خصوصیت نہیں ہے ــــ اس کو طبری' عماد ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں سدی کی ایک حدیث کو اس روایت کی طرف منسوب کیا ہے جو ابی مالک، سے ہے اور ابی مالک نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

۱۴۳ اس کی روایت ابن جریر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کی ہے۔

۱۴۴ مجاہد کا اضافہ۔ ۱۴۵ ابن ابی الربیع۔ ۱۴۶ ابوالشیخ۔ ۱۴۷ امام بخاری

۱۴۸ مسلم شریف ــــ مسوں کے ساتھ تشبیہ صرف رنگ میں ہے نہ کہ مہر نبوت کی صورت میں۔

۱۴۹ صحیح حاکم ۱۵۰ بیہقی ۱۵۱ شمائل ترمذی ۱۵۲ عمرو ابن اخطب ۱۵۳ ابن عساکر

۱۵۴ کتاب الروض

✪ مہر نبوت ایک ایسا سبز خال تھا جو گوشت میں ایک گڑھا تھا اور اس پر چڑا تھا۔۱۵۵

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ مہر نبوت ایک زردی مائل سیاہ خال تھا اور اس کے ارد گرد بال جمع تھے ــــ بلکہ یہ کہ اکٹھے تین بال تھے۔۱۵۶ مہر نبوت کبوتر کے انڈے کی طرح تھی اور اندرونی حصہ میں **اللہ وحدہ لاشریک له** لکھا ہوا تھا اور اس کے ظاہر میں **توجہ حیث کنت فانك منصور** تھا یعنی جس طرف آپ ارادہ کریں متوجہ ہوں۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ میں فرق نہ ہو کیونکہ آپ کو نصرت دی گئی ہے۔۱۵۷ مہر نبوت چمکدار نور تھا۔۱۵۸ مہر نبوت کبوتر کے غدرہ کی مانند تھی۔۱۵۹ مہر نبوت گوشت کی گولی کی مثل تھی جس میں گوشت سے **محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وآله وسلم** لکھا ہوا تھا۔۱۶۰ مہر نبوت سیاہی مائل چھوٹے انجیر کی طرح تھی اور پشت مبارک کی ہڈیوں سے ملی ہوئی تھی۔ جس وقت آپ نے وفات پائی' میں نے مہر نبوت کو ڈھونڈا' وہ اٹھائی گئی تھی۔

ان کل روایتوں کو حافظ مغلطائی نے اپنی کتاب "الزاہر الباسم" میں روایت کیا ہے ــــ فتح الباری میں ہے کہ جو روایتیں وارد ہوئی ہیں کہ مہر نبوت پچھنوں کے نشان کی طرح تھی ــــ یا سیاہ خال کی طرح تھی ــــ یا سبز خال کی طرح تھی' اس پر **محمد رسول اللہ** لکھا ہوا تھا ــــ یا یہ لکھا ہوا تھا **سر فانك منصور** ــــ ان میں سے کوئی شے ثابت نہیں ہوئی ــــ

حدیث پاک میں ہے کہ "خاتم نبوت زر الحجلہ کے مثل تھی"۔۱۶۱

قرطبی نے کہا ہے کہ احادیث ثابتہ اس امر پر دلیل ہیں کہ خاتم نبوت ظاہراً ایک سرخ شے تھی جو آپ کے بائیں شانہ کے پاس تھی ــــ راوی نے اسے چھوٹا کر کے بیان کیا ہے تو اس نے کبوتر کے انڈے کے ساتھ اندازہ کیا ہے ــــ اور جس وقت بڑا کر کے بیان کیا ہے تو اس نے ایک مٹھی کے برابر اس کا اندازہ کیا ہے۔

قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ خاتم نبوت سے متعلق تمام روایتیں معنی میں ایک دوسرے کے قریب اور

---

۱۵۵ تاریخ ابن ابی خثیمہ ۱۵۶ تاریخ قضاعی ۱۵۷ نوادر الاصول از حکیم ترمذی

۱۵۸ مولد شریف از ابن عائذ ــــ یعنی ایک صورت تھی جس میں نور تھا اور نور کی شدت اس درجہ تھی کہ ممکن نہیں ہے کہ کسی صورت کے ساتھ اس وصف کی تعبیر کی جائے۔

۱۵۹ سیرت ابن ابی عاصم ــــ ابوایوب نے کبوتر کے غدرہ کا معنی کبوتر کا قرطمہ کہا ہے کہ وہ کبوتر کی چونچ کی بڑ میں ایک نقطہ ہوتا۔

۱۶۰ تاریخ نیشاپوری

۱۶۱ زر بزائے ہوز ــــ ورائے مہملہ اور حجلہ بجائے حطی وجیم عربی ــــ نووی نے کہا ہے کہ حجال کا واحد ہے حجلہ ــــ حجلہ وہ مکان جو قبہ کی مثل ہو اور اس کی بڑی بڑی گھنڈیں ہوں اور اس کے ڈنڈے ہوں اور وہ گھر جو دلہن کے لیے تخت اور کپڑے اور پردہ سے آراستہ کریں ــــ بعض علماء نے کہا ہے کہ حجلہ سے مراد طائر معروف ہے اور زر اس طائر کا انڈا ہے (یعنی کبوتر کا) ــــ اس کی طرف امام ترمذی نے اشارہ کیا ہے ــــ علماء نے امام ترمذی کا انکار کیا ہے کہ زر انڈے کے معنی میں نہیں آیا۔ البتہ استعارہ کے طور پر درست ہو سکتا ہے ــــ حجلہ خوبصورت قبہ ہو' اس کی گھنڈیوں کو انڈے سے تشبیہ دی جائے ــــ حدیث میں لفظ جمع کف آیا ہے ــــ بضم جیم وسکون میم یعنی ہاتھ کی مٹھی ــــ حدیث میں لفظ "خیلان" آیا ہے۔ بکسر خائے معجمہ وسکون یائے تحتانی ــــ خال کی جمع ہے جسے ہندی میں تل کہتے ہیں جو انسان کی جلد پر ہوتا ہے ــــ حدیث میں لفظ **نغض** فتح نون وغین معجمہ و ضاد معجمہ ساکن ــــ نووی نے کہا ہے کہ **النغض والناغض** ــــ شانہ کا اعلیٰ حصہ ــــ **نغض** وہ رقیق ہڈی جو شانہ کی طرف ہوتی ہے اور شانہ کی حرکت کے وقت ظاہر ہوتی ہے۔ حرکت کرنے کی وجہ سے اس کا نام ناغض رکھا گیا ہے ــــ حدیث میں لفظ **بضعته ناشزه** آیا ہے ــــ **بضعه'** ٹکڑا ــــ اور ناشزہ کے معنی ہیں ابھرا ہوا گوشت یعنی مہر نبوت۔ جسم سے گوشت کا ایک ابھرا ہوا ٹکڑا۔

متفرق طور پر اس امر پر متفق ہیں کہ:

''خاتم (مہر) نبوت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم مبارک پر ابھری ہوئی کبوتر کے انڈے اور مجلہ کی گھنڈی کے برابر تھی۔''

یہ خاتم نبوت اس مشق کا اثر ہے جو دو فرشتوں نے آپ کے دونوں شانوں کے درمیان کیا تھا۔ وہ مہر نبوت آپ کے دونوں شانوں کے درمیان دونوں فرشتوں کے شق صدر کرنے کے بعد تھی۔

خاتم نبوت کب وضع کی گئی' کیونکر وضع کی گئی اور کس نے وضع کی ہے ــــ اس کی تصریح ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث میں ہے جو براء وغیرہ کے نزدیک ہے۔ یہ کہ ابوذر نے کہا:

''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آپ بتلائیں کہ آپ کو کیونکر علم ہوا کہ آپ نبی ہیں اور آپ نے کس دلیل سے جانا کہ آپ نبی ہیں' یہاں تک کہ آپ نے اپنی نبوت کا یقین کرلیا'' ــــ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''میں مکہ کے نواح میں تھا۔ اس وقت دو شخص میرے پاس آئے ــــ دوسری روایت کے مطابق دو فرشتے آئے (یعنی جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام) آئے۔ ان دونوں میں سے ایک زمین پر اترا اور دوسرا فرشتہ زمین و آسمان کے درمیان تھا ــــ ان میں سے ایک نے اپنے ہمراہی سے پوچھا ــــ ''کیا یہ وہی ہے؟'' ــــ اس نے جواب دیا ''ہاں یہ وہی ہے''۔ اس نے کہا' ''آپ کو ایک مرد کے ساتھ وزن کرو'' ــــ (اس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے) ــــ اسی حدیث میں ہے کہ پھر ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ ''آپ کا پیٹ چاک کرو'' ــــ اس نے میرا پیٹ چاک کیا اور میرا دل نکالا۔ دل میں سے شیطان کے دباؤ کی جگہ اور خون کا لوتھڑا نکالا اور ان دونوں کو پھینک دیا ــــ پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ ''آپ کا پیٹ اس طرح سے دھو جیسے برتن کو دھوتے ہیں اور آپ کا مبارک دل اس طرح سے دھو جس طرح سے کپڑا دھوتے ہیں'' ــــ پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ ''آپ کا پیٹ سی دو'' ــــ اس نے میرا پیٹ سی دیا اور میرے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت لگا دی جیسے کہ وہ اب لگی ہے ــــ اور وہ دونوں مجھ سے پیٹھ پھیر کے چلے گئے ــــ گویا میں اس واقعہ کو معائنہ کے طور پر دیکھ رہا تھا۔

''دلائل النبوت'' میں ابونعیم نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی جب ولادت ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ فرشتے نے آپ کو اس پانی میں تین بار غوطے دیئے جسے وہ چاندی کی ابریق میں لایا تھا ــــ پھر اس نے سفید حریر کا قطعہ نکالا۔ اس کپڑے میں ایک انگوٹھی موجود تھی جو بیضہ مکنونہ کی طرح تھی اور زہرہ ستارہ کے مانند روشن ــــ وہ مہر آپ کے شانہ مبارک پر لگا دی ــــ ایک اور روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم خاتم نبوت کے ساتھ پیدا ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں کیا مگر ایسے حال میں کہ اس کے دائیں ہاتھ میں نبوت کا خال یعنی نبوت کی علامتیں ہوتی

تھیں ــــ مگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مبعوث کیے گئے کہ آپ کی نبوت کا خال مہر نبوت آپ کے دونوں شانوں کے درمیان تھی۔[۱۶۲] ــــ اس صورت پر مہر نبوت آپ کے دونوں شانوں کے درمیان دل کے مقابل لگائی جانی اس صفت سے ہوگی جس کے ساتھ آپ کو سارے نبیوں سے اختصاص ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا وصال:

آپ کی والدہ ماجدہ کی وفات آپ کی کمسنی کی عمر میں ہوئی ــــ والدہ ماجدہ کے وصال کے وقت آپ کی عمر کتنی تھی ــــ اس بارے میں مختلف آراء ہیں:

- چار سال
- پانچ سال
- چھ سال
- سات سال
- نو سال
- بارہ سال ایک ماہ دس یوم

آپ کی والدہ ماجدہ نے کہاں وصال فرمایا اور کہاں تدفین ہوئی۔ اس بارے میں بھی مختلف روایات ہیں:

- مقام ابواء
- شعب ابی زویب میں حجون میں
- مکہ معظمہ میں دار رابعہ

مختلف راویوں کے مطابق جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک چھ سال ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو اپنے ماموں کے پاس لے گئیں جو بنی عدی بن النجار سے مدینہ طیبہ میں تھے ــــ اس وقت آپ کے ساتھ ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں ــــ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو دار تابعہ میں اتارا۔ آپ کے ساتھ ایک ماہ تک آپ کے ماموں کے پاس ٹھہری رہیں ــــ جو امور اس مقام میں واقع ہوئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اکثر ان کا ذکر فرمایا کرتے تھے ــــ آپ نے اس مکان کو دیکھ کر فرمایا:

''میری والدہ ماجدہ نے مجھے اس جگہ اتارا تھا اور میں نے بنی عدی بن النجار کے کنوئیں میں اچھی طرح سے تیرنا سیکھا تھا ــــ یہود کی ایک قوم وہاں آتی جاتی تھی۔ وہ لوگ مجھے دیکھا کرتے تھے۔''

حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ان یہودیوں میں سے ایک شخص یہ کہتا تھا کہ:

''آپ اس امت کے نبی ہیں اور مدینہ آپ کی ہجرت کی جگہ ہے۔''

ان یہودیوں کے کلام میں سے میں نے ان سب باتوں کو یاد رکھا ہے ــــ پھر آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو اپنے ساتھ لے کر مکہ کی طرف پلٹیں۔ جب آپ مقام ابواء پر پہنچیں تو آپ نے وفات پائی۔

دلائل النبوت میں ہے کہ اسماء بنت رہم نے اپنی والدہ سے روایت کی ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس بیماری میں ان کے پاس حاضر ہوئی جس بیماری کے سبب انہوں نے وفات پائی ــــ اس وقت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گدرائے ہوئے لڑکے تھے۔ اس وقت آپ کی عمر پانچ سال تھی ــــ آپ اپنی والدہ ماجدہ کے سر کے پاس تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی طرف دیکھ کر یہ اشعار پڑھے:

---

۱۶۲ حاکم نے مستدرک میں وہب بن منبہ سے روایت کی ہے۔

بارك الله فيك من غلام — يا ابن الذى من حومة الحمام

نجا بعون الملك المنعام — فودى غداة الضرب بالسهام

بمائة من ابل سوام — ان صح ماابصرت فى المنام

فانت مبعوث الى لا انام — من عندى ذى الجلال والاكرام

تبعث فى الحل وفى الحرام — تبعث فى التحقيق والاسلام

دين ابيك البر ابراهام — فالله انهاك عن الاصنام

ان لاتو اليها مع الاقوام۱۶۳

اے بیٹا! اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے۔۔۔۔ تو اس شخص کا فرزند ہے جس نے موت کی سخت جگہ سے ملک منعام یا ملک علام کی مدد سے نجات پائی۔۔۔۔ اور اس صبح میں کہ وفائے نذر کے لیے اس کے اور اس کے بھائیوں کے درمیان قرعہ ڈالا گیا کہ کسے ذبح کیا جائے۔۔۔۔ قرعہ آپ کے باپ عبداللہ کے نام پر نکلا۔۔۔۔ ان کے بدلے سو قیمتی اونٹوں کا فدیہ دے دیا گیا۔ اے بیٹا! تیری نبوت کے بارے میں جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا ہے اگر وہ صحیح ہے تو جن و انسان کی طرف تو یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس سے بھیجا گیا ہے کہ وہ صاحب جلال اور صاحب الکرام ہے۔

اے بیٹا! تو حلال اور حرام کے درمیان امتیاز کے لیے بھیجا گیا ہے۔ (یہاں حلال کو اور حرام کو سرزمین قرار دیا گیا ہے۔۱۶۴)

اے بیٹا! حق اور باطل جو باہم مل گئے ہیں' تو باطل سے حق کو جدا کرنے کے لیے مبعوث ہوگا۔ حق اور اسلام کے بیان میں مبعوث ہوگا کہ وہ تیرے باپ ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے۔ وہ محسن اور خدا کے مطیع تھے۔

اے لڑکے! اللہ نے تجھے بتوں سے منع کیا ہے کہ تو لوگوں کے ساتھ بتوں کی نصرت نہ کرے۔۔۔۔ عبادت کے طور پر بتوں کی تعظیم نہ کرے۔۔۔۔ اور بتوں کے لیے ذبح نہ کرے جیسے کہ کفار ذبح کرتے ہیں۔۔۔۔ اور ان کے سامنے سہام یعنی قرعہ سے تقسیم نہ کرے جیسے بتوں کے پجاری کرتے ہیں۔۱۶۵۔۔۔۔

پھر آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

---

۱۶۳ حومتہ' قتال۔۔۔۔ معظم قتال' قتال کی سخت جگہ۔۔۔۔ حمام' قضائے موت اور قدر موت۔۔۔۔ ضرب بالسهام' قرعہ ڈالنا' عرب تیروں پر نام لکھ کر قرعہ اندازی کیا کرتے تھے۔۔۔۔ سوام' بڑی قیمت۔۔۔۔ انام' جن و انسان یا روئے زمین پر موجود تمام اشیاء۔

۱۶۴ سرزمین حلال' مکہ معظمہ۔۔۔۔ سرزمین حرام کل روئے زمین مخلوق کے کفر اور شرک کے اعتبار سے۔

۱۶۵ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمان اس بارے میں واضح ہے کہ وہ موحدہ تھیں۔۔۔۔ اس لیے کہ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کا ذکر کیا ہے اور اللہ کریم کے نزدیک اپنے بیٹے کی بعثت کا ذکر کیا ہے۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتوں کی عبادت اور بتوں کی دوستی سے منع فرمایا ہے۔۔۔۔ یہی توحید کے امور ہیں۔ ان کے سوا اور کچھ توحید نہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا اعتراف اور اس کی الوہیت کا اقرار ہے۔۔۔۔ اس بات کا بھی اقرار ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں۔۔۔۔ اور بتوں کی عبادت سے نجات اور عہد جاہلیت میں اس کی مثال کفر سے بری ہونے اور صفت توحید کے ثبوت کے لیے اسی قدر کافی ہے۔

''ہر ایک زندہ مرے گا ـــــ ہر ایک نئی شے پرانی ہوگی ـــــ ہر ایک کبیر فنا ہوگا ـــــ اور میں مروں گی لیکن میرا ذکر باقی رہے گا اور میں نے عظیم خیر چھوڑی ہے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ـــــ میں نے طاہر کو جنم دیا ہے۔''

پھر آپ کی والدہ ماجدہ نے وفات پائی ـــــ ہم لوگ جنوں کا نوحہ سنتے تھے ـــــ جنوں نے نوحہ میں جو اشعار کہے تھے ہم نے انہیں یاد رکھا ـــــ یہ اشعار ان میں سے ہیں:

نبکی فتاۃ البرۃ الامینہ ذات الجمال العفۃ الزرینہ

وہ جوان عورت جو محسنہ' مطیع خدا اور امینہ ہے ـــــ صاحب جمال' بارع' صاحب عفت اور صاحب وقار ہے ـــــ ہم لوگ اس کے لیے روتے ہیں۔

زوجۃ عبد اللہ والقرینۃ ام نبی اللہ ذی السکینۃ

وہ جوان عورت حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ' ہمسر اور ہمنشین ہیں ـــــ اور اللہ تعالیٰ کے اس نبی کی والدہ ماجدہ ہیں جو صاحب ثبات اور صاحب طمانیت ہے۔

وصاحب المنبر بالمدینۃ صارت لدی حضرتھا رھینہ

وہ نبی مدینہ میں صاحب منبر ہوگا ـــــ اس نبی کی والدہ ماجدہ اپنی قبر میں گرو ہوگئیں۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کا ایمان لانا:

تحقیق طور پر یہ روایت ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے مرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائی ہیں ـــــ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع میں ہم کو حج کے لیے گئے ـــــ مجھے اس راستہ سے لے گئے جو عقبۃ الحجون کی طرف جاتا ہے ـــــ اس وقت آپ رو رہے تھے اور سخت حزین و غمگین تھے ـــــ آپ کے رونے کی وجہ سے میں بھی روئی ـــــ پھر آپ اونٹ پر سے اترے اور مجھ سے فرمایا:

''اے حمیرا! تم کوئی شے پکڑ لو تا کہ گرنے سے بچو۔''

میں نے اونٹ کے پہلو پر کمر ٹیک دی ـــــ آپ دیر تک وہاں ٹھہرے رہے ـــــ یہ بھی روایت ہے کہ میرے پاس سے جانے کے بعد آپ کافی دیر تک وہاں ٹھہرے رہے ـــــ پھر آپ پلٹ کر میری طرف تشریف لائے۔ اس وقت آپ بہت خوش تھے اور تبسم فرما رہے تھے ـــــ آپ نے فرمایا:

''میں اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر گیا اور میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ تو ان کو زندہ کر دے ـــــ اللہ تعالیٰ نے میری والدہ کو میرے لیے زندہ کر دیا ـــــ وہ مجھ پر ایمان لے آئیں ـــــ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی موت کی حالت پر پھیر

دیا۔۔۔۔ ۱۶۶؎

حافظ شمس الدین ابن ناصر الدین دمشقی نے اپنی کتاب ''مورد الصادی بمولد الهادی'' میں جس مقام پر کہا ہے' بہت خوب کہا ہے:

حبا الله النبی مزید فضل　　　　علی فضل وکان به رؤفا

''اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فضل پر مزید فضل عطا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ رافت کرتا ہے۔''

فاحیا امه وکذا اباه　　　　لایمان به فضلا منیفا

''اللہ تعالیٰ نے آپ کی والدہ ماجدہ کو زندہ کیا اور ایسا ہی آپ کے والد ماجد کو زندہ کیا کہ وہ دونوں آپ پر ایمان لائیں۔۔۔۔ یہ زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کے بزرگ فضل سے تھا۔''

فسلم فالقدیم بذا قدیر　　　　وان کان الحدیث به ضعیفا

''اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین ماجدین کو زندہ کیا۔ تم اس امر کو تسلیم کر لو کہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے اور زندہ کرنے پر قادر ہے اور دوسروں کو زندہ کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ اگرچہ آپ کے والدین کے زندہ ہونے کے بارے میں ضعیف حدیثیں آئی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کا ذکر اس شے کے ساتھ نہ کرو جس میں کوئی نقص ہو۔ اس سے کمال درجہ حذر کرو۔ اس لیے کہ وہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دیتا ہے کیونکہ عرف عام یہ ہے کہ جب کسی کے باپ کا اس صفت سے ذکر کیا جائے جس سے اس پر کوئی نقص لازم آتا ہو۔۔۔۔ یا ایسے وصف سے اس کے باپ کو متصف کیا جائے کہ اس کے باپ کی ذات کے ساتھ قائم ہوا اور وہ وصف اس میں نقصان ہو تو گفتگو میں اس کا وصف اس کے بیٹے کو ایذا دیتا ہے۔۔۔۔

ابن منذر نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سبیعہ بنت ابولہب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور کہا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)! لوگ کہتے ہیں کہ تو حمالة الحطب النار کی بیٹی ہے۔''

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایسے حال میں کھڑے ہوئے کہ غضبناک تھے۔ آپ نے فرمایا:

''اقوام کا کیا حال ہے۔ میری قرابت کے بارے میں مجھے ایذا دیتے ہیں۔۔۔۔ جس نے مجھ کو ایذا دی' اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔''

اس لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

۱۶۶ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک اور حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کا زندہ کرنا روایت کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ دونوں آپ پر ایمان لائے ہیں۔۔۔۔ اس حدیث کو سہیلی لائے ہیں اور ایسے ہی اس حدیث کو خطیب سابق لاحق یعنی متقدم اور متاخر میں لائے ہیں جو بمعنی منسوخ و ناسخ ہے۔۔۔۔ اور سہیلی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی روایت میں مجہول راوی ہیں۔۔۔۔ ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ حدیث تحقیق منکر ہے اور اس کی سند مجہول ہے۔۔۔۔ ابن رحیہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ قرآن شریف اور اجماع اس کو رد کرتا ہے۔

''مُردوں کو برا کہنے کے باعث زندہ لوگوں کو ایذا نہ دو۔''
اس حدیث کو طبرانی نے ''معجم صغیر'' میں روایت کیا ہے ـــــ اس میں شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا پہنچانا کفر ہے۔

- ایسا کلام کرنے والا شافعیہ کے نزدیک قتل کیا جائے گا۔ اگر وہ اپنے ایسے فعل سے توبہ نہ کرے گا۔
- مالکیہ کے نزدیک اس کا قتل واجب ہوگا۔ اگرچہ وہ توبہ کرے۔

قاضی ابوبکر جو ائمہ مالکیہ سے ہیں' ان سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین ماجدین دوزخ میں ہیں ـــــ انہوں نے جواب دیا:
''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **ان الذین یوذون اللہ ورسوله لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرة واعدلھم عذاب مھینا** ـــــ اس ایذا سے اعظم کوئی ایذا نہیں ہے کہ کہا جائے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین ماجدین دوزخ میں ہیں۔''

جن علماء کرام نے آپ کے والدین ماجدین کے ایمان کے استدلال میں گفتگو کو طول دیا ہے' اللہ کریم ان کے پیارے ارادوں پر اجر کثیر عطا فرمائے ـــــ حافظ ابن حجر نے اپنی بعض کتابوں میں کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اس آل کے بارے میں یہ گمان ہے جو آپ کے اعلان نبوت سے پہلے وفات پا گئی کہ قیامت کے دن امتحان کے وقت وہ مطیع ہوگی اور آپ کے اکرام کی وجہ سے جنت میں داخل ہوگی تاکہ ان کو جنت میں دیکھ کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں ـــــ ''کتاب الاحکام'' اور ''اصابہ'' میں ہے کہ عبدالمطلب اور آپ کے جملہ اہل بیت ان لوگوں میں جو جنت میں داخل ہوں گے' ایسے حالات میں جنت میں داخل ہوں گے جو مطیع ہوں گے' وہی نجات پائیں گے ـــــ

یہ بات اس امر پر دلیل ہے کہ عبدالمطلب حنیفیت اور توحید پر قائم تھے ـــــ عبدالمطلب نے صلیب اور صلیب کی عبادت کرنے والوں سے تبرا کیا تھا مگر ابوطالب کو نجات نہ ہوگی کہ انہوں نے زمانہ بعثت کو پایا تھا اور وہ آپ پر ایمان نہیں لائے تھے۔ [۱۶۷]

ام ایمن برکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد آپ کی دایہ تھیں اور آپ کو گود میں لیا کرتی تھیں ـــــ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان سے فرماتے تھے کہ

---

۱۶۷ جیسے صحیح حدیث میں ہے کہ اہل نار میں ابوطالب پر عذاب نہیں ہے۔ علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس قسم سے ہے کہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین دوزخ میں نہیں ہیں۔ اس لیے کہ اگر وہ دوزخ میں ہوتے تو ابو طالب کی نسبت ان پر نہایت خفیف درجہ عذاب ہوتا کہ آپ کے والدین مرتبہ میں ابوطالب سے بڑھ کر آپ کے زیادہ قریب ہیں ـــــ اور ان کا عذر بڑا خفیف ہے کہ انہوں نے آپ کی بعثت کا زمانہ نہیں پایا اور نہ ان پر اسلام ظاہر کیا گیا ـــــ لہٰذا آپ کے والدین کے حق میں دوزخ ممتنع ہے۔ بخلاف ابو طالب کے ـــــ کہ صادق مصدوق نے خبر دی ہے **انه اھون اھل النار عذابا** ـــــ لہٰذا آپ کے والدین اہل نار سے نہیں ہیں ـــــ اہل اصول کے نزدیک اس کا نام دلالة اشارة ہے۔

"میری والدہ کے بعد تم میری ماں ہو۔"[۱۶۸]

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے باپ دادا مشرک نہیں:

بعض علماء نے تحقیق قطعی حکم کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین ناجی ہیں اور دوزخ میں نہیں ہیں ـــــ کسی نے اس کے خلاف یہ کہا ہے کہ کسی عالم نے اس امر کی وضاحت نہیں کی کہ موت کی وجہ سے عمل کا سلسلہ ختم ہو جانے پر ایمان اپنے صاحب کو نفع دے سکتا ہے ـــــ اگر کسی نے خصوصی دعویٰ کیا ہے تو اس پر دلیل پیش کرے ـــــ ابو الخطاب بن دحیہ نے کہا ہے کہ جو شخص کافر مر گیا (مرنے کے بعد زندہ ہونے پر) اس کو ایمان نفع نہ دے گا ـــــ بلکہ اگر عذاب کے معائنہ کے وقت ایمان لائے گا تو وہ ایمان اسے کیونکر نفع نہ دے گا' یقیناً دے گا۔

قرطبی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص آپ کے وصال تک ہمیشہ متواتر ہیں ـــــ لہٰذا آپ کا اپنے والدین کو زندہ کرنا اس فضیلت سے ہوگا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فضیلت دی ہے اور آپ کا اکرام کیا ہے۔

قرطبی نے کہا ہے کہ آپ کا اپنے والدین کو زندہ کرنا اور ان کا آپ پر ایمان لانا عقلاً ممتنع نہیں ہے اور نہ شرعاً ممتنع ہے ـــــ شرعاً ممتنع نہ ہونے کی مثال کتاب عزیز میں ہے کہ بنی اسرائیل کا مقتول زندہ کیا گیا ہے اور اس نے اپنے قاتل کی خبر دی ہے ـــــ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے ـــــ اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر مردوں کا ایک زندہ کیا ہے ـــــ جب یہ ثابت ہو گیا ہے تو آپ کے والدین کے زندہ کرنے کے بعد ان کا ایمان ممتنع نہ ہوگا ـــــ یہ امر آپ کی کرامت اور فضیلت میں اضافہ ہے۔

یہ جو ابوالخطاب نے کہا کہ جو شخص کافر مر گیا' اس کا ایمان اس کو مرنے کے بعد زندگی میں نفع نہ دے گا' یہ دراصل اس روایت کے رد میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر لوٹا دیا جبکہ وہ غروب ہو چکا تھا ـــــ امام طحاوی کہتے ہیں کہ یہ بات حدیث سے ثابت ہے کہ اگر آفتاب کا پلٹ آنا فائدہ مند نہ ہوتا اور اس کے پلٹ آنے سے وقت کی تجدید نہ ہوتی (یعنی عصر کا وقت دوبارہ آیا) تو اللہ تعالیٰ آفتاب کو آپ پر نہ لوٹاتا ـــــ اسی طرح حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کا زندہ کیا جانا ان کے ایمان کے لیے نفع کا باعث ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کی تصدیق ان کے لیے نفع کا باعث ہوگی[۱۶۹] ـــــ بعض علماء نے رجعت شمس کی حدیث میں طعن کیا ہے۔

۱۶۸ یعنی میرے ساتھ رعایت اور شفقت کرنے میں میری ماں کی طرح ہو ـــــ یا یہ کہ میں تمہارے ساتھ جو رعایت اور جو احترام کرتا ہوں' اس حیثیت سے تم میری ماں ہو۔

۱۶۹ قرطبی نے اشارہ کیا ہے کہ امام احمد نے کہا ہے کہ رجعت شمس کی حدیث کی اصل نہیں ہے ـــــ ابن جوزی نے امام احمد کا اتباع کیا ہے اور وہ اس حدیث کو موضوعات میں لائے ہیں ـــــ اسی طرح سے ابن تیمیہ نے اس حدیث کے موضوع ہونے کی تصریح کی ہے لیکن مغلطائی' حافظ ابن حجر' قطب خیضری اور امام سیوطی نے اس کی تردید کی ہے ـــــ ان کا کہنا ہے کہ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوع کہنے میں خطا کی ہے ـــــ اس حدیث کی ابن مندہ اور ابن شاہین نے اسماء بنت عمیس کی حدیث نقل کی ہے ـــــ ابن مردویہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے روایت کی ہے۔ دونوں کی اسناد حسن ہیں ـــــ اس جگہ سے امام طحاوی اور قاضی عیاض نے اس حدیث کی صحت کی ہے ـــــ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیے)

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کی نجات کا قائل ہے۔ اس نے اس طور پر بھی تمسک کیا ہے کہ آپ کے والدین ماجدین نے بعثت (اعلان نبوت) سے پہلے فترت ۱۷۰ کے زمانہ میں وفات پائی ہے ـــــ بعثت سے پہلے جو کوئی مر جائے تو اس کے لیے عذاب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا** ـــــ اہل کلام اور اہل اصول سے اشاعرہ نے ـــــ اور شافعیہ سے فقہا نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ:

''جو شخص ایسے حال میں فوت ہو گیا کہ اس کو دعوت نبوت نہیں پہنچی تو وہ ناجی فوت ہوا۔''

آپ کے باپ دادا مشرک نہیں:

امام فخر الدین رازی نے اپنی کتاب ''اسرار التنزیل'' میں لکھا ہے کہ آذر بت تراش حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں بلکہ چچا تھا ـــــ انبیاء علیہم السلام کے باپ کافر نہیں تھے۔ اس پر بہت سی وجوہ دلالت کرتی ہیں۔ ان وجوہ میں سے ایک اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے' **الذی یراك حین تقوم وتقلبك فی الساجدین** ـــــ یعنی آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا تھا ـــــ اس فرمان باری تعالیٰ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جمیع باپ دادا مسلمان تھے۔ فرمان نبوی جو اس امر پر دلالت کرتا ہے' یہ ہے کہ:

لم ازل انقل من اصلاب الطاهرين الى الارحام الطاهرات

اور ارشاد باری ہے **انما المشرکون نجس** ـــــ اس فرمان سے یہ واجب ہوا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد سے کوئی شخص مشرک نہ ہو۔

بیضاوی نے اس آیت شریفہ کا یہ معنی لیا ہے **وتردوك فی تصفح ای تامل احوال المتهجدين** ۱۷۱ ـــــ یعنی جو لوگ تہجد کی نماز پڑھتے ہیں' آپ کا ان کے احوال سے ایک بار اور دوسری بار بحث کرنا۔

جب فرض قیام لیل منسوخ ہوا' اس رات میں آپ نے صحابہ کے گھروں کے اردگرد چکر لگایا' یہ دیکھنے کے لیے صحابہ اس وقت کس حال میں ہیں؟ ـــــ آپ کو حرص تھی کہ صحابہ عبادت کی کثرت کریں ـــــ اور اس وقت آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ صحابہ اللہ کے ذکر میں مصروف ہیں۔ آپ نے ان کے گھروں کو شہد کی مکھیوں کے گھروں کی مانند پایا ۱۷۲ ـــــ

قرآن حکیم میں ہے۔ **فلما تبین انه عدو الله تبراء منه** ـــــ جب آذر کا انتقال ہوا اور ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ وہ کفر پر مرا ہے تو انہوں نے اس کے لیے استغفار پڑھنی چھوڑ دی ـــــ اہل کتاب اور اہل تاریخ نے اس پر اجماع کیا ہے کہ

(بقیہ حاشیہ) علامہ شامی نے کہا ہے کہ امام احمد اور حفاظ کی ایک جماعت کا قول اس حدیث کے موضوع ہونے میں یوں ظاہر ہے کہ یہ حدیث ان تک بعض کذاب کے طریق سے پہنچی ہے ورنہ یہ حدیث موضوع تو کیا ضعیف بھی نہیں ہے۔

۱۷۰ یہ وہ زمانہ ہے جس میں نزول وحی اور احکام شریعت موقوف تھے۔

۱۷۱ تصفح ـــــ تصفحت الکتاب سے لیا گیا ہے یعنی کتاب کے اوراق الٹ کے ان میں دیکھنا اور تامل کرنا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ تہجد گزار ہیں آپ ان کے احوال میں تامل اور سوچ کرتے ہیں۔

۱۷۲ جیسے شہد کی مکھی کے چھتے میں بھنبھناہٹ ہوتی ہے۔ ویسے ہی اصحاب کے گھروں میں ذکر الٰہی کی آواز تھی۔

آذر ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں بلکہ چچا تھا۔۔۔۔ عرب لوگ چچا کو باپ کہتے ہیں۔۔۔۔ قرآن پاک میں و آله آبائك ابراهيم و اسمٰعيل۔۔۔۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت یعقوب کے چچا ہیں' لہٰذا چچا کو باپ کہنا ثابت ہے۔

امام ابو حیان نے تفسیر بحر میں فرمان الٰہی وتقلبك في الساجدين کی تفسیر میں لکھا ہے کہ روافض اس بات کے قائل ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے باپ دادا مومن تھے' وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد وتقلبك في الساجدين کے ساتھ استدلال کرتے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے ساتھ استدلال کرتے ہیں۔ لم ازل من اصلاب الطاهرين۔

ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ۱۷۳۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں کی طرف جانے کے لیے اشارہ فرمایا۔۔۔۔ ہم لوگ آپ کے پیچھے گئے۔ قبروں میں سے ایک قبر کے پاس آپ بیٹھ گئے۔۔۔۔ آپ نے دیر تک سرگوشی کی۔ پھر آپ رونے لگے۔۔۔۔ آپ کے رونے کے سبب ہم لوگ بھی رونے لگے۔۔۔۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کے آپ کی طرف گئے۔ آپ نے ان کو بلایا' پھر آپ نے ہم کو بلایا۔۔۔۔ آپ نے ہم سے پوچھا:

''تم کیوں روئے؟''۔۔۔۔ عرض کیا۔

''حضور آپ کے رونے کے سبب ہمیں بھی رونا آ گیا۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''وہ قبر جس قبر کے پاس میں بیٹھا تھا' میری والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر ہے۔۔۔۔ میں نے اپنے رب سے ان کی زیارت کے لیے اجازت چاہی۔۔۔۔ میرے رب نے اجازت مرحمت فرمائی۔ میں نے ان کے لیے دعا کے لیے اجازت چاہی لیکن اس کے لیے مجھے اجازت نہیں دی بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ماكان للنبي والذين آمنو ان يستغفروا للمشفعين ولم كانوا ولى كفربى

یعنی ''نبی اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے' سزاوار نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے مغفرت چاہیں' اگرچہ مشرکین قرابت دار ہوں۔''

آپ نے فرمایا:

''اس وقت شفقت کہ فرزند کو والدہ پر ہوتی ہے' اس نے مجھے رلایا۔''

صحیح مسلم میں ہے کہ میں نے اپنے رب سے اجازت چاہی کہ میں اپنی والدہ کی مغفرت چاہوں۔۔۔۔ میرے رب نے مجھ کو اجازت نہیں دی۔۔۔۔ اور اس بارے میں اجازت چاہی کہ میں اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کروں۔۔۔۔ میرے رب نے

۱۷۳۔ اس حدیث کو ابن جریر نے علقمہ بن مرثد اور انہوں نے سلیمان بریدہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے۔
حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔۔۔۔ ذہبی نے اس کو ''اختصار مستدرک'' میں رد کیا ہے کہ اس روایت میں ایوب بن ہانی ہے۔۔۔۔ اس کو ابن معین نے ضعیف کہا ہے۔۔۔۔ امام سیوطی نے کہا ہے کہ یہ علت اس حدیث کو عیب لگاتی ہے۔۔۔۔ اس حدیث کی دوسری علت ہے جو بخاری وغیرہ کی حدیث سے مخالف ہے کہ یہ آیت شریفہ مکہ میں ابو طالب کی وفات اور آپ کے استغفار کے بعد نازل ہوئی ہے۔۔۔۔ اس میں اور وجوہ بھی ہیں۔

مجھے اجازت دی کہ تم لوگ قبروں کی زیارت کیا کرو اس لیے کہ قبریں آخرت یاد دلاتی ہیں۔
قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا رونا اس امر پر تھا کہ آپ کی والدہ، جدہ سے آپ کا زمانہ اور آپ پر ایمان لانے کا زمانہ فوت ہو گیا تھا۔

زمانہ فترت ـــــ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا درمیانی عرصہ:

مسلم شریف میں ہے کہ کسی نے پوچھا:
''یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) میرا باپ کہاں ہے؟'' ـــــ آپ نے فرمایا:
''دوزخ میں ہے۔'' ـــــ اس نے پیٹھ پھیری' آپ نے اس کو بلا کر فرمایا:
''میرا باپ اور تیرا باپ دوزخ میں ہے۔''

امام نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ ہے کہ جو شخص کفر پر مرا ہے' وہ دوزخ میں ہے اور اس کو مقربین بارگاہ الٰہی کی قرابت نفع نہیں دیتی ہے ـــــ اس حدیث میں یہ فائدہ ہے کہ جو شخص زمانہ فترت میں مرا اور جیسے عرب لوگ بتوں کی عبادت کرتے تھے' مرنے والا بھی اس طریق پر ہو تو وہ دوزخ میں ہے ـــــ اور اس میں دعوت نبوت پہنچنے سے قبل مواخذہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ جو لوگ زمانہ فترت میں مر گئے ہیں' ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ انبیاء کی دعوت پہنچ چکی ہے ـــــ

امام فخر الدین رازی نے کہا ہے کہ جو شخص شرک کی حالت میں مر گیا ہے' وہ دوزخ میں ہے۔ اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے مر گیا ہو۔ اس لیے کہ مشرکین نے دین ابراہیم علیہ السلام کی حنیفیت کو بدل دیا تھا بلکہ حنیفیت کے ساتھ شرک کو بدل دیا تھا اور شرک کا ارتکاب کیا تھا ـــــ مشرکین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حجت نہیں ہے جو انہوں نے شرک کو اختیار کیا تھا ـــــ اول سے آخر تک جو رسول تھے' ان سب کے دین سے ان لوگوں کو ہمیشہ علم رہا ہے کہ

- شرک قبیح ہے۔
- شرک پر وعید ہے۔
- اہل شرک دوزخ میں جائیں گے۔

یہ خبریں کہ اللہ تعالیٰ شرک پر مشرکین کو عذاب دے گا۔ ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ کے بعد امتوں کے درمیان چلی آتی تھیں ـــــ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لیے ہر وقت اور ہر دور میں مشرکین پر حجت تامہ ہے ـــــ اگر اللہ تعالیٰ کے احکام اور حجتیں مشرکوں کی سزاؤں کے لیے نہ ہوتیں اور صرف توحید ربوبیت کی وہ فطرت ہوتی جس فطرت پر اللہ تعالیٰ نے بندوں کو پیدا کیا ہے ـــــ اگر بندے ان امور کے لائق ہوتے تو یہ امور حجت کے لیے کافی تھے ـــــ اللہ تعالیٰ اس تنہا فطرت کے تقاضوں کے سبب عذاب نہ دیتا۔[۱۷۴]

۱۷۴ اس لیے کہ صحیح امر یہ ہے کہ ایمان واجب نہیں ہوتا ہے مگر شرح کے ساتھ نہ عقل کے ساتھ ـــــ لوگوں نے اگرچہ اپنی عقل سے جانا مگر ان کے جاننے کے باوجود جب تک ایمان کے تقاضے پورے نہ ہوتے' اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دیتا۔

اہل زمین کو ہمیشہ سے یہ علم رہا ہے کہ رسولوں نے روئے زمین پر مخلوق خدا کو توحید کی طرف بلایا ہے۔۔۔۔ لہٰذا مشرک بتوں کی عبادت کرنے والا دوزخ میں عذاب کا مستحق ہوگا۔۔۔۔ اس لیے کہ مشرک نے رسولوں کی دعوت کی مخالفت کی ہے اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے والا ہے۔ جیسے کہ اہل جنت ہمیشہ جنت میں رہنے والے ہیں۔

اہل فترت وہ امتیں تھیں جو رسولوں کے زمانہ میں پیدا ہونے والی تھیں۔۔۔۔ یا وہ لوگ تھے جن کو اول رسول نہیں بھیجا گیا اور نہ ان لوگوں نے دوسرے رسول کو پایا۔۔۔۔ جیسے اعراب ہیں یعنی جنگلوں صحراؤں کے رہنے والے۔۔۔۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی طرف نہ عیسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے اور نہ وہ لوگ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے لاحق ہوئے۔۔۔۔

فترت اس تفسیر سے اس زمانہ کو شامل ہے جو دو رسولوں کے درمیان ہے جیسے کہ حضرت نوح اور ہود علیہ السلام کے درمیان فترت ہے۔۔۔۔ لیکن فقیہ حضرات جب فترت کے بارے میں بات کرتے ہیں تو اس فترت سے ان کی مراد وہ زمانہ ہوتا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان ہے۔

بخاری نے سلمان سے موقوف طور پر روایت کی ہے کہ فترت کی مدت چھ سو برس تھی جبکہ قرآنی دلائل قاطعہ نے اس امر پر دلالت کی ہے کہ مشرکین پر تعذیب نہیں ہے جب تک کہ رسول بھیجنے سے ان پر حجت قائم نہ ہو۔۔۔۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا

ہم نے اس سے یہ جانا ہے کہ ایسے مشرکین کو عذاب نہ ہوگا جن پر کوئی حجت قائم نہیں ہوئی۔ اس لیے کہ ان کو رسول کی دعوت نہیں پہنچی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض اہل فترت کی تعذیب میں صحیح احادیث آئی ہیں۔ جیسے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

- میں نے عمرو بن لحی کو دیکھا۔۔۔۔ وہ دوزخ میں اپنی آنتیں کھینچ رہا تھا۔
- میں نے صاحب محجن کو دیکھا۔۔۔۔ وہ دوزخ میں تھا۔ ۱۷۵

اس اعتراض کے کئی جواب ہیں:

- ایک جواب یہ ہے کہ یہ حدیثیں اخبار احاد (ایک ایک خبر) ہیں کہ ظن کا فائدہ دیتی ہیں۔۔۔۔ یہ احادیث قطعی حکم کا قرآن مجید سے اس طور سے خلاف نہیں کرسکتی ہیں کہ ان لوگوں کو عذاب نہ ہوگا۔۔۔۔ لہٰذا ان احادیث پر قرآن مجید کی تقدیم و فوقیت واجب ہے۔ اگرچہ صحیح احادیث ہوں۔
- دوسرا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں پر تعذیب مقصود کی گئی ہے۔۔۔۔ یہ احادیث وارد ہونے کی وجہ سے جو لوگ ان کے سوا ہیں ان پر ہم ان کا قیاس نہ کریں گے۔۔۔۔ لہٰذا یہ احادیث حکم قاطع کے منافی نہیں ہیں۔۔۔۔ اور سب سے بڑھ کر عذاب کے سبب کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے (کہ شرک کا خاص کر اس کا اپنا معاملہ ہے)

---

۱۷۵ صاحب محجن ایک چور تھا جو اپنے ساتھ آنکڑا رکھتا تھا۔ حاجیوں کا سامان چرایا کرتا تھا۔۔۔۔ اگر اس کی چوری کا علم ہو جاتا تو وہ سامان کے مالک سے کہتا کہ تمہاری چیز تو خود بخود میرے آنکڑے سے لٹک گئی تھی۔۔۔۔

- تیسرا جواب یہ ہے کہ ان احادیث میں تعذیب' جو وارد ہے' صرف انہی لوگوں پر مقصود ہے جنہوں نے توحید کو شرک سے بدل دیا ـــــ اور وہ اہل فترت سے تھے ـــــ جیسے عمرو بن لحی ہے کہ اس نے گمراہی کو اختیار کیا ہے اور بتوں کو پوجتا رہا ـــــ ایسے لوگوں کا عذر قبول نہ ہوگا کہ انہوں نے شریعت کو بدل ڈالا۔

اہل فترت کی اقسام:

اہل فترت کی تین اقسام ہیں:

(۱) اول فترت وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی بصیرت سے توحید پایا تھا کہ اس بصیرت نے انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت سے منع کیا تھا ـــــ

پھر ان لوگوں میں سے وہ ہیں جو کسی شریعت میں داخل نہیں ہوئے (انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کا انتظار کیا) جیسے قس بن ساعدۃ الایادی اور زید بن عمرو بن نفیل تھے۔

اور ان میں سے وہ لوگ ہیں کہ شریعت حق میں جس کے آثار قائم تھے' داخل ہوئے ہیں ـــــ جیسے

- تبع اور اس کی قوم حمیر سے تھی اور
- اہل نجران اور ورقہ بن نوفل ہیں ـــــ

ورقہ کا نام عثمان بن الحویرث ہے ـــــ ان لوگوں نے نصرانی دین کے نسخ سے قبل عہد جاہلیت میں نصرانیت اختیار کر لی تھی۔

(۲) دوسری قسم اہل فترت وہ لوگ ہیں جنہوں نے توحید کو بدل ڈالا اور شرک اختیار کر لیا ـــــ توحید اختیار نہیں کی ـــــ اپنے نفس وخواہش کے لیے ایک شرع گھڑ کے احکام اختیار کیے تھے کہ خود حلال قرار دیا اور خود ہی حرام ٹھہرایا ـــــ یہ لوگ اکثر اہل عرب سے ہیں جیسے عمرو بن لحی بن قمعہ بن الیاس بن مضر ہے ـــــ یہ پہلا وہ شخص ہے جس نے عربوں کے لیے بتوں کی عبادت کا طریقہ مشروع کیا اور احکام مشروع کیے ـــــ اس نے چار قسم کے اونٹ بحیرہ' اوسائبہ' وصیلہ اور حام بتوں کی نذر کیے تھے ـــــ اس کا اتباع تمام عرب نے کیا ـــــ ان کے سوا اور بہت سے امور ہیں جنہیں عمرو بن لحی نے اختیار کیا ـــــ وہ ملک شام سے عمالیق سے ہبل نامی بت کو لایا تھا اور اسے کعبہ کے پاس نصب کیا ـــــ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ عمرو نے ایک جن ثمامہ مطیع کر رکھا تھا ـــــ اس نے اسے کہا کہ جدہ میں نوح علیہ السلام کے دور کے بت ہیں' وہ لے آ ـــــ اس نے لوگوں کو بت پرستی پر لگایا اور دین ابراہیم کے خلاف کیا۔

(۳) تیسری قسم اہل فترت وہ لوگ ہیں جنہوں نے

- نہ شرک کیا اور نہ توحید اختیار کی۔
- نہ کسی نبی کی شریعت میں وہ لوگ داخل ہوئے
- نہ اپنے نفس کے لیے کوئی شریعت اختراع کی
- نہ کوئی دین اختراع کیا

بلکہ وہ لوگ ان امور سے عمر بھر غفلت میں رہے ــــ جو لوگ جاہلیت کے ان طریقوں پر تھے وہ بھی اس تیسری قسم میں داخل ہیں ــــ جب اہل فترت تین قسموں میں تقسیم ہوئے تو جن پر عذاب صحیح ہوگا تو دوسری قسم کے لوگوں پر اس کا نفاذ ہوگا۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے کفر اختیار کیا اور بداعمالی (اعمال خبیثہ) کی وجہ سے حق سے تجاوز کیا ــــ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو کافر اور مشرک فرمایا ہے ــــ اس لیے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کسی کا حال بیان فرمایا ہے تو اس پر کفر اور شرک کا اطلاق کیا ہے ــــ جیسے ولکن الذین کفروا ــــ یعنی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے فرمانے پر کافر کہے جائیں گے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ پر کذب (جھوٹ) کا افترا (بہتان) کیا ہے ــــ اور وہ نہیں جانتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر افترا کر رہے ہیں ــــ یہ سب انہوں نے اپنے باپ دادا کی تقلید سے اختیار کیے ہیں۔

تیسری قسم حقیقتاً وہی اہل فترت ہیں جو غیر معذب ہیں یعنی جنہیں عذاب نہ ہوگا ــــ اس پر کل علماء کا اتفاق ہے کہ اسی قسم سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین ہیں کہ ان کو زمانہ کے تاخر کی وجہ سے دعوت نہیں پہنچی اور ان کے درمیان اور انبیائے سابقین کے درمیان دوری رہی ــــ یہ دونوں جاہلیت کے اس زمانہ میں تھے کہ شرق اور غرب میں جہل عام ہو گیا تھا ــــ اور جو لوگ شریعت کو پہچانتے تھے' وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے ــــ اور دعوت کی وجہ پر تبلیغ و دعوت کرنے والے نہیں رہے تھے ــــ تھوڑے بہت گنتی کے چند علماء اہل کتاب میں سے جیسے ملک شام میں بکھرے ہوئے تھے' انہیں سوائے مدینہ کے اور کہیں سفر کا موقع نہیں ملا اور نہ ہی ایسی لمبی عمر عطا ہوئی کہ مطلوب کی جستجو پر قدرت رکھتے ــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ پردہ نشین خاتون تھیں' مردوں سے مل جل نہیں سکتی تھیں کہ شرائع کے بارے میں معلوم کرتیں۔

لیکن پہلی قسم کے لوگ جیسے قس اور زید بن عمرو ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں میں سے ہر ایک کے بارے میں فرمایا کہ ہر ایک تنہا ایک امت کے درجہ میں مبعوث کیا جائے گا ــــ لیکن عثمان بن الحویرث اور تبع اور اس کی قوم جو حمیر سے تھی ــــ اور اہل نجران جو ہیں' ان لوگوں کا حکم ان اہل دین کا حکم ہے جو اس دین میں داخل ہوئے ہیں۔ جب تک ان میں سے کوئی شخص اس اسلام سے وابستہ نہیں ہوا ہے جو کل دینوں یعنی تمام پہلی شریعتوں کو منسوخ کرنے والا ہے ــــ رہی بات ورقہ یعنی عثمان بن الحویرث کی بات تو وہ صحابی ہیں اور مطلقاً ان اول لوگوں میں سے ہیں جو مسلمان ہو گئے ہیں۔

رہی بات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین ماجدین کے مسئلہ میں یہ وہ بحث ہے جو آسان ہے ــــ بہتر یہی ہے کہ اس بحث کو ترک کر دیا جاتا۔ جیسا کہ امام سخاوی علیہ الرحمہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ایمان کی نفی اور اثبات میں باز رہنا بہتر خیال کیا ہے۔

ابوطالب ــــ کفیل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب جو آپ کے کفیل تھے۔ جب انہوں نے وفات پائی' اس وقت حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک کتنی تھی ــــ اس سے متعلق مختلف روایات ہیں:

✪ آٹھ برس ✪ نو برس ✪ چھ برس
✪ آٹھ برس ایک ماہ دس دن ✪ دس برس ✪ تین برس ۱۷۶

علماء نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ آپ اپنی والدہ ماجدہ کی وفات کے وقت چار برس کے تھے اور ان کے بعد حضرت عبدالمطلب نے آپ کی پرورش کی ہے۔ــــــ یہ کیونکر ہوگا کہ آپ عبدالمطلب کی وفات کے تین سال کے تھے۔

حضرت عبدالمطلب کی عمر کے بارے میں دو مختلف آراء ہیں:

✪ ایک سو دس برس ✪ ایک سو چالیس برس

حضرت عبدالمطلب نے ابو طالب کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش کے لیے اس لیے وصیت کی تھی کہ ابوطالب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقیقی بھائی تھے۔

ابن عساکر علیہ الرحمہ نے جلہمہ بن عرفطہ سے روایت کی ہے کہ میں مکہ معظمہ میں آیا تو اہل مکہ کو قحط میں پایا۔ــــــ قریش نے کہا:

''اے ابو طالب! جنگل قحط ناک ہو گیا ہے۔ــــــ عیال قحط زدہ ہو گئے ہیں۔ آپ آئیں اور پانی کے لیے دعا کیجئے۔''

ابوطالب گھر سے نکلے تو ان کے ہمراہ ایک لڑکا تھا۔ وہ گویا تاریک دن کے لیے آفتاب تھا جس سے سیاہ بادل ہٹ گیا ہو۔ ۱۷۷ اس لڑکے کے گرد چھوٹی عمر والے بہت سے لڑکے تھے۔ ابوطالب نے اس حسین وجمیل لڑکے کو بازو سے پکڑ کر اس کی پشت کعبہ سے چپٹا لی۔ــــــ اس لڑکے نے عاجزی کرنے والے کی طرح آسمان کی طرف اپنی انگلی اٹھا کے اشارہ کیا یعنی پانی برسنے کے لیے التجا کی۔ــــــ اس وقت آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا نہ تھا۔ــــــ دیکھتے ہی دیکھتے چار طرف سے بادل آیا اور بارش ہونے لگی۔ــــــ وہ بادل اتنا برسا کہ جنگل بہہ نکلے۔ شہر والے اور شہر سے باہر والے سب سیراب ہو گئے۔ــــــ

اس بارے میں ابو طالب کہتے ہیں:

وابیض یستسقی انعمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة الارامل ۱۷۸

مراد یہ ہے کہ لوگ آپ کے وسیلہ جلیلہ سے اللہ کریم سے توسل ڈھونڈتے ہیں۔ــــــ آپ یتیموں کے ملجا اور فریاد رس ہیں۔ــــــ اور مسکین مردوں اور مسکین عورتوں کو ضائع ہونے سے بچاتے ہیں۔

یلوذبه الهلاك من آل هاشم فهم عنده فی نعمه وفواضل ۱۷۹

آل ہاشم میں سے جو لوگ ہلاک ہونے کے قریب ہیں، وہ آپ سے التجا کرتے ہیں۔ آپ ان کی فریاد رسی فرماتے ہیں یا

---

۱۷۶ اسے ابن عبدالبر اور مغلطائی نے حکایت کیا ہے۔

۱۷۷ آفتاب جب بادل میں سے نکلتا ہے تو اس کی روشنی پہلے کی نسبت زیادہ اور کثیر معلوم ہوتی ہے۔ــــــ اسی لیے آپ کو اس آفتاب سے تشبیہ دی ہے۔

۱۷۸ ثمال، بکسر ثائے مثلثہ ملجا و فریاد رس، بھوک کی شدت میں کھلانے والا۔ــــــ رامل جمع رمل، ارملہ یعنی مساکین مرد اور مساکین عورتیں مگر عورتوں کے لیے مختصر ہے اور استعمال میں بھی عام ہے۔ــــــ ابیض آپ گورے یا شریف القوم یعنی پاک ناموس ہیں کہ آپ کے چہرہ مبارک کے سبب یا آپ کی ذات مقدس کے سبب لوگ بادلوں سے پانی طلب کرتے ہیں۔

۱۷۹ یلوذ بمعنی ملتجی، التجا گزار۔ــــــ هلاك جمع هالك ــــــ نعمة، بخشش ــــــ فواضل، عظیم نعمتیں۔

ان کو کھانا کھلاتے ہیں اور عظیم نعمتوں سے نوازتے ہیں۔

یہ اشعار ابوطالب کے اس قصیدہ کے ہیں جسے ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے ذکر کیا ہے۔ یہ قصیدہ اسی (۸۰) اشعار پر مبنی ہے۔۔۔۔ ابوطالب یہ قصیدہ اس وقت کہا جبکہ اہل قریش آپ کی ایذا رسانی کے لیے جمع ہوئے تھے۔۔۔۔ اور جن کے دل اسلام کے لیے مائل ہوئے تھے۔ قریش نے انہیں آپ کے پاس سے بھگا دیا تھا۔۔۔۔ اول قصیدہ کا یہ ہے:

ولما رایت القوم لاود عندھم   وقد قطعوا کل العری والوسائل ۱۸۰

میں نے قوم قریش کو جان لیا کہ ان کے دل میں ہماری محبت نہیں ہے۔۔۔۔ قریش نے سارے وعدے اور وسائل یکسر جدا کر دیئے ہیں۔

وقد جاھرون بالعداوۃ والاذی   وقد طاوعوا امر العد والمزایل

قریش نے ہم معشر بنی ہاشم کی عداوت (دشمنی) اور ایذا رسانی کھلم کھلا طور پر کی ہے۔۔۔۔ اور ایسے دشمن کے امر تابع ہو گئے ہیں جو جدائی کرنے والا ہے۔

اعبد مناف انتم خیر قومکم   فلا تشرکوفی امرکم کل واغل

واغل بمعنی خسیس اور کمینہ اور جمیع احوال میں حقیر۔۔۔۔ اے اہل عبد مناف! تم اپنی قوم کے خیر ہو۔۔۔۔ اپنے امر میں ہر ایک شخص جو کمینہ اور حقیر ہے' شریک نہ کرو۔

فقد خفت ان لم یصلح اللہ امرکم   تکونوا کما کانت احادیث وایل

تمہارے امر کو اگر اللہ تعالیٰ درست نہ کرے گا (یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اگر تم ایمان نہ لاؤ گے) مجھے خوف ہے کہ تم لوگ ایسے ہو جاؤ گے جیسے وایل کی باتیں ہیں۔۔۔۔ میری آرزو ہے کہ میں تمہیں بری حالت میں نہ دیکھوں۔

اعوذ برب الناس من کل طاعن   بسوء علینا اوملح بباطل

بندوں کے رب کے ساتھ میں ہر اس شخص سے پناہ مانگتا ہوں جو ہم پر برائی سے طعنہ مارتا ہے یا اس شخص سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں جو امر باطل کے ساتھ مواظبت کرتا ہے۔

وثور ومن ارسی ثبیرا مکانہ   وراق یسر فی حراءً و نازل

ثور' ثبیر اور حرا تینوں پہاڑ ہیں۔۔۔۔ ابوطالب ان کی عظمت اور بزرگی کے سبب قسم کھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ جبل ثور اور اس ذات کی قسم! جس نے ثبیر کو اس کی جگہ پر ثابت قدم اور قائم رکھا ہے' وہ اللہ تعالیٰ ہے۔۔۔۔ اس کی قسم ہے اور اس شخص کی قسم ہے جو نیکوکاری سے جبل حرا پر چڑھے اور اس میں نزول کرے۔

وبالبیت حق البیت فی بطن بکہ   وتاللہ ان اللہ لیس بغافل

اس گھر کی قسم! جو مکہ میں واقع ہے اور وہ بہت حق ہے یعنی کعبہ مکرمہ۔۔۔۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ تم لوگ ہم سے رسول

---

۱۸۰ رایت بمعنی علامت۔۔۔۔ عری، جمع عروہ مراد عورتیں یعنی وعدے۔۔۔۔ وسیلہ بمعنی قربت یعنی جس شے کے ساتھ تقرب حاصل کیا جائے، وسیلہ بادشاہ کے نزدیک منزلت۔

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جو دشمنی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں۔

کذبتم وبیت اللہ نبزی محمدا ولما نطاعن دونہ ونناضل [۱۸۱]

قسم ہے بیت اللہ کی! تم لوگوں نے یہ غلط کہا ہے کہ ہم لوگ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قہر اور غلبہ کریں گے ــــ حال یہ ہے کہ ہم لوگ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اس طرف تم لوگوں سے اور جو تمہارے علاوہ ہیں' ان سب کے ساتھ نیزوں اور تیروں سے لڑیں گے تو تم ان پر کیونکر غالب آسکو گے یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تم سے مغلوب نہ ہوں گے اور تم ان پر قہر نہ کرسکو گے۔

ونسلمہ حتیٰ نصرع حولہ ونذھل من ابنائنا والحلایل

اے گروہ قریش! ہم لوگ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تمہارے سپرد کر دیں گے' ایسا نہ ہوگا ــــ تم جو معاملہ چاہو ان کے ساتھ کرو' یہاں تک کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہم قتل کیے جائیں گے حتیٰ کہ ہم اپنے فرزندوں اور اپنی بیویوں سے غافل ہو جائیں گے یعنی سب کو بھول جائیں گے۔

امام عبدالواحد ابن التین نے کہا ہے کہ ابو طالب کے اس شعر میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہی آپ کی نبوت کو پہچانتے تھے۔ اس لیے کہ بحیرہ راہب نے ابوطالب کو آپ کی شان سے مطلع کر دیا تھا ــــ کثیر احادیث میں ہے کہ ابو طالب کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی معرفت تھی ــــ گروہ شیعہ نے اس اشعار سے یہ تمسک کیا ہے کہ ابو طالب مسلمان تھے ــــ ابن حجر علیہ الرحمہ نے علی بن حمزۃ البصری شیعہ کی ایک کتاب میں ابوطالب کے بیشتر اشعار پائے ہیں اور علی البصری نے یہ زعم کیا ہے کہ ابو طالب مسلمان تھے اور ان کا وصال اسلام پر ہوا ہے ــــ گروہ حشویہ یہ زعم کرتے ہیں کہ ابو طالب نے کفر پر انتقال کیا' اس کے لیے وہ جو دلیل پیش کرتے ہیں' اس کا کوئی وزن نہیں۔

چچا ابوطالب کے ساتھ ملک شام کا سفر:

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بارہ برس کی عمر کو پہنچے تو اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ ملک شام کی طرف تشریف لے گئے ــــ اس سفر میں آپ کی عمر مبارک کے بارے میں مزید روایات ملتی ہیں:

- نو سال (طبری وغیرہ)
- بارہ سال دو ماہ دس دن (ابوعمر)
- تیرہ سال (ابن الجوزی وغیرہ)
- بارہ سال ایک ماہ (سیرت مغلطائی)

جب آپ شہر بصریٰ میں جو مدینہ حوران ہے' پہنچے تو عیسائی عالم دین بحیرا راہب جس کا نام جرجیس تھا' سے ملاقات ہوئی۔[۱۸۲] اس نے آپ کو آپ کی صفات وعلامات نبوت سے پہچان لیا ــــ آپ کا دست مبارک تھام کر کہنے لگا:

---

۱۸۱ نبزی، بضم نون وسکون بائے موحدہ وفتح زائے معجمہ بمعنی قہر تغلب ــــ نہایہ میں صیغہ مضارع مجہول سے نبزی ہے اور لفظ محمد ترکیب میں نائب فاعل ہے اور جواب قسم میں لامحذوف ہے۔

۱۸۲ ذہبی نے کتاب "تجرید صحابہ" میں لکھا ہے کہ بحیرا راہب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بعثت سے پہلے دیکھا ہے (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

''یہ سید المرسلین ہیں۔ یہ سید العالمین ہیں ـــــ یہ وہ ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ رحمتہ اللعالمین مبعوث کرے گا۔ (جیسا کہ اللہ کریم نے فرمایا۔ **وما ارسلنک الا رحمۃ اللعالمین**)

کسی نے بحیرا سے پوچھا:

''تجھے اس بات کا علم کیونکر ہوا؟''

اس نے کہا:

''جب تم لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ گھاٹی کے قریب سے گزرے تو ہر درخت اور ہر پتھر نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کیا ـــــ درخت اور پتھر سوائے نبی کے کسی اور کو سجدہ نہیں کرتے ـــــ میں آپ کو اس مہر نبوت سے پہچانتا ہوں جو آپ کے شانہ کے غضروف کے نیچے سیب کی طرح ہے ـــــ ہم آپ کے نبی ہونے کی علامات اپنی کتابوں میں پاتے ہیں ـــــ''

اور اس نے یہود کے خوف سے ابو طالب سے یہ استدعا کی کہ وہ آپ کو واپس بھجوا دیں ـــــ اس حدیث میں آپ کی ایک علامت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے تو ایک بادل آپ پر سایہ کیے ہوئے تھا۔

اس سفر میں روم سے سات آدمی آئے جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا ارادہ رکھتے تھے ـــــ بحیرا ان اجنبی لوگوں سے ملا اور ان سے آنے کا مقصد پوچھا۔ انہوں نے کہا:

''یہ نبی اس مہینہ میں اپنے گھر سے سفر پر نکلنے والا تھا ـــــ بادشاہ نے ہر راستہ پر آدمی بھیجے ہیں تا کہ آپ کو قتل کر ڈالیں' ہمیں بھی اس مقصد کے لیے بھیجا گیا ہے۔''

بحیرا نے ان سے پوچھا:

''کیا تم نے کسی ایسے امر کو دیکھا ہے کہ جس کے جاری کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہو ـــــ بندوں میں سے کوئی اس کی قدرت رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس امر کو پھیر دے۔''

انہوں نے کہا :

''کسی کو یہ قدرت نہیں۔''

راوی نے کہا ہے کہ ان رومی لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تنگ نہ کرنے اور آپ کو ایذا نہ دینے کے لیے بحیرا سے بیعت کی اور وہ بحیرا کے ہاں ٹھہر گئے۔ اس لیے کہ بادشاہ نے انہیں آپ کے قتل کے لیے بھیجا تھا۔ جب بحیرا کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) اور وہ آپ پر ایمان لایا ہے ـــــ اسے ابن مندہ اور ابونعیم نے اصحابہ میں روایت کیا ہے ـــــ علماء نے صحابی کی یہ تعریف کی ہے کہ جس شخص نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے، وہ صحابی ہے ـــــ ذہبی کا قول اس تعریف پر مبنی ہے کہ کیا آپ کو حالت نبوت میں دیکھنا مراد ہے یا اس حالت سے وہ دیکھنا اعم ہے کہ جس شخص نے آپ کو نبوت سے پہلے دیکھا ہے اور نبوت سے پہلے دین حنیف پر مر گیا ہے، وہ اصحاب میں داخل ہوا ـــــ یہ محل نظر ہے۔

سمجھانے سے وہ اپنے ارادہ سے باز آئے تو انہیں بادشاہ کی حکم عدولی پر اپنی جانوں کا خوف تھا۔۔۔۔ ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو واپس بھجوا دیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے ساتھ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا۔۱۸۳

بیہقی اور ابونعیم کے نزدیک ایک حدیث میں اس سفر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات بحیرا نے اس طرح سے پائے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب شتر سواروں کی جماعت میں تشریف لا رہے تھے تو ایک سفید بادل آپ پر سایہ کر رہا تھا۔۔۔۔ پھر وہ قافلہ ایک درخت کے سایہ میں اترا۔ یہ درخت بحیرا سے قریب تھا۔۔۔۔ بحیرا نے دیکھا:

- ایک سفید بادل آپ پر سایہ کر رہا ہے۔
- جس درخت کے سایہ میں قافلہ ٹھہرا اس درخت کی شاخیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر جھک گئیں۔
- آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی۔

یہ سب امور دیکھنے پر بحیرا نے آپ کو بغل میں لے لیا اور بہت سی چیزیں جو آپ کے حال، خواب، آپ کی ہیئت اور آپ کے امور سے تھیں، آپ سے پوچھنے لگا۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بحیرا کو بتاتے جاتے تھے۔۔۔۔ بحیرا نے آپ کے بارے میں کتب سابقہ سے جو علم حاصل کیا تھا، وہ سب باتیں اس علم کے موافق تھیں۔

رہی بات بادل کے آپ پر سایہ کرنے کی تو جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دودھ چھڑانے کے بعد بنی سعد میں تشریف فرما تھے، آپ کی رضاعی بہن شیما بنت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دوپہر کے وقت آپ کو دیکھا کہ ایک بادل آپ پر سایہ کرتا ہے۔۔۔۔ جس وقت آپ ٹھہر جاتے، وہ بادل بھی آپ کے سر اقدس پر ٹھہر جاتا اور جس وقت آپ قدم بڑھاتے تو وہ ابر بھی قدم بہ قدم آپ پر سایہ کیے جاتا۔

ان قال یوما ظللته غمامه هی فی الحقیقة تحت ظل القابل

اگر قیلولہ (دوپہر کے وقت آرام) کے وقت آپ داخل ہوتے، اگرچہ اس وقت میں آپ سوتے نہیں تھے، اس وقت اور آپ کے چلتے ہوئے یا نہ چلتے ہوئے ہر حال میں بادل آپ پر سایہ کیے رکھتا۔۔۔۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بادل آپ سے تبرک کے لیے آپ کا محتاج تھا جبکہ آپ ابر کے محتاج نہیں تھے۔

شیخ بدر الدین زرکشی نے بعض اہل معرفت سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم معتدل الحرارت اور برودت (ٹھنڈک) تھے۔ آپ کو نہ گرمی محسوس ہوتی تھی نہ سردی۔۔۔۔ آپ اپنے اعتدال کے بادل کے سایہ میں تھے۔

---

۱۸۳ بیہقی نے کہا ہے کہ یہ قصہ اہل مغازی کے نزدیک مشہور ہے۔۔۔۔ حافظ ذہبی نے اس حدیث کو اس قول کی وجہ سے ضعیف کہا ہے کہ حدیث کے آخر میں وارد ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت متاہل نہیں تھے اور نہ ہی انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خریدا۔۔۔۔ حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے "اصابہ" میں کہا ہے کہ اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں اور اس میں کوئی چیز سوائے اس فقرہ کے "حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے ساتھ بھیجا" اور کچھ منکر نہیں ہے۔۔۔۔ لہٰذا اس فقرہ پر عمل کیا جائے گا کہ اس حدیث میں اس کا الحاق کیا گیا ہے اور اس حدیث کے راویوں میں سے کسی ایک کی غلطی سے یہ فقرہ دوسری حدیث سے قطع کیا گیا ہے۔ اس کے راویوں میں سے کسی راوی کو یہ وہم ہو گیا ہے کہ یہ فقرہ اسی حدیث کا ہے۔

ابن مندہ نے ضعیف سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ہوئے ــــ حضرت ابوبکر صدیق اٹھارہ برس کے تھے اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیس برس کے تھے ــــ تجارت کے سلسلہ میں شام کا ارادہ کیا ــــ دوران سفر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسی جگہ ٹھہرے جہاں بیری کا ایک درخت تھا۔ آپ اس کے سایہ میں تشریف فرما ہوئے جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک راہب کی طرف چلے گئے جس کا نام بحیرا تھا۔ اس راہب سے کچھ دریافت فرما رہے تھے ــــ راہب نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

''وہ شخص کون ہے جو اس درخت کے سایہ میں بیٹھا ہے؟''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''وہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔''

بحیرا نے بے ساختہ کہا:

''واللہ یہ شخص نبی ہے ــــ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اس درخت کے سایہ میں کوئی نہیں بیٹھا سوائے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے۔''

اس انکشاف سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق واقع ہوگئی ــــ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے آپ کی اتباع فرمائی۔

حافظ ابوالفضل ابن حجر علیہ الرحمہ نے ''اصابہ'' میں لکھا ہے کہ اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ سفر ابوطالب کے سفر سے دوسرا ہے۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے تجارت اور پھر شادی:

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد کا سامان تجارت کے لیے لے گئے ــــ آپ کے ہمراہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا غلام میسرہ بھی تھا ــــ اس سفر کے وقت آپ کی عمر مبارک کے بارے میں تین روایتیں ہیں:

- پچیس سال
- اکیس سال
- تیس سال

دوران سفر جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سوق بصری پہنچے ــــ ایک دوسری روایت کے مطابق تہامہ میں جو سوق حباشہ تھا' وہاں پہنچے ــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک درخت کے سایہ میں قیام فرمایا ــــ نسطورا راہب نے دیکھ کر کہا:

- اس درخت کے سایہ میں نبی کے سوا کوئی اور نہیں بیٹھا۔

✪ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی اور اس درخت کے سایہ میں نہیں بیٹھا۔

میسرہ نے دیکھا کہ دوپہر کے وقت یا گرمی کی شدت کے وقت دھوپ میں دو فرشتے آپ پر سایہ کرتے ہیں ــــ دوران سفر میسرہ آپ کے حسن اخلاق اور معاملات سے خاصا متاثر ہوا ــــ اس سفر تجارت میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خلاف توقع زیادہ منافع ہوا۔

جب قافلہ سفر تجارت سے مکہ کو واپس ہوا تو دوپہر کا وقت تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے غرفہ میں تھیں۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور یہ دیکھا کہ آپ اپنے اونٹ پر سوار ہیں اور دو فرشتے آپ کے سر اقدس پر سایہ کر رہے ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے غلام میسرہ کو بلا کر سفر کا حال پوچھا ــــ میسرہ نے جو مشاہدہ کیا تھا اور آپ کے حسن اخلاق و حسن معاملات کا سب حال بیان کیا ــــ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت متاثر ہوئیں ــــ

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شادی کا پیغام بھیجا ــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچاؤں سے اس کا ذکر کیا ــــ آپ کے چچوں میں سے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ہمراہ گئے اور خویلد بنت اسد سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ مانگا ــــ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شادی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کر دی گئی ــــ مہر کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔

✪ بیس جوان اونٹ ــــ (روایت ابن اسحٰق)

✪ ساڑھے بارہ اوقیہ سونا (ایک اوقیہ چالیس درہم کے برابر ہے) ــــ (روایت از دولابی)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور روسائے شہر اس نکاح میں حاضر ہوئے ــــ ابوطالب نے خطبہ نکاح پڑھا:

الحمد لله الذى جعلنا من ذرية ابراهيم و زرع اسماعيل وضيضئى معد و عنصر مضر وجعلنا حضنته لبيته وسواس حرمه وجعلنا بيتا محجوجا وحرما آمنا وجعلنا الحكام على الناس ثم ان ابن اخى محمد بن عبدالله لايوزن برجل الارجح به فان كان فى المال قلا فان المال ظل زايل و امر حايل و محمد ممن قد عرفتم قرابته وقد خطب خديجه بنت خويلد و بذل لها من الصداق ما آجله وعاجله من عالى كذا وهوا والله بعد هذا له نباء عظيم و خطر جليل زوجها

ترجمہ: ''اللہ پاک کے لیے جمیع حمد ثابت ہے۔ وہ اللہ کریم جس نے ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے پیدا کیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی کھیتی سے کیا ــــ اور معد کی اصل سے کیا اور مضر کے عنصر سے بنایا ــــ اپنے گھر کعبہ شریف کا خادم ٹھہرایا اور اپنے حرم شریف کا مدبر کیا ــــ اور ہمارے لیے ایسا گھر کیا کہ وہ حج کے لیے مقصود ہے اور ہمارے لیے وہ حرم کیا کہ دشمن کے شر سے ہمیں امن ہے ــــ ہمیں لوگوں پر حکام ٹھہرایا کہ ان پر جس طرح سے چاہیں حکم کرتے ہیں۔

پھر حمد کے بعد یہ امر ہے کہ میرے بھائی کا بیٹا محمد بن عبداللہ شرف اور فضل میں کوئی اسجیسا نہیں' عقل میں کوئی اس سے بہتر و غالب نہیں ____ اگرچہ میرے بھتیجے کا مال تھوڑا ہے مگر مال کی کچھ حقیقت نہیں' مال تو ڈھلتا سایہ ہے' مال امر حائل ہے کہ ایک کے پاس سے دوسرے کی طرف چلا جاتا ہے اور اسے بقا بھی نہیں ____ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں میں سے ہیں جن کی قرابت تم نے پہچان لی ہے کہ وہ بنی ہاشم اور اولاد عبدالمطلب سے ہیں ____ اور آپ کے آبائے کرام کو تم لوگ پہچانتے ہو ____ مال سے حسب افضل واعظم ہے۔

محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا رشتہ مانگنے کے لیے آئے ہیں ____ انہوں نے خدیجہ کو میرے مال سے وہ مال دیا ہے جو اجل اور عاجل ہے ____ واللہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے بارے میں جو کچھ میں نے کہا ہے' وہ ان کی خبر عظیم ہے جس کا تمہیں علم نہیں اور خطر عظیم وجسیم ہے ____ لہٰذا خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کر دی ہے۔"

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اہل مکہ میں طاہرہ کے نام سے مشہور تھیں ____ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کی تیسری شادی تھی ____ اس شادی کے وقت آپ کی عمر چالیس سال اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک پچیس سال تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پہلی دو شادیاں یوں کیں:

- ابی ہالی بن زراۃ التمیمی ____ ان سے دو لڑکے ہند اور ہالہ ہوئے۔
- عتیق بن عابد المخزد ____ ان سے ہند ہوا۔

قریش کے ہمراہ کعبہ کی تعمیر نو:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک جب پینتیس برس ہوئی' قریش کو گمان ہوا کہ سیلابوں سے کعبہ کہیں گر نہ جائے ____ قریش نے ایک نجار قبطی جس کا نام باقوم تھا اور جو سعید بن العاص کا مولی اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جس نے منبر شریف بنایا تھا' سے کہا کہ وہ کعبہ معظمہ کو تعمیر کرے۔

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لائے اور قریش کے ہمراہ پتھر اٹھاتے تھے ____ اہل قریش کا طریق کار یہ تھا کہ اپنے کندھے پر پہلے اپنے تہبد رکھتے تھے۔ پھر اس تہبد پر پتھر اٹھاتے تھے ____ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا تہبند کندھے پر رکھ کر پتھر اٹھایا ____ آپ ایک دم گر پڑے اور یہ ندا آئی:

"اپنی شرم گاہ چھپائیں۔"

یہ آپ کو پہلی ندا کی گئی ____ آپ سے ابوطالب یا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

"اے بھتیجے! اپنا تہبند اپنے سر پر رکھ لو۔"

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میں برہنگی کے باعث گر پڑا تھا۔''

جب تعمیر کعبہ مکمل ہو گئی تو حجر اسود کی تنصیب باقی تھی ـــــ قریش کا ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ یہ شرف اسے حاصل ہو ـــــ قریب تھا کہ اس وجہ سے تلواریں نکل آتیں اور قتل و غارت شروع ہو جاتی کہ اعلان ہوا:

''کل علی الصبح سب سے پہلے جو حرم کعبہ میں داخل ہوگا' حجر اسود اسی کے ہاتھوں نصب ہوگا۔''

سب نے دیکھا کہ سب سے پہلے مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حرم کعبہ میں تشریف لائے ـــــ سب نے صادق و امین پکارا ـــــ آپ جو بھی فیصلہ فرمائیں گے' ہمیں منظور ہے۔ آپ نے اپنی چادر مبارک نیچے بچھا کر درمیان میں حجر اسود رکھ دیا اور قریش کے تمام سرکردہ لوگوں سے کہا کہ سب مل کر اس چادر کو اٹھائیں ـــــ سب نے چادر کو اٹھایا ـــــ جب حجر اسود نصب کرنے کی جگہ پر پہنچ گیا تو آپ نے اٹھا کر حجر اسود کو نصب فرما دیا ـــــ یوں مکہ بلکہ حرم کعبہ قتل و غارت سے امن میں رہا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کا ظہور:

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی جب رسالت کا ظہور (بعثت) ہوا تو متفق علیہ آپ کی عمر شریف چالیس برس تھی ـــــ آپ کی بعثت کے وقت عمر مبارک کے بارے میں متعدد روایات ہیں:

- چالیس سال
- چالیس سال چالیس دن
- چالیس سال دس دن
- چالیس سال دو ماہ

مہینے اور اس کی تاریخ میں بھی اختلاف ہے:

- سترہ رمضان دوشنبہ
- سات رمضان المبارک
- چوبیس رمضان المبارک
- ماہ رجب المرجب
- آٹھ ربیع الاول شریف دوشنبہ' قصہ فیل کا اکتالیسواں سال ـــــ

اللہ تعالیٰ نے اول ربیع الاول میں عالمین کے لیے رحمت اور تمام کافتہ جن و انسان کے لیے آپ کو رسول مبعوث فرمایا ـــــ آپ دوشنبہ کے روز رسالت پر مبعوث ہوئے ـــــ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے دوشنبہ کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں پوچھا ـــــ آپ نے فرمایا:

''دوشنبہ کے دن میں پیدا ہوا ہوں اور دوشنبہ کے دن مجھ پر قرآن نازل ہوا۔''[۱۸۴]

قرآن شریف کا نزول رمضان المبارک میں ہوا جیسے کہ ارشاد باری ہے۔ شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن ـــــ اللہ تعالیٰ نے آپ کا اکرام نبوت کے ساتھ کیا ہے اور قرآن شریف آپ پر نازل کیا گیا ـــــ قرآن شریف لوح محفوظ سے یکشت نازل نہیں ہوا بلکہ رفتہ رفتہ تیئیس برس میں حالات کے مطابق نازل ہوتا رہا ہے۔

---

۱۸۴ امام مسلم نے قتادہ سے روایت کیا ہے۔

''کتاب تعبیر'' از امام بخاری علیہ الرحمہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اقسام وحی میں سب سے پہلے جو ابتداء ہوئی' وہ رویائے صادقہ (سچے خواب) تھے ـــــ آپ سوتے ہوئے کوئی خواب نہیں دیکھتے تھے بلکہ صبح کے نور کی طرح ظاہر ہوتا تھا ـــــ

آپ غار حرا میں عبادت کے لیے تشریف لے جاتے تھے' وہاں عبادت کے لیے توشہ لے جایا کرتے تھے ـــــ چند راتیں اور چند دن عبادت میں گزار کر پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پلٹ آتے ـــــ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہلے کی طرح آپ کو توشہ تیار کر کے دے دیتیں اور آپ اسی طرح سے غار حرا میں تشریف لے جاتے۔

حسب معمول آپ غار حرا میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس غار میں ایک فرشتہ آیا۔ اس فرشتے نے آپ سے کہا۔

اقراء ـــــ یعنی پڑھیے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میں پڑھنا نہیں جانتا۔''

آپ فرماتے ہیں کہ اس فرشتہ نے مجھے پکڑ کر بھینچا' مجھے سخت تکلیف ہوئی ـــــ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہنے لگا ''اقراء ـــــ پڑھو''

میں نے اسے کہا کہ ''میں قاری نہیں ہوں۔'' ـــــ اس نے پھر مجھے پکڑ کر بھینچا' مجھے نہایت درجہ مشقت ہوئی ـــــ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہنے لگا۔ ''پڑھو ـــ ـــ''

میں نے پھر اسے کہا کہ ''میں قاری نہیں ہوں'' ـــــ اس فرشتہ نے مجھے تیسری مرتبہ بھینچا' مجھے پھر حد درجہ تکلیف ہوئی ـــــ پھر اس نے مجھے چھوڑ کر کہا:

اقراء باسم ربک الذی........ مالم یعلم

اس کے بعد فرشتہ غائب ہو گیا ـــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس واقعہ کے بعد گھر واپس تشریف لے آئے ـــــ آپ کے قلب اطہر کی دھڑکن بہت تیز تھی ـــــ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کی حالت بدلی ہوئی دیکھی تو حال دریافت کیا ـــــ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا:

زملونی زملونی ـــــ یعنی ''مجھے چادر اوڑھا دو''۔

آپ چادر اوڑھے لیٹے رہے ـــــ جب آپ کی حالت سنبھلی تو آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

''مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔''

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حوصلہ بڑھا دیا:

''آپ کی جان کو ہرگز کوئی خطرہ نہیں ـــــ میں آپ کو خیر کی بشارت دیتی ہوں ـــــ آپ اللہ کے رسول ہیں ـــ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو غمگین نہ کرے گا ـــــ

- آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں (یعنی قرابت داروں کے ساتھ ان کے حسب حال احسان فرماتے ہیں)
- آپ ہمیشہ سچی بات کہتے ہیں۔
- ضعیفوں' یتیموں اور عیال کی ضروریات کا وہ بار اٹھاتے ہیں جو آدمی کو عاجز کر دیتا ہے۔
- مہمانوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔
- لوگوں کو جو حوادث پیش آتے ہیں' آپ ان کی حق پر مدد فرماتے ہیں۔[۱۸۵]

پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی کے پاس لے گئیں ـــــ ورقہ ایک نصرانی عالم تھے اور وہ عبرانی کتاب لکھا کرتے تھے۔ ورقہ انجیل سے عربی میں لکھتے تھے۔ شیخ کبیر تھے اور نابینا ہو گئے تھے ـــــ انہوں نے سارا واقعہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی اور کہنے لگے:

''یہ وہ ناموس (فرشتہ) ہے جو[۱۸۶] حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی تھی ـــــ کاش میں آپ کے دور نبوت میں جوان ہوتا ـــــ کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں جب آپ کی قوم آپ کو شہر سے نکلنے پر مجبور کر دے گی۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ورقہ سے پوچھا۔

''کیا قوم کے لوگ مجھے نکال دیں گے؟''

ورقہ نے کہا:

''بے شک وہ آپ کو نکال دیں گے ـــــ جو شے آپ لائے ہیں' کوئی دوسرا نہیں لایا ـــــ اللہ کا پیغام لانے والوں سے لوگوں نے عداوت کی ہے' تکلیف پہنچائی ہے ـــــ اگر آپ کے اعلان نبوت تک میں زندہ رہا تو میں آپ کو ایسی نصرت دوں گا جو قوی اور بلیغ ہوگی۔''

''دلائل النبوۃ'' میں بیہقی کی روایت یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

''اے عتیق! تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے جاؤ۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ لے کر ورقہ کے پاس لے گئے ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو واقعہ گزرا تھا' ورقہ بن نوفل سے بیان فرمایا ـــــ مزید یہ فرمایا:

''جس وقت میں تنہائی میں ہوتا ہوں' یا محمد یا محمد کی آواز سنتا ہوں ـــــ میں بھاگتا ہوا چلا جاتا ہوں۔''

ورقہ نے کہا:

''جس وقت یا محمد یا محمد کی غیبی آوازیں سنیں تو آپ نہ بھاگئے بلکہ اپنی جگہ قائم رہیں ـــــ اور آواز دینے

---

۱۸۵ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات ارفع و اعلیٰ صفات میں مکارم اخلاق اور محاسن شمائل جمع فرما دیئے ہیں۔ کوئی مکروہ امر آپ کو نہ پہنچے گا۔

۱۸۶ یعنی جن کو آپ نے دیکھا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سروحی ہیں ـــــ اہل کتاب/ نصرانی حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ناموس اکبر کہتے ہیں۔

والا جو کچھ کہے' اسے سن کر میرے پاس تشریف لے آئیں اور مجھے بتلا دیجئے۔"

چنانچہ جس وقت آپ تنہا تھے ـــــ ندا کرنے والے نے یا محمد کہہ کر آپ کو پکارا۔ آپ اپنی جگہ پر قائم رہے ـــــ اس نے آپ سے کہا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــــ الحمد للہ رب العالمین پڑھو۔"

آپ نے آخر سورت تک پڑھا ـــــ پھر اس نے آپ سے کہا:

"لا الہ الا اللہ پڑھئے۔"

فرشتے کے تین بار بھینچنے میں حکمت:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرشتے سے تین بار فرمایا کہ میں قاری نہیں ہوں ـــــ فتح الباری میں ہے کہ آپ کے اس فرمان کو:

- منع کرنے پر گمان کیا جائے۔
- نفی محض کے ساتھ خبر دینے پر خیال کیا جائے۔
- دریافت کرنے پر گمان کیا جائے۔

رہی یہ بات کہ آپ کیونکر پڑھیں ـــــ اور کیا پڑھیں' فرشتے نے تین بار آپ کو بھینچا ـــــ اس میں حکمت یہ تھی کہ

- آپ دوسری شے کی طرف توجہ نہ فرمائیں۔
- جو قول آپ پر وحی کیا جاتا ہے' وہ وزنی ہے' اس پر تنبیہ مقصود تھی۔
- تخیل اور وسوسے کے گمان کو دور کرنا ـــــ

آپ نے جبرئیل علیہ السلام کو کیونکر پہچانا:

اگر یہ خیال کیا جائے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو کیسے پہچان لیا کہ وہ جن نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتہ ہیں ـــــ اس کی دو وجوہ ہیں:

- اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ہاتھ پر معجزات کو ظاہر فرمایا ہے ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو پہچان لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتہ ہیں ـــــ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس پر معجزے ظاہر فرمائے۔ ہم نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ان معجزوں سے پہچانا کہ آپ نبی ہیں۔
- اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک میں علم ضروری پیدا فرما دیا تھا کہ جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتہ ہیں۔ نہ جن ہیں اور نہ ہی شیطان ـــــ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام میں اس طور پر علم ضروری پیدا کر دیا ہے کہ ان کے ساتھ کلام کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور ان کو بھیجنے والا ان کا پروردگار

ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ان سے کسی نے کلام نہیں کیا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نے ان کو بھیجا ہے۔

دلائل النبوت میں بیہقی نے بعض اہل علم سے یہ روایت کی ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کرامت کا ارادہ کیا اور نبوت کے ساتھ آپ کی ابتداء کی' آپ جس درخت اور جس پتھر کے پاس سے گزرتے تھے' وہ پتھر اور وہ درخت آپ کو سلام کرتا تھا ___ پتھروں اور درختوں سے آواز سن کر آپ اپنے پیچھے اور دائیں بائیں دیکھتے لیکن آپ کوئی شے نہیں دیکھتے تھے سوائے درختوں اور پتھروں کے ___ جو ہر طرف سے نبوت کے سلام کے ساتھ آپ کو السلام علیك یارسول اللہ کہہ کر سلام کرتے تھے۔

کیا نزول وحی سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ڈر گئے تھے؟

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ایک مہینہ غار حرا میں مجاورت کی ___ مجاورت پوری کرنے کے بعد جب میں اوپر سے نیچے اترا تو مجھے کسی نے آواز دی ___ میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا لیکن کوئی نہ تھا' پھر میں نے اپنے پیچھے دیکھا مگر میں نے کوئی شے نہیں پائی ___ جب اوپر سر اٹھایا تو جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا ___ اس شے سے میں اپنی حالت پر قائم نہ رہا ___ اور میں نے کہا دثرونی دثرونی ___ یعنی مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو ___ پھر یا ایھا المدثر ٥ قم فانذر وربك فکبر ...... آخر آیت تک نازل ہوئی ___ اس سورۃ کا نزول اس سے پہلے تھا کہ نماز فرض کی جائے۔۱۸۷

غار حرا میں آپ کی مجاورت طلب نبوت کے لیے نہیں تھی اس لیے کہ:

- نبوت اس سے برگزیدہ ہے کہ طلب کرنے سے ملے یا اکتساب سے ملے۔
- نبوت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک عطا ہے۔
- نبوت وہ خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اسے نبوت کے ساتھ مخصوص فرماتا ہے۔
- اللہ تعالیٰ جس جگہ اپنی رسالت تسلیم کرتا ہے' اس جگہ سے زیادہ عالم ہے۔ (بہتر جاننے والا ہے)

آپ کے قلب اطہر کی جو بے چینی بیان ہوئی' جبرئیل علیہ السلام کے خوف سے نہیں تھی' اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان اس سے بلند وارفع واعلیٰ ہے کہ کہا جائے کہ آپ ڈر گئے ___ آپ نہایت ثابت قلب تھے۔ اپنے حال کی فرحت کی وجہ سے آپ کو بے چینی نہیں تھی بلکہ یہ اضطراب اس وجہ سے ہوا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ تھے ___ آپ نے یہ خوف کیا کہ بجائے اللہ تعالیٰ کے' اللہ تعالیٰ کے سوا یا اس کے غیر کی طرف نہ متوجہ ہو جاؤں ___ ایک پہلو یہ بھی ہے کہ شاید نبوت کے بھاری بوجھ سے آپ کو خوف ہوا ___ نبوت کا بوجھ اٹھانے سے تو پہاڑوں نے معافی چاہی تھی ___ آخر حضرت انسان کا دل خاص طور پر محبوب اعظم وآخر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دل مبارک اس گراں باری کے لیے انتخاب کیا گیا۔

---

۱۸۷ اس حدیث کو امام بخاری، امام مسلم اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہم نے روایت کیا ہے۔

سب سے پہلی وحی ــــ مختلف روایات:

- صحیح روایت یہ ہے کہ قرآن شریف سے سب سے پہلے جو شے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی وہ سورہ اقرا ہے۔۱۸۸
- حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سب سے اول جو شے نازل ہوئی ہے وہ سورہ یا ایھا المدثر ہے ــــ امام نووی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کو ضعیف بلکہ باطل قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ وحی رک جانے کے بعد سورہ یا ایھا المدثر نازل ہوئی۔
- بیہقی نے کہا ہے کہ پہلے سورہ فاتحہ نازل ہوئی ــــ اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے یعنی ضعیف حدیث کی قسم سے ہے ــــ اگر یہ حدیث محفوظ مان لی جائے تو یہ حدیث یہ احتمال رکھتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر سورۂ اقراء اور سورہ یاایھا المدثر ــــ کے نازل ہونے کے بعد سورہ فاتحہ نازل ہوئی ہے۔
- امام ابوجعفر بن جریر علیہ الرحمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے قرآن پاک سے سب سے پہلے جو چیز نازل کی وہ تعوذ ہے۔ انہوں نے کہا:
  ''اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اعوذ باللہ پڑھیے۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے استعیذ بسمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے کہا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھیے''۔ پھر کہا: ''اقراء باسم ربك الذی پڑھیے''۔

- ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ اقرا باسم ربك اول وہ سورت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا۔۱۸۹

اور غاروں پر غار حرا کو ترجیح کیوں؟

ابن ابی جمرہ نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کس وجہ سے اپنے آپ کو غار حرا کی تنہائی کے ساتھ مختص کیا تھا ــــ غار حرا میں آپ تنہائی میں عبادت فرماتے تھے۔ غار حرا کے سوا اور بھی جگہیں (غاریں) تھیں لیکن آپ ان میں خلوت وعبادت نہیں فرماتے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے غار حرا کو خاص طور پر اس لیے انتخاب فرمایا تھا کہ اس غار کو دوسرے غاروں

---

۱۸۸ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صحیح روایت میں مرفوعاً آیا ہے ــــ یہ ابوموسیٰ الاشعری اور عبید بن عمیر سے روایت کیا گیا ہے ــــ امام نووی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ صحیح وہ قول ہے جس پر جمہور سلف اور خلف ہیں۔

۱۸۹ حافظ عماد الدین ابن کثیر نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے کہ یہ اثر غریب ہے ــــ اس اثر کے اسناد میں ضعف اور انقطاع ہے ــــ واللہ اعلم ــــ اس اثر کے نقل کرنے میں حافظ عماد الدین کی علمی شان پر قدح نہیں کیا جائے گا، اس لیے کہ محدثین جس وقت کسی حدیث کو لاتے ہیں اور اس کی سند ذکر کرتے ہیں تو وہ اس حدیث کے ذمہ سے بری ہو جاتے ہیں۔

س لیے زیادہ فضیلت ہے کہ آپ

- اس غار میں لوگوں سے دور رہتے۔
- اپنی عبادت دلجمعی یکسوئی اور کھلے دل سے کرتے تھے۔
- وہاں سے اپنے رب کے بیت (خانہ کعبہ) کو دیکھتے تھے۔

بیت اللہ شریف کی طرف نظر کرنا عبادت ہے ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اس غار میں تین باتیں جمع تھیں :ـــــ ایک خلوت ـــــ دوسرے عبادت ـــــ تیسرے بیت اللہ کی طرف دیکھنا۔

غار حرا کے سوا جو غار ہیں ان میں یہ تین خصوصیات نہیں تھیں ـــــ شاعر مرجانی نے غار حرا کے فضائل میں کلام کہا ہے ـــــ غار حرا کے ساتھ جو فضیلت ہے اسے بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرجانی کو جزائے خیر عطا فرمائے

تامل حراء فی جمال محیاہ فکم من اناس من حلاحسنہ تا ھوا

''حرا کے چہرہ کے حسن و جمال میں تم تامل سے دیکھو۔ تم میں سے کتنے لوگ ہیں جو اس کے حسن کے زیور سے سرگشتہ ہیں۔

فمما حویٰ من جاالعلیا زایرا یفزح عنہ الھم فی حال مرقاہ

غار حرا کی دیگر فضیلتوں پر یہ فضیلت حاوی ہے جو اس کے لیے خاص ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کی جگہ ہے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے نزول کا مقام ہے ـــــ اس کے اس شرف کی وجہ سے جو شخص حرا کی بلندی کی زیارت کے لیے آتا ہے۔ غار حرا کی زیارت کرنے والے کے غم کو دور کر دیتا ہے جس وقت وہ شخص اس غار پر چڑھتا ہے۔

بہ خلوۃ الھادی الشفیع محمد وفیہ لہ غار لہ کان یرقاہ

''اس غار میں اعلان نبوت سے پہلے اور وحی نہ آنے کے وقفہ میں ہادی خلائق اور شفیق امم حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خلوت (تنہائی) رہی ہے ـــــ اور حرا (پہاڑ) میں ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خاص غار ہے کہ آپ اس پر تشریف لاتے تھے اور حرا ہی میں آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوا کرتے تھے۔

وقبلتہ للمقدس کانت بغارہ وفیہ اتاہ الوحی فی حال مبداہ

''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قبلہ بیت المقدس سے حرا کے غار میں تھا یعنی آپ بیت المقدس کی طرف غار حرا میں نماز پڑھتے تھے اور آپ کے ابتدائی احوال میں آپ کے پاس وحی آئی ـــــ ایک جگہ لفظ مبداہ کی صبراہ آیا ہے ـــــ یہ ابتداء سے احسن ہے۔ اس لیے کہ شعر میں اس لفظ سے ایطا واقع ہوتا ہے ـــــ صبراہ کا معنیٰ یہ ہے کہ جس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نفس شریف کو غار حرا میں خلوت پر روکا اور اس غار میں آپ کے پاس وحی آئی۔۱۹۰

۱۹۰ شاعر یہ کہنا چاہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے غار حرا میں بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی ہے ـــــ آپ نے شب معراج اور نماز فرض ہونے کے بعد بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی ہے ـــــ اور اول آپ نے کعبہ کی طرف نماز پڑھی ہے ـــــ یا یہ احتمال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اعلان نبوت سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر عبادت کرتے تھے اور آپ کا قبلہ بیت المقدس تھا۔

وفیہ تجلی الروح بالموقف الذی   بہ اللہ فی وقت البداۃ سواہ

اور حرا میں روح الامین نے اس موقف میں تجلی کی ہے جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے اس کی ابتداء میں اس موقف کو ہموار کیا ہے۔

وتحت تخوم الارض فی السبع اصلہ   ومن بعد ھذا اھتز بالسفل اعلاہ

لفظ تخوم مفرد ہے۔ اس کی جمع تخم ہے جیسے فلس اور فلوس ـــــ تخوم کا معنی ہر ایک قریہ اور زمین اور اس کی انتہیٰ یعنی جڑ ساتویں زمین کے نیچے ہے ـــــ اور اس کے بعد یعنی امور مذکورہ کے بعد اپنے نیچے کی حصہ کی حرکت کے سبب حرا کے اوپر کے حصہ نے طرب (خوشی) سے جنبش کی ـــــ اس شرف کی وجہ سے کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قدم مبارک رکھا اور اس پر رونق افروز ہوئے۔۱۹۱

ولما تجلی اللہ قدس ذکرہ   بطور تشظی فھو احدیٰ شظایاہ

تشظی کا معنی ہے پھٹ گیا اور شظایا جمع شظی ہے ـــــ اس کا معنی ہے "شے کا ہر ایک ٹکڑا" ـــــ اللہ تبارک وتعالیٰ کہ جس کا ذکر پاک ہے' نے طور پر تجلی فرمائی' طور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ حرا بھی اس طور کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے جو بڑا پہاڑ ہو گیا۔۱۹۲

ومنھا ثبیر ثم ثور بمکۃ   کذا قداتی فی نقل تاریخ مبداہ

"طور کے انہی ٹکڑوں میں سے جبل ثبیر ہے جو حرا کے مقابل ہے۔ ان دونوں کے درمیان ایک وادی ہے ـــــ پھر انہی ٹکڑوں میں سے جبل ثور ہے جو مکہ میں ہے ـــــ تاریخ میں حرا کی ابتدائی ایسے ہی بیان ہوئی ہے"۔

وفی طیبۃ ایضا ثلاث فعدھا   فعیرا و درقانا واحدا رویناہ

"مدینہ منورہ میں بھی طور کے تین ٹکڑے ہیں۔ ان کی گنتی کر لو ـــــ ایک جبل عیر ہے ـــــ دوسرا جبل ورقان ہے ـــــ تیسرا جبل احد ہے۔ ہم نے اسے روایت کیا ہے یعنی مکہ معظمہ کے تین پہاڑ اور مدینہ منورہ کے تین پہاڑ طور ہی کے ٹکڑے ہیں"۔

ویقبل فیہ ساعۃ الظھر من دعا   بہ وینادی دعانا اجبناہ

جو شخص ظہر کے وقت حرا میں دعا کرتا ہے' اس کی دعا قبول کی جاتی ہے ـــــ حرا میں یہ ندا کی جاتی ہے کہ "جو شخص ہم سے دعا کرتا ہے' ہم اس کی دعا قبول کرتے ہیں" ـــــ یہ ندا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے"۔

---

۱۹۱ یہ خبر ہے جسے مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حرا پر تشریف رکھتے تھے اور حضرت ابوبکر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔ ایک بڑے پتھر نے حرکت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے حرا ٹھہر جا! تجھ پر نبی، صدیق اور شہید ہیں"۔ یہ واقعہ جبل احد اور جبل ثبیر پر بھی رونما ہوا ہے۔

۱۹۲ حدیث پاک میں ہے کہ سرانگشت خنصر کے نصف مقدار میں اللہ تعالیٰ نے طور پر تجلی فرمائی تھی ـــــ وہ اللہ تعالیٰ کی ہیبت، جلال اور جمال سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ـــــ ان ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا حرا ہے ـــــ تجلی سے مراد ہے نور کا اظہار۔

وفی احد الاقوال فی عقبہ حرا اتی ثم قابیل لها بیل غشاہ

عقبہ بفتح عین اور قاف یعنی پہاڑ پر چڑھنے کی وہ سخت جگہ جہاں دشواری سے چڑھا جائے ـــــ بہت سی روایتوں میں سے ایک روایت یہ ہے کہ عقبہ حرا میں قابیل آیا اور اس نے اس جگہ ہابیل کو قتل کیا ہے۔

ومما حوی سرا حوتہ صخورہ من التبر کسیر ایقام سمعناہ

سمعت بہ تسبیحها غیر مرۃ واسمعتہ جمعاً فقالو اسمعناہ

''غار حرا میں جو اسرار سونے کے ہیں' غار حرا کے بڑے پتھروں میں بھی سونے کے وہی اسرار ہیں ـــــ ہم کو روایت کی گئی ہے کہ غار حرا اور اس کے پتھروں میں سونے کی اکسیر ہے ـــــ میں نے غار غرا میں ان پتھروں کی تسبیح اکثر سنی ہے اور وہ تسبیح میں نے ایک جماعت کو سنائی ہے۔ ان لوگوں نے سن کر کہا کہ ہاں ہم نے بھی اس تسبیح کو سنا''۔

بہ مرکز النور الالهی مثبتا فللہ ما احلی مقاما باعلاہ

''حرا میں نور الٰہی کی جگہ ثابت ہے ـــــ لہٰذا حرا کی خوبی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے کہ حرا اپنے اعلیٰ حصہ کے باعث اقامت کے لیے کتنا شیریں ہے۔

سینہ مبارک کا تیسری بار چاک (شق صدر)

ابو نعیم نے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ مبارک چاک کیا' اسے دھویا' پھر آپ سے کہا۔ اقرا باسم ربلک مالم یعلم تک پڑھیے ـــــ اسی حدیث میں ہے کہ ورقہ نے کہا:

''آپ کو بشارت ہو' میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ وہی نبی ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے دی ہے ـــــ آپ ناموس موسیٰ علیہ السلام کی صفت پر ہیں کہ آپ پر وحی آئی ہے۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی تھی ـــــ اور آپ نبی مرسل ہیں۔''[۱۹۳]

شق صدر میں یہ حکمت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قلب قوی کے ساتھ تطہیر کے اکمل احوال میں جو وحی ہو اسے پائیں۔[۱۹۴]

وحی کا سلسلہ رکنے پر آپ کا غم:

وحی کا سلسلہ وقفے وقفے سے تئیس سال جاری رہا ـــــ پہلی وحی کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نہیں آئے اور وحی وقتی طور پر رک گئی ـــــ وحی کا سلسلہ رک جانے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا غم کیا کہ اس غم سے آپ کئی بار

---

۱۹۳ طیالسی اور حارث نے بھی اپنی اپنی مسندوں میں آپ کے صدر مبارک کا شق ہونا روایت کیا ہے۔

۱۹۴ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا صدر مبارک کا یہ تیسرا شق ہے ـــــ پہلا حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں ہوا ـــــ دوسرا شق اس وقت ہوا جبکہ آپ دس برس کے تھے ـــــ اور چوتھا شق صدر معراج کی شب میں ہوا۔

تشریف لے گئے تا کہ خود کو اونچے پہاڑوں سے گرا دیں ـــــ جس وقت آپ پہاڑ کی بلندی پر پہنچے کہ خود کو اس سے نیچے گرا دیں ـــــ حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا:

''یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ برحق رسول اللہ ہیں۔''

اس سے آپ کے قلب اطہر کی بے چینی کو قرار آ جاتا اور آپ گھر واپس تشریف لے آتے ـــــ پھر جس وقت وحی آنے میں کبھی عرصہ گزر جاتا اور وحی نہ آتی تو آپ پھر پہاڑ پر تشریف لے جاتے۔ جس وقت پہاڑ کی بلندی پر پہنچتے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت ہو جاتے اور پہلے ہی کی طرح عرض گزار ہوتے:

''یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ برحق اللہ کے رسول ہیں۔''

پھر آپ کے نفس انوار کو تسکین ہو جاتی۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو یہ فرمایا تھا کہ مجھے اپنے نفس پر خوف ہوا ہے ـــــ علماء کا کہنا ہے کہ یہ خوف آپ سے اس سے پہلے تھا کہ آپ کو اس طور پر ''علم ضروری'' حاصل ہو جاتا کہ جو شخص آپ کے پاس آیا تھا' وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ تھا۔ اس کے وصول ہونے کے بعد خوف نہیں رہا ـــــ بلکہ آپ کے لیے یہ امور زیادہ دشوار تھے کہ

- آپ کی اس حالت پر آپ کو کوئی مجنون کہتا ـــــ اگرچہ اس وقت کسی نے آپ کو مجنون نہیں کہا۔ صرف آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا تھا۔
- دوسرا یہ کہ آپ کا اپنی قوم سے یہ خوف تھا کہ کہیں وہ آپ کو قتل نہ کر ڈالیں۔ اگرچہ آپ کے علم میں یہ تھا کہ جو شے آپ کے پاس آئی ہے' وہ آپ کے رب کی طرف سے ہے۔ بشری طور پر قتل اور قوم کی اذیت کا خوف تو ہوگا۔

وحی کے مراتب:

اللہ تعالیٰ نے وحی کے متعدد مراتب کامل کیے ہیں اور اہل علم نے ان میں سے آٹھ مراتب بیان کیے ہیں۔ علی الترتیب تمام مراتب کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

وحی کا پہلا مرتبہ

وحی کا پہلا مرتبہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رویائے صادقہ دیکھتے تھے۔ آپ کوئی خواب نہیں دیکھتے تھے بلکہ صبح کے نور کی مانند ظہور میں آتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے خواب میں کلام کیا ہے۔ جیسا کہ امام زہری علیہ الرحمہ کی روایت کردہ حدیث پاک میں ہے:

اتانی ربی نی احسن صورة فقال یا محمد انذری فیم یختصم ملا الاعلیٰ

یعنی رات میں رب تعالیٰ میرے پاس احسن صفت میں آیا اور میرے رب نے مجھ سے پوچھا:

''اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ملائکہ مقربین کس معاملہ میں آپس میں سوال و جواب کرتے ہیں ـــــ کیا آپ اس واقعہ کو جانتے ہیں۔''

وحی کا دوسرا مرتبہ:

وحی کا دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نفس مبارک اور قلب اطہر میں فرشتہ القا (دل میں بات ڈالنا) کرتا تھا اور آپ اس کو نہیں دیکھتے تھے ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان روح القدس نفث في روعی لن تموت نفس حتی تستكمل رزقها فاتقوا الله واجملو في الطلب

یعنی ''روح القدس نے میرے نفس یا قلب میں پھونکا ہے کہ ہرگز کوئی نفس نہیں مرے گا یہاں تک کہ وہ اپنا رزق پورا کر لے گا۔ تم لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور طلب معیشت میں اچھا طریقہ اختیار کرو۔ ۱۹۵

وحی کا دوسرا مرتبہ وہ علم ہے جس کو اللہ تعالیٰ آپ کے قلب اطہر اور آپ کی زبان مبارک پر احکام کے اجتہاد کے وقت القا کرتا تھا ـــــ اس امر پر علماء نے اتفاق کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اجتہاد فرماتے تھے تو آپ کو قطعاً اصابت ہوتی تھی اور آپ خطا سے معصوم تھے ـــــ تمام امت کے سوا امر اجتہاد احکام میں قطعاً اصابت آپ کے حق میں خرق عادت سے ہے ـــــ وہ علم جو اجتہاد سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ اس علم میں فرق کرتا ہے جو نفس میں وحی سے پھونکا جاتا ہے' اس سبب سے کہ اس علم کا حصول اجتہاد سے ہوتا ہے ـــــ لہٰذا دونوں علوم کا فرق ظاہر ہے۔

وحی کا دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا دحیۃ الکلبی کے سوا کسی اور کی صورت میں آنا ـــــ اس لیے کہ دحیہ عرب لوگوں میں معروف تھے۔ اسے ابن المنیر نے نقل کیا ہے۔

وحی کا تیسرا مرتبہ:

وحی کا تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ آپ کے لیے فرشتہ مرد کی صورت میں حاضر خدمت ہوتا ہے اور آپ سے خطاب کرتا ـــــ یہاں تک کہ وہ فرشتہ جو کچھ آپ سے کہتا آپ اسے سن کر یاد رکھتے تھے ـــــ فرشتہ آپ کے پاس دحیہ الکلبی کی صورت میں آتا تھا۔ ۱۹۶ ـــــ اسے نسائی نے صحیح سند سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے ـــــ

---

۱۹۵ یعنی بدوضعی سے طلب معیشت نہ کرو، تمہارا جو رزق ہے، وہ تم کو ملے گا ـــــ اس حدیث کو ابن ابی الدنیا نے قناعت کے باب میں روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح حدیث کہا ہے۔

۱۹۶ یہ اعتراض بھی ممکن ہے کہ جس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام دحیہ کلبی کی صورت میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرتے تھے تو ان کی روح کہاں ہوتی تھی ـــــ اگر وہ روح اس جسم میں ہوتی تھی جس کے چھ سو پر تھے تو جو شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتا تھا، نہ وہ جبرئیل علیہ السلام کی روح تھی اور نہ ان کا جسم تھا ـــــ اور اگر وہ روح اس شخص میں تھی جو دحیہ کی صورت میں تھا تو کیا ایسا عظیم جسم مر جاتا تھا یا وہ جسم اس روح سے خالی رہ جاتا تھا جو اس سے منتقل ہو کر اس جسم کی طرف جاتی تھی جو کہ دحیہ کے جسم سے مشابہ تھا ـــــ جیسا کہ امام عینی علیہ الرحمہ نے ذکر کیا ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ امر بعید نہیں ہے کہ اس روح کا انتقال اس جسم کی صورت کا موجب نہ ہو، لہٰذا وہ جسم زندہ باقی رہتا تھا ـــــ اس کے معارف سے کوئی شے ناقص نہیں ہوتی تھی ـــــ اور اس جسم کی روح کا انتقال دوسرے جسم کی طرف ویسے ہی ہوتا تھا جیسے کہ شہیدوں کی ارواح کا انتقال سبز پرندوں کے پیٹ کی طرف ہوتا ہے ـــــ اجسام کی موت ارواح کی جدائی سے عقلاً واجب نہیں ہے بلکہ اجسام کی موت ارواح (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دحیہ کلبی اتنے جمیل وخوبرو تھے کہ جس وقت وہ شام کو تجارت کے لیے جاتے تو ہودج نشین عورتیں ان کے دیکھنے کے لیے نکل پڑتی تھیں۔

وحی کا چوتھا مرتبہ:

یہ ہے کہ وحی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس گھنٹی کی آواز کی مانند آتی تھی جیسے جانوروں کے گلے میں اور ان کے سروں پر باندھتے ہیں۔۔۔۔ اس قسم کی وحی دیگر اقسام ومراتب وحی کی نسبت آپ پر ایسی زیادہ سخت ہوتی تھی کہ آپ کی جبیں مبارک پر سخت سردی میں پسینہ آجاتا۔۔۔۔ اس وحی کا ثقل آپ پر ہوتا تھا کہ آپ کی سواری کا اونٹ آپ کو لے کر زمین پر بیٹھ جاتا۔۔۔۔ ایک مرتبہ آپ پر ایسی ہی وحی ایسے حال میں آئی کہ آپ کی رات حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ران پر تھی۔ آپ کی ران حضرت زید کی ران پر اتنی ثقیل ہوگئی کہ قریب تھا کہ آپ کی ران زید کی ران کو توڑ ڈالے۔

طبرانی نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وحی لکھا کرتا تھا۔۔۔۔ آپ کی شان یہ تھی کہ جس وقت آپ پر وحی نازل کی جاتی تھی تو آپ کو شدید بخار کی کیفیت ہو جاتی اور چھوٹے چھوٹے موتیوں کی طرح آپ کو شدید پسینہ آجاتا' پھر وہ وحی آپ سے موقف ہو جاتی تھی۔ میں اس وحی کو لکھتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے املا کراتے جاتے تھے۔۔۔۔ میں وحی لکھنے سے فارغ نہیں ہوتا تھا حتیٰ کہ میری حالت ایسی ہو جاتی تھی کہ گویا میرا پاؤں اس کے ثقل سے ٹوٹ جائے۔۔۔۔ میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ میں اپنے پاؤں سے کبھی نہ چل سکوں گا۔۔۔۔

جب سورۂ مائدہ نزل ہوئی تو سورۃ کے بوجھ سے قریب تھا کہ آپ کے اونٹ کا بازو ٹوٹ جائے۔۔۔۔ اس حدیث کو امام احمد اور بیہقی علیہ الرحمہ نے ''شعب الایمان'' میں روایت کیا ہے۔

وحی کا پانچواں مرتبہ:

پانچواں مرتبہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرشتہ کو اس کی صورت میں دیکھتے تھے جس صورت پر وہ پیدا کیا گیا تھا۔ اس کے چھ سو بازو تھے۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ جس شے کو چاہتا کہ آپ کی طرف وحی کرے' وہ فرشتہ آپ کے پاس وحی لاتا تھا۔۔۔۔ یہ آپ کو دو مرتبہ واقع ہوا ہے۔ جیسا کہ سورہ نجم میں ہے۔

وحی کا چھٹا مرتبہ:

یہ وہ وحی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر آپ کی طرف وحی کی ہے۔۔۔۔ اس سے مراد یہ ہے کہ شب معراج میں وحی کی

کی جدائی سے (اور ارواح کا اتصال قبروں سے رہتا ہے) اس عادت کے سبب سے ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بنی آدم میں جاری کیا ہے۔۔۔۔ بنی آدم کے غیر میں یہ لازم نہ ہوگا۔

فتح الباری میں ہے کہ حق بات یہ ہے کہ فرشتہ کا آدمی کی صورت پر ہو جانا اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ فرشتہ کی ذات منقلب ہو کر آدمی ہوگئی بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ فرشتہ آدمی کی صورت پر ظاہر ہوا۔

ہے۔۔۔۔ وہ وحی فرض نماز اور نماز کے علاوہ جو چیزیں ہیں' ان کے لیے کی گئی تھی۔

وحی کا ساتواں مرتبہ:

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی طرف اللہ تعالیٰ کا کلام فرشتے کے واسطہ کے بغیر۔۔۔۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا۔۔۔۔ یعنی بلاواسطہ کلام کیا ہے۔

وحی کا آٹھواں مرتبہ:

بعض علماء نے وحی کا آٹھواں مرتبہ بھی بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مواجہ میں بغیر کسی حجاب کے آپ سے روبرو کلام کیا ہے۔۔۔۔ یہ اس شخص کے مذہب پر ہے جو کہتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا ہے۔

وحی لانے والے:

عامر الشعبی نے صحیح احادیث سے ثابت کیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس وحی لانے کے لیے پہلے حضرت اسرافیل علیہ السلام متعین کیے گئے تھے جو تین سال تک آپ پر ظاہر ہوتے رہے اور وحی کے کلمات آپ کے پاس لاتے رہے۔۔۔۔ آپ کو آداب وانعال سکھاتے تھے۔

پھر آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام متعین کیے گئے۔۔۔۔ جبرئیل علیہ السلام قرآن شریف لائے۔۔۔۔ جو وحی حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس لاتے تھے' اس کی دو صورتیں ہیں:

- جبرئیل علیہ السلام وحی کی اس حالت میں اپنی اصلی صورت پر ہوں گے یا
- جبرئیل علیہ السلام آدمی کی صورت پر ہوں گے۔

ان دونوں صورتوں کا ذکر گزشتہ سطور میں آ چکا ہے۔۔۔۔ اگر اللہ تعالیٰ نے فرشتہ کے بغیر وحی کا ارادہ فرمایا ہے تو وہ ظاہر ہے' وہ وہ صورت ہے جو ساتواں مرتبہ ہے۔

زمین و آسمان کے لئے علیحدہ علیحدہ وحی:

ابن القیم نے چھٹے مرتبہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی وحی کا ارادہ کیا ہے۔ اس مرتبہ اور اس سے پہلے ذکر ہونے والے جو پانچ مَراتب ہیں' ان کے درمیان باعتبار وحی کرنے کے محل کا تغائر کیا ہے یعنی وحی کا فوق سماوات ہونا۔۔۔۔ یہ وحی پہلی پانچ وحی کے خلاف ہے' اس لیے کہ وہ وحی زمین پر تھیں۔۔۔۔ اس احتمال پر یہ لازم آتا ہے کہ باعتبار اس جگہ کے جس میں جبرئیل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے ہیں' وحی کی اقسام متعدد ہوں یہ غیر ممکن ہے۔ اس لیے کہ لاتعدو لاتحصیٰ مقامات میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس وحی لائے ہیں۔۔۔۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جو وحی آسمان میں حاصل ہوئی ہے' باعتبار اس شان کے ہے جو ان مشاہد غیب میں ہے اور وہ ایک نوع وحی ہے۔۔۔۔ اس وحی کی نوع سے جو زمین پر مختلف مقامات پر آئی ہے' وہ نوع مغائر ہے۔۔۔۔ ولی عراقی کے اس

قول کا ماحصل یہ ہے کہ:

- زمین کی جملہ جگہیں ایک نوع ہے اور
- جو وحی آسمان میں ہے وہ ایک نوع ہے

جگہیں متعدد ہونے کے اعتبار سے وحی کی نوعوں کا تعدد لازم نہ ہوگا۔

وحی کی حالتیں اور تقاضے:

ابن المنیر نے یہ ذکر کیا ہے کہ وحی میں وحی کے مقتضا کے اختلاف کے سبب حال مختلف ہوتا تھا۔

- اگر وحی وعدہ خیر اور بشارت میں نازل ہوتی تو فرشتہ آدمی کی صورت میں نازل ہوتا تھا۔
- بغیر اس کے کہ وحی میں مشقت ہوتی' آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے وہ فرشتہ خطاب کرتا تھا۔
- اگر وحی وعید شر اور کسی امر سے ڈرانے میں نازل ہوتی تو آواز گھنٹی کی طرح ہوتی تھی۔

انبیاء کرام پر حضرت جبرئیل علیہ السلام کا نزول:

ابن العادل نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام مختلف انبیاء علیہم السلام کے پاس مختلف بار نازل ہوئے:

- نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس چوبیس ہزار بار نازل ہوئے۔
- حضرت آدم علیہ السلام کے پاس بارہ مرتبہ نازل ہوئے۔
- حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس چار بار۔
- نوح علیہ السلام کے پاس پچاس مرتبہ۔
- حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بیالیس مرتبہ۔
- حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چار سو مرتبہ۔
- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس دس مرتبہ نازل ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو وضو اور نماز کی تعلیم:

حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس احسن صورت اور اطیب خوشبو سے ظاہر ہوئے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نازل ہونے کے بعد کہا:

''اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے اور آپ سے فرمایا ہے کہ آپ جن وانساں کی طرف میرے رسول ہیں ــــ آپ جن وانساں کو لا الٰہ الا اللہ کی طرف بلائیں۔''

پھر جبرئیل علیہ السلام نے اپنا پاؤں زمین پر مارا جس سے پانی کا چشمہ ابل پڑا ــــ اس پانی سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے وضو کیا۔ پھر آپ کو وضو کرنے کے لیے امر کیا ــــ اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو

گئے۔۔۔۔۔ پھر جبرئیل نے آپ سے عرض کی کہ آپ ان کے ساتھ نماز پڑھ لیں۔۔۔۔۔ جبرئیل علیہ السلام آپ کو وضو اور نماز کی تعلیم دینے کے بعد آسمان کی طرف چلے گئے۔۔۔۔۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب گھر کو واپس تشریف لائے تو راہ میں آپ جس پتھر' ڈھیلے اور کسی درخت کے پاس سے گزرے وہ السلام علیك یا رسول اللہ کہتا تھا۔۔۔۔۔ جب آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتایا تو وہ سن کر فرحت سے بے ہوش ہوگئیں۔۔۔۔۔ پھر آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہاتھ پکڑا اور انہیں چشمہ جبرئیل علیہ السلام پر لائے۔۔۔۔۔ آپ نے وضو کیا تا کہ ان کو وضو کرنا سکھا دیں۔۔۔۔۔ پھر آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ وضو کرلیں۔۔۔۔۔ انہوں نے وضو کیا اور پھر آپ نے انہیں نماز پڑھائی۔ جس طرح آپ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نماز پڑھائی تھی۔۔۔۔۔ نمازوں سے پہلے جو دو رکعت نماز فرض ہوئی ہے' یہ اس کا واقعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس دو رکعت نماز کو سفر میں ویسے ہی برقرار رکھا اور قیام کے دوران (حضر میں) اسے پورا کیا یعنی چار رکعتیں حضر میں ٹھہرائیں۔۔۔۔۔ مقاتل علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ پہلے دو رکعتیں فرض نماز صبح کی اور دو رکعتیں عشا کی تھیں۔۔۔۔۔ ارشاد باری ہے۔ وسبح بحمد ربك بالعشی والابکار ۔۔۔۔۔ فتح الباری میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شب معراج سے پہلے نماز پڑھا کرتے تھے اور ویسے ہی صحابہ کرام نماز پڑھتے تھے۔۔۔۔۔ سوال یہ ہے کہ کیا پانچ وقتوں کی نماز سے پہلے کوئی نماز فرض کی گئی تھی یا نہیں؟۔۔۔۔۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فرض نماز وہ تھی جو طلوع آفتاب سے پہلے اور آفتاب غروب ہونے سے پہلے پڑھی جاتی تھی۔۔۔۔۔ فرضیت نماز کے بارے میں حجت اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔ وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس و قبل غروبها۔

امام نووی نے کہا ہے پہلے جو شے واجب ہوئی ہے' وہ انذار یعنی مخلوق کو ڈرانا اور توحید الٰہی کی طرف بلانا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: یاایها المدثر قم فانذر' پھر

- اللہ تعالیٰ نے رات کا وہ قیام فرض کیا جسے سورہ مزمل کے شروع میں ذکر فرمایا یعنی یاایها المزمل قم اللیل ہے۔
- پھر اللہ تعالیٰ نے اسے نسخ فرما دیا جیسا کہ اس سورہ کے آخر میں ہے۔ فاقرؤا ما تیسر من القرآن۔
- پھر اس فرض کو مکہ معظمہ میں شب معراج میں پانچ نمازیں فرض کرنے سے نسخ کر دیا۔

اوپر بیان کردہ روایت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کرنا سکھایا۔۔۔۔۔ تو یہ امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وضو شب معراج سے پہلے فرض ہوا۔۔۔۔۔ پھر وحی متاخر ہونے کے طور پر متاخر ہوگئی اور یہاں تک تاخیر ہوئی کہ آپ پر یہ تاخیر دشوار ہوگئی بلکہ اس تاخیر نے آپ کو غمگین کر دیا۔۔۔۔۔ وحی کی تاخیر میں حکمت یہ تھی کہ آپ کو وحی سے خوف ہوتا تھا اور وہ خوف دور ہو۔۔۔۔۔ اور وحی کے عود کرنے کی طرف آپ کو شوق پیدا ہو۔۔۔۔۔ ابن اسحٰق نے کہا ہے کہ وحی کو تین سال تک تاخیر ہوئی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت آپ کی رسالت پر متقدم تھی۔۔۔۔۔ سورۂ اقراء کے نزول میں آپ کی نبوت

ہوئی ـــــ اور سورۂ مدثر کے نزول میں آپ کی رسالت انذار' بشارت اور تشریع کے احکام کے ساتھ ہوئی ـــــ آپ کی رسالت قطعی طور پر نبوت سے متاخر ہے ـــــ اس پر دلیل یہ ہے کہ

- سورہ اقراء آدمی کے احوال پیدائش' تعلیم اور افہام پر متضمن تھی تو یہ مناسب ہوا کہ سورہ اقراء اول سورہ ہے جو نازل کی گئی۔
- اس کا نازل ہونا ہی ترتیب طبعی ہے ـــــ ترتیب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے جو شے علم' فہم' حکمت اور نبوت سے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف پہنچائی ہے' اللہ تعالیٰ اس کا ذکر فرمائے ـــــ اور اپنے بندوں کی تعریف کی جگہ میں اس شے سے جو نعمت بیان' نعمت فہمی' نعمت لفظی اور نعمت خطی کی قسم سے ہے' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کی طرف اس ہر ایک نعمت کو پہنچایا ہے ـــــ اس علم' فہم' حکمت اور نبوت کے ساتھ آپ پر منت رکھے' پھر اللہ تعالیٰ آپ کو اس طور پر امر کرے کہ آپ کھڑے ہوں اور اس کے بندوں کو ڈرائیں۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر اول ایمان لانے والے:

اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہونے والی مختلف شخصیات ہیں جن کا ذکر بالترتیب کیا جاتا ہے۔

ابن الصلاح نے کہا ہے کہ مردان حر سے اول جو شخص ایمان لایا ہے' وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ـــــ لڑکوں یا کمسن لوگوں میں سے جو ایمان لائے ہیں ان میں اول حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں ـــــ عورتوں میں سے اول حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں ـــــ موالی میں سے اول حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ـــــ اور عبید میں سے اول حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ اولیت اسلام کی حقیقت سے زیادہ عالم ہے۔

سب سے پہلے ایمان لانے والی خاتون:

اللہ تعالیٰ پر جو ذات سب سے پہلے ایمان لائی ہے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تصدیق کا شرف حاصل کیا وہ صدیقہ نساء حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

وہ مشقتیں جنہیں برداشت کرنا درجہ صدیقیت کے حقوق کی وفا کو طلب کرتا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کے لیے آمادہ ہو گئیں ـــــ جب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس اول جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے تھے اور آپ نے انہیں دیکھا تو آپ کے قلب اطہر کو اضطراب پیدا ہوا ـــــ آپ نے گھر آ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

"مجھے میرے نفس پر خوف محسوس ہو رہا ہے۔"

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ سن کر آپ کا حوصلہ بڑھایا اور عرض کیا:

"آپ کو بشارت ہو کہ اللہ کریم آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا۔"

پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کے خصائص' عادات و صفات اور اخلاق و فضائل جو آپ کے اوصاف حمیدہ

تھے ان کی دلیل دیتے ہوئے کہا کہ جو شخص ان صفات سے متصف ہو وہ کبھی رسوانہ کیا جائے گا۔

سب سے پہلے ایمان لانے والے آزاد مرد:

حضرت خدیجہ رضیَ اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد مردوں میں سے اول صدیق' امت اور اسلام کی طرف اسبق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

طبرانی نے ثقہ رجال حدیث سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کا نام صدیق آسمان سے نازل کیا ہے۔''

یہ حدیث مرفوع ہے۔ اس نام (صدیق) کی ابتداء شب معراج کی صبح کو ہوئی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب مردوں سے پہلے معراج کا واقعہ سن کر تصدیق فرمائی تھی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے معاملے میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی غمخواری اور مدد اپنی جان اور اپنے مال سے کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اسلام لانے میں کل آدمیوں میں سے اول ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی شہادت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان اشعار سے کی ہے۔

اذا تذکرت شجوی من اخی ثقۃ فاذکر اخاك ابابکر بما فعلا

''شجوی بمعنی غم اور حزن۔ معنی یہ ہے کہ جس وقت تم اس شخص کو یاد کرو کہ اپنے صدیق کے لیے اپنے نفس اور اپنے قلب پر مشقتیں برداشت کرتا ہے۔ اور تم چاہو کہ ہم اس شخص کی پیروی / اقتداء کریں تو تم اپنے بھائی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے فعل جمیل سے یاد کرو۔

خیر البریۃ اتقاھا را عدلھا بعد النبی و اوفاھا بما حملا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیر خلائق ہیں اور تقویٰ میں خلائق سے زیادہ ہیں۔ اور خلائق سے عدل میں زیادہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی جانب سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد اور حفاظت عہد میں جو مشقتیں انہوں نے اٹھائی ہیں' خلائق سے زیادہ ہیں۔

الثانی التالی المحمود مشھدہ و اول الناس قدما صدق الرسلا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ غار میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ثانی ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایسے تابع ہیں کہ اپنے نفس کو بذل کیا۔ اور اپنے مال اور اہل کو اور اپنی ریاست کو اللہ تعالیٰ کی طاعت اور اس کے رسول کی طاعت اور ملازمت میں چھوڑ دیا۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے معاملہ میں لوگوں سے عداوت کی اور اپنے نفس کے ساتھ آپ کی حفاظت کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور کی جگہ محمود تھی یعنی لوگ ان کی حضوری کے مقام کی مدح کرتے تھے۔ اس لیے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی قوم کے لوگوں

سے مالوف تھے اور قوم ان سے محبت رکھتی تھی۔۔۔۔ تقدم میں اول الناس ہیں کہ رسولوں کی تصدیق کی ہے یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصدیق کل امت کی تصدیق ہے۔۔۔۔ اسے ابوعمر علیہ الرحمہ نے روایت کیا ہے۔

طبری نے کہا ہے کہ اول وہ مرد جو عربی اور بالغ تھا اور اسلام لایا تھا اور اس نے اپنا اسلام ظاہر کیا تھا' حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق' نخعی' ابن الماجشون' محمد بن المنکدر اور اخنس نے حضرت ابن عباس اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس امر میں موافقت کی ہے کہ از روئے اسلام حضرت ابوبکر الصدیق اوّل الناس ہیں۔

کم عمری میں سب سے پہلے ایمان لانے والے:

میمون بن مہران کا کہنا ہے کہ واللہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بحیرا کے زمانہ میں ایمان لائے ہیں۔۔۔۔ ان کے اس ایمان سے مراد ان کا یقین صدق ہے اور وہ یقین ہے جو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب میں ثابت ہوا تھا۔۔۔۔ لہٰذا یہ منافی نہیں ہے کہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبوت کے بعد اول المسلمین ہیں یا ثانی المسلمین ہیں یا ثالث المسلمین ہیں۔۔۔۔ ورنہ واقعہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کی اور پھر ان کے غلام میسرہ کے ساتھ ملک شام کا سفر مبعوث ہونے سے پہلے کیا تھا۔۔۔۔ ملک شام کا یہ سفر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ کیے جانے والے سفر کے بعد کا ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے ہیں۔۔۔۔ اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آغوش تربیت میں تھے۔۔۔۔ اس صورت پر یہ ہے کہ لڑکوں میں سے پہلا لڑکا ایمان لایا ہے۔ وہ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔۔۔۔ اس لیے کہ وہ لڑکے تھے اور اس وقت بالغ نہیں ہوئے تھے۔۔۔۔ اسی لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے:

سبقتکموا الی اسلام طوا صغیرا مابلغت اوان حلمی

یعنی میں نے اسلام کی طرف تم لوگوں سے ایسے حال میں سبقت لی ہے کہ میں کمسن لڑکا تھا اور بلوغ کے وقت کو نہیں پہنچا تھا۔

اسلام کے وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سن دس سال کا تھا۔۔۔۔ طبری نے کہا ہے کہ اول مرد جو اسلام لایا ہے' حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ اس وقت لڑکے تھے' بالغ نہیں ہوئے تھے اور وہ اپنا اسلام چھپاتے تھے۔

شان ابوبکر صدیق بزبان علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے چار چیزوں کی طرف سبقت کی ہے کہ وہ چیزیں مجھے نہیں دی گئیں:

- انہوں نے افشائے اسلام میں مجھ سے سبقت کی ہے۔

- وہ ہجرت میں مجھ سے مقدم رہے ہیں۔
- نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غار میں مصاحب رہے۔
- انہوں نے نماز کی اقامت کی ہے' میں اس وقت شعب بنی ہاشم میں تھا۔

وہ اپنا اسلام ظاہر کرتے تھے اور میں اپنے اسلام کو اس وقت چھپاتا تھا۔

اس حدیث کی تخریج صاحب ''فضائل ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' نے کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں اس وقت رہے ہیں کہ اٹھارہ سال کے تھے اور اہل مکہ تجارت کے لیے شام کا ارادہ کرتے تھے ____ اس سفر میں بحیرا راہب نے حضرت ابوبکر سے پوچھا تھا کہ اس درخت کے نیچے کون تشریف فرما ہے؟ ____ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحیرا کو جواب دیا کہ وہ محمد بن عبداللہ ہے ____ اور بحیرا نے جب یہ کہا کہ آپ نبی ہیں تو بحیرا کے اس انکشاف پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں یقین واقع ہوا تھا ____

ورقہ بن نوفل کا ایمان:

ایک روایت ہے کہ پہلا مرد جو اسلام لایا تھا' وہ ورقہ بن نوفل ہیں ____ اور اگر یہ کہا جائے کہ ورقہ بن نوفل نے آپ کی نبوت کو پایا ہے' نہ آپ کی رسالت کو' اس لیے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت نبوت کے بعد ہے ____ رسالت کے وقت ورقہ نے وفات پائی تھی ____ لیکن سیرت کی کتابوں میں آیا ہے اور ابونعیم کی روایت گزشتہ صفحات میں آچکی ہے کہ ورقہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا۔

''آپ کو بشارت ہو کہ میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ تحقیق آپ وہ رسول ہیں جن کی بشارت ابن مریم علیہ السلام نے دی ہے ____ اور آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ناموس کی مثل پر ہیں اور تحقیق آپ نبی مرسل ہیں ____ آپ کو جہاد کے لیے امر کیا جائے گا' اگر میں اس زمانہ کو پاؤں گا تو ضرور آپ کے ہمراہ جہاد کروں گا۔''

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی ورقہ بن نوفل نے جو تصدیق کی ہے' یہ اس کی تصریح ہے۔ اس تصریح کی وجہ سے مردوں میں سے اول ورقہ ایمان لائے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد ایمان لانے والے صحابہ کرام:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد جو جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایمان لائے ہیں' ان میں حضرت زید بن حارث کے بعد:

- حضرت عثمان بن عفان
- حضرت زبیر بن العوام
- حضرت عبدالرحمٰن بن عوف
- حضرت سعد بن ابی وقاص
- حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بلانے سے ایمان لائے ____ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان

اصحاب کو جس وقت انہوں نے اسلام کی طرف ان کے بلانے کو قبول کیا' رسول اکرم کی خدمت میں لائے۔ یہ سب اصحاب مسلمان ہو گئے اور انہوں نے نماز پڑھی۔ ان نو نفوس کے بعد

- ابو عبیدہ عامر بن عبداللہ بن الجراح
- ابو سلمہ عبداللہ بن الاسد
- ارقم بن ابی الارقم المخزومی
- عثمان بن مظعون جمحی
- قدامہ بن مظعون جمحی
- عبداللہ بن مظعون جمحی
- عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب بن عبدمناف
- سعید بن زید ابن عمرو بن نفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسلام لائے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد ایمان لانے والی صحابیات:

ابن سعد کی روایت کے مطابق درج ذیل خواتین نے دولت ایمان پائی:

- حضرت عمر فاروق کی ہمشیرہ حضرت فاطمہ بن الخطاب
- حضرت عباس کی زوجہ حضرت ام الفضل
- حضرت اسماء بنت ابوبکر
- حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ یہ وہم ہے کہ اس وقت تک حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا نہیں ہوئی تھیں وہ کیونکر اسلام لائیں۔۔۔۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت نبوت کے چوتھے سال میں ہوئی ہے۔

پھر اسلام میں مرد اور عورتیں گروہ در گروہ ایک دوسرے کے بعد داخل ہوئیں۔۔۔۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس طور پر امر کیا کہ جو شے آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں' اس کے ساتھ مشرکین سے خطاب کریں یعنی نماز میں قرآن شریف جہر سے پڑھیں۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی قوم کو دعوت اسلام:

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کی قلیل تعداد کے ہمراہ دار ارقم میں تشریف فرما تھے۔۔۔۔ یہیں پر آیت کریمہ فاصدع بما تؤمر نازل ہوئی۔۔۔۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے نماز میں قرآن پاک سے جہر فرمایا۔۔۔۔

قاضی بیضاوی نے اس آیت کی تشریح میں لکھا ہے کہ جس شے کے ساتھ آپ کو امر کیا گیا ہے' آپ اس کے ساتھ جہر کریں یعنی مشرکین سے حجت کے ساتھ کلام کریں۔۔۔۔ آپ جو شے لائے ہیں' اس سے حق و باطل کے درمیان امتیاز کریں۔۔۔۔

یہ آیت کریمہ نبوت کے تین سال بعد نازل ہوئی۔۔۔۔ پہلی وحی کے بعد اس آیت کریمہ کے نزول تک اسلام کی تبلیغ عام

تھی ـــــ لیکن اب اللہ تعالیٰ نے اس کے اظہار عام کے لیے حکم فرمایا ـــــ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی قوم کے سامنے اسلام کو کھلم کھلا بیان فرمایا اور اسلام کو ظاہر فرمایا ـــــ آپ نے اسلام کا اظہار اس طور سے فرمایا کہ ت کی دعوت کو دوبارہ پیش فرمایا اور اس پر تاکید کی ـــــ آپ نے اظہار حجت میں یہاں تک مبالغہ کیا کہ اس سے ان کے پھاڑ ڈالے اور ایسی حجتیں اور دلائل پیش فرمائے کہ وہ عاجز ہو گئے اور ان کے خلاف نہ لا سکے ـــــ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فاصدع بما تومر کا اظہار پورے طور پر کیا ـــــ

آپ کی قوم نے پیغام سن کر آپ سے دوری اختیار نہیں کی اور نہ ہی آپ کے دعویٰ کی تردید کی۔ یعنی آپ کے ارشاد کو لیا اور جو کچھ آپ نے فرمایا' انہوں نے اس کا انکار نہیں کیا ـــــ ایک دن آپ مسجد میں داخل ہوئے۔ لوگ بتوں کو سجدہ کر ہے تھے۔ آپ نے انہیں بتوں سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا:

''تم نے اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کا دین باطل کر دیا۔''

ان لوگوں نے کہا:

''ہم اللہ تعالیٰ کی قربت کے لیے ان بتوں کو سجدہ کرتے ہیں۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے اس فعل سے راضی نہیں ہوئے اور ان کے اس عمل کی خامی بیان فرمائی۔

ت اسلام پر اہل قوم کا رویہ:

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے معبودوں کا ذکر فرمایا اور ان معبودوں کا عیب ظاہر فرمایا ـــــ یہ واقعہ ت کے چوتھے سال کا ہے ـــــ ان لوگوں نے آپ کے خلاف اور عداوت پر اتفاق کیا ـــــ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اسلام باعث محفوظ رکھا' ان کا دامن رسول دشمنی سے آلودہ نہیں ہوا ـــــ آپ کے چچا ابو طالب نے آپ پر عطوفت کی اور آپ کو نوں سے بچایا۔ وہ آپ اور آپ کے دشمنوں کے درمیان حائل ہو گئے ـــــ

معاملہ ایسا سنگین شدید ہو گیا کہ قوم کے لوگوں میں سے بعض نے بعض کو مارا ـــــ بعض نے بعض سے عداوت ظاہر ں ـــــ جو شخص اسلام لے آتا' اہل قریش اس کو انواع و اقسام کی تکلیفیں دیتے تھے ـــــ ان مسلمانوں کو ان کے دین سے نہ میں ڈالتے تھے ـــــ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو آپ کے چچا ابو طالب اور بنی ہاشم کے سبب سوائے ابولہب کے اور بنی عبدالمطلب کے سبب قریش کے شر سے محفوظ رکھا۔

روغ اسلام کے لیے ابو طالب کا کردار:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ابوطالب کے پاس تھے۔ آپ نے انہیں بھی اسلام کی طرف بلایا ـــــ قریش ابوطالب کے پاس جمع ہوئے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ برائی کا ارادہ رکھتے تھے ـــــ ابوطالب نے قریش سے کہا:

''جس وقت اونٹ اپنی چراگاہ سے پلٹ کر آتے ہیں۔ اگر کوئی اونٹ اپنے بچے کے سوا دوسرے اونٹ کے بچہ پر مہربان

ہوتو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو تمہارے حوالے کر دوں۔"
یعنی یہ محال ہے کہ ایک ناقہ اپنے بچے کو چھوڑ کر دوسرے کے بچہ پر مہربان ہو۔ ۱۹۷ ابوطالب نے یہ اشعار پڑھے

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم حتی اوسد فی التراب دفینا

اللہ کی قسم! وہ تمام لوگ آپ تک نہ پہنچیں گے یہاں تک کہ میں مٹی میں نہ مل جاؤں۔

فاصدع بامرک ما علیک غضاضۃ وابشر وقر بذاک منک عیونا

اللہ تعالیٰ نے جس شے کی تبلیغ کے لیے آپ کو امر کیا ہے آپ اس کا جہر فرمائیں ـــــ اس کے اظہار سے آپ پر کسی قسم کی ذلت اور منقصت نہیں ہے ـــــ آپ کو بشارت ہو آپ اس سے اپنی آنکھیں سینکیے۔ (غضاضۃ کے معنی ہیں ذلت، عیب)

ودعوتنی وزعمت انک ناصحی ولقد صدقت وکنت ثم امینا

"آپ نے اپنے دین میں داخل ہونے کے لیے مجھے دعوت دی ہے آپ نے مجھ سے یہ ذکر کیا ہے۔ آپ میرے ناصح ہیں ـــــ یقیناً آپ نے سچ فرمایا اور جس دین کی طرف آپ نے مجھے بلایا ہے اس میں آپ امین ہیں آپ نے امانت میں کمی کی ہے نہ زیادتی۔

وعرضت دینا لا محالۃ انہ من خیر ادیان البریۃ دینا

آپ نے میرے روبرو ایک ایسے دین کو پیش کیا ہے وہ دین مخلوق کے ہر دین سے اچھا ہے اس لیے کہ وہ قاطع حجتوں سے ثابت ہے۔

لولا الملامۃ اوحذاری سبۃً لو جدتنی سمحا بذاک مبینا

مجھے اگر ملامت کا خوف اور عار دلانے کا ڈر نہ ہوتا تو آپ ضرور مجھے اس دین کو اپنانے والا اور دین میں جواں مرد پاتے۔

بارگاہ رسالت کے اولین گستاخ اور ان کا انجام:

جو لوگ دین اسلام پر ٹھٹھا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے کفایت کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا واعرض عن المشرکین ـــــ یعنی مشرکین جو بات کہتے ہیں اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ اس کی طرف توجہ نہ کریں۔ ہم نے آپ کو ٹھٹھا کرنے والوں سے کفایت کی یعنی ہم نے ان کو ذلیل کر دیا ہے۔ ان پر قہر کیا ہے ان کو ہلاک کیا ہے۔ ان کی بیخ کنی کی ہے۔

دین پر ٹھٹھا کرنے والے قریش کے سرکردہ لوگوں میں سے پانچ تھے:

- ولید بن مغیرہ
- عاصی بن وائیل
- حارث بن قیس

۱۹۷ واقعہ یہ ہے کہ قریش ابوطالب کے پاس عمارہ ابن الولید کو لائے تاکہ وہ اسے بیٹا بنالیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے حوالے کر دیں تاکہ آپ کو قتل کر ڈالیں ـــــ ابوطالب نے کہا "واللہ! یہ بڑا عیب ہے جو تم لوگ مجھ پر لگاتے ہو کہ میں تمہارا بیٹا لے لوں اور اسے کھلاؤں پلاؤں اور مجھ اپنا بیٹا تمہیں دے دوں کہ تم اسے قتل کر ڈالو۔ واللہ یہ کبھی نہ ہوگا۔" ـــــ پھر قریش سے کہا کہ کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ایک اونٹ اپنے بچے کو چھوڑ کر دوسرے کے بچے پر مہربان ہو۔ یہ محال ہے۔ ایسے ہی میرے لیے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تمہارے حوالے کرنا محال ہے۔

✪ اسود بن عبدی غوث ✪ اسود بن المطلب

(۱) ولید بن مغیرہ (لعین):

اس نے آپ پر یہ عیب لگایا کہ آپ جادوگر ہیں ___ اس کی قوم نے اس کا اتباع کیا ___ وہ بھی آپ کو جادوگر کہتے تھے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کو ان سے کفایت کرتا ہوں ___ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ولید کی پنڈلی کی طرف اشارہ کیا۔ وہ تیر بنانے والے کے سامنے سے گزرا۔ وہ اپنے تیر درست کر رہا تھا' ولید کے کپڑے پر ایک تیر لگا ___ تیر کی تعظیم کی وجہ سے اس کے لینے کی طرف وہ نہیں گزرا۔ اس کے پاشنہ کی رگ میں وہ تیر لگا۔ اس نے رگ کو کاٹ دیا ___ جس سے ولید بیمار رہا اور پھر کفر کی حالت میں مر گیا۔

(۲) عاصی بن وائیل (لعین):

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عاصی کے تلوے کی طرف اشارہ کیا' اس کے تلوے میں ایک کانٹ چبھ گیا ___ اس کا پاؤں ورم سے سوج گیا ___ ورم سے اس کا پاؤں ایک چکی کی طرح ہو گیا اور وہ کفر کی حالت میں مر گیا۔

(۳) حارث بن قیس (لعین):

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حارث کی ناک کی طرف اشارہ کیا ___ اس کی ناک سے پیپ نکلنے لگا اور وہ مر گیا۔

(۴) اسود بن عبدی غوث (لعین):

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اسود بن عبدی غوث کی طرف اشارہ کیا ___ وہ ایک درخت کی جڑ میں بیٹھا اپنے سر سے درخت پر ٹکریں مارنے لگا ___ وہ اپنے چہرہ کو کانٹوں پر مارتا تھا' یہاں تک کہ اسی حالت میں مر گیا۔

(۵) اسود بن المطلب (لعین):

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اسود بن المطلب کی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا' وہ اندھا ہو گیا ___ غرض یہ سب بری حالت سے مر گئے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قریش کی ایذا رسانی:

نبی اکرم آدمیوں پر ان کے مکانوں میں گردش کرتے اور یہ فرماتے تھے:

''اے لوگو! اللہ تعالیٰ تمہیں یہ حکم فرماتا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔''

مذکورہ بالا پانچ بے ادبوں کے علاوہ اور بھی گستاخ تھے ___ قریش نے آپ کو ایذا دی ___ آپ پر شعر گوئی' کہانت اور جنون کا عیب لگایا ___ انہی میں سے بعض وہ تھے کہ آپ پر مٹی ڈالتے تھے ___ آپ کے مکان کے دروازہ پر خون وغیرہ ڈالتے تھے ___ ان لعینوں میں چند ایک کے بارے میں کچھ تفصیل ملتی ہے:

- ابولہب
- ابولہب کی بیوی
- عمرو بن ہشام (ابوجہل)
- عتبہ بن ربیعہ
- شیبہ بن ربیعہ
- ولید بن عتبہ
- امیہ بن خلف
- عقبہ بن ابی معیط
- عمارہ بن ولید

(۱) ابولہب (لعین)

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو راہ ہدایت کی طرف بلاتے تو ابولہب آپ کے پیچھے ہوتا ـــــ وہ کہتا کہ لوگو! یہ شخص تم سے یہ کہتا ہے کہ تم اپنے باپ کے دین کو ترک کر دو۔

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اہل قریش کو کوہ صفا پر تشریف لے جا کر پکارا ـــــ جب سب قریش جمع ہو گئے تو آپ نے انہیں دین حق کی دعوت دی ـــــ بتوں کی پرستش سے منع فرمایا ـــــ اس پر ابولہب نے ہرزہ سرائی کرتے ہوئے کہا کہ نعوذ باللہ ـــــ ''تیرے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں' تو نے اسی لیے ہمیں بلایا تھا۔''

اس پر سورہ لہب نازل ہوئی جس میں اس لعین کے بدانجام کا ذکر ہے ـــــ یہ بدبخت آپ کے دروازہ پر گوبر ڈالا کرتا تھا۔

(۲) ابولہب کی بیوی (لعین)

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غلام آپ کی راہوں میں دل بچھاتے' آنکھیں بچھاتے ـــــ یہ بدبخت عورت سرکار کی راہوں میں کانٹے بکھیرا کرتی ـــــ سورۂ لہب میں اس کا انجام بھی بیان ہوا ہے ـــــ جب سورہ لہب نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی سن کر آئی ـــــ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے دیکھ کر عرض کیا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کاش آپ اس سے دور ہو جاتے تو بہتر ہوتا۔ اس لیے کہ یہ ایک بے ہودہ گو عورت ہے۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میرے اور اس کے درمیان اللہ تعالیٰ کی کوئی شے حائل ہو جائے گی۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابولہب کی بیوی نے کہا:

''اے ابوبکر! تمہارے صاحب نے ہماری ہجو کی ہے۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''واللہ آپ شعر نہیں کہتے ہیں اور نہ ہی شعر پڑھتے ہیں۔''

یہ سن کر وہ پلٹ کے چلی گئی ـــــ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ابولہب کی جورو نے آپ کو نہیں دیکھا۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میرے اور اس کے درمیان ایک فرشتہ تھا جس نے مجھے اپنے بازو سے چھپا لیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ چلی گئی۔''

اس حدیث کو ابن ابی شیبہ اور نعیم نے روایت کیا ہے ــــــ بیہقی علیہ الرحمہ کی روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''تم ابولہب کی جورو سے پوچھو کیا میرے پاس کسی کو دیکھتی ہے ــــــ وہ ہرگز مجھے نہ دیکھے گی۔''

(۳) عقبہ بن ابی معیط (لعین)

یہ بدبخت بھی آپ کے دروازے پر گوبر ڈالتا تھا ــــــ ایک بار حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے پاس نماز میں سجدہ فرما رہے تھے کہ اس لعین نے آپ کی گردن مبارک پر اپنا پاؤں رکھ کر دبا دیا۔ قریب تھا کہ آپ کی دونوں آنکھیں باہر نکل پڑیں ــــــ بعض نے گلا گھونٹنے کے طور پر آپ کا گلا گھونٹا ــــــ قریش نے آپ کا سر مبارک اور آپ کی داڑھی مبارک پکڑ کے کھینچی۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک سے اکثر بال گر پڑے ــــــ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پاس کھڑے ہوگئے اور قریش سے کہا:

''کیا تم اس شخص کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔''

بخاری شریف میں ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صحن کعبہ میں تشریف فرما تھے۔ یکایک عقبہ بن ابی معیط لعین آیا ــــــ اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا شانہ مبارک پکڑ لیا اور آپ کا کپڑا آپ کی گردن مبارک میں لپیٹ کر اس طور پر گلا گھونٹا ــــــ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگئے۔ انہوں نے عقبہ لعین کو بازو سے پکڑ کر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دفع کیا ــــــ ایک اور روایت میں ہے کہ عقبہ لعین کو دفع کرنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''کیا تم اس مرد کو قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔''[۱۹۸]

بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے ــــــ قریش کی ایک جماعت اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھی تھی ــــــ ابوجہل نے کہا:

''کیا تم اس ریاکار شخص کو نہیں دیکھتے ہو (کہ آپ تنہائی میں پڑھنے کی بجائے نماز دکھلاوے کے لیے پڑھتے ہیں) ــــــ تم میں سے کون فلاں جگہ ذبح کیے گئے اونٹ کی اوجھڑی لا کر آپ پر ڈالتا ہے کہ جب آپ سجدہ کریں ــــــ''

عقبہ بن ابی معیط لعین جو ان میں زیادہ شقی تھا' اس کے نفس و شیطان نے اسے بھیجا اور جا کر گوبر سے بھری اوجھڑی اٹھا لایا ــــــ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ میں سر رکھا تو اس لعین نے وہ اوجھڑی آپ کے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دی ــــــ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں رہے اور سر مبارک سجدہ سے نہیں اٹھایا ــــــ آپ کی اس حالت سے وہ لعین اتنا ہنسے کہ بعض بعض پر ہنستے ہنستے گر پڑا ــــــ کوئی جانے والا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ صلی

۱۹۸ علماء فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آل فرعون کے مومن سے افضل ہیں۔ اس لیے کہ جس وقت فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زبان سے نصرت دی تھی اور زبان پر اقتصار کیا تھا لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زبان کو ہاتھ کا تابع کیا یعنی زبان سے کہا اور ہاتھ سے قریش کو دفع کیا اور قول و فعل کے ساتھ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نصرت دی۔

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور ان سے یہ واقعہ بیان کیا۔ (شاید وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے)۔۔۔۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس وقت کم عمر تھیں۔ وہ سن کر دوڑتی ہوئی آئیں' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کی حالت میں تھے۔ حضرت فاطمہ نے اس مشیمہ کو آپ کی شانوں پر سے اٹھا کر پھینک دیا اور لعینوں کی طرف متوجہ ہوئیں۔ آپ انہیں برا کہہ رہی تھیں۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا کر کے ان لعینوں پر یوں بددعا فرمائی:

اللھم علیك قریش ''اے میرے اللہ! تو کفار قریش کو ہلاک کر۔'' پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہر لعین کا نام لے کر اس کا تعین کیا اور فرمایا:

اللھم بعمرو بن ھشام۔۔۔۔ وعتبہ بن ربیعہ و۔۔۔۔ شیبہ بن ربیعہ۔۔۔۔ والولید بن عتبہ۔۔۔۔ وامیہ بن خلف۔۔۔۔ وعقبہ بن ابی معیط۔۔۔۔ وعمارہ بن الولید

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''واللہ! میں نے انہیں یوم بدر میں پچھڑا ہوا دیکھا۔۔۔۔ پھر وہ سب کھینچ کر قلیب بدر میں ڈال دیئے گئے۔۔۔۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''قلیب والے متبع لعنت کیے گئے ہیں۔۔۔۔

یعنی جیسے وہ دنیا میں قتل کیے گئے ہیں' ویسے ہی اللہ کی رحمت سے دور ہانک دیئے گئے ہیں۔۔۔۔ یا یہ معنی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کفار قریش کی ہلاکت کے لیے دعا فرمائی تھی۔۔۔۔ پھر آپ نے ان کے قتل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی۔

''اے اللہ! تو ان کو ان کی زندگی میں ہلاک کر اور ان کی موت کے بعد تو ان پر لعنت کو متبع کر۔''

یعنی لعنت ان کا پیچھا نہ چھوڑے۔ ۱۹۹

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت کہ انہوں نے ان مذکورہ معاندین کو قلیب بدر میں پچھڑا ہوا دیکھا ہے' یہ

---

۱۹۹ علماء نے گوبر اور اوجھڑی وغیرہ کی نسبت اس حدیث سے اس امر پر استدلال کیا ہے کہ جو شے یعنی کوئی نجاست ابتداء انعقاد نماز کو روکتی ہے، وہ شے اگر نماز میں پیش آ جائے تو اس شخص کی نماز کو باطل کر دے گی۔۔۔۔ نمازی نے اگر دوران نماز اس نجاست کو دور کر دیا ہو اور اس شے کا اثر باقی نہ رہا ہو تو اس شخص کی نماز صحیح ہوگی۔۔۔۔ اس پر علماء کا اتفاق ہے۔

اس حدیث پاک سے دو اور امور پر بھی استدلال ممکن ہے کہ۔۔۔۔ جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہے، اس کا گوبر پاک ہے۔۔۔۔ دوسرا یہ کہ نجاست کا دور کرنا فرض نہیں ہے (یہ استدلال ضعیف ہے)۔۔۔۔ امام نووی کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو علم نہیں ہوا کہ آپ کی پشت مبارک پر کیا شے رکھی ہے۔ اصل طہارت کے لازم پکڑنے کے ساتھ آپ اپنے سجدہ میں قائم رہے۔۔۔۔

امام نووی کے قول کے تعاقب میں یہ کہا گیا ہے کہ اس صورت کی مثل میں نماز کا اعادہ واجب ہے۔ یہ مشکل ہے۔۔۔۔ لیکن فرض نماز میں اعادہ واجب نہیں ہوتا (شاید آپ کی نماز نفل تھی)۔۔۔۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ وہ نماز فرض تھی اور وقت میں بھی وسعت تھی جس میں فرض ادا ہو سکتا تھا۔ شائد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت اس فریضہ کا اعادہ فرمایا ہو۔۔۔۔ لیکن اگر رسول پاک نے نماز کا اعادہ فرمایا ہوتا تو ضرور کتابوں میں ذکر ہوتا۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ آپ کی نماز کو فاسد قرار نہیں دیتا تھا۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ کے کفش مبارک پر نجاست لگی ہوئی تھی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو نجاست کی خبر اسی وقت دی تھی۔

کلام اکثر کفار کے پچھڑے ہونے پر محمول کیا گیا ہے ــــ اس لیے کہ عقبہ بن ابی معیط لعین قلیب بدر میں نہیں پھینکا گیا بلکہ یہ لعین اس کے بعد قید میں قتل کیا گیا ہے کہ مقام بدر سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام نے ایک منزل پر کوچ کیا تھا۔

(۴) عمرو بن ہشام یعنی ابو جہل (لعین)

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ ابو جہل لعین نے لوگوں سے پوچھا:

''کیا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے درمیان اپنا چہرہ خاک آلود کرتے ہیں۔''

اس لعین کی مراد یہ ہے کہ کیا آپ سجدہ کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں ــــ لوگوں نے کہا:

''بے شک آپ ہمارے درمیان نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں۔'' ابو جہل نے لات اور عزیٰ کی قسم کھا کے کہا:

''اگر میں آپ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھوں گا تو ضرور آپ کی گردن کچل ڈالوں گا اور آپ کے چہرے کو خاک آلود کر دوں گا۔''

ابو جہل اپنے مذموم ارادے سے آیا۔ رسول کریم نماز ادا فرما رہے تھے تاکہ آپ کی گردن کچل ڈالے ــــ یکا یک قریش نے ابو جہل کی یہ حالت دیکھی کہ وہ پیچھے ہٹ رہا تھا اور اپنے ہاتھوں سے بچاؤ کر رہا تھا ــــ کسی نے اس بدبخت سے پوچھا:

''تجھے کیا ہو گیا ہے جو یہ حرکت کر رہا ہے۔''

اس لعین نے کہا کہ:

''میرے اور اللہ کے رسول کے درمیان آگ کی ایک خندق ہے اور دہشت ہے ــــ اور پرندوں کے بازو ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

''اگر ابو جہل میرے نزدیک آتا تو ملائکہ اس کا ایک ایک عضو اچک لے جاتے۔''

اور اللہ تعالیٰ نے کلا ان الانسان لیطغی ــــ آخر سورت تک نازل فرمایا۔

(۵) عمارہ بن الولید (لعین)

عمارہ بدر میں قتل نہیں ہوا بلکہ اصحاب مغازی نے کہا ہے کہ وہ سیاہ بخت سرزمین حبشہ میں مر گیا ــــ عمارہ کا نجاشی حبشہ کے ساتھ قصہ ہے۔ وہ یہ کہ عمارہ نجاشی کی عورت سے ملاقات کرنے کے درپے ہوا تھا ــــ نجاشی نے عمارہ کی ایسی حرکت پر اس کی سزا کے لیے ساحرہ عورتوں کو مقرر کیا۔ انہوں نے اپنا سحر عمارہ کی شرم گاہ میں پھونک دیا ــــ عمارہ اس سحر سے وحشی بن گیا اور بہائم کے ساتھ جا ملا ــــ اور اسی حالت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں اپنے انجام کو پہنچا ــــ

(۶) امیہ بن خلف (لعین)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس لعین کے ہاتھوں بڑے دکھ اٹھائے تھے ــــ اسے جنگ بدر میں حضرت عبدالرحمٰن

بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گرفتار کیا تھا۔۔۔۔۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور امیہ کے درمیان عہد جاہلیت میں اخوت تھی۔ انہوں نے اسے زندہ رکھنا چاہا۔۔۔۔۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیہ کو عبدالرحمٰن کے ساتھ دیکھا تو بڑی آواز سے پکارا:

''اے انصار اللہ! راس الکفر امیہ گرفتار موجود ہے۔ اگر اس نے دوسروں سے نجات پائی تو میں نجات نہ دوں گا۔''

انصار نے اپنی تلواروں سے امیہ کو کونچے دیئے یہاں تک کہ اسے قتل کر ڈالا۔

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان لانا:

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش میں قوی تر جوان اور عزت نفس میں زیادہ شدید تھے۔۔۔۔۔ آپ سن چھ ۶ ہجری میں اسلام آئے۔۔۔۔۔ آپ کے اسلام لانے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قوت ہوگئی۔ قریش کو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شدت اور طاقت کا بخوبی اندازہ تھا' اس لیے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا رسانی سے قریش قدرے باز رہے۔

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب دولت ایمان سے سرفراز ہوئے تو انہوں نے اپنے جذبات اور محبت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اظہار شعر کے پیرائے میں کیا۔ آپ فرماتے ہیں:

حمدت اللہ حین ھدی فوادی　　　الی الاسلام والدین الحنیف

اللہ تعالیٰ نے جس وقت میرے دل کو اسلام اور دین حنیف کی طرف رہبری فرمائی تو میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی۔۔۔۔۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے اس دین کی حقیقت پر رہبری کی' لہٰذا میں نے باطن میں اس دین کی فرمانبرداری اور ظاہر میں اس کا اقرار کیا۔۔۔۔۔ چنانچہ اس سے تصدیق' فرمانبرداری اور یقین دونوں کے درمیان جمع ہوگیا۔

لدین جاء من رب عزیز　　　خبیر بالعباد بھم لطیف

یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد اس دین پر کی جو ایسے رب کی طرف سے آیا ہے کہ وہ غالب و برتر ہے اور دوسروں کو عزت عطا کرنے والا ہے۔۔۔۔۔ وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے۔۔۔۔۔ وہ ہر شے کی حقیقت کا علم رکھتا ہے۔۔۔۔۔ اپنے نبیوں اور رسولوں پر اپنا کلام نازل کرتا ہے۔۔۔۔۔ بندوں کے اعمال سے قیامت تک اس کو علم ہے۔۔۔۔۔ کوئی شے ایسی نہیں جس کا اسے علم نہ ہو۔۔۔۔۔

اس شعر میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو برا کہتے تھے اور ایذا پہنچاتے تھے۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ ان کے احوال سے باخبر ہے۔ یقیناً انہیں عذاب دے گا۔۔۔۔۔ اور وہ اپنے بندوں کے ساتھ لطف و کرم کرنے والا ہے''۔

اذا تلیت رسائلہ علینا　　　تحدد مع ذی اللب الحصیف

''اس رب برتر کے احکام جس وقت ہمارے سامنے پڑھے جاتے ہیں جن کا ہمیں حکم ملا ہے۔۔۔۔۔ وہ رسائل (احکام) اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام لاتے ہیں تاکہ اس کے بندوں تک

وہ احکام پہنچا دیں ــــــ جو شخص عقل کامل رکھتا ہے' وہ ان رسائل و احکام میں فکر کرتا ہے۔ ان کے نادر معانی' ان کی تفصیل اور قصص و مواعظ میں وہ غور کرتا ہے اور اس غور و فکر میں اسے اپنے آنسوؤں پر اختیار نہیں رہتا"۔

رسائل جاء احمد من هدایا ۔۔۔ بآیات مبینة الحروف

وہ رسائل وہ ہیں کہ احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) ان کے ساتھ ہدایت کرنے کے لیے وہ آیات لائے ہیں جو واضح ہیں اور کھول کر بیان کیے گئے حروف ہیں یعنی آپ قرآن شریف لائے ہیں جس کے ہر حرف سے حکم الٰہی ظاہر ہوتا ہے اور آدمی ہدایت پاتا ہے۔"

واحمد مصطفیٰ فینا مطاع ۔۔۔ فلا تغشوه بالقول العنیف

"اور احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) مخلوق میں مختار ہیں اور ہمارے لیے واجب الاطاعت ہیں۔ احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) جو شے حق سے لائے ہیں' اسے باطل سے نہ چھپاؤ۔"

فلا واللہ نسلمه لقوم ۔۔۔ ولما نقض فیهم بالسیوف

اللہ کی قسم! ہم احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کو قوم کے حوالے نہ کریں گے بلکہ تلوار سے قوم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے۔

مغلطائی نے کہا ہے کہ قریش نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ پیشکش کی کہ:

- اگر آپ ہم لوگوں کے درمیان شرف چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنی قوم پر سردار بناتے ہیں۔
- اگر آپ بادشاہ ہونے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم آپ کو اپنی قوم پر بادشاہ بنانے کے لیے تیار ہیں۔
- اگر وہ شے ہے جو آپ کے پاس صورت بن کے آتی ہے اور وہ آپ پر غالب ہو گئی ہے یعنی جن نے غلبہ کر لیا ہے تو ہم اپنے مال و اسباب آپ کے نفس اور بدن کے علاج میں خرچ کریں گے ــــــ حتیٰ کہ آپ بھلے چنگے ہو جائیں اور اگر علاج سے صحت نہ ہو گی تو پھر لوگ ہمیں ملامت نہ کریں گے کہ ہم نے آپ کا علاج کیا' آپ پر اپنے مال مال خرچ کیے اور آپ اچھے نہ ہوئے"۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے جواب میں فرمایا:

"مجھ پر جن وغیرہ کچھ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کے بھیجا ہے اور مجھ پر اپنی کتاب نازل کی ہے ــــــ اور مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں جنت کی بشارت دوں اور دوزخ سے ڈراؤں ــــــ لہٰذا میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور تمہیں نصیحت کر دی ــــــ جو شے میں تمہارے پاس لایا ہوں۔ اگر تم اسے مجھ سے قبول کر لو گے تو دنیا و آخرت میں تمہاری خوش نصیبی ہے اور اگر تم اس شے کو قبول نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے لیے میں یہاں تک صبر کروں گا کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے۔"

یہودیوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روح کی حقیقت پوچھی:

جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت اسلام دی تو جن کے نصیب میں سعادت تھی انہیں دولت ایمان مل گئی اور جن کی قسمت میں شقاوت تھی۔ انہوں نے شقاوت کی غلاظت سمیٹی ـــــ انہی سیاہ بختوں میں سے نضر بن الحارث اور عقبہ بن ابی معیط لعین دونوں علمائے یہود کے پاس گئے ـــــ انہوں نے ان سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا احوال پوچھا ـــــ ان یہودی علماء نے کہا کہ:

''نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے تین چیزیں دریافت کرو۔ اگر تمہیں ان تینوں کی خبر آپ سے مل جائے تو سمجھنا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نبی مرسل ہیں اور اگر انہوں نے اس امر کی خبر دی نہیں دی تو سمجھنا کہ آپ صرف باتیں بنانے والے ہیں۔ تم ان سے:

- ان جوان مردوں کا احوال پوچھو جو اول زمانہ میں گزرے ہیں ـــــ
- اس مرد کا حال پوچھو جو دنیا میں بڑا گردش کرنے والا تھا ـــــ
- روح کی حقیقت کیا ہے؟ ـــــ

انہوں نے واپس آ کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ان تینوں چیزوں کے متعلق پوچھا ـــــ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اس کی میں تمہیں کل خبر دوں گا۔''

اس کے ساتھ انشاء اللہ نہیں فرمایا ـــــ لیکن وحی آنے میں کچھ دیر ہو گئی ـــــ وحی کی تاخیر میں مختلف روایات ہیں:

- پندرہ دن
- تین دن
- بارہ دن
- چار دن
- چالیس دن

پھر فرمان الٰہی ولا تقولن لشئی انی فاعل ذلک غدا الا ان یشاء اللہ نازل ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے:

- ان جوان مردوں کا ذکر نازل فرمایا جو پہلے زمانہ میں گزر چکے وہ اصحاب کہف تھے۔
- پھر دنیا میں گردش کرنے والے کا ذکر فرمایا کہ وہ ذوالقرنین ہے۔
- روح کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ویسئالونک عن الروح قل الروح من امر ربی ....

یعنی اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) لوگ آپ سے روح کی حقیقت پوچھتے ہیں ـــــ ان سے کہہ دیجئے کہ روح امر رب سے ہے۔''

اسی مضمون پر مشتمل بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک کھیت میں تھا ـــــ اس وقت آپ درخت خرما کی ایک شاخ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے ـــــ کچھ یہودیوں کا ادھر سے گزرا ہوا ـــــ وہ آپس میں کہنے لگے:

- آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روح کا پوچھو۔

- روح کے امر میں کس چیز نے تمہیں شک میں ڈالا ہے جو آپ سے پوچھتے ہو۔
- آپ سے نہ پوچھو تاکہ آپ ایسی شے کے ساتھ نہ پیش آویں جسے تم مکروہ سمجھتے ہو۔
- بعض نے کہا آپ سے پوچھو۔
- بعض نے آپ سے روح کی حقیقت پوچھی۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان سب کی آپس کی گفتگو و خود کلامی سن کر خاموش رہے اور انہیں کچھ جواب نہیں دیا۔۔۔۔ میں نے آپ کی ایسی حالت سے جان لیا کہ آپ کی طرف وحی بھیجی جا رہی ہے۔۔۔۔ میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔ جب وحی نازل ہو چکی تو آپ نے فرمایا:

ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی ۔۔۔۔ ۲۰۰؎

روح سے کیا مراد ہے؟

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہود کے سوال سے دوسری بار جو خاموشی اختیار فرمائی تو یہ خاموشی اس بات پر محمول کی جائے گی کہ روح سے متعلق حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کریم سے مزید بیان کی توقع تھی۔۔۔۔

اس حدیث پاک میں روح سے متعلق جو سوال اٹھایا گیا ہے' اس سے جو مراد ہے' اس پر مختلف آرا ہیں:

- روح سے مراد روح انسان ہے۔
- روح سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔
- روح سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔
- روح سے مراد وہ فرشتہ ہے جو قیامت کے دن تنہا صف کے طور پر کھڑا ہوگا۔
- روح سے مراد ان چیزوں کے سوا ہے۔

قرطبی کا کہنا ہے کہ روح کے بارے میں راجح قول یہ ہے کہ ان لوگوں نے انسان کی روح سے متعلق سوال کیا تھا۔۔۔۔ اس لیے کہ یہودی اس طور پر اعتراف نہیں کرتے کہ:

- حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں۔
- اس امر سے بھی غافل نہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتہ ہیں۔

---

۲۰۰ حافظ ابن کثیر نے کہا ہے کہ جو شے بے تامل اور بے فکر کے ظاہر ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ یہ واقعہ اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ آیت شریف مدنی ہے۔۔۔۔ اور یہ آیت اس وقت نازل نہیں ہوئی جب یہود نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ان چیزوں سے متعلق مدینہ منورہ میں پوچھا، باوجود اس امر کے کہ یہ سورہ مکیہ ہے۔۔۔۔ اس کا جواب اس طور پر دیا جاتا ہے کہ یہ سورۃ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر مدینہ منورہ میں دوسری بار نازل ہوئی ہے۔ جیسا کہ مکہ معظمہ میں اس سے پہلے نازل ہوئی تھی۔۔۔۔ اور جو حدیث اس سورۃ کے مکی ہونے پر دلالت کرتی ہے، وہ یہ ہے کہ قریش نے یہود سے کہا کہ کوئی ایسی شے ہم کو دو جس کو ہم اس مرد سے پوچھیں۔۔۔۔ یہود نے قریش سے کہا کہ تم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روح کی حقیقت پوچھو۔۔۔۔ قریش نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روح کی حقیقت پوچھی تو یہ سورت نازل ہوئی۔

- اس امر سے بھی جاہل نہیں کہ ملائکہ ارواح ہیں۔

روح کے بارے میں مختلف آراء:

علماء کا مختار قول یہ ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس روح سے متعلق پوچھا تھا جو کہ زندگی کا سبب ہے۔۔۔۔ اور اس سوال کا جواب احسن وجوہ پر واقع ہوا یعنی روح سے سوال کرنا روح کی ماہیت پوچھنے کا گمان رکھتا ہے۔۔۔۔ اور ان سوالوں کا گمان ہے۔

- کیا روح متحیز ہے یا متحیز نہیں ہے؟[۲۰۱]
- کیا روح متحیز میں حال ہے یا حال نہیں ہے؟
- کیا روح قدیم ہے یا حادث ہے؟
- کیا جسم سے اپنے انفعال کے بعد باقی رہتی ہے یا روح فنا ہو جاتی ہے؟
- روح کو عذاب دیئے جانے اور نعمت دیئے جانے کی کیا حقیقت ہے؟
- اور ان امور کے سوا جو امور روح کے متعلقات ہیں۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہود کے سوال میں وہ شے نہیں ہے جو کوئی شخص بیان کردہ ان معانی کی تخصیص کرے۔۔۔۔ مگر ظاہر بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے

- روح کی ماہیت پوچھی تھی اور یہ کہ
- کیا روح قدیم ہے یا حادث ہے؟

روح کے بارے میں جواب اس امر کی دلالت کرتا ہے کہ

- روح ایک موجود شے ہے۔
- طبائع اور اخلاط کی ترکیب سے متغائر ہے۔
- روح ایک جوہر بسیط مادہ سے مجرد ہے۔۔۔۔ وہ پیدا کرنے والے سے حادث نہیں ہوتا اور وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان کن ہے۔
- گویا روح موجود ہے جو امر الٰہی اس کی تکوین اور ایجاد سے پیدا کی گئی ہے۔
- اور جسم کے لیے زندگی کا فائدہ پہنچانے میں روح کو تاثیر ہے۔
- روح کی جو کیفیت مخصوصہ ہے۔ اس کے عدم علم سے علم کی نفی لازم نہیں آتی۔

یہ گمان ہوتا ہے کہ ارشاد باری من امر ربی میں امر سے مراد فعل ہو۔۔۔۔ جیسے کہ یہ ارشاد باری وما امر فرعون برشید ہے یعنی فرعون کا فعل ذی رشد بلکہ صریح ضلالت اور محض غی تھا۔۔۔۔ لہٰذا روح حادث ہے۔۔۔۔ البتہ سلف نے ان اشیاء میں

---

۲۰۱ یعنی جسم سے منفصلہ ہے یا منفصلہ نہیں ہے۔۔۔۔ جسم میں حال نہیں ہے اور جسم سے ایسا تعلق رکھتی ہے جیسا عاشق معشوق سے تعلق رکھتا ہے۔

بحث کرنے اور روح کے بارے میں غور اور مبالغہ کرنے سے خاموشی اختیار کی ہے۔

فتح الباری میں ہے کہ مختلف لوگوں نے روح کی حقیقت میں کلام میں مبالغہ آرائی کی ہے اور اس کی تہہ تک پہنچے ہیں اور ان کے اقوال ایک دوسرے میں خلط ملط ہو گئے ہیں۔

- روح وہ نفس ہے جو داخل اور خارج ہے۔
- روح ایک لطیف جسم ہے جو جمیع بدن میں حلول کرتا ہے۔
- روح خون ہے۔
- روح کے بارے میں لوگوں کے اقوال ایک سو تک پہنچے ہیں۔
- ہر نبی کے لیے پانچ روحیں ہیں۔
- ہر مومن کے لیے تین روحیں ہیں۔
- روح اور نفس متغائر ہیں ــــ یہی قول حق ہے۔
- روح اور نفس دونوں ایک شے ہیں ــــ کبھی روح کے ساتھ نفس سے تعبیر کی جاتی ہے اور کبھی نفس کے ساتھ روح سے تعبیر کی جاتی ہے ــــ خلاصہ یہ ہے کہ نفس کو روح کہتے ہیں اور روح کو نفس کہتے ہیں۔

ابن بطال علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ روح کی حقیقت کی معرفت یہ ہے کہ اللہ پاک نے اس کے علم کو اپنے لیے اختیار کیا ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ روح کے بارے میں جیسے قرآن کریم نے خبر دی ہے ــــ روح کو مبہم رکھنے میں حکمت الٰہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خلق کی آزمائش کی ہے تاکہ مخلوق کو اس کی معرفت کرا دے کہ جس چیز کا وہ ادراک نہیں کرتے ہیں' اس کے علم سے وہ عاجز ہیں۔ یہاں تک کہ مخلوق کو اس طرف مضطر کرے کہ روح کے علم کو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر دیں۔

قرطبی نے کہا ہے کہ اس بارے میں حکمت الٰہی یہ ہے کہ انسان کی عاجزی کا اظہار ہو' اس لیے کہ انسان کو باوجود اس کے اپنے وجود کا قطعی یقین ہے ــــ جس وقت اس نے اپنے نفس کی حقیقت نہیں پائی تو رب تعالیٰ کی حقیقت کے ادراک سے اس کی عاجزی اولیٰ ہو گی۔

اور یہ بات ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم و آخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روح کی حقیقت سے مطلع نہیں فرمایا ــــ بلکہ گمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روح کی حقیقت بیان فرما دی ہو لیکن مخلوق پر اس کی حقیقت کے اظہار سے منع فرما دیا گیا ہو۔ جیسا کہ قیامت کے علم کے بارے میں ہے۔

اہل ایمان کو قریشی کفار کی ایذا رسانی:

کفار مکہ نے جب یہ دیکھا کہ دین اسلام آہستہ آہستہ پھیل رہا ہے' لوگ اس کی طرف مائل ہو رہے ہیں اور مسلمانوں کی تعداد دن بدن بڑھتی جا رہی ہے ــــ تو کفار قریش کو فکر لاحق ہوئی ــــ انہوں نے اہل ایمان کو تکالیف دینا شروع کر دیں۔ مظالم اس حد تک بڑھ گئے کہ ابوجہل لعین دشمن خدا حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی والدہ ماجدہ تھیں کے پاس گیا۔۔۔ کفار قریش اس وقت انہیں عذاب دے رہے تھے۔۔۔ ابوجہل لعین نے حضرت سمیعہ کے مقام مخصوص میں حربہ سے کونچہ دیا اور قتل کر ڈالا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب غلاموں میں سے کسی غلام کی طرف سے گزرتے اور اسے عذاب دیا جا رہا ہوتا تو آپ اس غلام کو کفار قریش سے خرید کر آزاد فرما دیتے۔۔۔ انہی میں سے حضرت بلال اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جن اہل ایمان نے پہلے اسلام ظاہر کیا' وہ سات افراد ہیں:

- رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم
- حضرت ابوبکر صدیق
- حضرت عمار بن یاسر
- حضرت سمیعہ
- حضرت صہیب
- حضرت بلال حبشی
- حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہما

○۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو کفار کے شر سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے چچا ابوطالب کے سبب بچایا۔

○۔۔۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار قریش کے شر سے ان کی قوم کے سبب بچایا۔

○۔۔۔ باقی لوگ جنہوں نے اسلام ظاہر کیا' انہیں مشرکین قریش نے پکڑ لیا اور انہیں لوہے کی زرہیں پہنا دیں' پھر انہیں دھوپ میں ڈال دیا۔

○۔۔۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ حال تھا کہ اللہ عزوجل کے معاملہ میں ان کا نفس ان پر حقیر ہو گیا یعنی وہ عذاب و ایذا کی کچھ پروا نہیں کرتے تھے۔۔۔ بلال غلاموں پر سبک ہو گئے تھے۔۔۔ کافروں نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکڑ کر لڑکوں کے حوالے کر دیا۔۔۔ وہ لڑکے انہیں شعاب مکہ میں پھرانے لگے۔۔۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ احد احد پکارتے (یعنی اللہ ایک ہے' اس کا کوئی شریک نہیں) ۲۰۲۔۔۔ مشرکین نے ان کی گردن میں رسی ڈالی اور لڑکے انہیں کھینچے کھیلتے۔۔۔ یہاں تک کہ ان کی گردن میں رسی کے نشان بیٹھ گئے۔

کفر پر مجبور کرنے کیلئے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جو بدسلوکی کی گئی' بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس ایذا پر احد احد کہتے تھے۔۔۔ انہوں نے عذاب کی تلخی کو ایمان کی حلاوت (مٹھاس) کے ساتھ ملا دیا۔۔۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے وقت بھی کچھ ایسا ہی واقعہ ہوا۔۔۔ ان کی بیوی ان کے انتقال کے وقت واحرہ باہ کہتی تھیں۔ ۲۰۳ واحر باہ کی جگہ حوباہ بھی روایت کیا گیا ہے۔ ۲۰۴۔۔۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ واطوباہ کہہ کر یہ کہتے تھے کہ کل کے دن میں اپنے احباب سے ملوں گا کہ میرے وہ احباب میرے ملنے کو مشتاق ہیں۔۔۔ اور وہ احباب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے صحابہ

---

۲۰۲ اس حدیث کو امام احمد علیہ الرحمہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔۔۔ اور اسی طرح سے مجاہد سے بھی ایک روایت ہے۔

۲۰۳ یہ کلمہ اس جگہ کہتے ہیں کہ کل مال و اسباب لوٹ لیا جائے اور باقی کچھ نہ چھوڑا جائے۔

۲۰۴ حوباہ کا معنی شدت، سختی اور مصیبت میں اس کا ملال ہے۔

کرام ہیں ___ مرتے دم بھی بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موت کی تلخی کو لقائے احباب کی حلاوت سے ملا دیا ___

حضرت زنیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نور نظر ہیں ___ آپ بھی غلام تھیں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خرید کر آزادی دلائی تھی ___ زنیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان لوگوں میں سے تھیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں عذاب دیا جاتا تھا ___ ظالموں کے ظلم سے ان کی بینائی چلی گئی تھی ___ مشرکین مکہ جو بات زنیرہ سے کہتے تھے آپ اسے ماننے سے انکار کرتی تھیں اور اسلام پر ثابت قدم تھیں ___

جب حضرت زنیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بینائی جاتی رہی تو مشرکوں نے کہا کہ ان کی بینائی کو لات وعزیٰ کی وجہ سے صدمہ پہنچا ہے ___ آپ نے فرمایا:

''ایسا ہرگز نہیں کہ میری بینائی کو لات وعزیٰ نے صدمہ پہنچایا ہے۔''

اللہ کریم نے کرم فرمایا اور زنیرہ کی بینائی زنیرہ کو پھر لوٹا دی اور وہ بینا ہو گئیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

شان بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ابو محمد الشقر اطیسی کو جنہوں نے سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان بیان کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

لا فی بلال جلاء من امیه قد اجله الصبر فیه اکرم النزل

بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیہ سے بڑے دکھ اٹھائے۔ انہوں نے اس مصیبت پر صبر کر لیا تھا ___ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور وہ انہیں اسلام سے پھیرنا چاہتا تھا ___ اللہ کریم نے ان کی ثابت قدمی پر ایسے اکرم مقام پر اتارا کہ وہاں مہمان کے لیے وہ طعام ہے جس سے مہمان کا اکرام کیا جائے یعنی ان کے صبر کا صلہ بہشت تھا۔

اذاجهدوه بضنك الامر وهو علی شدائد الازل ثبت الازد لم یزل ۲۰۵

بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس مصیبت کو دیکھا کہ مشرکین قریش نے ان کو ان کی طاقت و برداشت سے بڑھ کر عذاب میں ڈالا۔ انہوں نے قید کی تنگی ایسی مشقت پائی ___ وہ اس حال میں جس کی سختیوں پر ہمیشہ اپنی قوت پر ثابت قدم رہے۔

القوه بطحا برمضاء البطاح وقد عالوا علیه صخور اجمة الثقل ۲۰۶

مشرکین نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اوندھے منہ ایسی زمین پر ڈالا جو شدید تپتی ہوئی ریت تھی اور ان کی پیٹھ پر بڑے بھاری پتھر رکھ دیئے گئے۔

فوحد الله اخلاصا وقد ظهرت بظهره کندوب الطل فی الطلل ۲۰۷

ان مصیبتوں میں بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے از روئے اخلاص اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کی اور حال یہ تھا کہ ان کی پیٹھ پر اس طور پر زخموں کے نشان پڑ گئے تھے جیسے خفیف مینہ برسنے سے مکانوں کے آثار میں نشان پڑ جاتے ہیں یعنی جیسے خفیف قطروں

---

۲۰۵ ضنک بمعنی تنگی ___ ازل بمعنی قید اور تنگی کرنی ___ ثبت مصدر بمعنی اسم فاعل ___ ازد بمعنی ثابت قوت

۲۰۶ بطح بمعنی سرنگوں ___ رمضاء گرم ریتلی زمین ___ عالو بمعنی رفعوا

۲۰۷ ندوب جمع ندب بمعنی نشان ___ طل، خفیف مینہ ___ طلل، قوم کے مکانوں کے نشان اور ان کے اترنے کی جگہیں۔

سے گڑھے پڑ جاتے ہیں۔ ویسے ہی ایذا سے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیٹھ پر گڑھے پڑ گئے تھے۔

ان قد ظهر ولی الله من دبر قد قد قلب عدوالله من قبل

دشمن خدا نے اللہ کے دوست کی پیٹھ پیچھے زخم دیئے' اس لیے کہ انہیں اوندھا ڈال دیا تھا اور پیٹھ پر مارا تھا۔۔۔۔ دشمن خدا کا دل سامنے سے چیرا گیا یعنی دشمن خدا نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے سے حیلہ کر کے ایذا پہنچائی تھی۔۔۔۔ اور اس موذی کو اس کے روبرو سے عذاب دیا گیا کہ اس میں حیلہ کا شائبہ نہ تھا۔

حبشہ کی طرف پہلی ہجرت:

یہ واقعہ ماہ رجب ۵ھ میں ہوا۔ مشرکین مکہ کے مظالم جب حد سے بڑھ گئے تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دیدی۔۔۔۔ حبشہ کی طرف متعدد مسلمانوں نے ہجرت کی۔

- ان میں سے وہ شخص ہے جس نے اپنے گھر والوں کے ساتھ ہجرت کی۔
- ان میں سے وہ شخص ہے جس نے اپنی ذات سے (تنہا) ہجرت کی۔

ان مہاجرین کی تعداد سے متعلق مختلف روایات ہیں:

- گیارہ مرد
- بارہ مرد چار عورتیں
- پانچ عورتیں
- دو عورتیں

مہاجرین کے امیر حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔۔۔۔ زہری نے لکھا ہے کہ مہاجرین کا حبشہ میں کوئی امیر نہ تھا۔۔۔۔ یہ لوگ مشرکین قریش سے چھپ کر پیدل دربار کی طرف گئے اور نصف دینار کے بدلے کشتی کرایہ سے لی۔

سب سے پہلے جو مسلمان مکہ سے ہجرت کے لیے نکلا' وہ ذوالنورین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو اپنی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔۔۔۔ آپ کے بارے میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایک عورت نے اطلاع دی۔۔۔۔ اس نے کہا:

''میں نے ان دونوں کو ایسے حال میں دیکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی کو گدھے پر سوار کرایا تھا۔''

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''حضرت لوط علیہ السلام کے بعد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اپنے اہل کے ساتھ ہجرت کی ہے۔''

کفار قریش نے جب یہ دیکھا کہ مہاجرین کو حبشہ میں امن ہے تو قریش نے حبشہ کے والی نجاشی جس کا نام اصحمہ تھا' کے پاس اپنے نمائندے ہدیئے اور تحفے دے کر بھیجے۔ ان میں عمرو بن عاص' عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمارہ بن الولید لعین شامل تھے۔۔۔۔ انہوں نے ان مہاجرین کو ان کی قوم کی طرف لوٹانے کے لیے نجاشی کو زور دیا۔۔۔۔ نجاشی نے انکار کیا اور انہیں ان کے تحفوں سمیت ناکام لوٹا دیا۔

مرادِ رسول حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام:

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے تین دن بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعائے مبارک سے اسلام قبول کرلیا۔ وہ دعا یہ تھی:

اللھم اغر الاسلام بابی جھل اوالعمر ابن الخطاب

جب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا' اس وقت انچاس مرد اور گیارہ عورتیں مسلمان تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا سبب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ چلا کہ ان کی بہن نے اسلام قبول کرلیا ہے۔۔۔۔۔ اس خبر سے آپ غصے سے ان کے گھر پہنچے اور ان سے کہا:

''اے اپنی جان کی دشمن! مجھے پتہ چلا ہے کہ تو صابی ہوگئی ہے۔''

پھر انہوں نے اپنی بہن کو مارا۔ خون بہنے لگا۔۔۔۔۔ خون دیکھ کر آپ کی بہن رونے لگیں اور کہا:

''اے خطاب کے بیٹے! تو جو کچھ کرنے والا ہے' وہ کر۔ ہاں میں مسلمان ہوگئی ہوں۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصہ کی حالت میں بہن کے گھر میں داخل ہوئے تھے۔۔۔۔۔ اچانک ان کی نظر ایک کتاب پر پڑی۔۔۔۔۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب میں بسم اللہ الرحمن الرحیم موجود پایا۔ جب میں رحمن اور رحیم کے پاس پہنچا' میں ڈر گیا اور صحیفہ کو اپنے ہاتھ سے پھینک دیا۔۔۔۔۔ آپ کا دل مائل ہوا اور پھر بے اختیار کتاب کو اٹھ لیا۔۔۔۔۔ اب جو کھولا تو سامنے آیت کریمہ سبح للہ مافی السموٰت والارض موجود پایا اور پڑھتے پڑھتے آمنو باللہ ورسولہ تک پہنچا۔۔۔۔۔ اور دل میں ایمان کی شمع روشن ہوگئی۔۔۔۔۔ اور بے اختیار اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد الرسول اللہ کہا۔۔۔۔۔ جو لوگ مکان میں چھپے ہوئے تھے' مجھ سے کلمہ لا الہ الا اللہ سن کر دوڑتے ہوئے تکبیر کہتے ہوئے مجھے مبارک دینے کے لیے نکلے۔۔۔۔۔ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس مکان میں آیا جو اسفل صفا میں تھا۔ میں مکان میں داخل ہوا تو دو مردوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بازوؤں سے پکڑ لیا۔۔۔۔۔ یہ حضرت حمزہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔۔۔۔۔ جب میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچا تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اسے چھوڑ دو۔''

انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ آپ نے میرے کپڑے پکڑ کر مجھے اپنی طرف کھینچا۔ پھر آپ نے فرمایا:

''اے ابن الخطاب! تم مسلمان ہو جاؤ۔''

پھر آپ نے یہ دعا فرمائی۔ اللھم اھد قلبہ۔۔۔۔۔ میں نے اشھد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ کہا۔۔۔۔۔ مسلمانوں نے اس زور سے تکبیر کہی کہ مکہ کے راستوں میں لوگوں نے سنی۔

اس وقت حالت یہ تھی کہ جب کوئی مسلمان ہو جاتا تو وہ اسلام کا اظہار نہیں کرتا تھا۔۔۔۔۔ پھر میں آپ کے پاس سے نکلا

اور اس شخص کے پاس گیا جو کوئی راز کی بات نہیں چھپاتا تھا اور اسے فاش کر دیتا تھا۔۔۔۔ میں نے اسے چپکے سے کہا:

''میں صابی ہو گیا''۔۔۔۔ یعنی ایک دین سے دوسرے دین میں داخل ہو گیا۔

وہ شخص بلند آواز سے شور کرنے لگا۔

''اے لوگو! تم سن لو کہ عمر ابن الخطاب صابی ہو گئے۔''

یہ سن کر آدمی مجھے مارنے لگے اور میں آدمیوں کو مارنے لگا۔۔۔۔ میرے لڑنے اور مارنے کو دیکھ کر میرے ماموں نے پوچھا:

''یہ کیا ہو رہا ہے' کون لڑ رہا ہے؟''

لوگوں نے کہا:

''ابن الخطاب ہیں۔''

میرا ماموں پتھر پر کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنی آستین سے اشارہ کر کے لوگوں سے کہا:

''تم لوگ آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے اپنی بہن کے بیٹے کا ذمہ لے لیا ہے۔''

یہ سنتے ہی آدمی مجھ سے ہٹ گئے۔۔۔۔ میں ہمیشہ لوگوں کو مار پیٹ کرتا رہتا تھا اور وہ مجھ سے جھگڑتے تھے۔۔۔۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہا:

''اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اہل آسمان عمر کے اسلام سے خوش ہوئے۔''

معاشرتی مقاطعہ (بائیکاٹ) اور شعب ابی طالب:

صحابہ کرام میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر مثالی تھی' دیدنی تھی۔۔۔۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام قبول کرنا قریش کے لیے دھچکے سے کم نہیں تھا۔۔۔۔ پھر صحابہ کرام کی حبشہ میں عزت و اکرام ہوئی۔۔۔۔ قبائل میں اسلام کی خوشبو پھیلنے لگی۔۔۔۔

قریش نے جب یہ سب دیکھا تو انہیں سخت تشویش ہوئی اور انہوں نے اس پر اتفاق کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نعوذ باللہ قتل کر دیا جائے۔۔۔۔ ابوطالب کو اس کی خبر پہنچی تو انہوں نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو جمع کیا۔۔۔۔ بنی ہاشم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے شعب (مکان) میں داخل کر لیا۔۲۰۸؎ اور جن لوگوں نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا تھا' ان سے آپ کو بچایا تھا' اب جبکہ ابو طالب نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو بلایا تو انہوں نے ابوطالب کے کہنے کو قبول

---

۲۰۸ یہ مکان بنی ہاشم کے رہائشی مکانوں کے علاوہ تھا اور شعب ابن یوسف سے مشہور تھا۔۔۔۔ یہ مکان ہاشم کا تھا۔۔۔۔ عبدالمطلب نے یہ مکان اپنے لڑکوں میں اس وقت تقسیم کر دیا تھا جس وقت ان کی بینائی ضعیف ہو گئی تھی۔۔۔۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ اس مکان میں آپ کے والد کی طرف سے ہو گیا تھا۔

کیا ــــــ حیرت کی بات ہے کہ کفار قریش نے بھی جاہلیت کی عادت پر حمیت قومی سے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بچاؤ کیا یعنی بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے ساتھ شریک ہو گئے۔

قریش نے جب یہ دیکھا کہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب حتیٰ کہ کفار قریش بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مددگار ہو گئے ہیں تو قریش جمع ہوئے اور یہ مشورہ کیا کہ قریش اور بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب کے مابین ایک معاہدہ لکھا جائے۔ اس معاہدہ کے تین نکات تھے۔

- قریش سے بنی ہاشم اور بنی مطلب شادی نہ کریں اور بنی ہاشم اور بنی مطلب سے قریش شادی نہ کریں۔
- بنی ہاشم کو قریش کوئی شے فروخت نہ کریں اور نہ بنی ہاشم سے قریش کچھ خرید کریں۔
- قریش بنی ہاشم سے اس وقت صلح نہیں کریں گے جب تک کہ بنی ہاشم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کے لیے قریش کے حوالے نہ کر دیں۔

اس معاہدہ کو ایک صحیفہ میں منصور بن عکرمہ یا بغیض بن عامر نے لکھا ــــــ یہ معاہدہ لکھنے والے کا ہاتھ شل ہو گیا ــــــ قریش نے صحیفہ کعبہ کے اندر لٹکا دیا ــــــ یہ واقعہ ہلال محرم نبوت کے ساتویں سال میں ہوا ــــــ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب شعب ابی طالب میں منتقل ہو گئے مگر ابولہب نہیں گیا' وہ قریش کے ساتھ تھا۔

اس معاہدہ پر دو یا تین سال بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب نے اقامت کی ــــــ ابن سعد نے کہا ہے کہ دو سال ٹھہرے رہے اور سخت مشقت اٹھائی۔ بنی ہاشم تک کوئی بھی شے اگر پہنچی تو چوری چھپے پہنچی۔

سورۂ والنجم اذا ھویٰ کے واقعات:

حبشہ کی ہجرت سے چند لوگ اس وقت آئے جس وقت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ والنجم اذا ھویٰ پڑھی۔ جب آپ افرایتم الھلات والغبری ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ تک پہنچے تو شیطان نے آپ کی تلاوت میں تلک الغرانیق العلاوان شفاعتھن ترتجی' کا القا کر دیا[۲۰۹] نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب سورہ نجم ختم کی تو آپ نے سجدہ کیا ــــــ آپ کے ساتھ مشرکین نے اس وہم سے کہ ان کے معبودوں کو خیر کے ساتھ ذکر کیا ہے' سجدہ کیا ــــــ یہ بات لوگوں میں پھیل گئی۔ شیطان لعین نے اس امر کو ظاہر کیا یہاں تک کہ اس کی خبر حبشہ کی سرزمین پر ان تک پہنچی جو مکہ سے ہجرت کر کے گئے تھے ــــــ وہ عثمان بن مظعون اور ان کے اصحاب تھے ــــــ لوگوں نے آپس میں کہا کہ مکہ والے سارے مسلمان ہو گئے ہیں اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی ــــــ اور مسلمان مشرکین کی ایذا رسانی سے امن وہ گئے ــــــ یہ خبر سن کر وہ مہاجرین حبشہ سے جلد لوٹ آئے۔

---

۲۰۹ غرانیق، غرنوق اور غرنیق کی جمع ہے۔ غرنیق پانی کا ایک پرندہ ہے ــــــ اس کی سفیدی کی وجہ سے اس کا نام غرنیق رکھا گیا ہے ــــــ غرنوق جوان گورے نازک مرد کو بھی کہتے ہیں ــــــ مشرکین یہ زعم کرتے تھے کہ بت انہیں اللہ سے قریب کرتے ہیں اور اللہ سے ان کی شفاعت کرتے ہیں ــــــ لہٰذا وہ بت اس پرندے سے تشبیہ دیئے گئے جو آسمان میں بلند ہوتا ہے۔

جب مشرکین کو یہ ظاہر ہوگیا کہ تلك الغرانیق العلانہ آپ نے پڑھا اور نہ ہمارے معبودوں کا آپ نے خیر کے ساتھ ذکر کیا۔۔۔۔ مشرکین کا جو خیال اور ارادہ تھا' وہ اس سے بڑھ کر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی دشمنی میں پلٹے۔۔۔۔ ۲۱۰

امام رازی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں فرمایا ہے۔ وما ینطق عن الھدیٰ ان ھوالا وحی یوحی۔۔۔۔ اور یہ بھی فرمایا ہے سنقرئك فلاتنسی

صحیح بخاری میں بھی یہ روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے سورہ والنجم پڑھی اور سجدہ کیا۔۔۔۔ اور مشرکین جن و انس نے سجدہ کیا۔۔۔۔ صحیح بخاری میں غرانیق کی حدیث نہیں ہے۔۔۔۔ اس بات میں شک نہیں کہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر بتوں کی تعظیم کی تجویز کی ہے' وہ کافر ہوگیا۔۔۔۔ اس لیے کہ بالضرور یہ معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اعظم سعی بتوں کی نفی میں تھی۔۔۔۔ اگر ہم اسے جائز رکھیں گے تو آپ کی شریعت سے ایمان اٹھ جائے گا اور پھر ہر ایک حکم میں احکام اور شرائع سے ہم یہ تجویز کریں ایسا ہی ہو یعنی شیطان نے احکام اور شرائع میں بھی القا کیا ہوگا۔ ایسا کہنا بالکل خطا ہے۔۔۔۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك فان لم تفعل فما بلغت رسالته کا فائدہ باطل ہو جائے گا یعنی

''اے رسول جو شے تیرے رب کی طرف سے تیری طرف نازل کی گئی ہے' اس کو تو پہنچا دے۔ اگر تو نہ پہنچائے گا تو تو نے اپنے رب کی رسالت نہیں پہنچائی۔''

اس لیے کہ وحی میں جو کمی یا زیادتی ہوگی اس کے درمیان فعل میں فرق نہ رہے گا۔۔۔۔ ان عقلی و نقلی وجوہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ موضوع ہے۔ اس کی اصل نہیں ہے۔ ۲۱۱

سعید بن جبیر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکہ معظمہ میں سورہ والنجم پڑھی۔ جب آپ افرایتم اللات والعزی و مناة الثالثة الاخریٰ کو پہنچے تو شیطان نے آپ کی زبان پر تلك الغرانیق العلا وان شفاعتھن لترتجی کو القا کر دیا۔۔۔۔ مشرکین نے کہا آپ نے آج سے پہلے ہمارے معبودوں کو خیر کے ساتھ یاد نہیں کیا۔۔۔۔ آپ نے سجدہ کیا تو مشرکین نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔۔۔۔ آیت کریمہ وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا

---

۲۱۰ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''شفا شریف'' اور امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر میں اس قصہ اور اس کی اصل کو باطل اور من گھڑت قرار دیا ہے۔ امام رازی نے اس قصے پر بات کرنا ناجائز قرار دیا ہے۔۔۔۔ بیہقی علیہ الرحمہ نے اس کے راوی کو مطعون قرار دیا ہے۔

۲۱۱ بیہقی نے جو کہا ہے کہ اس قصہ کی اصل نہیں ہے تو ایسا نہیں ہے بلکہ اس قصہ کی اصل ہے۔۔۔۔ اس کی روایت ابن ابی حاتم، طبری اور ابن المنذر علیہما الرحمہا نے بہت سے طریقوں سے شعبہ سے' انہوں نے ابن بشر سے' انہوں نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے۔۔۔۔ اور اسی طرح سے بزار، ابن مردویہ، ابن اسحاق نے سیرت میں، موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں اور ابومعشر نے سیرت میں تخریج کی ہے۔۔۔۔ جیسے کہ حافظ عماد الدین ابن کثیر وغیرہ نے اس پر تنبیہ کی ہے لیکن حافظ ابن کثیر نے کہا ہے کہ اس قصہ کے تمام طریق مرسل ہیں اور کسی وجہ سے اس قصہ کو مسندہ نہیں دیکھا۔۔۔۔ اس قصہ کے اصل کے ثبوت پر شیخ الاسلام اور حافظ ابو الفضل عسقلانی نے تنبیہ کی ہے اور کہا ہے کہ ابن حاتم، طبری اور ابن المنذر نے بہت سے طریقوں سے شعبہ سے، انہوں نے ابو بشر سے اور انہوں نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے۔۔۔۔

اذا تمنی القی الشیطان فی امینۃ آپ کی تسلی کے لیے نازل ہوئی۔۲۱۲

اس سلسلہ میں علماء نے بہت سے پہلو اختیار کیے ہیں:

- کسی نے کہا ہے کہ **تلک الغرانیق العلا** آپ کی زبان پر اس وقت جاری ہوا کہ آپ پر غنودگی طاری ہوگئی تھی اور اس وقت آپ کو شعور نہیں تھا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اس کا علم ظاہر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کو محکم کر دیا۔۔۔۔ اسے طبری نے قتادہ سے روایت کیا ہے۔
- قاضی نے اس کا رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا وقوع صحیح نہیں ہے۔۔۔۔ اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر یہ جائز نہیں ہے کہ غنودگی میں آپ کی زبان مبارک پر ایسا جاری ہو اور خواب کی غفلت میں شیطان کو آپ پر ولایت نہیں۔
- کسی نے کہا ہے کہ شیطان نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہاں تک مضطر کیا کہ آپ نے بے اختیار **تلک الغرانیق العلا** پڑھ دیا۔
- ابن العربی نے اس کا ارشاد باری سے رد کیا ہے جو حکایتاً شیطان سے ہے۔ **ما کان لی علیکم من سلطان** ابن العربی نے کہا ہے کہ اگر شیطان کو اس پر قوت ہوتی تو پھر کسی کو طاعت پر قوت باقی نہ رہتی۔
- کسی نے یہ کہا ہے کہ مشرکین جس وقت اپنے معبودوں کا ذکر کرتے تھے ان معبودوں کو **تلک الغرانیق العلا وان شفاعتھن لترتجی** کے ساتھ وصف کیا کرتے تھے لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حفظ کے ساتھ متعلق ہو کر آپ کی زبان مبارک پر جاری ہوگیا۔ اسے آپ نے سہواً ذکر فرمایا۔
- کسی نے کہا ہے کہ شاید نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کفار کی ملامت کے لیے کہا ہو۔
- قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ کہنا جائز ہے جس وقت اس جگہ کوئی ایسا قرینہ ہو کہ مراد پر دلالت کرتا ہو اور خاص کر ایسے حال میں کہ اس وقت نماز میں کلام کرنا جائز تھا۔
- کہا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس وقت ارشاد باری **ومناۃ الثالثۃ الاخری** تک پہنچے تو مشرکین نے یہ خوف کیا کہ اس کے بعد آپ کوئی ایسی شے لائیں گے جس سے ان کے معبودوں کی مذمت کریں گے۔۔۔۔ مشرکین نے اس کلام کی طرف جلدی کی اور اس کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تلاوت میں اپنی عادت کے مطابق مخلوط کر دیا۔۔۔۔ مشرکین کی عادت یہ تھی کہ وہ آپس میں کہتے تھے کہ جس وقت آپ قرآن پڑھیں تو تم لوگ اسے نہ سنو بلکہ آپس میں لغو باتوں کو مخلوط کر دو۔۲۱۳

---

۲۱۲ اس حدیث کی تخریج بزار اور ابن مردویہ نے امیہ بن خالد کے طریق سے کی ہے۔۔۔۔ ابن مردویہ نے اس کی اسناد بالترتیب، شعبہ، سعید بن جبیر اور ابن عباس سے روایت کی ہے۔۔۔۔ ابن اسحاق اس قصہ کو سیرت میں مطول طور پر ذکر کیا ہے۔۔۔۔ موسیٰ بن عقبہ نے اپنے مغازی میں۔۔۔۔ اور ابن شہاب الزہری نے اپنے شیخ سے ور ابو معشر نے اپنی سیرت میں محمد بن کعب القرظی اور محمد بن قیس سے۔۔۔۔ اور ابن مردویہ نے عباد بن صہیب کے طریق پر یحییٰ بن کثیر سے، یحییٰ نے کلبی سے، کلبی نے ابو صالح اور ابوبکر الہذلی سے۔۔۔۔ اور ایوب نے عکرمہ بن عبداللہ البریری مدنی سے۔۔۔۔ اور ابن مردویہ نے سلمان التیمی سے اور اس نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی تسلی اپنے اس ارشاد سے فرمادی وما ارسلنا من قبلک...... اور اللہ تعالیٰ نے اس سے بندوں پر حق و باطل واضح فرمادیا۔۔۔۔

یہاں شیطان سے مراد جن یعنی ناری مخلوق نہیں بلکہ شیطان انسان ہے۔

✪ کہا گیا ہے کہ غوانیق العلا سے مراد ملائکہ ہیں۔۔۔۔ کفار کہتے تھے کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔۔۔۔ اور کفار ملائکہ کی عبادت کرتے تھے۔۔۔۔

قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس طریق پر بعید نہیں ہے کہ یہ قرآن ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کل کے ذکر کو اس طور پر ترتیب دیا :

افرایتم الات والعزیٰ والمناۃ الثالثۃ الاخریٰ والغرانقہ العلاوان شفاعتھن لترتجی۔۔۔۔

تاکہ مشرکین کے قول کہ "ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں" کا رد اپنے ارشاد عالی الکم الذکر ولہ الانثیٰ سے کرے۔۔۔۔ مشرکین نے جب اس کلام کو سنا تو انہوں نے اس ارشاد کو جمع پر محمول کیا (اپنی جہالت سے یا دشمنی سے یا مکروہ وفریب سے)۔۔۔۔ مشرکین نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے معبودوں کی تعظیم کی اور اسی گمان میں مشرکین راضی ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں کلمے نسخ کردیئے اور اپنی آیتوں کو محکم کردیا۔۔۔۔ وہ دو کلمے یہ ہیں:

الغرانقۃ العلا وان شفاعتھن لترتجی

✪ کہا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قرآن پاک ترتیل اور آیتوں کے فاصلہ سے پڑھ رہے تھے۔۔۔۔ شطان نے سکتوں میں سے ایک سکتہ کا انتظار کیا اور ان کلمات کے ساتھ ایسی آواز نکالی جو کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے ملتی جلتی تھی۔۔۔۔ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک تھا' اس نے وہ آواز سنی اور اسے آپ کے ارشاد سے گمان کیا اور ان کلمات کو شائع کیا۔

قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ سب وجوہ میں یہ وجہ احسن ہے اور اس کی تائید وہ شے کرتی ہے جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لفظ "تمنا" کی تفسیر "تلاوت" کے معنی میں وارد ہوئی ہے۔۔۔۔ اسی طرح ابن العربی نے اس تاویل کو مستحسن سمجھا ہے اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد فی امینۃ کا معنی یہ ہے ای فی تلاوتہ۔۔۔۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت اس کے رسولوں کے حق میں یہ ہے کہ جس وقت وہ کوئی بات کہتے ہیں تو شیطان اپنے نفس کی طرف سے اس بات میں زیادتی کردیتا ہے۔۔۔۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہ خبر دینا اس بارے میں نص ہے کہ شیطان نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ

۲۱۳ یعنی پکار پکار کے ایسی باتیں کرو جس سے دل پریشان ہو جائیں۔ اور آپ کا دل بھی پریشانی میں مبتلا ہو جائے۔۔۔۔ یہ اس لیے کرتے تھے کہ وہ قرآن شریف کی مثل لانے سے عاجز تھے۔۔۔۔ پھر مشرکین نے اس کی اشاعت کی۔۔۔۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سنا تو آپ کو اس کا رنج ہوا۔۔۔۔ اور یہ شیطان سے منسوب کیا گیا۔ اس لیے کہ شیطان ہی مشرکین کو اس راہ پر لگانے والا تھا۔

علیہ وآلہ وسلم کے فرمان میں زیادتی کی تھی' نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے نہیں پڑھا تھا۔۲۱۴

حبشہ کی طرف دوسری ہجرت:

جب مسلمانوں نے دوسری بار حبشہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت تراسی (۸۳) مرد اور اٹھارہ (۱۸) عورتیں تھیں۔۔۔۔ ان مہاجرین میں عبید اللہ بن جحش اپنی بیوی ام حبیبہ بنت ابوسفیان کے ساتھ تھا۔۔۔۔ عبید اللہ وہاں جا کر عیسائی ہو گیا اور عیسائیت پر ہی اس نے وفات پائی۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت مدینہ کے ساتویں سال حضرت ام حبیبہ سے نکاح فرمایا جبکہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس وقت حبشہ میں تھیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حبشہ کی طرف ہجرت کی۔۔۔۔ جب آپ موضع برک الغماد (جو مکہ معظمہ سے پانچ راتوں کے راستہ پر ہے) میں پہنچے تو سید القارہ مالک بن الدغنہ کے جوار میں پلٹ آئے۔۔۔۔ آپ اپنے مکان میں اپنے رب کی عبادت کرتے تھے۔۔۔۔ پھر آپ نے اپنے گھر کے سامنے ایک مسجد بنائی۔۔۔۔ آپ مسجد میں نماز اور قرآن پاک پڑھتے تھے۔۔۔۔ جب آپ قرآن پاک پڑھتے تو انہیں اپنی آنکھوں پر اختیار نہیں رہتا تھا' بے اختیار رونے لگتے۔۔۔۔ جب آپ قرآن پاک پڑھنے لگتے تو مشرکوں کی عورتیں اور بچے آپ کے گرد جمع ہو جاتے۔۔۔۔ اشراف قریش جو مشرکین سے تھے' ان کو اس امر نے ڈرا دیا۔۔۔۔ انہوں نے ابن الدغنہ سے کہا:

> ''ہمیں یہ خوف ہے کہ یہ شخص ہماری عورتوں اور بچوں کو فتنہ میں ڈالے گا۔۔۔۔ انہیں قرآن پاک پڑھنے سے منع کر دو۔۔۔۔ اگر یہ بات مان لیں کہ اپنے رب کی عبادت اپنے مکان میں کر لیا کریں تو ٹھیک ہے۔۔۔۔ لیکن اگر وہ انکار کریں اور قرآن پڑھنے پر قائم رہیں تو تم نے جو امان دینے کا عہد کیا' اسے توڑ دیا جائے۔۔۔۔ لیکن ہمیں یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ تیرے عہد کو توڑ ڈالیں۔''

ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشرکین کے کہنے کے مطابق گفتگو کی۔۔۔۔ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا:

> ''میں تیرے جوار کو تیری طرف پھیر دیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے جوار کے ساتھ راضی ہوں۔'' ۲۱۵

مشرکین کے معاہدہ کا نقض:

نو یا دس سنہ میں مشرکین نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کے درمیان جو معاہدہ لکھ دیا تھا' وہ اس کے نقض پر آمادہ ہوئے۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے مطلع فرما دیا کہ قطع رحم اور ظلم (معاشرتی مقاطعہ) سے جو کچھ اس

---

۲۱۴ امام ابوجعفر طبری علیہ الرحمہ نے اپنی جلالت قدر اور وسعت علم اور نظر میں شدت ساعد کے ساتھ اس معنی کی طرف قاضی عیاض اور ابن العربی سے سبقت کی ہے اور اس معنی کو درست سمجھا ہے۔

۲۱۵ اس حدیث کو امام بخاری علیہ الرحمہ نے روایت کیا ہے۔

معاہدہ میں لکھا تھا' سب دیمک نے کھالیا ہے ـــــ اس میں فقط اللہ تعالیٰ کا نام مبارک ہی محفوظ رہا ہے ـــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مشرکین سے بیان فرمایا ـــــ انہوں نے وہ معاہدہ جو کعبہ میں لٹکایا گیا تھا' حضور کے ارشاد کے مطابق دیکھا تو ایسا ہی پایا جیسے کہ ارشاد فرمایا تھا ـــــ یہ واقعہ نبوت کے دسویں سال کا ہے۔

ابوطالب کے اسلام میں اختلاف:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا ابوطالب نے ستاسی (۸۷) سال کی عمر میں وفات پائی ـــــ یہ نبوت کے دسویں سال کا نصف شوال تھا ـــــ اس وقت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک انچاس برس آٹھ ماہ گیارہ دن تھی ـــــ اور آپ کی ہجرت سے تین سال قبل یہ سانحہ ہوا۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ابوطالب سے ان کی وفات کے وقت فرمایا:

''اے چچا کلمہ لا الہ الا اللہ کہو ـــــ یہ وہ کلمہ ہے کہ اس کے ساتھ قیامت کے دن میں تمہارے لیے اپنی شفاعت کو حلال کردوں گا (یعنی آپ کے کلمہ پڑھنے کی گواہی دوں گا۔)

ابوطالب نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو میرے کلمہ کہنے پر حرص ہے تو کہنے لگے:

''واللہ بھتیجے! اگر قریش کا خوف نہ ہوتا کہ وہ کہیں گے کہ میں نے موت کے خوف سے کلمہ پڑھا' میں آپ کو خوش کرنے کے لیے ضرور کلمہ پڑھ لیتا لیکن قریش کے خوف سے نہیں پڑھوں گا۔''

ابوطالب سے جب موت قریب ہوگئی تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوطالب کی طرف دیکھا' وہ اپنے دونوں ہونٹ ہلا رہے تھے ـــــ انہوں نے اپنا کان ابوطالب کی طرف جھکا دیا اور سن کر کہا:

''واللہ بھتیجے! میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھ لیا جس کے لیے آپ انہیں اصرار کر رہے تھے۔''

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''میں نے ابوطالب سے نہیں سنا۔''

ابن اسحٰق نے لکھا کہ ابوطالب اپنی موت کے وقت مسلمان ہوگئے[۲۱۶] ـــــ اس کا جواب اس وقت دیا گیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوطالب کی شہادت اپنے اسلام لانے کے بعد دی ہوتی تو قبول ہوتی ـــــ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس فرمان کے ساتھ وہ شہادت رد نہیں کی جاتی کہ میں نے ابوطالب سے کلمہ نہیں سنا۔

اس لیے کہ شاہد عادل جس وقت کہے کہ میں نے سنا ـــــ اور وہ شخص جو شاہد عادل سے زیادہ عادل ہو' اس نے کہا' میں نے نہیں سنا ـــــ تو جس نے سنے کو ثابت کیا ہے' اس کے قول پر عمل ہوگا لیکن حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوطالب کے کلمہ پڑھنے کی اپنے مسلمان ہونے سے پہلے شہادت دی ہے' باوجود اس کے کہ صحیح حدیث نے ابوطالب کی وفات کو کفر اور

---

۲۱۶ اس کو بیہقی علیہ الرحمہ نے دلائل میں یونس بن بکیر کے طریق سے ابن اسحٰق سے یوں روایت کیا ہے کہ ہم سے عباس نے، عبداللہ بن معبد بن عباس سے، انہوں نے اپنے بعض اہل سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور بیہقی نے کہا ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے۔

شرک پر ثابت کیا ہے۔

صحیح بخاری میں سعید بن المسیب کی حدیث میں روایت کیا گیا ہے کہ ابوطالب نے ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ ایسے لوگوں کی موجودگی میں جو آخری بات کہی وہ یہ تھی کہ:

"وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہے۔"

اور ابوطالب نے اس امر سے انکار کیا کہ لاالٰہ الا اللہ کہیں۔۔۔۔۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابوطالب سے فرمایا:

"میں تمہارے لیے ضرور استغفار کروں گا جب تک کہ مجھے تمہاری مغفرت چاہنے سے منع نہ کر دیا جائے۔"

اللہ تعالیٰ نے ابوطالب کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا:

وما کان النبی والذین امنوا ان یستغفرو المشرکین ولو کانوا اولی قربی

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یہ فرمایا:

انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء

اور اس طور پر بھی جواب دیا گیا ہے کہ ابوطالب اگر کلمہ توحید پڑھ لیتے تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو ان کی مغفرت چاہنے سے منع نہیں کرتا۔۔۔۔۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ ابوطالب:

- آپ کے ساتھ مراعات کرتے تھے اور
- آپ کو نصرت دیتے تھے اور
- آپ کے لیے دشمنوں پر غضب کرتے تھے۔۔۔۔۔

کیا یہ امور مرنے کے بعد ان کو نفع دیتے ہیں؟

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"بے شک یہ امور ان کو نفع دیتے ہیں۔۔۔۔۔ میں نے ان کو شدید عذاب دوزخ میں پلایا' میں نے ان کو ہلکے عذاب کی طرف نکال دیا۔"

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

"اگر میں نہ ہوتا تو ابوطالب دوزخ کے اسفل طبقہ میں ہوتے۔"

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

"یقین ہے میری شفاعت ابوطالب کو قیامت کے دن نفع دے گی۔۔۔۔۔ وہ ضحضاح دوزخ میں کیے جائیں گے' ان کے دونوں ٹخنوں تک وہ آگ پہنچے گی جس سے ان کا دماغ جوش مارے گا۔" ۲۱۷

۲۱۷ ضحضاح۔ اس قدر پانی جو آدمی کے ٹخنوں تک پہنچے۔۔۔۔۔ آگ کے لیے اس آتش دوزخ سے استعارہ کیا گیا ہے یعنی جیسے قلیل پانی ٹخنوں تک پہنچتا ہے۔ ویسے ہی دوزخ کی آگ ابوطالب کے ٹخنوں تک پہنچے گی۔

اور ابن اسحٰق کی روایت میں یہ زائد ہے کہ:

''ابوطالب کا دماغ اس آگ سے جوش مارے گا یہاں تک کہ ان کے دونوں قدموں پر بہے گا۔''

حکمت الٰہی میں جیسے فکر و نظر کرتے ہیں' سہیل نے اس قسم کی فکر سے اللہ پاک کی حکمت اور عمل کی جزا کی مشابہت میں یہ کہا ہے کہ:

''ابوطالب ہمہ تن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ناصر تھے۔۔۔۔ یعنی (آپ کی نصرت کیلئے بنی ہاشم اور بنی مطلب کو جمع کرتے تھے)۔۔۔۔ لیکن عبدالمطلب کی ملت پر ثابت قدم تھے' انہوں نے مرتے دم اس کا اقرار کیا۔۔۔۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے عذاب کو خاص کر ان کے دونوں قدموں پر مسلط کیا' اس لیے کہ ابوطالب نے اپنے دو قدموں کو خاص کر اپنے باپ دادا کی ملت پر ثابت قدم رکھا تھا۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھے۔''[۲۱۸]

ابوطالب کی پیشین گوئی:

ابوطالب پر جب موت طاری ہوئی تو انہوں نے سرکردہ قریش کو اپنے پاس بلایا اور انہیں وصیت کی اور ان سے خطاب کر کے کہا:

''اے گروہ قریش! تم لوگ اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہو۔۔۔۔ میں تمہیں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ خیر کرنے کی وصیت کرتا ہوں' اس لیے کہ محمد:

- قریش میں امین ہیں۔
- عرب میں بڑے صادق ہیں۔

اور جن باتوں کی میں تمہیں وصیت کرتا ہوں' محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ان کل باتوں کے جامع ہیں (یعنی جتنے اعلیٰ خصال تم میں فرداً فرداً پائے جاتے ہیں' وہ سارے آپ میں جمع ہیں۔)۔۔۔۔ اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ایسا امر لائے ہیں جسے دل نے تو قبول کر لیا ہے لیکن تمہاری دشمنی کی وجہ سے زبان نے انکار کیا ہے۔۔۔۔

اللہ کی قسم! عرب کے فقیر' اہل بادیہ' ضعیف لوگ اور اردگرد کے رہنے والوں نے' میں دیکھ رہا ہوں' محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت قبول کر لی ہے۔۔۔۔ اور آپ کے کلمہ کی تصدیق کی ہے۔۔۔۔ اور آپ کے امر کی تعظیم کی

---

۲۱۸ قرانی کی شرح تنقیح میں ہے کہ کفار چار قسم کے ہیں۔۔۔۔ ان میں سے اس شخص کا ذکر کیا ہے جو بظاہر اور بباطن ایمان لایا ہے اور بے اعتباری و بے عملی کے باعث کافر ہوا ہے جیسے کہ ابوطالب۔۔۔۔ ابوطالب کہتے تھے کہ میں جانتا ہوں کہ میرا بھتیجا حق کہتا ہے، اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ قریش کی عورتیں مجھے اسلام پر شرم دلائیں گی تو آپ کا اتباع ضرور کرتا۔۔۔۔ ابوطالب کہتے ہیں:

لقد علموا ان ابننا لا مکذب   لدینا ولا یعنی بقول الا باطل

یعنی قریش کو پتہ ہے کہ ہمارا فرزند جھوٹ نہیں کہتا اور جھوٹی بات کی طرف اسے کوئی نسبت کرتا ہے۔۔۔۔ ابوطالب کا یہ کہنا تصریح باللسان اور اعتقاد بالجنان ہے۔ بغیر اس کے ابوطالب نے بے عملی نہیں کی۔

ہے۔۔۔۔۔ آپ نے ان لوگوں کو غمرات موت میں گھسا دیا ہے (یعنی وہ لوگ جنگ کرنے اور دشمنوں پر فتح پانے کے بعد)۔۔۔۔۔ قریش کے رئیس اور صنادید ادنیٰ درجہ کے ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔ قریش کے مکانات ویران ہو گئے ہیں جبکہ ان لوگوں کے ضعیف اشخاص بادشاہ ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔

قریش کے جو لوگ آپ پر آج اعظم ہیں' وہ اس وقت آپ کی طرف زیادہ حاجت مند ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔ اور جو لوگ آپ سے زیادہ دور تھے' وہ قریش کی نسبت آپ کے نزدیک زیادہ نصیب والے ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔ عرب نے آپ کے لیے اپنی دوستی کو خالص کر لیا ہے۔ اپنے دلوں کو آپ کے اخلاص اور محبت میں زیادہ صفا کر لیا ہے اور آپ کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے ہیں۔

اے گروہ قریش! تم آپ کے لیے خادم اور ناصر ہو جاؤ اور آپ کے گروہ کے حامی بن جاؤ۔۔۔۔۔ واللہ!

- جو شخص آپ کے راستہ پر چلے گا' وہ ہدایت پائے گا اور
- جو آپ کی سیرت اختیار کرے گا' وہ سعادت پائے گا۔

اگر میرے نفس کے لیے کچھ مدت ہوتی۔۔۔۔۔ اور میری موت میں کچھ تاخیر ہوتی تو میں ضرور آپ کو فتنوں سے بچاتا اور آفتوں کو آپ سے ضرور دفع کرتا۔"

اس کے بعد ابوطالب کا انتقال ہو گیا۔۲۱۹

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے غم کا سال (عام الحزن)

بعثت کے دس سال بعد آپ کی دو عزیز القدر ہستیاں آپ سے جدا ہو گئیں۔۔۔۔۔ جن کے دم قدم سے آپ کو قریش کے مقابل بڑا سہارا تھا۔۔۔۔۔ رمضان کے مہینے میں پہلے ابوطالب نے وفات پائی۔۔۔۔۔ پھر ان کے تین یا پانچ دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا۔۔۔۔۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس سال کو "عام الحزن" یعنی غم کا سال فرمایا کرتے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آپ سے پچیس سال ساتھ رہا۔۔۔۔۔ ان کے وصال کے چند دن بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سودہ بنت زمعہ کے ساتھ شادی کی۔

طائف کا سفر:

نبوت کے دسویں سال ماہ شوال میں چند راتیں رہ گئیں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے تین ماہ بعد آپ طائف تشریف لے گئے۔ اس لیے کہ ابوطالب کے انتقال کے بعد قریش نے آپ کو اذیت پہنچائی۔ اس وقت آپ کے ساتھ زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

---

۲۱۹ ابوطالب کی اس گفتگو سے ان کی فراست جھلک رہی ہے۔ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان کا شروع ہی سے کس حد تک اندازہ کیا ہے۔۔۔۔۔ اور جیسے انہوں نے اظہار خیال کیا ویسا ہی ظہور میں آیا۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے طائف میں ایک ماہ قیام فرمایا۔ ایک روایت میں دس یوم ہے ـــــ آپ نے بنی ثقیف کے اشراف کو اسلام کی دعوت دی ـــــ انہوں نے آپ کی دعوت قبول نہیں کی ـــــ بنی ثقیف نے کمینوں اور غلاموں کو آپ پر مسلط کر دیا ـــــ یہ ذلیل لوگ آپ کو برا کہتے تھے ـــــ موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ ان لوگوں نے آپ کے پاشنوں پر پتھر مارے ـــــ اور یہاں تک خون بہا کہ آپ کے دونوں نعلین مبارک خون آلود ہو گئے ـــــ جس وقت آپ کو پتھر لگتا' آپ اس کے صدمہ سے زمین پر بیٹھ جاتے۔ لوگ آپ کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر کھڑا کرتے تھے ـــــ جس وقت آپ چلتے' وہ لوگ پھر پتھر مارتے اور ٹھٹھے کرتے ـــــ ایسے میں حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے نفس کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بچاتے تھے۔ حتیٰ کہ زید نے پتھر کھائے اور ان کے سر پر جابجا زخم ہو گئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اکرم سے پوچھا:

''کیا یوم احد سے بھی زیادہ سخت کوئی دن آپ پر آیا ہے؟''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے تمہاری قوم قریش سے جو کچھ دیکھا' وہ بیان سے باہر ہے ـــــ اور اس سے زیادہ سخت وہ موقع تھا جو میں نے بنی ثقیف سے یوم عقبہ میں دیکھا۔[۲۰] جب میں نے اپنے نفس کو ابن عبد یالیل بن کلال کے سامنے پیش کیا اور جس چیز کے لیے میں نے ارادہ کیا تھا' اس نے مجھے جواب نہیں دیا (یعنی نہ نصرت دی اور نہ ہی اسلام قبول کیا) ـــــ میں حیرت کی حالت میں ایسا غمگین چلا گیا کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ میں کدھر جا رہا ہوں ـــــ میں اس حالت سے سنبھل نہیں پایا' اس وقت میں مقام قرن الثعالب میں تھا ـــــ

وہاں میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو اچانک میں نے ایک ایسے بادل کو پایا جس نے مجھ پر سایہ کیا تھا' میں نے دیکھا تو وہاں جبرئیل علیہ السلام تھے ـــــ جبرئیل نے مجھے آواز دی اور کہنے لگے:

''اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی بات سنی اور جو شے انہوں نے آپ پر رد کی ہے' اسے بھی سنا ہے ـــــ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتہ کو بھیجا ہے تاکہ جس شے کے لیے آپ چاہیں' حکم فرمائیں ـــــ ''

پھر پہاڑوں کے فرشتہ نے مجھے آواز دی اور سلام کیا اور کہنے لگا:

''یا محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا بیان سنا ہے۔ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں ـــــ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ اپنے ارادے کے مطابق حکم فرمائیں ـــــ اگر آپ چاہیں تو میں ان دو پہاڑوں جبل ابوقیس اور جبل قیقعان کو ان لوگوں پر آپس میں ملا دوں (تاکہ وہ ہلاک ہو جائیں)۔''

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پہاڑوں کے فرشتے سے فرمایا:

''نہیں! مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے انہیں پیدا فرمائے گا جو اکیلے رب کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ

---

[۲۰] یوم عقبہ سے وہ واقعہ مراد ہے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو طائف میں عقبہ کے مقام پر عبد یالیل کے ساتھ تکلیف اٹھانے کا موقع آیا ـــــ نہ کہ عقبہ منیٰ مراد ہے۔

کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔"

عداس نصرانی کا قبول اسلام:

عبدیالیل ـــــ ابن عبد کلال کا بھائی تھا۔ اہل طائف جو بنی ثقیف سے تھے ان کے اکابر سے تھا ـــــ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب اہل طائف سے واپس تشریف لائے تو راستہ میں ایک باغ کے پاس سے گزرے۔ یہ باغ عتبہ اور شیبہ ربیعہ کے دونوں بیٹوں کا تھا۔ وہ دونوں اس وقت باغ میں تھے ـــــ بنی ثقیف کے مکروہ رویئے سے ان دونوں کے دل میں رحم آیا اور انہوں نے آپ کی خدمت میں اپنے غلام عداس نصرانی کے ہاتھ انگور بھجوائے ـــــ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے انگور کا خوشہ اٹھایا تو بسم اللہ کہا' پھر انگور کھائے ـــــ عداس نے آپ کا چہرہ مبارک بڑے غور سے دیکھا' پھر کہا:

"واللہ! یہ وہ کلام ہے جسے اس شہر کے رہنے والے نہیں کہتے ہیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عداس سے پوچھا:

"تم کس شہر کے رہنے والے ہو' تمہارا دین کیا ہے؟"

عداس نے بتلایا:

"میرا دین نصرانی ہے' میں نینوا کا رہنے والا ہوں۔"

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"تم مرد صالح یونس بن متی کے علاقے سے ہو؟"

عداس نے حیرت سے کہا:

"آپ کو اس کا علم کیونکر ہوا؟"

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"یونس علیہ السلام میرے بھائی ہیں اور وہ میری طرح نبی ہیں۔"

یہ سن کر عداس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں ہاتھوں اور سر مبارک اور دونوں پاؤں پر جھک پڑا اور انہیں بوسے دیتا تھا ـــــ اور یوں عداس مسلمان ہو گیا۔

جنوں کا واقعہ:

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب طائف سے واپس تشریف لائے تو مقام نخلہ میں رات میں قیام فرمایا۔ مقام نخلہ مکہ معظمہ سے ایک رات کے فاصلہ پر ہے ـــــ قیام کی رات میں آپ نے نماز میں بعض قرآن پاک پڑھا:

- اول رکعت میں سورہ اقراء۔
- دوسری رکعت میں سورہ الرحمٰن اور

✪ تیسری میں سورۃ حٰم پڑھی۔

اللہ تعالیٰ نے جنوں میں سے سات اشخاص کو جو نصیبین کے رہنے والے تھے (نصیبین ملک شام کا ایک شہر ہے) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف پھیر دیا۔

صاحب الروض نے ابن درید سے ان سات جنوں کے نام لکھے ہیں جو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تھے:

✪ منشی ✪ ناشی ✪ شاصر ✪ ماضر

✪ الاحقب ✪ عمرو بن جابر ✪ ورق

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ جنوں نے قرآن پاک سنا اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ "خاموش ہو جاؤ" ۔۔۔۔ پھر اللہ تعالیٰ نے واذا صرفنا الیك نفرا من الجن یستمعون القرآن .... نازل فرمایا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو لیلۃ الجن میں جس شے نے خبر دی تھی وہ ایک درخت تھا (یہ معجزہ ہے) ۔۔۔۔ جنوں نے آپ سے زاد کے بارے میں پوچھا ۔۔۔۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"ہر وہ ہڈی جس پر اللہ تعالیٰ کا مبارک نام ذکر کیا جائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ لگے تو جتنا گوشت اس پر تھا' تم اس سے زیادہ پاؤ گے ۔۔۔۔ یہی تمہارا زاد ہے۔ ۲۲۱

اور ہر ایک مینگنی تمہارے چوپایوں کا چارہ ہے۔"

اس بار جنوں نے قرأت سماعت کی تھی ۔۔۔۔ پھر اپنی قوم کی طرف پلٹ کے چلے گئے ۔۔۔۔ اس کے بعد گروہ کے طور پر ایک قوم ۔۔۔۔ ایک قوم کے بعد اور ایک فوج ۔۔۔۔ ایک فوج کے بعد آپ کے پاس جن آئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جن وحی سنا کرتے تھے۔ ایک کلمہ سنتے اور دس کلمے میں زیادہ کر دیتے تھے ۔۔۔۔ جو کلمہ انہوں نے سنا ہوتا تھا' وہ حق ہوتا تھا اور جن کلموں کو وہ زیادہ کر دیتے تھے' وہ باطل ہوتے تھے ۔۔۔۔ اس سے پہلے جنوں کو ستارے نہیں مارے جاتے تھے' لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بعثت فرمائی تو جنوں کا آسمان پر کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ انہیں آگ کے شعلے مارے جاتے جس جن کو شعلے کا جتنا حصہ پہنچتا' وہ اسے جلا دیتا تھا ۔۔۔۔ اس نئی تبدیلی کی انہوں نے ابلیس لعین سے شکایت کی۔ اس لعین نے کہا:

"یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں' ضرور کوئی عظیم امر اس حادثے کا سبب ہے۔"

ابلیس لعین نے اپنے لشکروں کو چاروں طرف بھیجا ۔۔۔۔ ان میں سے کچھ شیاطین نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو مقام نخلہ کے دو پہاڑوں کے درمیان ایسے حال میں پایا کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے ۔۔۔۔ انہوں نے جا کر ابلیس کو خبر کی۔ اس لعین نے کہا:

---

۲۲۱ زاد سے مراد وہ کھانا ہے جو انسان کے کھانے سے بچ رہے ۔۔۔۔ یا ایک قسم کے کھانے سے مراد ہے جیسے انسان کے لیے حلال وحرام اشیاء معین ہیں، اس سوال سے پہلے شاید جنوں کو جو ملتا ہوگا، کھا لیتے ہوں گے ۔۔۔۔ یا انسان کا وہ کھانا کھا لیتے ہوں گے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جاتا ہوگا۔

"یہ وہ حادثہ ہے جو روئے زمین پر ہوا ہے۔" ۲۲۲

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے طائف سے واپسی پر ایک درخت کے سایہ میں آرام فرمایا۔۔۔۔۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ یہاں نوافل کے بعد آپ نے یہ دعا مانگی:

اللهم اليك اشكو ضعف قوتي وقلة حيلتي وهواني على الناس يا ارحم الراحمين انت ارحم الراحمين وانت رب المستفضعفين الیٰ من تكلني الى عدو بعيد يتجهني ام الى صديق قريب ملكته امرى ان لم تكن غضبانا الى فلا ابالي ان مافيتك اوسع لی اعوذ بنور وجهك الذى اضاء ت له السمٰوت واشرقت له الظلمات وصلح عليه امر الدنيا والاخرة ان ينزل بى غضبك اويحل بى سخطك لك العتبى حتى ترضى ولا حول ولا قوة الا بك

پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ میں مطعم بن عدی کے جوار میں داخل ہوئے۔

کیا معراج ربیع الاول میں ہوئی؟

امام زہری علیہ الرحمہ نے حکایت کیا ہے کہ معراج کا یہ واقعہ رسالت پر مبعوث ہونے کے پانچ سال بعد تھا۔۔۔۔۔ ماہ ربیع الاول میں آپ کو روح اور جسم کے ساتھ بیداری میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک معراج ہوئی۔۔۔۔۔ پھر اقصیٰ سے ساتوں آسمان کے اوپر تک تشریف لے گئے۔۔۔۔۔ اور اپنے رب کو اپنے سر کی دو آنکھوں سے دیکھا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کی' وہ یہ کہ آپ پر پانچ نمازیں فرض کیں۔۔۔۔۔ پھر آپ اپنی اسی رات میں مکہ میں پلٹ آئے۔۔۔۔۔ آپ نے اس واقعہ کے بارے میں لوگوں کو بتایا۔۔۔۔۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تمام لوگوں نے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تھے۔ انہوں نے آپ کی تصدیق کی۔۔۔۔۔ کفار نے آپ کی تکذیب کی۔۔۔۔۔ کفار نے آپ سے بیت المقدس کا وصف پوچھا۔۔۔۔۔ بیت المقدس جس صورت پر تھی' اللہ تعالیٰ نے آپ کے روبرو پیش کر دیا۔ آپ اس کی طرف دیکھتے اور کفار سے اس کی تعریف بیان کرتے جاتے تھے۔

زہری سے قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے اسے نقل کیا ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات بعثت کے دس سال بعد ماہ رمضان میں ہوئی۔ یہ بات غلط ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کے ساتھ نماز فرض ہونے کے بعد نماز پڑھی ہے۔۔۔۔۔ آپ کی وفات معراج سے پہلے ہوئی. جبکہ نماز آپ کی وفات کے بعد فرض ہوئی۔۔۔۔۔

ابن حجر کا کہنا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہجرت سے تین سال پہلے وفات پائی ہے۔

معراج ہجرت سے کتنا عرصہ پہلے ہوئی؟

اس بارے میں مختلف روایات ہیں:

۲۲۲ اس حدیث کو امام نسائی نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔

- معراج ہجرت سے ایک سال پانچ ماہ پہلے تھی ــــ (سدی' طبری' بیہقی)
- معراج ماہ شوال میں تھی۔
- معراج ماہ رجب میں تھی ــــ (ابوعمر یوسف ابن عبدالبر)
- ہجرت سے ایک سال پہلے ہوئی ــــ (امام نووی' ابن سعد)
- ہجرت سے ایک سال تین ماہ پہلے ہوئی یعنی ماہ ذی الحجہ میں ــــ (احمد بن فارس)
- ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی ــــ (ابن اثیر)
- ہجرت سے آٹھ سال دو ماہ پہلے ہوئی ــــ (ابن جوزی)
- ہجرت سے ایک سال دو ماہ پہلے ہوئی ــــ (عبدالبر)
- ہجرت سے پہلے ستر ہ ربیع الآخر میں ہوئی ــــ (حربی امام نووی)
- معراج ربیع الاول میں تھی ــــ (شرح صحیح مسلم)
- معراج ستائیس رجب کو ہوئی ــــ (حافظ عبدالغنی بن عبدالواحد بن علی سرو المقدسی)
- وہ دن جو معراج کی رات سے طلوع کرتا ہے' جمعہ کا دن ہے۔
- شنبہ کا دن تھا۔
- ابن دحیہ نے کہا ہے کہ انشاء اللہ دوشنبہ کا دن ہوگا تا کہ میلاد' بعثت اور ہجرت اور وفات کے دن کے موافق ہو۔

اس لیے کہ یہ اطوار انتقالات کے وجود اور نبوت اور معراج' ہجرت اور وفات کی رو سے ہیں۔

قبیلہ اوس اور خزرج کا قبول اسلام:

تعالیٰ نے اپنے دین کے اظہار' اپنے نبی کے اعزاز اور اپنے نبی سے اپنے وعدہ کے وفا کرنے کا جب ارادہ کیا تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس موسم میں تشریف لے گئے جس میں آپ نے قبیلہ اوس اور خزرج کے انصار سے ملاقات کی تھی ــــ آپ نے اپنے نفس مبارک کو عرب قبائل کے سامنے پیش کیا ــــ جیسا کہ آپ ہر موسم میں اظہار رسالت کے لیے عرب قبائل کے سامنے خود کو پیش فرمایا کرتے تھے ــــ اس دوران آپ ایسی جگہ تشریف فرماتے جو عقبہ جمرہ سے قریب ہے ــــ آپ خزرج کے چند آدمیوں سے ملے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خیر کا ارادہ فرمایا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا:

"تم کون لوگ ہو؟"

انہوں نے بتایا کہ ہم قبیلہ خزرج سے ہیں ــــ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بیٹھنے کے لیے فرمایا:

"کیا تم لوگ بیٹھو گے نہیں کہ میں تم سے کچھ باتیں کروں!"

انہوں نے کہا کہ بے شک ہم بیٹھیں گے ــــ چنانچہ وہ آپ کے سامنے بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے

انہیں اللہ کی طرف بلایا اور ان کے سامنے اسلام پیش کیا۔ ان کے سامنے قرآن پڑھا۔۔۔۔

اس وقت ان کے ساتھ اللہ پاک نے یہ مہربانی فرمائی۔ ان لوگوں کے شہروں کے ساتھ یہودیوں کے گھر تھے۔۔۔۔ یہودی اہل کتاب تھے۔ یہودیوں اور اوس وخزرج کے درمیان کوئی تنازعہ ہوتا تو وہ یہود اوس وخزرج کو دھمکایا کرتے۔

''ایک نبی اب مبعوث ہونے والا ہے۔ اس کا زمانہ آ گیا ہے۔۔۔۔ ہم یہودی اس نبی کا اتباع کریں گے اور اس نبی کے ساتھ رہ کر تمہیں قتل کریں گے۔''

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب اوس وخزرج کے ان لوگوں سے کلام فرمایا تو انہوں نے یہودیوں کی بیان کردہ صفات میں سے آپ کی صفت کو پہچان لیا۔۔۔۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا:

''یہ تو وہی نبی ہیں' ایسا نہ ہو کہ آپ کی اتباع میں یہودی ہم پر سب سبقت لے جائیں۔''

چنانچہ انہوں آپ کی پیش کردہ اسلام کی دعوت کو انہوں نے قبول کر لیا۔ ان میں سے چھ آدمی مسلمان ہو گئے' وہ سب قبیلہ خزرج سے تھے:

- ابو امامہ اسعد بن زرارہ
- عوف بن الحارث بن رفاعہ (وہ ابن عفرا ہیں)
- رافع بن مالک ابن عجلان
- قطبہ بن عامر بن حدیدہ
- عقبہ بن عامر بن نابی
- جابر بن عبداللہ بن ریاب

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''کیا تم میری مدد کرو گے۔ حتیٰ کہ میں اپنے رب کی رسالت کو پہنچا دوں!''

انہوں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ ہمارے دنوں سے ایک دن یوم بعاث ۲۲۳ اول سال میں تھا۔ اس دن ہم نے جنگ کی۔ اگر وہی دن آ جائیں اور ہم لوگ جنگ میں پہلی طرح ہوں تو ہم آپ کے حضور حاضر نہ ہو سکیں گے۔۔۔۔ آپ ہمیں اتنی مہلت دیں کہ ہم اپنے قبیلوں کو لوٹ جائیں۔۔۔۔ ہمیں اللہ کریم سے امید ہے کہ ہماری آپس میں اصلاح ہو جائے اور ہم اپنے عشائر کو اسلام کی طرف بلائیں جیسا کہ آپ نے ہمیں اسلام کی طرف بلایا ہے۔۔۔۔ ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو آپ کے پاس اکٹھا فرما دے گا۔۔۔۔ اگر وہ متفق اللفظ آپ کی رسالت پر ہو جائیں گے اور آپ کا اتباع کر لیں گے تو آپ سے بڑھ کر کوئی غالب و برتر نہ ہوگا۔۔۔۔ اور آپ سے جو وعدہ ہم نے کیا ہے' وہ آئندہ سال کا حج ہے۔''

یہ کہہ کر وہ لوگ مدینہ منورہ کی طرف پلٹ کر چلے گئے۔۔۔۔ ان کے مدینہ جانے کی دیر تھی کہ گھر گھر میں ذکر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہونے لگا۔ انصار کے گھروں میں سے کوئی گھر ایسا نہ تھا جہاں آپ کی باتیں نہ ہوتی ہوں۔۔۔۔ دراصل

---

۲۲۳ بعاث' بعین مہملہ اور بغین معجمہ دونوں طرح آیا ہے۔۔۔ بعاث ایک جگہ کا نام ہے۔۔۔ بعاث ایک قلعہ ہے۔۔۔ بعض نے کہا ہے کہ ایک کھیت ہے جو بنی قریظہ کے پاس مدینہ منورہ سے دو میل پر ہے۔ جہاں اوس اور خزرج کی باہم جنگ ہوئی تھی۔

جو کچھ انہوں نے دیکھا' سنا' اس کا تذکرہ کرتے تھے۔ اس لیے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر چل نکلا ـــــ بلکہ
کو بہ کو پھیل گیا۔

آئندہ سال حج کا سال تھا ـــــ بارہ آدمیوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی ـــــ ان میں سے
کا ذکر گزشتہ سطور میں ہو چکا ہے ـــــ بقیہ سات مرد یہ تھے جو دولت ایمان سے سرفراز ہوئے:

- معاذ بن الحارث بن رفاعہ
- عبادہ بن الصامت ابن قیس
- عباس بن عبادۃ بن نضلہ (قبیلہ خزرج سے)
- عویم بن ساعدہ
- ذکوان بن عبدالقیس الزرقی ۲۲۴
- ابوعبدالرحمٰن یزید ابن ثعلبۃ البلوی
- ابوالہیثم بن التیہان (بنی الاشہل سے)

انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عورتوں کی بیعت پر بیعت کی یعنی اس بیعت کے موافق تھی جو فتح مکہ
کے وقت اس کے بعد نازل ہوئی تھی۔ وہ بیعت یہ تھی:

- ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گے۔
- ہم چوری نہ کریں گے۔
- ہم زنا نہ کریں گے۔
- ہم اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے۔
- ہم ایسا بہتان کسی پر نہ کریں گے جسے ہم اپنی طرف سے گھڑیں گے۔
- معروف میں نافرمانی نہ کریں گے۔
- تنگی اور آسانی دونوں حالتوں میں آپ کا حکم سنیں گے۔
- جو شے نفس کو مسرور کرتی ہے اور جو شے نفس کو مکروہ لگتی ہے یعنی ہر ایک امر و نہی اور آسانی' دشواری میں ہم آپ کے مطیع و فرمانبردار رہیں گے۔
- آپ جس شے کو اپنے نفس مبارک کے لیے اختیار فرمائیں گے۔ ہم اس شے سے راضی رہیں گے اور اپنے نفوس کے لیے ہم وہ شے نہ چاہیں گے۔
- آپ جس کسی کو ملک یا حکومت دیں گے' ہم اس سے جھگڑا نہ کریں گے۔
- ہم جس جگہ ہوں گے' وہاں حق کا اعتراف کریں گے۔
- اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ہم خوف نہ کریں گے۔

ان امور کی بیعت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

۲۲۴ ذکوان نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مکہ معظمہ میں کوچ کیا تھا ـــــ اور آپ ہی کے ساتھ مکہ معظمہ میں رہائش اختیار کر لی تھی۔
ذکوان مہاجر انصاری ہیں۔ آپ جنگ احد میں شہید ہوئے۔

''اگر تم اس عہد کو وفا کرو گے تو اللہ کے فضل سے تمہارے لیے جنت ہے ــــ اور جو شخص ان امور کے خلاف کرے گا تو اس کا امر اللہ کی طرف سے سپرد کیا گیا ہے ــــ اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس کے بدلے اپنے عدل سے اسے عذاب دے گا اور اگر چاہے گا تو اپنے فضل سے معاف فرمادے گا۔''

جس دن ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تھی' اس دن کفار اور مشرکین کے ساتھ مسلمانوں کو قتال فرض نہیں کیا گیا تھا ــــ پھر یہ لوگ مدینہ کی طرف پلٹ کے چلے گئے ــــ

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ظاہر کیا ــــ جو لوگ ایمان لائے تھے' اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ میں انہیں جمعہ کی نماز پڑھاتے تھے ــــ اوس اور خزرج نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو لکھا:

''آپ اس شخص کو ہمارے پاس بھیج دیجئے جو ہمیں قرآن پاک پڑھا دے۔''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے پاس بھیج دیا۔

دار قطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ مدینہ کے لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھا دیں ــــ اس وقت چالیس مرد تھے ــــ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر انصار سے کثیر لوگ مسلمان ہوئے ــــ انصار میں سے سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر مسلمان ہوئے تو ان کے اسلام لانے سے بنی عبدالاشہل کے تمام مرد اور عورتیں ایک ہی دن میں مسلمان ہو گئیں ــــ سوائے اشی اصیرام کے جو عمرو بن ثابت بن وقش ہیں' انہوں نے یوم احد تک تاخیر کی ــــ پھر وہ یوم احد میں مسلمان ہو گئے اور احد میں شہید ہو گئے ــــ اتفاق سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے ایک سجدہ بھی نہیں کیا ــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اصیرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا:

''اصیرام اہل جنت سے ہیں'' سبحان اللہ!

کتنے کمال کی بات ہے کہ بنی عبدالاشہل میں نہ کوئی مرد منافق تھا اور نہ کوئی عورت منافقہ تھی' سبھی خالص مخلص تھے' یہ محض رب کریم کا فضل و کرم ہے۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس عقبہ ثالث میں آئندہ سال ماہ ذی الحج ایام تشریق کے درمیان ستر مرد آئے۔ ان آنے کی تعداد سے متعلق اور بھی روایات ہیں:

- ستر پر ایک یا دو مرد زیادہ تھے اور دو عورتیں تھیں ــــ (ابن سعد)
- تہتر (۷۳) مرد اور دو عورتیں تھیں ــــ (ابن اسحاق)
- پچھتر (۷۵) نفوس تھے ــــ (حاکم)

لیلۃ العقبہ میں ان میں سے سب سے پہلے جسے دولت ایمان نصیب ہوئی' ان سے متعلق مختلف آراء ہیں:

- براء ابن معرور
- ابو الہیثم
- اسعد بن زرارہ

انہوں نے اس شرط پر بیعت کی کہ:

- وہ لوگ دین کے دشمنوں سے آپ کی حفاظت کریں گے۔ جیسے وہ اپنی بیوی بچوں کو دشمنوں سے حفاظت کرتے ہیں۔
- احمر و اسود (یعنی عرب اور عجم یا جن و انس) سے جنگ کریں گے۔ قتال (جنگ) کی اجازت کے لئے پہلی جو آیت کریمہ نازل ہوئی' ان کے بارے دو روایتیں ہیں:
- وہ اذن للذین یقاتلون ہے۔
- وہ ان اللہ اشتری من المومنین.......... ہے (اکلیل)

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح بارہ نقیب مقرر فرمائے ـــــ ارشاد باری ہے: وبعثنا فیھم اثنی عشر نقیبا ۲۲۵

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں دس سال تک قیام فرمایا ـــــ ہر سال حج کے موسم میں لوگوں کو ان کے ٹھہرنے کی جگہ مقام منیٰ وغیرہ میں تلاش کرتے اور ارشاد فرماتے:

''کون شخص مجھے ٹھکانا دے گا ـــــ کون شخص میری نصرت کرے گا تاکہ میں اپنے رب کی رسالت کو پہنچا دوں ـــــ جو شخص ایسا کرے گا' اس کے لیے جنت ہے۔''

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یثرب سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا ـــــ

ایک اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں سے اس شرط پر بیعت لی کہ:

''جس وقت میں تمہارے پاس یثرب میں آؤں تم میری نصرت کرنا ـــــ اور تم میری اس طرح سے حفاظت کرنا جس طرح تم اپنے بیوی بچوں کی دشمنوں سے حفاظت کرتے ہو ـــــ اور اس کے بدلے میں تمہارے لیے جنت ہے۔''

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس رات کو عقبہ میں اس لیے حاضر ہوئے کہ یثرب والوں سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے عہد کی مضبوطی کریں اور ان سے وعدہ و تاکید کریں ـــــ حضرت عباس تاحال مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ اپنی قوم کے دین پر تھے ـــــ انہوں نے اہل یثرب سے کہا:

''محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں میں جس مقام پر ہیں' تم نے دیکھ لیا ہے ـــــ ہم نے آپ کو اپنی قوم کے ساتھ بچایا ہے ـــــ آپ اپنی قوم میں عزت سے ہیں اور اپنے شہر میں محفوظ ہیں ـــــ آپ نے انکار کیا مگر تمہارے ہاں رہنا اختیار فرمایا ہے ـــــ

اگر تم غور کرو کہ تم نے جس شے کی طرف بلایا ہے' اس کی وفا کرو گے اور جو شخص آپ سے خلاف کرے تو اس سے آپ کی حفاظت کرو گے تو تمہیں اختیار ہے کہ جس شخص کا تم نے بار اٹھایا ہے۔

۲۲۵ نقیب سے مراد متکفل امور ہے۔

لیکن اگر آپؐ کے خروج کے بعد تم آپ کو دشمن کے حوالے کر دو گے یا آپ کو چھوڑ دو گے تو بہتر یہی ہے کہ آپ کو ایسے ہی چھوڑ جاؤ ـــــ اس وقت آپ بڑی عزت میں ہیں اور اپنی قوم میں سب آفتوں سے محفوظ ہیں اور (سب سے بڑھ کر) اپنے شہر میں ہیں"۔

اہل یثرب نے کہا:

"جو کچھ آپ نے کہا' ہم نے اسے سن لیا ہے' (آپ اطمینان رکھیں)"

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

"یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ نے جس شے کو اپنے رب اور اپنے نفس کے لیے دوست رکھا ہے' آپ سے اختیار فرمائیں۔"

صحابہ کرام کی مدینے کو ہجرت:

لیلۃ العقبہ میں اہل یثرب نے جو بیعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کی تھی' پوری ہوگئی ـــــ یہ بیعت کفار قریش سے مخفی رکھی گئی ـــــ جو لوگ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' آپ نے انہیں مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے لیے حکم فرمایا۔

وہ لوگ تنہا بھی اور گروہ بھی مکہ معظمہ سے نکلے ـــــ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں اس انتظار میں مقیم رہے کہ کب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکہ سے ہجرت کے لیے حکم آجائے۔

جب صحابی نے سب سے پہلے مکہ سے مدینہ کے لیے ہجرت کی وہ ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ آپ بیعت عقبہ سے ایک سال پہلے چلے گئے تھے۔ ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حبشہ سے مکہ معظمہ میں آئے تھے ـــــ اہل مکہ نے ان کو ایذا پہنچائی ـــــ ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب انصار کے اسلام قبول کرنے کی خبر پہنچی تو آپ انصار کی طرف چلے گئے ـــــ

ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت عامر بن ربیعہ اور ان کی بیوی لیلیٰ ـــــ پھر عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہما' پھر اور مسلمان گئے ـــــ پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بھائی حضرت زید اور عباس بن ابی ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیس شتر سواروں میں گئے۔ مدینہ منورہ میں آئے اور عوالی میں اترے ـــــ پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ کو گئے ـــــ یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کوئی شخص باقی نہ رہا' سوائے حضرت علی ابن ابی طالب اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ کو ہجرت:

ابن اسحق اور مغلطائی نے لکھا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہجرت کے لیے کثرت سے اجازت چاہتے تھے (اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تنہا چھوڑ کر جانا بھی نہیں چاہتے تھے) ـــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے تھے:

"تم جلدی نہ کرو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کوئی ہمراہی پیدا فرمادے۔"

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دل کی گہرائیوں سے یہ آرزو کرتے تھے کہ وہ ہمراہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی ہوں۔

پھر قریش دارندوہ میں جمع ہوئے۔ ان کے ساتھ ابلیس لعین ایک نجدی بوڑھے کی صورت میں موجود تھا۔۲۲۶ـــــ دارندوہ ۲۲۷ میں حالات کی تازہ ترین صورتحال ان کے پیش نظر تھی:ـــــ

- مسلمانوں کی شبانہ روز بڑھتی ہوئی طاقت؛
- اسلام کا تیزی سے دل میں گھر کرنا
- مسلمانوں کا مکہ سے ان کی پہنچ سے باہر ہوتے جانا

ان سب امور پر صلاح مشورہ جاری تھاـــــ آخرکار قریش کی آراء آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قتل پر جمع ہو گئیںـــــ اس اتفاق رائے کے بعد وہ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آپ سے کہا:

"آج رات آپ ہجرت فرما جائیںـــــ اور آج رات اپنے بستر پر آرام نہ فرمائیں۔"

جب رات ہوگئی تو قریش آپ کے مکان پر دروازہ پر جمع ہو گئے اور اس انتظار میں تھے کہ آپ سو جائیں تو پھر آپ پر حملہ کریںـــــ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سبز چادر اوڑھ لی اور آپ کے بستر مبارک پر سو رہےـــــ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ اول شخص ہیں جنہوں نے اپنے نفس کو اللہ کے لیے بیچ کیا اور اپنی جان پیش کر کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بچایاـــــ حضرت علی اس بارے میں فرماتے ہیں:

وقیت بنفسی خیر من وطی الثریٰ   ومن طاف بالبیت العتیق وبالحجر

"یعنی میں نے اپنے نفس کے ساتھ اس شخص کی حفاظت کی جو زمین پر چلنے والوں کا خیر ہے اور ان لوگوں کا خیر ہے جنہوں نے بیت عتیق کا طواف کیا ہے اور حجر کا طواف کیا ہے":

رسول اله خاف ان بمکر وابه   فنجاه ذو الطول الا له من المکر

۲۲۶ ابلیس لعین نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی سازش میں صلاح ومشورے کے لیے نجدی بوڑھے کا بہروپ اختیار کیاـــــ احادیث و کتب سیر میں ابلیس لعین کا نجدی بہروپ اختیار کرنا نجدیوں کے منفی کرداروں کی سمت متعین کرتا ہے۔ ابلیس لعین کی موجودگی کی ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ قریش نے آپس میں کہا تھا کہ اہل تہامہ سے کوئی شخص ہمارے ساتھ صلاح مشورے میں شامل نہ ہو اس لیے کہ اہل تہامہ کا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے میل ومحبت کا ساتھ ہے، اس لیے ابلیس لعین شیخ نجدی کی صورت میں شریک مشاورت ہوا تھا۔

۲۲۷ دارندوہ قصی بن کلاب کا گھر تھا۔ قریش کسی بھی کام کے لیے دارندوہ ہی میں صلاح ومشورہ کیا کرتےـــــ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق جو کچھ قریش کرتے، اس کے لیے دارندوہ میں صلاح ومشورہ کرتے تھےـــــ ایک ندوہ بھارت میں بھی ہے۔

''وہ خیر خلائق اللہ کے رسول ہیں۔ انہوں نے دین کے دشمنوں سے یہ خوف کیا کہ وہ ان کے ساتھ مکر کریں گے۔۔۔۔ لیکن اب رب کریم نے جو صاحب بخشش وعطا ہے' اس رسول کو دشمنوں کے مکر سے نجات دی''۔

پھر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نصف شب کو سورہ یاسین کی آیت **فاغشینا ھم فھم لایبصرون** پڑھتے ہوئے گھر سے نکلے۔ آپ نے ان سب کے سروں میں وہ مٹی ڈال دی جو آپ کے دست مبارک میں تھی۔۔۔۔ آپ ان کے درمیان میں سے گزرے لیکن اللہ تعالیٰ نے قریش کو اندھا کر دیا تھا۔ وہ آپ کو نہیں دیکھ سکے۔۔۔۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس طرف تشریف لے گئے جس جگہ کا آپ نے ارادہ فرمایا تھا۔۔۔۔

اس کے بعد قریش کے پاس ایک شخص آیا جو قریش کے ساتھ نہیں تھا۔ اس نے قریش سے کہا:

''تم لوگ اس جگہ کس کا انتظار کر رہے ہو؟''

انہوں نے کہا:

''ہم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کر رہے ہیں۔''

اس نے کہا:

''اللہ تعالیٰ نے تمہیں ناکام کر دیا۔۔۔۔ واللہ! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہارے پاس سے نکل گئے۔۔۔۔ اور پھر تم میں سے ہر ایک کے سر پر مٹی ڈال دی اور اپنے کام سے چلے گئے۔۔۔۔ تمہاری جو حالت ہے' کیا تم اسے نہیں دیکھتے۔''

یہ سن کر ہر ایک نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا اور سب نے ہی اپنے سر پر مٹی موجود پائی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ قریش میں سے کسی مرد کو کوئی کنکر ہی نہیں لگی اور ان میں سے ہر ایک کو یوم بدر میں قتل کیا گیا کہ وہ کافر تھے (یعنی جو آپ کے قتل کے لیے مامور کیے گئے تھے' انجام کار وہ سب جنگ بدر میں مارے گئے)۔۔۔۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

واذ یمکربك الذین کفروا لیثبتوك .... یقتلوك اویخرجوك ۲۲۸

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہجرت کے لیے اجازت عطا فرمائی اور یہ بھی فرمایا

رب ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنك سلطان نصیرا

یعنی **مدخل صدق** مدینہ منورہ ہے۔۔۔۔ اور **مخرج صدق** مکہ معظمہ ہے۔۔۔۔ معنی یہ ہے کہ مجھے مدینہ میں پسندیدہ طور پر داخل فرما کہ میں کوئی مکروہ امر نہ دیکھوں۔۔۔۔ اور مکہ معظمہ سے مجھے اس طرح سے نکال کہ اپنے دل میں مکہ کے لیے

---

۲۲۸ اس آیہ مبارک میں اہل ندوہ کے مکر کا بیان فرمایا ہے۔۔۔۔ ابو البختری نے یہ رائے دی تھی کہ آپ کو باندھ ڈالو اور ایک مکان میں بند کر دو۔۔۔۔ ابو جہل لعین نے یہ رائے دی تھی کہ عرب کے تمام قبیلوں سے ایک ایک جوان لے لیا جائے اور وہ سب آن واحد میں آپ پر ایک ہی ضرب لگا دیں۔ آپ کے قتل کے بعد اگر بنی عبد مناف خون کا دعویٰ کریں گے تو دیت دے دی جائے گی۔ ابلیس لعین نے اس رائے سے اتفاق کیا تھا۔۔۔۔ ابو الاسود کی رائے یہ تھی کہ کیوں نہ آپ کو مکہ سے نکال دیں۔

خیال نہ کروں اور مجھے وہ قوت عطا فرما کہ جس سے تو مجھے اپنے دشمنوں پر کامیابی عطا فرما۔

مدینہ کی طرف ہجرت میں حکمت:

اگر یہ کہا جائے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی اور مدینہ میں یہاں تک قیام فرمایا کہ یہیں سے اپنے رب کے پاس انتقال فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت نے اس بات کا خیال کیا ہے کہ اشیاء کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سبب شرف حاصل ہو۔۔۔ یہ قطعاً خیال نہیں کیا کہ آپ کو اشیاء کے باعث شرف حاصل ہو۔۔۔ اگر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وصال تک ہی مکہ معظمہ میں قیام پذیر رہتے تو یہ وہم کیا جاتا کہ آپ کو مکہ معظمہ کے شرف نے حضرت خلیل اللہ اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے ساتھ سبقت کی تھی۔۔۔ لہٰذا اللہ کریم نے یہ ارادہ کیا کہ میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا شرف ظاہر کرے۔۔۔ اس لیے مدینہ کی طرف ہجرت کے لیے آپ کو حکم فرمایا۔ جب آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمایا تو مدینہ نے آپ کی ذات مبارک سے شرف پایا۔۔۔ حتیٰ کہ اس امر پر اجماع ہے کہ دنیا جہان کی سب جگہوں سے افضل وہ جگہ ہے کہ جس جگہ نے آپ کے اعضائے کریمہ کو ملایا ہے یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف ہے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ

مکہ سے کب نکلے' مدینہ میں کب تشریف لائے:

اس بارے میں متعدد روایات ہیں' ملاحظہ فرمائیں:

- آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ سے خروج بیعت عقبہ کے تین ماہ بعد تھا یا تین ماہ کے قریب تھا۔۔۔ (حاکم)
- آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ماہ ربیع الاول کے پہلے دن مکہ معظمہ سے نکلے۔ اس صورت پر بیعت عقبہ کے دو ماہ انیس دن بعد آپ کا مکہ معظمہ سے نکلنا ہوگا۔۔۔ (ابن اسحاق)
- آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ سے دو ماہ چند راتوں میں بیعت عقبہ کے بعد نکلے ہیں۔۔۔ (اموی)
- اور کہا ہے کہ آپ غرہ ربیع الاول کو مکہ معظمہ سے نکلے اور ربیع الاول کی بارہ راتیں گزری تھیں کہ مدینہ منورہ تشریف لائے۔
- اس صورت میں آپ پنج شنبہ کے دن مکہ معظمہ سے نکلے۔۔۔ (فتح الباری)
- متواتر اخبار وارد ہوئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ سے دوشنبہ کے دن نکلے اور دوشنبہ ہی کے دن مدینہ منورہ میں آپ داخل ہوئے ہیں۔۔۔ (حاکم)
- آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ سے پنج شنبہ کے دن نکلے۔۔۔ (محمد بن موسیٰ الخوارزمی)

حاکم اور خوارزمی کے قولوں کو اگر اس طرح جمع کیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ سے پنج شنبہ کے

دن نکلے ـــــ اور غار سے دوشنبہ کی رات میں نکلے' اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے غار میں تین رات قیام فرمایا (شب جمعہ' شب شنبہ اور شب یک شنبہ) اور اثنائے شب دوشنبہ میں نکلے ـــــ

نبوت کے وقت سے اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مکہ معظمہ میں قیام کی مدت تیرہ (۱۳) سال ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ابن عباس سے روایت ہے ـــــ البتہ مسلم شریف میں ابن عباس سے پندرہ سال کی روایت ہے ـــــ صحیح تر پہلی ہی روایت ہے۔ اس پر حضرت صرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد دلالت کرتا ہے کہ آپ نبوت کے بعد مکہ معظمہ میں تیرہ سال مقیم رہے۔[۲۲۹]

ثوی فی قریش بضع عشرة حجة   یذکر لو یلقی صدیقا مواتیا

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قریش میں تیرہ سال قیام فرمایا۔ لوگوں کو اس شے کی طرف بلاتے تھے جو شے آپ اللہ تعالیٰ سے لائے تھے ـــــ اور لوگوں کے جھگڑوں پر تحمل فرماتے تھے ـــــ کاش! آپ ایسے صدیق کو پاتے جو آپ سے اتفاق کرتا اور اطاعت کرتا ـــــ یا یوں کہہ لیں کہ اگر آپ کسی ایسے صدیق کو پاتے جو آپ کی اطاعت کرتا تو دعوت نبوت آپ کے لیے آسان ہو جاتی۔

ہجرت مدینہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ:

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھ لے لیں ـــــ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے مکہ سے جانے کی خبر کی اور یہ فرمایا کہ میرے پاس لوگوں کی امانتیں ہیں۔ آپ کچھ دن مکہ میں ٹھہر جائیں۔ جب لوگوں کی امانتیں لوٹا دیں' تب آپ بھی مدینہ چلے آئیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ ایک دن بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ خلاف معمول اس وقت تشریف لائے کہ جس وقت میں آپ ہمارے ہاں تشریف نہیں لایا کرتے تھے ـــــ آپ نے ڈھاٹا باندھا ہوا تھا ـــــ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں' واللہ آپ ایسے وقت میں کسی عظیم حکم سے تشریف لائے ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مکان میں آنے کے لیے اجازت چاہی ـــــ آپ اندر تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ:

''میں تمہارے پاس سے جاتا ہوں'' (جیسے کوئی راز کی بات کہنا چاہتے ہوں)

---

۲۲۹ صرمہ بن انس ـــــ یا صرمہ بن قیس ـــــ یا ابن ابی انس بن مالک بن عدی ابی قیس الانصاری النجاری صحابی ہیں ـــــ ان کے اشعار میں حکمت اور وصیتیں ہیں ـــــ بڑے حق بات کہنے والے تھے ـــــ اپنی قوم میں بہت عظیم تھے، مسلمان ہو گئے تھے ـــــ ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' میرے گھر کے لوگ آپ کے اہل ہیں۔'' ۲۳۰

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے مکہ سے نکلنے کے لیے حکم ہو گیا ہے۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے ساتھ ہوں۔''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ہاں تم میرے ساتھ ہو۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی:

''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' میرے سواری کے دونوں اونٹوں میں سے ایک اونٹ آپ لے لیجئے۔''

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''لیکن میں قیمت کے بدلے لوں گا۔'' ۲۳۱

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ سفر کے لیے جو شے جلد تیار ہو سکتی تھی' ہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تیار کر دی ــــ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے توشہ راہ تیار کر کے توشہ دان میں بھر دیا ــــ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کمر باندھنے کے کپڑے سے ایک ٹکڑا قطع کیا اور اسے توشہ دان کے منہ پر باندھ دیا تاکہ زاد راہ محفوظ رہے ــــ اس سبب سے اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ''ذات النطاقین'' رکھا گیا ــــ

پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جبل ثور کے غار میں پہنچے ــــ جبل ثور اسفل مکہ میں پہاڑ ہے ــــ جس وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے نکلے اور حزورہ میں ٹھہرے۔ آپ نے بیت اللہ کی طرف دیکھا اور بیت اللہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

---

۲۳۰ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ کہنا کہ میرے گھر کے لوگ آپ کے اہل ہیں، وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ہو چکا تھا۔

۲۳۱ اگر یہ کہا جائے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت کے بغیر اونٹ کی سواری کیوں قبول نہ فرمائی اور وہ بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اتنا مال صرف کیا تھا جو کہ اونٹ کی قیمت سے کثیر و بیش بہا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے قبول بھی فرما لیا تھا ــــ ہجرت کا معاملہ دوسرا تھا۔ اس لیے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے لیے ہجرت کی فضیلت کو کامل کرنا مقصود تھا تاکہ اللہ کے لیے ہجرت اپنی ذات اور اپنے مال سے ہو اور یہ بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے احوال سب سے بڑھ کر ہوں۔

''واللہ اے بیت اللہ! تو اللہ تعالیٰ کی کل زمین سے میرے نزدیک زیادہ دوست ہے ـــــ اور تو اے بیت اللہ! اللہ تعالیٰ کی کل زمین سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ دوست ہے ـــــ اگر تیرے شہر کے رہنے والے مجھے تجھ سے نہ نکالتے تو میں ہرگز نہ نکلتا۔''۲۳۲

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مکہ سے نکلنے کا علم حضرت علی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اہل کے سوا کسی کو نہیں ہوا۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور انہوں نے سفر کے لیے توشہ تیار کیا تھا ـــــ

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات میں اس کھڑکی سے نکل کر غار کی طرف تشریف لے گئے تھے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کی پشت میں تھی ـــــ جبکہ قریش نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کھو دیا اور آپ کو مکہ کے گرد و نواح میں تلاش کیا ـــــ اور ہر طرف نشان قدم پہچاننے والوں کو آپ کے نشان قدم پر بھیجا ـــــ جو شخص ثور کی طرف گیا تھا' اس نے وہاں پر آپ کے قدم مبارک کا نشان پایا۔ وہ اس نشان پر چلتا گیا۔ چلتے چلتے وہ جبل ثور تک پہنچا تو آپ کے قدم مبارک کا نشان منقطع ہو گیا یعنی ثور سے آگے پتہ نہ چلا ـــــ قریش پر آپ کا نکل جانا دشوار ہو گیا۔ انہیں صبر نہ رہا اور انعام رکھا کہ جو شخص آپ کو واپس لائے یا آپ کی خبر لائے تو اس کے لیے سو اونٹ انعام ـــــ شیخ شرف الدین بوصیری علیہ الرحمہ نے کیا خوب کہا ہے:

ویح قوم جفوا نبیاء بارض الفتہ ضبابھا والظباء

ویح کلمہ ترحم ہے ـــــ اس شخص کے لیے کہا جاتا ہے جو مہلکہ میں پڑ جائے اور اس ہلاکت کا مستحق نہ ہو ـــــ اس قوم کا بھلا ہو جس نے اپنے نبی پر اس سرزمین میں جفا کی یعنی ایذا پہنچائی کہ آپ کے قتل کے لیے نکل کھڑے ہوئے ـــــ وہ زمین وہ ہے جس میں گوہ اور ہرن تک اس نبی سے مانوس تھے (ضب اور ظبی میں معجزوں کی طرف اشارہ ہے) ـــــ قوم کا بھلا اس لیے چاہا ہے کہ وہ لوگ آپ کے قرابت دار تھے۔

وسلوہ وحن جذع الیہ وقلوہ ودہ العزباء

اس قوم کے دلوں نے آپ سے نفرت کی۔ حال یہ ہے کہ آپ کے لیے درخت کے تنے نے نالہ و فریاد کی اور قوم کے لوگوں نے آپ سے دشمنی کی ـــــ جبکہ غریب لوگوں نے آپ کو دوست رکھا یعنی انصار نے آپ سے محبت اور دوستی کی۔

اخرجوہ منھا وا راہ غارہ رحمتہ حمامۃ ورقاء

وہ قوم آپ اور آپ کے باپ دادا کے وطن سے نکلنے کا سبب ہوئی جبکہ جبل ثور کے غار نے آپ کو ٹھکانہ دیا ـــــ اور اس قوم سے آپ کی حمایت ایسے کبوتر نے کی جو ورقاء تھا یعنی جس کا سفید رنگ سیاہی میں مخلوط تھا ـــــ اس کبوتر نے آپ کی حمایت کے لیے غار پر انڈے دیئے۔

وکفتہ نسجھا عنکبوت ما کفتہ الحمامۃ الصلاء

---

۲۳۲ یہ وہ درست ترین دلیل ہے جس کے ساتھ مدینہ منورہ پر مکہ معظمہ کی تفصیل کے بارے میں احتجاج کیا جاتا ہے۔

اور مکڑی نے اپنے جالے سے دشمنوں سے آپ کو وہ کفایت کی کہ آپ کو دشمنوں سے حمامہ حصلانے کی (حصلا ــــ کثیر پتوں کا درخت' کبوتر کو اس درخت کے ساتھ تشبیہ دی ہے ــــ اس کے پروں کی کثرت کی وجہ سے یہ استعارہ کے طور پر ہے)

روایت ہے کہ ہجرت کے دوران ثبیر پہاڑ نے آپ کو یہ ندا کی:

''آپ مجھ پر سے اتر جائیں ــــ اس لیے کہ مجھے یہ خوف ہے کہ آپ مجھ پر قتل کیے جائیں ــــ اور اس وجہ سے مجھے اللہ تعالیٰ عذاب دے۔''

پھر حرا نے ندا کی:

''یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ میری طرف تشریف لائیں۔''

قاسم بن ثابت نے ''دلائل'' میں ذکر کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ غار میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے غار کے در پر راءۃ کو اگا دیا۔۲۳۳ یعنی اس کو اسی وقت اگا دیا۔ گویا جب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم غار میں تشریف فرما ہوئے تو تین معجزات ہوئے:

- غار کے در پر راءۃ درخت اگا دیا جس نے کافروں کی آنکھوں کو غار سے روک دیا اور وہ نہیں دیکھ سکے۔
- اللہ تعالیٰ نے مکڑی کو حکم دیا۔ اس نے غار کے منہ پر جالا تن دیا۔
- اللہ تعالیٰ نے دو جنگلی کبوتر بھیج دیئے۔ انہوں نے غار کے منہ پر گھونسلا بنایا اور اس میں انڈے بھی دیدیئے ــــ حرم شریف کے کبوتر انہی دونوں کبوتروں کی نسل سے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ نے انہیں حمایت کی جزا دی)

قریش کے نوجوان ہر ایک بطن سے لاٹھیاں اور تلواریں لے کر آئے ــــ ان میں سے ایک غار تک آیا۔ اس نے غار کے منہ پر دو جنگلی کبوتر دیکھے۔ وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا۔ انہوں نے اسے کہا کہ

''تجھے کیا ہو گیا تو غار میں نہیں گیا' کیا بات ہے؟''

اس نے کہا:

''میں نے غار کے منہ پر دو جنگلی کبوتر دیکھے' ان سے میں نے جانا کہ غار میں کوئی نہیں۔''

ایک اور کافر نے دوسروں سے کہا کہ غار کے اندر داخل ہو ــــ امیہ بن خلف نے کہا:

''غار کی طرف تمہاری حاجت نہیں۔ غار میں بلکہ ایک مکڑی ہے جو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کی میلاد سے اقدم ہے۔''

وہ آپس میں کہنے لگے کہ:

---

۲۳۳ راءۃ معروف درخت ہے ــــ وہ درخت ام غیلان ہے ــــ ابو حنیفہ دینوری نے لکھا ہے کہ وہ درخت انسان کی قد کی طرح ہوتا ہے۔ اس کے ڈورے ہوتے ہیں اور اس کی سفید کلیاں ہوتی ہیں ــــ اس کے ڈورے اور پھول گل تکیوں میں بھرتے ہیں۔ وہ ایسے ہلکے اور نرم ہوتے ہیں جیسے پرندے کے پر، وہ روئی کی طرح ہوتے ہیں۔

''اگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غار میں داخل ہوئے ہوتے تو انڈے ٹوٹ جاتے اور مکڑی کا جالا بھی ٹوٹ گیا ہوتا۔''

غور کا مقام ہے کہ لشکروں کے ساتھ قوم سے مقابلہ کرنے میں یہ چیزیں معجزہ ہیں ــــ آخر درخت نے کیونکر ان کے مطلوب (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر سایہ کیا ــــ اور کیسے ڈھونڈنے والوں کو حیران کر دیا اور کافر بھٹکتے پھرے ــــ پھر مکڑی آئی اور اس نے غار کا دروازہ جسے طالب ڈھونڈ رہا تھا' اسے بند کر دیا اور مکان کے چہرے میں وہ فروکش ہوگئی اور اس مکڑی نے وہ کپڑا ایجاد کیا جسے اس نے بنا تھا اور جو کچھ اس نے بنا' اس سے چھپا لیا حتیٰ کہ قائف پر طالب مخفی ہوگئی ــــ کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے:

والعنکبوت اجادت حوك حلتها فما تخال خلال النسج من خلل

مکڑی نے اپنے حلہ کے بنے میں متانت کی ــــ اس کی اس متانت سے بنے میں تم خلل نہ پاؤ گے ــــ اور جالے کے بنے سے مکڑی کو شرف حاصل ہوا ــــ ابن النقیب نے کیا خوب کہا ہے:

ودود القزان نسجت حریرا یجمّل لیسه فی کل شی

ریشم کے کیڑے نے اگر حریر (ریشم) بنا تو حریر (ریشم) کا پہننا ہر ایک حال میں زینت دیتا ہے۔

فان العنکبوت اجل منها بما نسجت علی راس النبی

مکڑی ریشم کے کیڑے سے اس بنے کے سبب زیادہ بزرگ ہے جس کو اس مکڑی نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک پر غار میں بنا ہے۔

روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی:

''اے میرے اللہ! ان کی بینائیوں کو اندھا کر دے۔''

چنانچہ غار میں داخل ہونے سے ان کی بینائیاں اندھی ہوگئیں اور وہ کفار غار کے دائیں بائیں آ جا رہے تھے لیکن غار میں نہیں آتے تھے۔

قصیدہ بردہ شریف میں واقعہ غار ثور کا ذکر:

اس واقعہ کی طرف صاحب ''بردہ'' نے اشارہ کیا ہے:

اقسمت بالقمر المنشق ان له من قلبه نسبة مبرورة القسم

میں نے شق ہوئے چاند کی قسم کھائی ــــ چاند کے شق کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر کے شق سے ایک نسبت ہے ــــ میری وہ قسم پوری ہونے والی ہے۔

وما حوی الغار من خیرو من کرم وکل طرف من الکفار عنه عمٍ

اور میں نے اس شے کی قسم کھائی جو خیر اور کرم سے ہے ــــ اس خیر کو غار نے جمع کیا ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ــــــ یا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو غار میں نزول فرمایا' آپ کے خیر اور کرم کو غار نے جمع کیا اور میں نے اس کی قسم کھائی اور کفار کی ہر ایک آنکھ اندھی ہوگئی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انہوں نے نہیں دیکھا

فالصدق فی الغار والصدیق لم یرما　　　وھم یقولون ما بالغار من ارم

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عین صدق ہیں بلکہ آپ صاحب صدق ہیں ــــــ آپ غار میں تھے اور صدیق بھی غار میں تھے وہاں سے گئے نہیں تھے۔ جو شخص غار کے اردگرد چکر لگاتا' کبوتروں اور مکڑی کے جالے کو تیز نظر سے دیکھتا تھا ــــــ کفار یہ دیکھ کر کہتے تھے کہ غار میں کوئی نہیں ہے۔

طنو الحمام وظنو العنکبوت علی　　　خیر البریۃ لم تنسج ولم تحم

کفار نے کبوتر اور مکڑی پر یہ گمان کیا کہ انہوں نے خیر خلائق پر جالا نہیں تنا اور نہ آپ کے اطراف دورہ کیا کہ یہ جنگلی جانور ہیں جو آدمیوں سے بھاگتے ہیں۔

رقایۃ اللہ اغنت عن مضاعفۃ　　　من الدروع وعن عال من الاطم

حفظ الٰہی نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان درہوں سے جو دوہری کڑیوں کی ہوتی ہیں ــــــ اور ان قلعوں سے جو نہایت بلند ہوتے ہیں اور ان سے تحفظ نفس ہوتا ہے' ان سے بے نیاز کر دیا ــــــ اللہ تعالیٰ نے ان کفار میں اندھے پن کی صفت پیدا کر دی۔ جو شے غار میں تھی' وہ اسے دیکھنے سے معذور رہے۔ باوجود اس کے ان کی بینائی سلامت تھی ــــــ اسی لیے انہوں نے گمان کیا:

- کبوتر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اطراف میں دورہ نہ کرے گا۔
- مکڑی بھی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر جالا نہ بنائے گی۔

سبب یہ ہے کہ دونوں حیوان کبوتر اور مکڑی وحشی ہیں' آبادی سے جہاں آدمی ہوں' مانوس نہیں ہوتے ــــــ جب انہیں کسی انسان کی موجودگی کا حس ہوتا ہے تو فوراً اس سے بھاگ جاتے ہیں ــــــ بدبخت کفار یہ نہیں جان پائے کہ رب قدیر اپنے بندوں میں سے جس کے لیے جس شے کو چاہتا ہے' مسخر کر دیتا ہے ــــــ اور وہ یہ بھی نہیں سمجھ سکے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی حفاظت جس شے کے ساتھ چاہتا ہے' اس بندے کو اس کی حفاظت دوہری کڑیوں کی زرہوں اور بلند قلعوں کے ساتھ پناہ ڈھونڈنے سے بے نیاز کر دیتا ہے ــــــ ابوصیری شاعر کو اللہ جزائے خیر دے' ان کے قصیدہ لامیہ میں ہے

واغیرتا حسین اضحی الغار وھوبہ　　　کمثل قلبی معمور وما ھول

قوم کی غیرت پر افسوس ہے جس وقت کہ آپ غار میں داخل ہوئے اور آپ غار میں تھے اور غار کی حالت معموری اور مرحبا اور خوش آمدید کہنے میں میرے دل کی مانند تھی ــــــ کہ میرا دل آپ کی محبت سے معمور ہے اور آپ کے خیال مجسم جمال کو مرحبا اور خوش آمدید کہتا ہے۔

کانما المصطفیٰ وصاحبہ الصدیق   یشان قد آوا اھماغیل

غیل، شیر کے رہنے کی جگہ ـــــ گویا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ہمراہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو شیر تھے جن کو شیر کی بوجھی نے ٹھکانا دیا تھا۔

وجلل الغار نسج العنکبوت علی   وھن فیا حبذا نسج وتجلیل

اپنے ضعف کے باوجود مکڑی کے جالے نے غار کو ڈھانک لیا ـــــ کیا اچھی اس کی بناوٹ ہے اور اس کا ڈھانکنا کیا اچھا ہے ـــــ تجلیل سے جلل ماضی کا صیغہ ہے یعنی ڈھانک لیا ـــــ وھن، سستی ـــــ یہاں پر کمزوری سے مراد مکڑی کے تار ہیں۔

عنایۃ ضل کید المشرکین سبھا   وما مکایدھم الا الا ضالیل

وہ ایسی عنایت یعنی حفاظت تھی جس کے سبب مشرکین کا مکر رد ہو گیا ـــــ مشرکین کا مکر نہیں بلکہ اسے گمراہی کہیے۔

اذ ینظرون وھم لا یبصرونھما   کان ابصارھم من ذیغھا حول

مشرکین کبوتر، اس کے انڈے اور مکڑی کے جالے کو دیکھتے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہیں دیکھ پاتے تھے ـــــ دلوں کی طرح ان کی آنکھیں بھی انہیں دیکھنے سے محروم تھیں ـــــ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بخاری شریف میں حدیث ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اگر مشرکین میں سے کوئی اپنے دونوں قدموں کی طرف دیکھے گا تو وہ ضرور ہم کو دیکھ لے گا'' ـــــ (یعنی ہم اتنے قریب ہیں)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ڈھارس بندھائی:

ماظنلک باثنین اللہ ثالثھما

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایثار و جانثاری:

روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے غار میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں قدموں کو ایسے حال میں دیکھا کہ ان سے خون ٹپکتا تھا۔ میں رونے لگا اور مجھے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے برہنہ پائی اور کسی کی جفا کی عادت نہیں کی ہے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے غار میں داخل ہوئے تاکہ اپنے نفس کے ساتھ آپ کی حفاظت کریں ـــــ انہوں نے غار میں ایک سوراخ دیکھا۔ اس سوراخ میں اپنی ایڑی لگا دی تاکہ سوراخ سے کوئی شے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دینے باہر نہ نکلے ـــــ اس سوراخ میں سے زہریلے سانپ نے ان کو کاٹ لیا ـــــ اس کی تکلیف سے حضرت ابوبر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنسو بہنے لگے ـــــ ایک اور روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غار میں داخل ہوئے تو آپ نے اپنا سر مبارک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آغوش میں رکھ کر آرام فرمانے لگے ـــــ جب سانپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے پاؤں پر کاٹ لیا تو انہوں نے جنبش تک نہیں کی۔ ان کے آنسو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور پر گرے ـــــ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

''ابوبکر! کیا بات ہے تمہارے آنسو کیوں ٹپک رہے ہیں؟''

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' مجھے سانپ نے کاٹ لیا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جس جگہ سانپ نے کاٹا تھا' لعاب دہن مبارک لگا دیا ـــــ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو تکلیف محسوس کر رہے تھے' وہ جاتی رہی۔

ایک روایت اس طرح سے ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھوج لگانے والوں کو دیکھا جو غار کے منہ کے سامنے کھڑے آپس میں باتیں کر رہے تھے تو ان پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے احوال پر ان کا غم شدید ہو گیا۔ انہوں نے کہا:

''اگر میں قتل کیا جاؤں گا تو اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ میں ایک مرد ہوں (یعنی میرے قتل کے سبب امت ہلاک نہ ہو گی) ـــــ اور اگر آپ قتل کیے جائیں گے تو امت ہلاک ہو جائے گی (کہ آپ کے سبب دین ہلاک ہو جائے گا)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

لاتحزن ان اللہ معنا ـــــ ''غم نہ کرو' اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مدد اور کامرانی سے ہمارے ساتھ ہے' لہٰذا ابوبکر تم پریشان نہ ہو ـــــ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنا سکینہ نازل فرمایا۔۲۳۴ ـــــ اس لیے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے قرار تھے نہ کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہ آپ اپنی استقامت میں سکینہ کے ساتھ تھے ـــــ اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ایسے لشکروں سے تائید دی جنہیں تم نے نہیں دیکھا یعنی ملائکہ سے تائید دی تا کہ غار میں آپ کی حراست کریں اور ملائکہ سے تائید اس لیے دی کہ ملائکہ کفار کے منہ اور ان کی نگاہوں کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دیکھنے سے پھیر دیں۔۲۳۵

---

۲۳۴ سکینہ وہ انیت ہے کہ جس کے حاصل ہونے سے دلوں کو تسکین اور قرار ہو جاتا ہے۔

۲۳۵ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غم کا علم ہوا کہ وہ غم شدید ہو گیا ہے۔ وہ غم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے لیے نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تھا ـــــ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے **لاتحزن ان اللہ معنا** کے ارشاد سے ان کو ڈھارس بندھائی۔ ان کے قلب کو تقویت بخشی ـــــ اور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ سے ''ثانیٔ اثنین'' کا تحفہ خاص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے تھا نہ کہ دیگر اصحاب کرام کے لیے ـــــ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لانے میں ثانی رجال ہیں اور بذل نفس اور عمر ـــــ اور سبب موت میں ثانی ہیں، اسی لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے ـــــ چنانچہ اس کی جزا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ دی گئی کہ مرنے کے بعد ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک جگہ دفن ہوئے۔ گویا جیسے عمر بھر ایک ساتھ رہے، مرنے کے بعد یہ ساتھ قائم رہا ـــــ اور بزرگی دینے کا موذن کھڑا ہوا۔ شہروں کے منبروں پر ندا کر رہا ہے: **ثانی اثنین اذ ھما فی الغار**

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح فرمائی۔

وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد طاف العدوبه اذصاعد الجبلا

اور ثانی اثنین ایسے غار میں تھے کہ وہ غار اپنے شرف میں اپنے غیر سے نزول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور یق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سبب زائد تھا۔۔۔۔ جبکہ حال یہ تھا کہ دشمن اس غار کے اطراف میں پھر رہا تھا اور جس وقت کہ ں پہاڑ پر چڑھ رہا تھا۔

وکان حب رسول اللہ قدم علموا من الخلائق لم یعدل بہ بدلا

رت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب تھے۔۔۔۔ عام مسلمانوں اور ان سوا جولوگ تھے انہیں معلوم ہوگیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساتھ خلائق میں سے کسی کو برابر نہیں ٹھہرایا ہے۔۔۔۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر کسی کو مقام ومرتبہ نہیں دیا کہ کوئی ان کا قائم مقام ہوتا۔۔۔۔

شمس الدین بن اللبان عارف نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کلا ان معی ربی ہدین۔۔۔۔ اور ہمارے آقا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ان اللہ ا۔۔۔۔ غور طلب بات یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے شہود معیت رب کو تنہا اپنے لیے خاص کیا اور اس شہود کو اپنی ذات سے نے تابعین کی طرف متعدی نہیں کیا۔۔۔۔ جبکہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس شہود معیت الٰہی کو اپنی ذات سے رت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متعدی فرمایا۔۔۔۔ اور ''معی'' نہیں فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ میرے ہی ساتھ ہے' یہ نہ ایا۔۔۔۔ بلکہ آپ نے ان اللہ معنا فرمایا اور شہود معیت الٰہی میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شریک رکھا۔۔۔۔ نبی یم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نور سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدد دی۔۔۔۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ لی عنہ سر معیت میں موجود ہوئے اور اس جگہ سے سر سکینہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف گیا۔۔۔۔ ورنہ حضرت ابوبکر ی اللہ تعالیٰ عنہ اس تجلی اور شہود کے بوجھ تلے قائم نہیں رہ سکتے تھے۔۔۔۔ موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں معیت ربوبیت ہے ہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قصہ میں معیت الٰہیہ ہے' اس میں بڑا فرق ہے۔

کڑی کا تاریخی کردار:

ابونعیم نے ''حلیہ'' میں عطا بن میسرہ سے روایت کی ہے کہ مکڑی نے دوبار جالا بنا ہے۔۔۔۔ ایک بار حضرت داؤد علیہ السلام اس وقت جالا بنا تھا جب طالوت بادشاہ حضرت داؤد علیہ السلام کو ڈھونڈ رہا تھا۔ طالوت بنیامین حضرت یوسف علیہ السلام کے ائی کی اولاد سے تھا۔۔۔۔ طالوت نے حضرت داؤد علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ جالوت کو قتل کر ڈالو گے تو میں اپنی بیٹی تم سے ہ دوں گا اور اپنا ملک بھی آپ کو تقسیم کر دوں گا۔۔۔۔ داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا تو طالوت نے اپنا وعدہ پورا کر

دیا۔۔۔۔ بنی اسرائیل میں حضرت داؤد علیہ السلام کی قدر عظیم ہوگئی حتیٰ کہ مملکت کے ساتھ مستقل ہو گئے۔۔۔۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی مقبولیت اور پذیرائی دیکھ کر طالوت کی نیت میں فتور آ گیا اور ان کے قتل کا ارادہ کیا لیکن اس کا داؤ نہیں چلا۔۔۔۔ پھر طالوت نے حضرت داؤد علیہ السلام کو صحرا میں دیکھا تو کہنے لگا' آج ضرور ان کو قتل کر ڈالوں گا۔۔۔۔ حضرت داؤد علیہ السلام طالوت سے بھاگے۔ یہاں تک کہ ان کو ایک غار مل گیا' وہ اس میں چھپ رہے۔۔۔۔ مکڑی نے اس غار پر جالا بن دیا۔۔۔۔ طالوت اس غار کے پاس گیا' داؤد علیہ السلام اسے نظر نہیں آئے۔۔۔۔ یہ غیر معمولی واقعہ دیکھ کر طالوت نے اپنے ارادہ سے توبہ کی اور ملک چھوڑ دیا۔۔۔۔ طالوت اور اس کی اولاد مجاہدہ کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ یہاں تک کہ سب شہید ہو گئے۔۔۔۔ طالوت نے چالیس سال تک حکومت کی تھی۔۔۔۔ پھر اس کا ملک حضرت داؤد علیہ السلام کو منتقل ہو گیا اور آپ کے پاس جمع بنی اسرائیل جمع ہو گئے۔۔۔۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ بنی اسرائیل کسی ایک بادشاہ کے پاس جمع نہیں ہوئے' سوائے حضرت داؤد علیہ السلام کے۔۔۔۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا عرصہ حکومت سات برس تھا۔

اور ایک بار' ہمارے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر غار کے منہ پر جالا بنا تھا۔۔۔۔ اور ایسا ہی جالا مکڑی نے اس غار پر بنا تھا جس میں حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ داخل ہوئے تھے جبکہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں خالد بن نبیح الہذلی کے قتل کے لیے مقام عرنہ کو بھیجا تھا۔۔۔۔ انہوں نے خالد کو قتل کیا' اس کا سر اٹھایا اور غار میں داخل ہو گئے۔ چنانچہ مکڑی نے اس غار پر جالا بن دیا۔ ڈھونڈنے والے آئے' انہوں نے کچھ نہیں پایا اور ناکام لوٹ گئے۔

ابن عساکر کی تاریخ میں ہے کہ مکڑی نے حضرت زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی شرمگاہ پر بھی جالا بن دیا تھا۔ جب وہ برہنگی کی حالت میں سولی پر چڑھائے گئے تھے۔ یہ سانحہ سن ایک سو اکیس ہجری (۱۲۱ھ) میں واقع ہوا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے اور غلام کی خدمات:

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غار میں تین رات قیام فرمایا۔۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات میں رہا کرتے تھے۔۔۔۔ بڑے سمجھدار اور حاذق نوجوان تھے۔ جس چیز کی طرف حاجت ہو اس کی فطنت رکھتے تھے' سریع الفہم تھے۔۔۔۔ صبح کے تڑکے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے چلے جاتے تھے۔ ان کو مکہ میں قریش کے پاس صبح ہوتی تھی' گویا رات کو وہ قریش کے ساتھ رہتے ہیں۔۔۔۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش کی باتیں سنتے' ان کی کارگزاری سنتے' آئندہ کے لائحہ عمل سنتے اور اس کو یاد رکھتے۔ جب خوب اندھیرا چھا جاتا تو اس گزرے دن کی خبر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لاتے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اطراف میں دودھ دینے والی بکریاں چرایا کرتے۔۔۔۔ عشاء کی ایک گھڑی گزرنے کے بعد عامر

بکری آپ کے پاس لے جاتے تھے' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اورابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تازہ دودھ سے رات گزارتے تھے۔۔۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قیام کی جو تین راتیں تھیں' ان راتوں میں عامر بن فہیرہ ہر ایک رات کو دودھ کی بکری آپ کے پاس لاتے تھے۔

غارثور سے مدینہ کو روانگی:

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبداللہ بن الاریقط کو اجرت پر رہبر ٹھہرایا تھا۔۔۔ عبداللہ بن الاریقط کفار قریش کے دین پر تھا' اس کا اسلام معلوم نہیں ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبداللہ بن الاریقط کو اپنی سواری کے اونٹ دے دیئے تھے اور اسے تین راتوں کے بعد غارثور کے پاس آنے کا وعدہ کیا تھا۔۔۔ عبداللہ بن الاریقط تیسری رات کی صبح کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سواری کے دونوں اونٹ لایا۔۔۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عامر بن فہیرہ اور رہبر گئے۔۔۔ وہ رہبران کو ساحل کے راستہ پر لے گیا۔

سفر مدینہ میں ام معبد کے ہاں قیام:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عامر بن فہیرہ اور رہبر سب مقام قدید میں ام معبد عاتکہ بنت خالد الخزاعیہ کے پاس سے گزرے۔۔۔ ام معبد عفیفہ جلیلہ مزتویہ تھی۔ وہ اپنے قبہ کے صحن میں بیٹھتی تھی۔ پھر وہ آدمیوں کو پانی پلاتی اور کھانا کھلاتی تھی۔ آپ کے ساتھیوں کا توشہ خرچ ہو چکا تھا اور گرمی کے وقت وہاں پہنچے تھے۔۔۔

انہوں نے ام معبد سے دودھ اور گوشت طلب کیا تاکہ ام معبد سے خرید کریں۔۔۔ ام معبد کے ہاں سے کوئی شے نہ پائی۔۔۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مکان کے ایک طرف ایک ایسی بکری دیکھی جس کی لاغری نے اور بکریوں کو پیچھے چھوڑ دیا تھا۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ام معبد سے پوچھا۔

''کیا اس بکری میں دودھ ہے؟''

ام معبد نے کہا:

''یہ بکری بیمار ہے۔ یہ ایسی ضعیف ہے کہ دودھ نہیں دے سکتی۔''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ام معبد سے فرمایا:

''کیا تم مجھے اجازت دیتی ہو کہ میں اس بکری کو دوھ لوں!''

ام معبد نے کہا:

''ہاں' میں آپ کو اجازت دیتی ہوں۔۔۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔۔۔ اگر آپ اس بکری میں دودھ دیکھتے

ہیں تو دودھ لیں۔''

آپ نے بکری طلب فرمائی اور اس کی ٹانگیں اپنی پنڈلیوں اور رانوں کے درمیان رکھیں اور اس کے تھنوں کو ملا اور اللہ تعالیٰ کا نام لیا ـــــ بکری نے اپنی ٹانگیں پھیلا دیں اور دودھ اتار لائی ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسا برتن طلب فرمایا جو ایک گروہ کو شکم سیر کر دیتا تھا اور سیری کی گرانی کے سبب دودھ پینے والے سو جاتے اور زمین پر لیٹ جاتے (یعنی وہ برتن ایسا سیر کرنے والا تھا) ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا دودھ قوی طور پر دوہا ـــــ اس حدیث میں لفظ ثج آیا ہے ـــــ شارح نے ثج کا معنی حلب قوی لکھا ہے جبکہ مصنف نے ثج کا معنی سیلان لکھا ہے۔ ایک اور روایت میں فحلب ثجاحتی علاوہ الثمال ـــــ ثمال کا واحد ثمالہ ہے بمعنی رغوہ یعنی دودھ کا جھاگ ـــــ اور تو پلایا' یہاں تک کہ وہ تمام سیراب ہو گئے ـــــ پھر دوسرے لوگوں نے پیا' وہ بھی سیراب ہو گئے ـــــ پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس برتن میں دوسری بار دودھ دوہا ـــــ ان لوگوں نے ایک بار پینے کے بعد دوسری بار دودھ پیا ـــــ پھر آپ نے وہ بکری ام معبد کے پاس چھوڑ دی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھی چلے گئے۔

ام معبد روایت کرتی ہیں کہ جس بکری کے تھنوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چھوا تھا' وہ ہمارے پاس رہی ـــــ یہاں تک کہ زمان الرماد (۱۷یا۱۸ھ) سخت قحط سالی کا زمانہ جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں آیا میں ہم صبح و شام اس کا دودھ دوہا کرتے تھے اور ہماری سرزمین میں نہ تھوڑا دودھ تھا اور نہ بہت۔

ام معبد کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق اپنے شوہر سے ذکر:

ام معبد کو تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ اس کا شوہر ابو معبد آ گیا ـــــ ابو معبد کا نام اکثم بن ابی الجون ہے' اسے ابن الجون بھی کہا جاتا ہے ـــــ ابو معبد ایسی لاغر بھیڑوں کو ہانک کے لا رہا تھا کہ وہ لاغری سے گرتی پڑتی آ رہی تھیں ـــــ ان بھیڑوں میں قلیل مغز تھا ـــــ ابو معبد نے دودھ دیکھا تو اسے تعجب ہوا اور کہنے لگا:

''اے ام معبد! یہ کیا ہے اور تیرے لیے کہاں سے آیا ہے ـــــ حال یہ ہے کہ بکریاں چراگاہ سے دور رہیں اور ان میں کوئی حاملہ نہیں ہے ـــــ گھر میں دودھ دینے والی کوئی بکری نہیں ہے۔''

ام معبد نے کہا:

''نہیں ہے واللہ مگر یہ امر کہ ہمارے پاس ایک مبارک مرد آیا' اس کا احوال ایسا تھا ایسا تھا۔''

ابو معبد نے ام معبد سے کہا:

''اس مرد کا وصف بیان کر۔''

ام معبد نے کہا:

رایت رجلا ظاهر الوضاة مليح الوجه حسن الخلق لم تعبه ثجلت ولم تزريه صعلة وسيم قسيم فی عينيه وعج وفی اشفاره وطف وفی صوته صجل احور اكحل ازج اقرن شديدسواد الشعر فی عنقه

سطع وفی لحیته کثاثة اذا صمت فعلیه الوقار واذا تکلم سماء وعلاوه البهاء وکان منطقه حررات نظمن ینحدرن حلوا المنطق فصل لا نزر ولا حذر اجهر الناس واجمله من بعید واحلاه واحسنه من قریب ربعة لاتشنوء ه من طول ولا تقجمه عین من قصر عصن بین غصنین فهوا نضر الثلاثة منظرا واحسنهم قدر اله رفقاء یحفون به اذا قال استمعوالقوله واذا امر تبادروا الی امره محفود محشود لاعابس ولا منفد

ابومعبد نے ام معبد سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ صفات ۲۳۶ سن کر کہا:

---

۲۳۶ ☆طاهر الوضاءۃ ـــــ ظاہر میں حسین

☆ملیح الوجه ـــــ نمکین چہرہ

☆حسن الخلقت ـــــ خلقت میں حسین

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں ۔۔۔ یہی پھول خار سے دور ہے، یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

☆ لم تعبه ثجلة ـــــ ایسے بڑے پیٹ والا نہیں ہے جس کی وجہ سے اسے عیب لگایا جائے۔

☆ ولم تزدیه صعلة ـــــ اس کا سر چھوٹا نہیں ہے جو اسے عیب لگادے۔

☆ وسیم قسیم ـــــ وہ حسین ہے

☆ وفی عینیه دعج ـــــ اس کی دونوں آنکھوں میں سیاہی ہے، یعنی آنکھ کی پتلیاں سیاہ ہیں۔

☆ وفی اشفاده وطف ـــــ اور اس کی آنکھوں کی پلکوں میں درازی ہے اور کثرت سے پلک ہیں اور ابرو کے بال کثرت سے ہیں۔

کس کی نگاہ کی حیا پھرتی ہے میری آنکھ میں ۔۔۔ نرگس مست ناز نے مجھ سے نظر چرائی کیوں

نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود ۔۔۔ اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

☆ وفی صوته صحل ـــــ اس کی آواز میں تیزی نہیں ہے۔

☆ احور ـــــ اس کی آنکھوں کی سفیدی اور آنکھوں کی سیاہی شدت سے ہے۔

شش جہات ست مقابل شب و روز ایک ہی حال ۔۔۔ دھوم والنجم میں ہے آپ کی بینائی کی

☆ اکحل ـــــ اس کی آنکھوں کی پلکیں سیاہ ہیں۔

☆ ازج ـــــ اس کے ابرو باریک اور دراز ہیں۔

☆ اقرن ـــــ پیوستہ ابرو ہے ـــــ

☆ شدید سواد الشعر ـــــ اس کے بال نہایت سیاہ ہیں۔

وہ کرم کی گھٹا، گیسوئے مشک سا ۔۔۔ لکۂ ابر رافت پہ لاکھوں سلام

☆ وعنقه سطع ـــــ اس کی گردن میں ارتفاع اور طول ہے۔

جس میں نہریں ہیں شیر و شکر کی رواں ۔۔۔ اس گلے کی نضارت پہ لاکھوں سلام

☆ وفی لحیة کثاثة ـــــ اس کی داڑھی میں بال کثرت سے ہیں اور داڑھی طویل نہیں ہے:

خطا کی گرد دہن وہ دل آرا پھبن ۔۔۔ سبزہ نہر رحمت پہ لاکھوں سلام

ریش خوش معتدل مرہم ریش دل ۔۔۔ ہالہ ماہ ندرت پہ لاکھوں سلام

☆ اذا صمت فعلیه الوقار ـــــ جس وقت وہ خاموش ہوتا ہے تو اس پر وقار ہوتا ہے۔

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا ۔۔۔ چشمہ علم وحکمت پہ لاکھوں سلام

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

''واللہ یہ شخص قریش کا صاحب ہے' اگر میں اس شخص کو پاتا تو ضرور اس کا اتباع کرتا۔''

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں سے چلے گئے ــــ قریش کے چند لوگ ہمارے پاس آئے۔ ان میں ابوجہل بن ہشام بھی تھا۔ میں اس کے پاس نکل کے گئی ــــ اس لعین نے مجھے پوچھا:

''تمہارا باپ کہاں ہے؟''

میں نے کہا:

''واللہ میں نہیں جانتی' کہاں ہے۔''

☆ واذا تکلم سماء وعلا البهاء ــــ جس وقت وہ کلام کرتا ہے تو اپنے ساتھیوں/ دوستوں سے مرتفع اور بلند رہتا ہے۔

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں — اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

☆ وکان منطقه حزرات نظمن ینحدرن ــــ اس کی باتیں وہ جواہر ہیں جو آپس میں انتظام پائے ہوئے ہیں اور مسلسل اتر رہے ہیں۔

☆ حلوا المنطق ــــ شیریں گفتار ہے۔

اس کی پیاری فصاحت پہ بے حد درود — اس کی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام
اس کی باتوں کی لذت پہ لاکھوں درود — اس کے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

☆ فصل ولا نزر ولا حذر ــــ اس کا کلام حق اور باطل کے درمیان فاصل ہے۔ نہ قلیل الکلام ہے اور نہ زیادہ گو کہ جس سے مخاطب بے لطف ہو۔

☆ اجهر الناس واجمله من بعید ــــ دور سے وہ اجہر الناس اور اجمل الناس ہے اور قریب سے زیادہ شیریں اور احسن الناس ہے ــــ وہ میانہ قد ہے۔ قد کا طول اسے عیب نہیں لگاتا۔

سرتا بقدم تن سلطان زمن پھول — لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول، بدن پھول

☆ ولا تقتحمه عین من قصر ــــ اس میں کوتاہ قد کا عیب نہیں ہے کہ جس کے دیکھنے والے کی آنکھ اس سے تجاوز کر کے دوسرے کو دیکھے۔ اس کا قد ایسا نازک ہے کہ دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ ہے۔

طائران قدس جس کی ہیں قمریاں — اس سہی سرو قامت پہ لاکھوں سلام
تیرا قد تو نادر دہر ہے، کوئی مثل ہو تو مثال دے — نہیں پھولوں کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

☆ فهوا النظر الثالثه منظرا ــــ وہ شاخ تین شاخوں میں سے منظر میں تر و تازہ ہے۔

☆ واحسنهم قدا له ــــ اور آدمیوں سے قد میں احسن ہے۔

قد بے سایہ کے سایہ رحمت — ظل ممدود رافت پہ لاکھوں سلام

☆ رفقاء یحفون به ــــ اس کے ایسے رفیق ہیں کہ چار طرف سے اس کو گھیرے رہتے ہیں۔

☆ اذاقال استمعوا القوله ــــ جس وقت وہ بات کہتا ہے۔ اس کی بات فوراً سنتے ہیں۔

☆ واذا امر تبادر والی امره ــــ اور جس وقت وہ رفیقوں کو امر کرتا ہے تو وہ اس کے امر کی طرف سبقت کرتے ہیں اور دوڑتے ہیں۔

☆ محفود ــــ مخدوم

☆ محشود ــــ اس کے پاس لوگ جمع رہتے ہیں۔

☆ لاعابس ــــ وہ کسی کے ساتھ منہ نہیں بناتا۔

☆ ولامفند ــــ وہ کسی کو ملامت نہیں کرتا۔

یہ سن کر اس لعین' بدکلام و بدزبان و خبیث شخص نے میرے رخسار پر ایسا طمانچہ مارا جس سے میرے کان کا مندرا نکل پڑا۔۔۔۔۔ پھر وہ لوگ' پلٹ کے چلے گئے۔۔۔۔۔ جبکہ ہمیں یہ علم نہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کس طرف تشریف لے گئے ہیں۔

ایک مومن جن نے آپ کی خبر دی:

مومن جنوں میں سے ایک مرد اسفل مکہ سے آیا۔۔۔۔۔ لوگ اس کی آواز سنتے تھے لیکن اسے دیکھ نہیں سکتے تھے۔ وہ جن یہ اشعار پڑھتا تھا:

خبری الله رب الناس خير جزائه رفيقين حلا خيمتي ام معبد

اللہ تعالیٰ جو رب الناس ہے' ان دو رفیقوں کو اپنی اچھی جزا دے جو کہ ام معبد کے دو خیموں میں اترے' ایک روایت میں جزی اللہ خیرا او الجزاء بکفہ آیا ہے یعنی ان دونوں رفیقوں کو جزائے خیر دے۔ حال یہ ہے کہ جزا دینا اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے اور حلاء کی جگہ قالا آیا ہے جو قیلولہ سے مشتق ہے یعنی ان دونوں رفیقوں نے ام معبد کے دو خیموں میں قیلولہ کیا۔

هما نزلا بالبوثم ترحلا فافلح من امسى رفيق محمد

وہ دونوں رفیق نیکی کے ساتھ اترے۔ پھر انہوں نے کوچ کر دیا جو شخص محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا رفیق ہوا۔ اس نے فلاحیت پائی۔

فيا لقصى مازوى الله عنكم به من فعال لا تجازى وسودد

اے آل قصی! تم کیا اچھے ہو تم لوگوں سے اللہ تعالیٰ ان کرموں اور سرداری کو نہ لے جن کرموں کی برابری نہیں کی جاتی ہے یعنی ان کرموں اور سرداری کی کوئی کریم اور کوئی سردار برابری نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ اور اگر تجازی زائے معجمہ سے پڑھا جائے تو یہ معنی ہوگا کہ وہ کریم ایسے ہیں کہ جن کے عظیم ہونے کی وجہ سے ان کا بدلہ نہیں ہو سکتا

ليهن بنى كعب مكان فتا تهم ومقعدها للمئومنين بمرصد

بنی کعب کی جواں عورت کی بجائے بنی کعب کو چاہیے کہ مبارکباد دے۔۔۔۔۔ اور اس جواں عورت کے بیٹھنے کی جگہ بنی کعب کو مبارکباد دے کہ وہ مومنوں کے لیے انتظار کی جگہ ہے۔

سلوا اختكم عن شاتها واناتها فانكم ان تسالوا الشاة تشهد

اے بنی کعب تم اپنی بہن سے اس کی بکری اور اس کے دودھ کے برتن کا احوال پوچھو کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا بکری دودھ چند مرتبہ دوھا اور وہ برتن بھر گیا اور وہ لوگ سیراب ہو گئے۔۔۔۔۔ اگر تم اپنی بہن کا احوال بکری سے پوچھو گے تو وہ بکری خود گواہی دے گی۔

فغادرها رهنا لديها الحالب يرددها فى مصدر ثم مورد

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ام معبد سے غیر حاملہ بکری طلب فرمائی۔ آپ کے لیے بکری کے تھن نے وہ خالص دودھ جس میں مسکہ تھا' دیا۔

دعاها بشاة حايل فتحلبت   له بصريح ضرة الشاة مزيد

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس بکری کو ام معبد کے پاس دودھ دوہنے والے کے لیے رہن چھوڑ دیا۔ دودھ دوہنے والا اس بکری سے سرۃ بعد اخری دودھ دوہا کرتا تھا۔ اس سے دودھ کی کثرت مراد ہے۔

سراقہ سے حسن سلوک:

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سراقہ بن مالک آنکلا ـــــ وہ قریش کے تلاش کرنے والوں میں سے ایک تھا۔ وہ آگے بڑھا تو اس کے گھوڑوں کے پاؤں زمین میں دھنس گئے ـــــ سراقہ نے آنحضرت سے امان طلب کی اور اس نے کہا:

''میں جانتا ہوں کہ آپ دونوں صاحبوں نے مجھ پر بددعا کی ہے۔ آپ دونوں صاحب میرے لیے دعائے خیر کریں تاکہ میرے گھوڑے کے پاؤں زمین سے نکل آئیں ـــــ اس کے بدلے میں لوگوں کو آپ کی طرف سے پھیر دوں گا اور میں آپ دونوں صاحبوں کو ضرر نہ دوں گا۔''

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی اور اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین نے چھوڑ دیئے ـــــ سراقہ گھوڑے پر سوار ہو کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا ـــــ سراقہ نے کہا:

''اس وقت میں نے یہ شے دیکھی کہ میرے جی میں آیا کہ عنقریب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا امر ظاہر ہو جائے گا ـــــ اہل قریش نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جو ارادہ رکھتے تھے' انہیں اس سے مطلع کیا ـــــ پھر میں نے اپنا زاد اور سامان ان کے روبرو پیش کیا لیکن انہوں نے اس میں سے کوئی چیز نہیں لی۔''

سفر مدینہ میں ایک چرواہے کا قبول اسلام:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس راستہ سے گزر رہے تھے۔ اس راستہ میں ایک غلام بکریاں چرا رہا تھا۔ اس سے دودھ پلانے کے لیے فرمایا۔ اس غلام نے کہا:

''میرے پاس کوئی ایسی بکری نہیں ہے جو دوہی جا سکے۔ سوائے اس کے کہ یہاں وہ بکریاں ہیں جو اول برس حاملہ ہوئی تھیں۔ ان میں اب دودھ باقی نہیں رہا۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اسی کو لے آؤ۔''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بکری کے پاؤں اپنی پنڈلیوں اور رانوں کے درمیان دودھ دوہنے کے لیے رکھے اور اس کے تھن ملے اور دعا فرمائی۔ یہاں تک کہ وہ دودھ اتار لائی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سپر لائے۔ آپ نے اس

میں دودھ دوھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پلایا ـــــ پھر آپ نے دودھ دوہا اور اس چرواہے کو پلایا ـــــ پھر آپ نے دودھ دوہا اور خود نوش فرمایا ـــــ چرواہے نے کہا:

''آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ خبر دیجئے کہ آپ کون ہیں؟ ـــــ میں نے آپ کے مثل نہیں دیکھا۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''کیا تجھے خود پہ بھروسہ ہے کہ تو میرا راز چھپا سکے تاکہ میں تجھے خبر دوں؟''

اس غلام چرواہے نے کہا:

''ہاں میں آپ کا راز چھپا سکتا ہوں۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''محمد اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔''

اس غلام نے کہا:

''آپ وہی رسول ہیں جن کے بارے قریش یہ زعم کرتے ہیں کہ وہ صابی ہیں۔''

آپ نے فرمایا:

''قریش البتہ یہ بات کہتے ہیں (وہ جھوٹے ہیں)''

اس غلام نے کہا:

''میں یہ شہادت دیتا ہوں کہ آپ نبی ہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ جو شے آپ لائے ہیں' وہ حق ہے ـــــ جو کام آپ نے کیا ہے وہ سوائے نبی کے کوئی اور نہیں کر سکتا ـــــ میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تو آج کے دن میرے ہمراہ جانے کی ہرگز ہرگز قدرت نہیں رکھتا ہے۔ جس وقت تجھے یہ خبر پہنچے کہ میں نے ظہور کیا ہے تو ہمارے پاس آجانا۔''

مقام قبا میں تشریف آوری:

مدینہ میں مسلمانوں نے جب یہ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ سے نکل آئے ہیں ـــــ وہ روز ہر صبح کے تڑکے مقام حرہ کی طرف جاتے' آپ کی راہ دیکھتے اور آپ کا انتظار کرتے ـــــ جب دوپہر کو حرارت بڑھ جاتی تو شدید دھوپ کے باعث اپنے گھروں کو پلٹ آتے تھے ـــــ مدینہ کے مسلمانوں نے ایک دن خلاف معمول آپ کا زیادہ دیر تک انتظار کیا' پھر اپنے گھروں کو پلٹ آئے ـــــ اور اپنے گھروں میں آرام کیا ـــــ یہودیوں میں سے ایک شخص اپنے قلعوں میں سے کسی کام کے لیے چڑھا ـــــ وہ اس کام کی طرف دیکھ رہا تھا ـــــ اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو دیکھا کہ سپید کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور جلدی سے آرہے ہیں اور راستہ کا سراب ان کو اٹھا رہا ہے اور ظاہر کر رہا

ہے یعنی سراب میں ان لوگوں کے چلنے کی حرکت اس کی آنکھوں کو نظر آ رہی تھی۔۔۔ یہودی کو خود پر اختیار نہ رہا۔ اس نے اپنی بلند آواز سے پکارا:

''اے بنی قیلہ![۲۲۷] تمہارا خط اور تمہارا مطلوب آ گیا''۔

بنی قیلہ یعنی اوس اور خزرج اپنے ہتھیاروں کے ساتھ سرعت سے نکلے اور آپ سے ملاقات کی۔۔۔ آپ قبا میں عمرو بن عوف کے پاس اترے۔۔۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں سے ملاقات کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خاموش بیٹھ گئے۔۔۔ انصار میں سے جن آدمیوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا' وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سلام علیک کرتے تھے' وہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر گمان کرتے تھے۔۔۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر دھوپ آ گئی۔۔۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور انہوں نے اپنی چادر سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر سایہ کیا۔ اس وقت لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانا۔

اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دھوپ لگتی تھی اور اس سے پہلے آ چکا ہے کہ دھوپ کے وقت آپ کے لیے ابر اور ملائکہ سایہ فگن رہتے تھے۔ یہ امر مبعوث ہونے سے پہلے تھا جیسا کہ یہ اپنی جگہ پر صریح طور پر واقع ہوا ہے۔

ماہ ربیع الاول میں مدینہ منورہ تشریف آوری:

یہ امر طے ہے کہ آپ مدینہ میں ماہ ربیع الاول میں تشریف لائے لیکن اس کی تاریخ میں اختلاف ہے اور اس بارے مختلف روایتیں ہیں:

- آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مدینہ میں آنا ہلال ربیع الاول کے وقت ہوا یعنی ماہ ربیع الاول کے اول دن۔۔۔ (موسیٰ بن عقبہ)
- آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ماہ ربیع الاول کی دو راتیں گزرنے کے وقت مدینہ میں تشریف لائے تھے۔۔۔ (ابن اسحاق)
- دوشنبہ کی رات کو تشریف لائے تھے۔۔۔ (ابو معشر)
- آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ماہ ربیع الاول کی بارہ راتیں گزرنے کے وقت میں تشریف لائے تھے۔۔۔ (ابن سعد)
- ربیع الاول کی تیرہ تاریخ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تھے۔۔۔ (کتاب' شرف المصطفیٰ)

---

۲۲۷ قیلہ۔۔۔ اوس اور خزرج کی والدہ ہے۔

یہ قول اپنے اور اپنے پہلے قول میں اس طرح جمع کرتا ہے کہ ہلال کی روایت میں اختلاف پر محمول کیا جائے ـــــ یعنی آپ مدینہ منورہ میں ہلال کے وقت تشریف لائے یا ربیع الاول دو راتیں گزرنے کے وقت تشریف لائے ـــــ اور آخری دو قول یہ ہیں کہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ گزرنے کے وقت تشریف لائے یا ربیع الاول کی تیرہ تاریخ کو تشریف لائے۔

- جس وقت آفتاب آخر وقت کو پہنچا تھا' دھوپ کی حرارت شدید تھی ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس وقت مدینہ میں تشریف لائے' ربیع الاول کی بارہ راتیں گزر گئی تھیں اور دوشنبہ کا دن تھا ـــــ (امام نووی ـــــ کتاب الیسر)
- آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دوشنبہ کے دن ربیع الاول کے اول دن غار سے نکلے اور ربیع الاول کی بارہ راتیں گزرنے کے وقت جمعہ کے دن مدینہ میں داخل ہوئے ـــــ (ابن الکلبی)
- ربیع الاول کی دو راتیں گزری تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے ـــــ (ابن جوزی)
- بائیس راتیں گزرنے کے وقت مدینہ میں تشریف لائے ـــــ (بیہقی)

یہ روایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے موافق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قبا میں چودہ رات قیام فرمایا ـــــ اسے ان کے اس قول کے ساتھ شامل کیا جائے۔

- آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ سے ایسے حال میں نکلے کے ماہ صفر کی تین راتیں باقی رہی تھیں ـــــ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خروج پنج شنبہ کے دن اور غار میں قیام جمعہ اور شنبہ اور ایک شنبہ کی رات میں ہوگی اور غار سے خروج دوشنبہ کی رات کو ہوگا ـــــ

سابق میں جو مختلف اقوال آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خروج کے بارے میں آئے ہیں' اس میں جمع کی صورت جو بتائی گئی ہے' یہ روایت اس جمع کے موافق ہے اور ابن حزم نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے حال میں مکہ معظمہ سے نکلے تھے کہ ماہ صفر کی تین راتیں باقی رہ گئی تھیں ـــــ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ان کے خروج کے بعد مکہ میں تین دن قیام کیا ـــــ پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دوشنبہ کے دن سترہ یا اٹھارہ ربیع الاول کو قبا میں پالیا ـــــ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے قیام کی مدت قبا میں ایک رات یا دو راتیں تھیں ـــــ

تاریخ ہجری کا آغاز:

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قبا میں تاریخ لکھنے کے لیے امر فرمایا ـــــ ہجرت کے وقت سے تاریخ لکھی گئی ـــــ اور یہ کہا گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اول شخص ہیں جنہوں نے تاریخ لکھی ہے اور تاریخ ماہ محرم سے مقرر کی ہے ـــــ (بروایت حاکم)

قبا میں قیام کی مدت:

اس بارے میں بھی مختلف روایات ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قبا میں کتنے دن قیام فرمایا:

- نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قبا میں بنی عمرو بن عوف میں بائیس رات قیام فرمایا۔
- بنی عمرو بن عوف میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چودہ راتیں ٹھہرے ـــــــ (صحیح مسلم)
- آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دوشنبہ' سہ شنبہ' چہار شنبہ اور پنج شنبہ کو قیام فرمایا۔

مسجد قبا کی بنیاد:

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قبا کی اس مسجد کی بنیاد ڈالی جس کی اساس تقویٰ پر ہے ـــــــ یہ صحیح قول پر ہے۔

- مسجد قبا اول وہ مسجد ہے جو اسلام میں بنائی گئی ہے۔
- اور اول وہ مسجد ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو جماعت سے ظاہری طور پر نماز پڑھائی ہے۔
- مسجد قبا وہ اوّل مسجد ہے جو عام مسلمانوں کی جماعت کے لیے بنائی گئی ہے۔

مساجد میں سے مسجد قبا کے سوا کسی مسجد کی بنا متقدم ہوئی ہو جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مکان میں مسجد تعمیر کی تھی ـــــــ لیکن جس خصوصیت سے یہ مسجد آپ نے تعمیر فرمائی اور مسجد اس مسجد کے برابر نہیں ہوسکتی۔

مسجد جمعہ کی بنیاد:

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن قبا سے اس وقت نکلے کہ دن بلند ہوگیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بنی سالم بن عوف میں جمعہ کی نماز کا وقت آ گیا ـــــــ مسلمانوں میں سے جو لوگ اس وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' ان کی تعداد سو تک تھی۔ آپ نے ان کو وادی رانوناء کے بطن میں نماز پڑھائی ـــــــ مسجد کا نام غبیب اور وادی کا نام ذی صلب ہے ـــــــ جمعہ کی نماز کی وجہ سے اس مسجد کا نام مسجد جمعہ رکھا گیا ـــــــ یہ مسجد غبیب ایک چھوٹی سی مسجد ہے جو پتھروں سے نصف قد آدم بنائی گئی ہے ـــــــ جو شخص مسجد قبا کی طرف جانے والا ہو' اس کے دائیں طرف وہ مسجد واقع ہوتی ہے۔

مسجد جمعہ سے مدینے کا سفر:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے اونٹ پر جمعہ کی نماز کے بعد ایسے حال میں سوار ہوئے کہ مدینہ کی طرف متوجہ تھے ـــــــ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ کو جب تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا ردیف کر لیا تھا ـــــــ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بوڑھے تھے اور جانے پہچانے تھے کہ مکہ سے مدینہ کو تجارت کے لیے آنا جانا رہتا تھا ـــــــ جبکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جوان تھے اور پہچانے نہیں جاتے تھے (مکہ سے سفر کیے آپ کو ایک مدت گزر گئی تھی) ـــــــ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی ملتا تو وہ پوچھتا:

''اے ابوبکر! یہ کون مرد ہے جو تمہارے سامنے ہے؟''

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے جواب دیتے کہ:

''یہ مرد مجھے راستہ کی ہدایت کرتا ہے۔''

وہ مردگمان کرتا کہ حضرت ابوبکر ظاہری راستہ سے مراد رکھتے ہیں یعنی جو لوگوں کی آنے جانے کی راہ ہے۔۔۔۔ جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد سبیل خیر سے تھی کہ وہ راہ اسلام ہے۔۔۔۔ ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

''مجھے آدمیوں سے مشغول رکھو۔''

جس وقت کوئی شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھتا کہ آپ کون ہیں؟۔۔۔۔ تو وہ کہتے کہ باغی حاجت ہوں یعنی طالب حاجت ہوں۔۔۔۔ جس وقت ان سے پوچھا جاتا کہ

''آپ کے ساتھ یہ کون شخص ہے؟''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے:

یهدینی السبیل۔۔۔۔ یعنی مجھے راستہ بتاتا ہے۔

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں میں مشہور آدمی تھے۔۔۔۔ جس وقت کوئی ملنے والا ان کو دیکھتا' وہ ان سے پوچھتا:

''یہ کون شخص ہے جو تمہارے ساتھ ہے؟''

حضرت ابوبر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے کہتے:

هذا یهدینی الطریق۔۔۔۔ اس قول سے دین کی ہدایت کا ارادہ کرتے تھے۔۔۔۔ پوچھنے والا شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رہبر گمان کر لیتا تھا۔۔۔۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل مدینہ کے نزدیک معروف تھے۔ اس لیے کہ وہ اپنے سفر تجارت میں اہل مدینہ کے پاس سے گزر کے جایا کرتے تھے۔۔۔۔ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بوڑھے نہیں ہوئے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عمر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑے تھے۔۔۔۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جن آدمیوں نے ہجرت کی تھی' ان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جس کے سیاہ بالوں میں سپیدی مخلوط ہو یعنی کھچڑی بال ہوں۔

مدینہ میں آپ کی قیام گاہ:

جس وقت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انصار کے مکانوں میں سے کسی مکان پر سے گزر فرماتے وہ لوگ آپ کو اپنے پاس قیام کرنے کی غرض سے بلاتے اور عرض کرتے:

''یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) قوت اور منعت کی طرف تشریف لائیں۔''

یعنی عزت اور اس کی جماعت کی طرف آپ آئیں جو کہ آپ کو دشمنوں سے روکنے والی ہوگی اور آپ کی حمایت کرے

گی ــــــ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہر ایک کو یہ جواب فرماتے:

''تم میری اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو' اس لیے کہ یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اونٹنی کی مہار ڈھیلی چھوڑ دی تھی اور آپ اسے حرکت نہیں دیتے تھے اور وہ اونٹنی دائیں اور بائیں طرف دیکھتی جاتی تھی ــــــ چلتے چلتے مالک بن النجار کے مکان کے پاس آئی مسجد کے دروازہ پر بیٹھ گئی ــــــ وہ جگہ سہل اور سہیل رافع بن عمرو کے بیٹوں کا مربد تھا۔۲۳۸ ــــــ ان دونوں کی پرورش معاذ بن عفرا یا اسعد بن زرارہ کیا کرتے تھے ــــــ یا دونوں پرورش کرتے تھے ــــــ اسعد کی نسبت راجح روایت یہ ہے کہ

پھر وہ اونٹنی ایسے حال میں اٹھی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس پر سوار تھے' آخرکار حضرت ابو ایوب الانصاری کے دروازہ پر بیٹھ گئی ــــــ پھر وہاں سے اٹھی اور پہلے جہاں بیٹھی تھی' اس جگہ پر بیٹھ گئی اور اپنی گردن کا باطن حصہ زمین پر ڈال دیا یا جس جگہ سے کہ اونٹ ذبح کیا جاتا ہے' اس آگے کے حصہ کو زمین پر ڈال دیا اور منہ کھولے بغیر اس نے آواز کی ــــــ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اونٹنی سے اتر پڑے اور فرمایا۔

''اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یہی ٹھہرنے کی جگہ ہے۔''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم سے حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کا سامان اٹھایا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے مکان میں لے گئے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔

بنی نجار کا مکان انصار کے مکانوں میں اوسط اور ان مکانوں سے افضل تھا ــــــ بنی نجار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دادا عبدالمطلب کے ماموں تھے ــــــ صحیح بخاری میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ جس وقت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ میں تشریف لائے' میرے پاس اترے۔ میں مکان کے اوپر تھا جبکہ میں نے اپنی زوجہ ام ایوب سے تنہائی کی' میں نے اس سے کہا کہ

''اوپر رہنے میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہم سے زیادہ حق رکھتے ہیں۔ آپ کے پاس ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور آپ پر وحی نازل ہوتی ہے۔''

وہ رات اس فکر سے نہ میں نے آرام سے گزاری اور نہ ام ایوب نے۔ صبح میں اٹھا تو میں نے عرض کی:

''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! آج کی رات نہ میں آرام سے سویا اور نہ ام ایوب۔''

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا:

''اے ابو ایوب! ایسی حالت کس لیے رہی؟''

میں نے عرض کی:

''اوپر رہنے کے لیے آپ ہم سے زیادہ حق رکھتے تھے' آپ کے پاس ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ آپ پر وحی نازل ہوتی ہے۔''

---

۲۳۸ مربد ــــــ بکسر اول، اونٹوں کے روکنے کی جگہ، خرما اور خرمن خشک کرنے کی جگہ۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

''نیچے کی جگہ ہمارے ساتھ زیادہ موافق ہے۔''

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی:

''یہ نہ ہوگا کہ آپ نیچے رہیں ـــــ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں اس چھت پر کبھی نہ رہوں گا جس کے نیچے آپ رہیں گے۔'' (حاکم)

ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ والا مکان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذاتی مکان ہے:

وہ مکان جو ابوایوب کا ہے' اس کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تبع اول نے اس وقت بنایا تھا جس وقت مکہ معظمہ سے پلٹ کر مدینہ میں گزرا تھا۔ اس نے چار سو عالم مدینہ میں چھوڑے تھے اور اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک خط لکھا تھا ـــــ وہ خط ان علماء میں سے جو کبیر تھا' اسے دیا تھا اور اسے تاکید کی تھی کہ وہ خط نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دے۔ اگر وہ آپ کا زمانہ پائے یا اس کی اولاد میں سے کوئی شخص آپ کا زمانہ پائے تو وہ خط آپ کو دے دے ـــــ مالک ہونے والے اشخاص باری باری سے اس مکان کے مالک ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ وہ مکان ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تصرف میں آ گیا ـــــ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس عالم کبیر کی اولاد میں سے جس کو تبع نے اپنا خط رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچانے کے لیے دیا تھا ـــــ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ اہل مدینہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نصرت دی ہے ـــــ انہی چار سو علماء کی اولاد سے ہیں ـــــ اس صورت میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے ذاتی مکان میں ٹھہرے نہ کہ اپنے غیر کے مکان میں ـــــ اسی طرح اس واقعہ کو تحقیق لنصرۃ میں بیان کیا ہے ـــــ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے سے اہل مدینہ مسرور ہو گئے اور مدینہ آپ کے تشریف لانے سے منور ہو گیا اور دلوں میں سرور آ گیا ـــــ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو مدینہ کی ہر ایک شے مدینہ سے منور ہو گئی۔

آپ کے مدینہ تشریف لانے پر عورتوں کا اظہار مسرت:

پردہ نشین عورتیں آپ کے تشریف لانے کے وقت اپنے اپنے مکان کی چھتوں اور کوٹھوں پر چڑھ گئیں اور یہ اشعار کہتی تھیں

طلع البدر علینا   من ثنیات الوداع

ہم لوگوں پر چودھویں رات کا چاند ثنیات الوداع سے طلوع ہوا ہے۔ آپ کو حسن و جمال اور کمال ظاہری اور باطنی کے انوار سے چودھویں رات کا چاند قرار دیا ہے کہ انوار کمال میں کامل ہوتا ہے۔

وجب الشکر علینا   ما دعا للہ داع ۲۳۹

۲۳۹ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ میں تشریف آوری پر لڑکیوں کے ان اشعار پڑھنے کی بیہقی نے ''دلائل'' ابوالحسن مقری نے ''کتاب الشمائل'' اور طبری نے ''الریاض'' میں روایت کیا ہے۔

ہم لوگ پر آپ کی تشریف لانے کا شکر واجب ہوا ہے۔ جب تک دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا رہے یعنی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہم پر واجب ہے۔

جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازہ پر بیٹھ گئی۔ بنی نجار کی لڑکیاں اپنے گھروں سے دف لے کر نکلیں۔ وہ یہ شعر پڑھتی تھیں:

نحن جوار من بنی نجار　　　یا حبذا محمد من جار

ہم بنی نجار کی جوان لڑکیاں ہیں ـــــ اے ہماری قوم! محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے کیا اچھے ہمسائے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان لڑکیوں سے پوچھا:

''کیا تم مجھے دوست رکھتی ہو؟'' ـــــ انہوں نے کہا:

''بے شک یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہم آپ کو دوست رکھتے ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان لڑکیوں سے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ میرا قلب تم لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔'' (طبرانی' معجم صغیر)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے کے وقت لڑکے اور خادم راستوں میں پھیل گئے' وہ یہ ندا کرتے تھے:

''محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آئے ـــــ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آئے۔''

حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اشعار:

مدینہ پہنچ کر حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بخار آ گیا۔ جس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بخار آ جاتا تو وہ یہ شعر پڑھتے تھے:

کل امرئی مصبح فی اهله　　　والموت ادنی من شراك نعله

ہر ایک مرد کو صبحك الله بالخیر ہر ایک صبح کے وقت کہتے ہیں اور وہ اپنے اہل میں صاحب نعمت ہوتا ہے اور موت اس سے زیادہ قریب ہوتی ہے کہ اس کی جوتی کا تسمہ اس کے پاؤں سے قریب ہوتا ہے۔

حضرت بلال کی یہ حالت تھی کہ جس وقت بخار ان کو چھوڑ دیتا' وہ اپنی آواز بلند کرتے اور یہ اشعار پڑھتے تھے۔

الا لیت شعری هل ابتین لیلة　　　بوادو حولی اذخر و جلیل

کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ میں کسی رات وادی مکہ میں ایسے حال میں رہا ہوں کہ میرے اطراف اذخر کا جو خوشبودار گھاس ہے اور جلیل جو نازک نبات ہے' رہی ہو یعنی میں نے عیش سے رات گزاری ہو۔

وهل اردن یوما میاه مجنة　　　وهل یبدون لی شامة وطفیل

کیا میں کسی دن مجنتة کے چشموں پر وارد ہوں گا ___ اور کیا شامہ اور طفیل میرے لیے ظاہر ہوں گے ___ شامہ اور طفیل مکہ میں دو پہاڑوں کے چشمے ہیں۔

اے میرے اللہ! تو شیبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت کر اور انہیں اپنی رحمت سے خارج کر دے۔ اس لیے کہ انہوں نے ہمیں ہماری زمین سے ایسی سرزمین کی طرف نکالا ہے جس میں وباء ہے۔

مدینہ کیلئے دعائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی:

اللھم حبب الینا المدینة کحبنا مکه او اشد اللھم بارك لنا فی صاعنا ومدنا وصححالنا وانقل حماها الی الحجفة

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ مدینہ میں ایسے حال میں آئے کہ اللہ تعالیٰ کی کل زمین سے مدینہ میں وباء زیادہ تھی ___ اور وادی بطحان ایسے پانی کو جاری کرتی تھی جو رنگ و بو میں متغیر تھا جسے سڑا کہنا چاہیے۔

مدینہ کیلئے دعائے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا مانگی:

اللھم ارزقنی شھادة فی سبیلك واجعل موتی فی بلد بلاد رسولك

آپ نے حضرت ابوایوب کے ہاں کتنا عرصہ قیام فرمایا:

اس بارے میں تین مختلف روایتیں ہیں کہ آپ نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں کتنا عرصہ قیام فرمایا:

- سات ماہ (صحیح بخاری)
- ایک ماہ (دولابی)
- دوسرے سنہ کے ماہ صفر تک

ثنیۃ الوداع:

ثنیۃ الوداع مدینہ سے باہر وہ مقام ہے جہاں سے جانے والوں کو رخصت کیا جاتا ہے اور مدینہ آنے والوں کو خوش آمدید کہا جاتا۔

ثنیۃ الوداع ایک قدیم اسم ہے ___ جس وقت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تھے تو انصاری عورتوں نے یہ شعر پڑھا:

طلع البدر علینا   من ثنیات الوداع

ثنیہ الوداع سے متعلق مختلف روایتیں ہیں:

- ثنیۃ الوداع کا نام اس لیے ثنیۃ الوداع رکھا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعض سفروں

میں کہ (وہ غزوہ تبوک ہے) بعض مدینہ کے رہنے والوں کو وہاں سے رخصت فرمایا ہے۔

- آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے بعض لشکروں کی ثنیۃ الوداع تک مشائعت کی ہے اور اس لشکر کو وہاں سے رخصت کیا ہے۔
- قدیم عہد میں مدینہ سے مسافر کو ثنیۃ الوداع تک مشائعت کیا جاتا تھا اور اس کے پاس سے رخصت کیا جاتا تھا۔۔۔۔ (قاضی عیاض)
- اہل مدینہ حجاج اور غازیوں کی ثنیۃ الوداع تک مشائعت کیا کرتے تھے اور ان کو اس کے پاس رخصت کیا کرتے تھے اور ثنیۃ الوداع کی طرف آنے والوں کی ملاقات کے وقت نکلا کرتے تھے۔۔۔۔ (ابن بطال)
- رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جب تبوک سے تشریف لائے تو مدینہ سے آدمی نکلے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ثنیۃ الوداع کے مقام سے ملاقات کرتے تھے۔ (صحیح بخاری' سنن ابی داؤد' ترمذی شریف)
- شام کے ناحیہ سے مکہ آنے والا شخص ثنیۃ الوداع کو نہیں دیکھتا ہے اور اس کی طرف نہیں جاتا ہے۔۔۔۔ لیکن مکہ سے آنے والا شام کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔۔۔۔ ثنیۃ الوداع کی طرف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا تشریف لانا واقع نہیں ہوا ہے کیونکہ اس وقت آپ تبوک سے آئے تھے۔۔۔۔ (ابن القیم)
- احتمال ہوتا ہے کہ وہ ثنیۃ جو ہر ایک طرف سے ہے اور اس کی طرف مشائعت کرنے والے آدمی پہنچتے ہیں۔ اس کا نام ثنیۃ الوداع کہتے ہوں۔۔۔۔ (ابن العراقی)

مسجد نبوی کی تعمیر:

پہلے پہل تو معاملہ یہ رہا کہ جس جگہ نماز کا وقت آجاتا' نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نماز پڑھ لیتے تھے۔۔۔۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسجد شریف کی تعمیر کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا:

''اے بنی نجار! تم اپنے باغ کی قیمت مقرر کرو۔''

انہوں نے عرض کیا:

''ہم اللہ تعالیٰ سے اس کی قیمت طلب نہیں کرتے ہیں۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بغیر قیمت جگہ لینے سے انکار فرمایا اور اس باغ کو دس دینار کے بدلے خرید فرما لیا۔۔۔۔ وہ دینار آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال سے ادا فرمائے۔۔۔۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا تمام مال لے کر مکہ سے نکلے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسجد نبوی کی جگہ میں کھجور کے درخت کچھ ویران جگہ اور مشرکین کی قبریں تھیں۔۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم سے مشرکین کی قبریں کھود کر ان کی ہڈیاں نکال دی گئیں' کھجور کے درخت کاٹ دیئے گئے اور ویرانہ سمیت ساری جگہ کو ہموار کر دیا گیا۔۔۔۔ پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے

ینٹوں کے لیے ارشاد فرمایا۔ چنانچہ اینٹیں لے کر مسجد بنائی گئی ــــ کھجور کے شاخوں سے اس کی چھت بنائی گئی اور کھجور کے
نوں سے اس کے ستون بنائے گئے۔

اس مسجد کی تعمیر میں مسلمانوں نے کام کیا ــــ حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو دو اینٹیں ایک جگہ سے دوسری
جگہ اٹھا رہے تھے ــــ ایک اینٹ اپنی طرف سے اور ایک اینٹ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ــــ نبی
اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''لوگوں کے لیے ایک اجر ہے اور تمہارے لیے دو اجر ہیں اور دنیا سے تمہارا آخری زاد ایک گھونٹ دودھ ہے ــــ اور
تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا۔''

ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی اس مسجد شریف میں لوگوں کے ساتھ اینٹیں اٹھاتے
تھے ــــ اور دوران یہ فرماتے تھے:

هذا الحمال لا حمال خيبرا　　　هذا بررينا واطهر

''یہ بوجھ خیبر کا بوجھ نہیں ہے' اینٹوں کا بوجھ ہے ــــ اے ہمارے رب! یہ بوجھ زیادہ نیک اور اطہر ہے ــــ خیبر کے
بوجھ سے مراد تمر دخرما ہے کہ وہاں کثرت سے پیدا ہوتے ہیں اور آدمی اور اونٹ ان کو اٹھا کے لاتے ہیں۔''

اللهم ان الاجر اجر الاخرة　　　فارحم الانصار والماجهرة

''اے میرے اللہ! اجر تو آخرت کا اجر ہے ــــ تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما ــــ کہ وہ تیرے دین کا کام مشقت
سے کر رہے ہیں تو ان کو اس کام کا اجر آخرت میں عطا فرما۔

کتاب ''تحقیق النصرۃ'' میں ہے کہ اینٹیں اٹھاتے وقت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر مبارک رکھ
دی ــــ لہٰذا صحابہ نے بھی اپنی اپنی چادریں رکھ دیں اور وہ بھی شعر پڑھتے جاتے تھے۔

لئن قعدنا والنبی یعمل　　　ذاك اذا للعمل مضلل

اگر ہم ایسے حال میں بیٹھ جائیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کام کر رہے ہیں ــــ کام کرنے کی بجائے ہمارا
بیٹھ جانا ہمارے عمل کو بے کار و ضائع کرنے والا ہے۔

دوسرے صحابہ یہ شعر پڑھتے تھے:

لایستوی من تعمیر المساجدا　　　یداب فیھا قایما وقاعدا

ومن یری عن التراب حایدا

''جو شخص مسجدوں کی تعمیر کرتا ہے اور اپنے عمل میں کوشش کرتا ہے۔ ایسے حال میں کہ وہ کھڑا ہوتا ہے اور بیٹھا ہوتا ہے۔ وہ
شخص کہ مٹی سے بچتا ہے۔ وہ اس تعمیر کرنے والے کے برابر نہیں ہوتا۔

مسجد کا قبلہ قدس متعین کیا گیا ــــ مسجد کے تین دروازے قائم کیے گئے:

- ایک باب مسجد کے آخر بنایا گیا ـــــ اسے باب آل عثمان بھی کہتے ہیں۔
- ایک باب الرحمہ جسے باب عاتکہ بھی کہا جاتا ہے۔
- ایک وہ باب جس سے آدمی مسجد میں داخل ہوتا ہے۔

مسجد کا طول اس جگہ سے جو قبلہ سے ملی ہوئی ہے' مسجد کے آخر تک ایک سو ہاتھ رکھا گیا ـــــ اور دونوں جانب میں عرض اس کے مثال رکھا گیا یعنی مربع بنائی گئی ـــــ یا طول سے عرض کم رکھا گیا ـــــ اور مسجد کی بنیاد تین ہاتھوں کے قریب رکھی گئی اس کے پہلو میں اینٹوں سے دو مکان بنائے گئے اور ان کی چھت کھجور کے تنوں اور کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسجد کی تعمیر سے فارغ ہو گئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے اس حجرہ میں جو مسجد سے ملا ہوا تھا' مسجد تک راستہ بنا دیا ـــــ اور حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس آخر مکان میں رکھا جو مسجد سے ملا ہوا اس باب تک ہے جو باب آل عثمان سے ملا ہوا ہے ـــــ پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان سے ان مکانوں میں تشریف لے گئے جن کو آپ نے مسجد نبوی کے ساتھ بنایا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارث' حضرت ابو رافع کو مکہ بھیجا تا کہ وہ حضرت فاطمہ' حضرت ام کلثوم' حضرت سودہ بنت زمعہ' حضرت اسامہ بن زید اور حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مدینہ لے آئیں ـــــ ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر والوں کو مدینہ لے گئے۔

اصحاب صفہ:

مسجد نبوی میں ایک سایہ دار جگہ تھی ـــــ اس جگہ مساکین ٹھکانا کرتے تھے ـــــ اس جگہ کا نام صفہ تھا ـــــ اور وہاں رہنے والوں کو اصحاب صفہ کہا جاتا تھا ـــــ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اصحاب صفہ کو رات کے وقت بلاتے اور انہیں اپنے اصحاب پر تقسیم فرما دیتے تھے اور وہ اصحاب ان اصحاب صفہ کو کھانا کھلاتے تھے ـــــ انہی اصحاب صفہ میں سے ایک طائفہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عشاء کا کھانا کھاتا تھا۔

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اصحاب صفہ سے ستر مردوں کو دیکھا۔ ان میں سے کسی کے بدن پر ایک چادر ہوتی ـــــ کسی کے فقط ایک تہبند ہوتا یا فقط ایک کمبل ـــــ جس کو وہ ستر پوشی کے لیے اپنی گردن میں باندھ لیتے تھے ـــــ ان کمبلوں میں ایسا کمبل ہوتا جو نصف پنڈلی تک پہنچتا ـــــ اور انہی کمبلوں میں سے وہ کمبل ہوتا جو ٹخنوں تک پہنچتا تھا۔ اس کو آدمی اپنے ہاتھ سے جمع کر کے اس کراہت سے پکڑے رہتا کہ اس کی شرم گاہ نظر نہ آئے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اصحاب صفہ ستر سے زائد تھے ـــــ اور جنہیں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا ہے' وہ ان ستر کے سوا تھے جنہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ بیر معونہ میں بھیجا تھا۔ یہ بھی اصحاب صفہ میں سے تھے لیکن یہ لوگ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے شہید ہو گئے تھے۔

منبر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن کھجور کے تنے کے پاس کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا کرتے تھے ـــــ آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ کھڑا رہنا مجھ پر دشوار ہو گیا ہے ـــــ چنانچہ آپ کے لیے منبر بنایا گیا ـــــ یہ منبر میمون مولی سعد بن عبادہ کی بیوی نے تیار کیا

کھجور کے تنے کا رونا ہجرت کے سال میں واقع ہوا ہے ـــــ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس وقت اوس وخزرج دونوں قبیلوں کے آدمیوں میں ایک دوسرے پر غضب اٹھا۔ یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ آپس میں قتال کریں ـــــ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے ـــــ دونوں قبیلوں کی باتیں سن کر آپ منبر پر سے اتر آئے ـــــ اور ان کے ساتھ آپ نے مہربانی فرمائی کہ وہ دونوں گروہ خاموش ہو گئے اور انہوں نے دشمنی چھوڑ دی۔

ابن سعد نے قطعی طور پر کہا ہے کہ منبر ہجرت کے ساتویں سال میں بنایا گیا ہے ـــــ بعض اہل سیرت سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس سے پہلے کہ لکڑی کے منبر کو لیں' آپ مٹی کے منبر سے خطبہ پڑھا کرتے تھے ـــــ البتہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس وقت خطبہ ارشاد فرماتے تھے' درخت کے تنے سے ٹیک لگا لیتے تھے۔

انصار ومہاجرین میں بھائی چارہ (مواخات):

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ میں تشریف لائے ہوئے پانچ ماہ ہوئے تھے۔ جب آپ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخاۃ قرار دی ـــــ یہ نوے (90) مرد تھے ـــــ ہر ایک طائفہ پینتالیس مردوں کا حق اور مواساۃ اور توارث پر تھا یعنی آپس میں ہمدرد اور شریک احوال اور شریک اموال اور ایک دوسرے کی میراث پانے کے باہم مستحق قرار دیے گئے تھے۔

مہاجرین اور انصار ایسی ہی معاشرت رکھتے تھے حتیٰ کہ جنگ بدر کے بعد یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی:

والوالارحام بعضھم اولٰی ببعض آخر ـــــ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کے آٹھ ماہ بعد یا نویں مہینہ کے آغاز پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بیاہ کر اپنے گھر لائے ـــــ ایک اور روایت کے مطابق ہجرت سے اٹھارہ ماہ بعد شوال کے مہینہ میں بیاہ کے لائے۔

اذان کی ابتداء:

سیرت کی کتابوں میں ہے کہ نماز کے لیے نمازی کسی کے بلانے کے بغیر نماز کے اوقات میں جمع ہوا کرتے تھے ـــــ اذان کی ابتدا ہجرت کے دوسرے سال میں ہوئی ـــــ

ایک روایت میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کے لیے **الصلوٰۃ جامعۃ** کی ندا سے بلایا کرتے تھے ـــــ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا کہ لوگوں کو نماز کے لیے کس طریق سے جمع کیا جائے ـــــ

اس بارے میں مختلف تجاویز پیش کی گئیں:

- بعض اصحاب نے کہا کہ جیسے نصاری ناقوس بجاتے ہیں' نماز کے وقت ناقوس بجائی جائے۔
- یہ کہ جیسے یہود بوق پھونکتے ہیں' نماز کے وقت بوق پھونکا جائے۔
- یہ کہ آگ بھڑکا کر اسے بلند کیا جائے۔ لوگ آگ دیکھ کر نماز کے لیے آئیں گے۔

یہ سب باتیں چونکہ دوسروں کے لیے خاص تھیں اور ان کی شناخت تھی' اس لیے چاہیے تھا کہ اہل اسلام کے لیے کوئی جداگانہ طریقہ ہو' کوئی منفرد انداز ہو ـــــ اس کے لیے مختلف صحابہ کرام کو خواب میں اذان کے لیے رہنمائی کی گئی جبکہ اذان اور اقامت کے الفاظ تعلیم کیے گئے ـــــ خواب کے ذریعے ان صحابہ کرام کو اذان کی تعلیم دی گئی:

- حضرت عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبد ربہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ـــــ (اوسط از طبرانی)

کچھ روایات میں تعداد زیادہ بیان کی گئی ہے۔ مثلاً

- تیرہ صحابہ کرام نے اذان کو خواب میں دیکھا ـــــ (وسیط از امام غزالی علیہ الرحمہ)
- چودہ صحابہ کرام نے اذان کو خواب میں دیکھا ـــــ (شرح التنبیہ از جیلی علیہ الرحمہ)
- سات انصار نے اذان کو خواب میں دیکھا ـــــ (سیرت مغلطائی)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں امام احمد کے نزدیک یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خواب میں ایک مرد کو دیکھا۔ اس نے حضرت عبداللہ کو اذان اور اقامت سکھلائی ـــــ جبکہ وہ صبح کو اٹھے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا خواب بیان کیا۔ آپ نے کہا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) میں نے خواب میں دیکھا ہے بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ میں سو نہیں رہا تھا بلکہ بیدار تھا ـــــ میں نے ایک شخص کو دیکھا اس کے جسم پر دو سبز کپڑے تھے۔ اس نے رو بہ قبلہ ہو کر دو بار اللہ اکبر اللہ اکبر کہا ـــــ یہاں تک کہ وہ اذان سے فارغ ہو گیا۔''

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''انشاء اللہ یہ سچا خواب ہے ـــــ تم بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور ان کو اذان کے الفاظ بتلاؤ تاکہ وہ اذان دیں ـــــ اس لیے کہ بلال تم سے آواز میں احسن ہیں اور ان کی آواز تمہاری آواز سے بلند ہے۔''

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں بلال کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور انہیں اذان بتلا رہا تھا اور وہ اذان دے رہے تھے۔

ابن اسحٰق کی روایت میں اس سے قدرے مختلف ہے کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خواب اس طرح سے ہے کہ میں سو رہا تھا کہ ایک مرد میرے گرد پھر رہا تھا' اس کے ہاتھ میں ایک ناقوس تھا ـــــ میں نے اسے کہا کہ:

''اے اللہ کے بندے! کیا تو اس ناقوس کو بیچتا ہے۔''
اس نے مجھ سے پوچھا کہ تو اس ناقوس کو کیا کرے گا ـــــ میں نے کہا کہ اس سے ہم لوگوں کو نماز کے لیے بلائیں گے ـــــ اس نے مجھ سے کہا:
''کیا میں اس شے پر تیری رہنمائی نہ کروں جو تیرے لیے ناقوس سے اچھی ہے؟''
میں نے کہا:
''بے شک اس شے کے لیے رہنمائی کرو جو میرے لیے خیر ہے۔''
اس نے کہا:
''اللہ اکبر اللہ اکبر کہو'' ـــــ اور بقیہ کلمات اذان کا ذکر کیا ـــــ پھر اس نے مجھے کہا:
''جس وقت تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اللہ اکبر اللہ اکبر آخر کلمات اقامت تک کہو۔''

خواب میں اذان کی تعلیم:

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اذان شب معراج میں دکھائی گئی تھی۔ جیسا کہ بزار نے اپنی مسند میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ اپنے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اذان کی تعلیم کرے ـــــ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس ایک چوپایہ لائے جس کا نام براق ہے ـــــ آپ اس پر سوار ہوئے اور آپ کو اس حجاب (آسمان) تک لائے جو عرش الرحمٰن سے ملا ہوا ہے ـــــ اس دوران کہ آپ ایسی حالت پر تھے' یکا یک ایک فرشتہ حجاب سے نکلا ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا:
''یہ کون شخص ہے؟''
حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا:
''قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اور میں اور مخلوق سے زیادہ قرب مکانی میں ہوں ـــــ جب سے میں پیدا کیا گیا ہوں میں نے اس فرشتہ کو نہیں دیکھا۔''
اس فرشتہ نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا ـــــ حجاب سے اس طرف سے فرشتہ سے کہا گیا:
''میرے بندے نے سچ کہا انا اکبر انا اکبر۔''
پھر بقیہ اذان کو ذکر کیا گیا ـــــ یہ وحی سے اقوی ہے' اس لیے کہ وحی کی سماعت بالواسطہ ہے اور یہ سننا بلاواسطے کے ہے۔
اذان کی مشروعیت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ میں تشریف لانے تک متاخر ہوئی ـــــ آپ نے نماز کے وقت میں جب لوگوں کو آگاہ کرنے کا ارادہ فرمایا' وحی کے نزول میں تاخیر ہو گئی۔ یہاں تک عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب دیکھا۔ ان کا خواب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مشاہدہ کے مطابق ہوا اور آپ نے فرمایا کہ یہ سچا خواب ہے اور اس وقت آپ کو یہ معلوم ہوا کہ آپ نے آسمان میں جو شے دیکھی تھی یعنی فرشتے نے اذان کہی تھی' اللہ تعالیٰ کی اس کے

ساتھ مراد یہ ہے کہ آپ کو آسمان پر جو شے دکھائی گئی تھی' زمین پر وہ شے ایک سنت ہو اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خواب نے جو انصار کے خواب کے ساتھ موافق ہوا' اس کو آپ کے نزدیک قوت دیدی۔

حارث کی مسند میں ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے نماز کے لیے اذان دی ہے' حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے دنیا کے آسمان پر اذان کہی ـــــ اس اذان کو حضرت عمر اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنے اور یہ ذکر کرنے میں حضرت عمر نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سبقت کی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''اس کے ساتھ عمر نے تم سے سبقت کی۔''

معلوم یہ ہوا کہ حضرت عمر اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان بیداری کی حالت میں سنی۔

صحابہ کے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز:

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دو صحابہ کرام کی اقتدا میں نماز ادا فرمائی:

- حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صحیح مسلم شریف میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں حصہ لیا ـــــ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رفع حاجت کے لیے کسی مناسب جگہ کی طرف تشریف لے گئے ـــــ مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز فجر سے پہلے طہارت کا لوٹا اٹھا لیا ـــــ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب قضائے حاجت سے پلٹے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالنے لگے ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار ہاتھ دھوئے۔ پھر آپ نے اپنا منہ مبارک دھویا ـــــ پھر آپ نے اپنا جبہ اپنی کلائیوں سے نکالنا چاہا ـــــ آپ کے جبہ مبارک کی دونوں آستینیں تنگ تھیں ـــــ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ جبہ میں داخل کیے حتی کہ آپ نے اپنی دونوں کلائیاں دونوں کہنیوں تک نکال لیں ـــــ پھر آپ نے دونوں موزوں پر مسح کیا' پھر آپ تشریف لائے ـــــ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ کے ہمراہ تھے ـــــ دیکھا کہ لوگوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا امام بنا لیا تھا اور وہ نماز پڑھا رہے تھے ـــــ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعتوں میں سے ایک رکعت پائی ـــــ چنانچہ آپ نے صحابہ کے ساتھ اخیر رکعت نماز پڑھی۔ جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلام پھیرا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر اپنی نماز پوری فرما رہے تھے ـــــ اس بات نے مسلمانوں کو ڈرا دیا کہ انہوں نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے نماز پڑھنے میں سبقت کی ـــــ اس پر مسلمانوں نے کثرت سے تسبیح کی یعنی سبحان اللہ پڑھنے لگے ـــــ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نماز ادا کر لی تو مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ پھر آپ نے ان سے فرمایا'

"تم نے اچھا کام کیا!"

سنن ابو داؤد شریف میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز فجر کی ایک رکعت پڑھا دی تھی ـــــ اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے پیچھے دوسری رکعت نماز پڑھی۔ پھر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلام پھیرا تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کھڑے ہو کر اپنی نماز پوری کی۔

امام نووی علیہ الرحمہ کا کہنا ہے کہ فاضل کو مفضول کی اقتداء جائز ہے' اگرچہ فاضل کی تقدیم افضل ہے ـــــ اور یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی بعض امت کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے ـــــ لیکن اس موقع پر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیش امام تھے' وہ اپنی نماز میں باقی رہے ـــــ جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیش امام ہونے کے باوجود پیچھے ہٹ گئے تھے تاکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آگے بڑھ کر امامت فرمائیں ـــــ ان دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نماز رکعت پڑھ لی تھی۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے تقدیم کو اس لیے ترک فرمایا کہ قوم کی نماز کی ترتیب میں خلل نہ آئے۔ بخلاف ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز کے۔ حالانکہ اس کی صورت یہ نہیں تھی ـــــ

سیرت ہاشمیہ میں ہے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی پیش امام تھے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ان کی اقتدا فرماتے تھے۔

صحیح احادیث میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مرض وفات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے تین بار نماز پڑھی۔

دارقطنی نے یہ روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تک کسی نبی کی امت کا ایک فرد نبی کی امامت نہ کرے' تب تک نبی کا وصال نہیں ہوتا۔

ہجرت کے بعد نماز میں دو رکعت کا اضافہ:

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ تشریف لائے تو:

- ہجرت کے ایک ماہ بعد ربیع الاخر کی تیرہ راتیں گزر گئیں' سہ شنبہ کا دن تھا ـــــ (دولابی)
- ہجرت کے ایک سال بعد یا ایک سال کی مدت گزر گئی تھی ـــــ (سہیلی)

کہ نماز حضر میں دو رکعتیں زیادہ کی گئیں ـــــ اور صبح کی نماز کو اپنی حالت پر برقرار رکھا گیا کہ اس میں لمبی قرأت مستحب تھی ـــــ اسی طرح مغرب کی نماز بھی بحالت خود چھوڑ دی گئی' اس لیے کہ مغرب کی نماز کا وتر اور صلوٰۃ سفر برقرار رہی گئی۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ مکہ میں نماز دو دو رکعت فرض کی گئی تھی' پھر جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو نماز چار رکعت فرض کی گئی ـــــ اور نماز سفر کو فرض تک رکھا گیا ـــــ یعنی مسافر کے لیے چار چار رکعتوں والی فرض نمازوں سے کمی کر دی گئی ـــــ اس کی دلیل یہ حدیث پاک

ہے۔ ان اللہ وضع عن المسافر شطر الصلوۃ ـــــ یعنی اللہ تعالیٰ نے مسافر کے لیے آدھی نماز ساقط کی ہے ـــــ

صحیح مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک پر نماز حضر میں چار رکعتیں فرض کی ہیں اور سفر میں دو رکعتیں ـــــ

علمائے یہود کی رسول دشمنی:

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ علمائے یہود نے دو وجہ کی بنا پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی کا اظہار کیا:

- از روئے بغاوت
- حسد

بغاوت شاید اس لیے کہ دوسرے شہر سے آ کر مدینہ منورہ میں تمام روساء سے بڑھ کر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عزت ملی ـــــ اور حسد اس لیے یہ آخری نبی بنی اسرائیل کی بجائے بنی اسماعیل سے کیوں ہوئے ـــــ حالانکہ یہودیوں کی کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق علامات و واقعات درج تھے اور یہودیوں کو اس آخری نبی کا شدت سے انتظار تھا ـــــ محض دوسری جد سے ہونے کے باعث وہ رحمت باری سے محروم رہ گئے۔ العیاذ باللہ!

بنی زریق سے ایک یہودی لبید بن اعصم تھا۔ اس لعین نے آپ پر سحر کیا ـــــ سحر کا عالم یہ تھا کہ آپ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ کوئی کام کر رہے ہیں لیکن حقیقت میں آپ وہ کام نہیں کر رہے ہوتے تھے ـــــ اس نے ایک کنگھی اور کنگھی میں رہ جانے والے بالوں پر سحر کیا تھا ـــــ اس کنگھی کو بالوں سمیت اس نے کسی کنویں کے اندر بھاری پتھر تلے دبا دیا تھا ـــــ

صحیح احادیث کے مطابق کسی نبی پر سحر ہو جانا نبوت کا عیب نہیں ہے۔ اس لیے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اپنے اجسام میں زخموں، زہروں، قتل اور ان کے علاوہ آفتوں میں مبتلا ہوتے تھے ـــــ وہ امور اس قسم کی مصیبتوں سے ہیں جن مصیبتوں کو علماء نے انبیاء کرام پر جائز قرار دیا ہے جیسے کہ ایک جماعت (اہل مکہ) نے آپ کو اپنے درمیان سے نکال دیا اور انہوں نے آپ کے قتل کے لیے سازش بھی کی ـــــ لیکن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور آپ کے اصحاب آپ کے پاس اکٹھے ہو گئے اور آپ کی مدد کے لیے کھڑے ہو گئے ـــــ مدینہ آپ کے لیے دارالسلام اور پناہ کے لیے بڑا قلعہ ہو گیا کہ وہ اس میں پناہ رکھتے تھے ـــــ

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں کا جہاد شروع فرمایا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لشکر روانہ فرمائے:

- ایسے لشکر جن میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو کفار سے جہاد کے لیے روانہ فرمایا اور خود تشریف نہیں لے گئے ـــــ انہیں بعوث اور سرایا کہا جاتا ہے۔
- اور ایسے لشکر جس میں آپ نے اپنے اصحاب کے ساتھ رہ کر کفار سے جہاد فرمایا ہے، انہیں غزوہ کہا جاتا ہے۔

آپ نے بذات خود مشرکین سے غزا کیا ہے۔ آپ نے اور آپ کے اصحاب نے یہاں تک جنگ کی کہ لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوئے۔

غزوات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قتال کے لیے ستر سے زائد آیتوں میں آپ کو اجازت دی گئی۔ قتال کی اجازت میں سب سے پہلی جو آیت نازل ہوئی' یہ ہے اذن للذین یقاتلون بالھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر۔ اجازت کی اس طور پر وجہ بیان کی گئی ہے کہ جن لوگوں کو قتال کے لیے اللہ تعالیٰ نے اجازت دی تھی' ان پر کفار ظلم کرتے تھے۔ وہ لوگ مار کھائے ہوئے' ستائے ہوئے اور سر پھٹے ہوئے آتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان سے فرماتے تھے کہ

''صبر کرو۔ اس لیے مجھے ابھی قتال کے لیے حکم نہیں ہوا۔''

یہاں تک کہ آپ نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

مکہ معظمہ میں چونکہ مسلمانوں کی تعداد قلیل تھی جبکہ مشرکین کثیر تعداد میں تھے۔ اس عالم میں قتال دشوار ہوتا۔ اس لیے اس وقت تک قتال کے لیے وحی نہ آئی تھی۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات کی تعداد:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مغازی جن میں آپ نے بذات خود شرکت فرمائی' ستائیس (۲۷) ہیں۔

ان میں سے نو میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نفس شریف سے غزا فرمایا:

- غزوہ بدر
- غزوہ خندق
- فتح مکہ
- غزوہ احد
- غزوہ قریظہ
- غزوہ حنین
- غزوہ مریسیع
- غزوہ خیبر
- غزوہ طائف

وہ سرایا جن میں آپ نے اپنے اصحاب کو بھیجا ہے' سینتالیس (۴۷) ہیں۔

- سریہ وہ لشکر ہے جو رات کو نکلے۔ سریہ کا نام سریہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس کا جانا مخفی ہوتا ہے۔ یہ معنی اس کا تقاضا کرتا ہے کہ لفظ سریہ سر سے لیا گیا ہے۔

سریہ' جیش کا ایک قطعہ ہوتا ہے جو جیش سے نکالا جاتا ہے اور وہ جیش کی طرف عود کر کے آتا ہے۔ سریہ ایک سو تا پانچ سو آدمیوں تک مشتمل ہوتا ہے۔ پانسو سے زیادہ کو منسر کہتے ہیں۔ اگر آٹھ سو آدمیوں سے زیادہ کا لشکر ہو تو اس کا نام جیش ہے۔ اگر چار ہزار سے زیادہ کا لشکر ہو تو اس کا نام جحفل ہے۔ خمیس' جیش عظیم کو کہتے ہیں۔ بعث وہ حصہ جو سریہ سے جدا ہوتا ہے۔ کتیبہ اس کہتے ہیں جو جمع ہو اور منتشر نہ ہو۔

- ساریہ وہ لشکر ہے جو دن میں نکلے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اول بعوث آغاز رمضان میں تھا۔ ایک روایت یہ ہے سن دو ہجری ربیع الاول میں تھا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تیس (۳۰) مہاجرین پر امیر بنا کر بھیجا۔

انصار نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یہ طے کیا تھا کہ:

- وہ آپ کو اپنے گھر میں دشمن سے بچائیں گے۔
- وہ دشمن کو روکیں گے۔

انہوں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہ کر بدر میں غزا کیا۔

جن مہاجرین کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کفار قریش کے لیے مقرر فرمایا تھا' وہ مدینہ سے نکلے۔ قریش کے اس قافلہ سے مزاحمت کرتے تھے جس میں ابوجہل لعین تھا۔ ابوجہل کے قافلہ سے مشرکین کے تین سو شتر سوار آ ملے۔ یہ لوگ مقام عیص کے ناحیہ سے دریا کے کنارہ پہنچ گئے۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے صف آراء ہوئے تو ان کے درمیان مجدی عمرو الجہنی حائل ہو گیا۔ مجدی دونوں گروہوں میں صلح کرانے والا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے لوائے ابیض (۲۴۰) (سفید جھنڈا) قائم فرمایا تھا۔

سریہ عبیدۃ المطلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عبیدہ ابن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساٹھ آدمیوں پر امیر مقرر کیا گیا۔ بطن رابغ کی طرف یہ سریہ ہجرت کے آٹھویں مہینے کے شروع میں ماہ شوال میں روانہ کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے لوائے ابیض قائم فرمایا۔ اس لوا کو مسطح بن اثاثہ نے اٹھایا۔

اس سریہ میں مشرکین کے امیر کے تین نام روایتوں میں ملتے ہیں:

- ابوسفیان بن حرب
- مکرز بن حفص
- عکرمہ بن ابی جہل

مشرکین کے لشکر میں دو سو آدمی تھے۔ ان کے درمیان جنگ نہیں ہوئی۔ مگر یہ ہوا کہ اس دن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیر چلایا۔ یہ پہلا تیر تھا جو اہل اسلام نے چلایا۔

۲۴۰ لوا۔ جنگ میں اٹھائے جانے والے جھنڈے کو کہتے ہیں۔ اس سے صاحب جیش کا مقام پہچانا جاتا ہے کہ یہاں ہے۔ لوا کو کبھی امیر الجیش اٹھاتا ہے اور کبھی مقدم جیش اس کو مقدم لشکر کو دے دیتا ہے۔

ایک جماعت نے اہل لغت سے تصریح کی ہے کہ لوا اور رایت ہم معنی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا رایت سیاہ تھا اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لوا ابیض تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رایت میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ درج تھا۔ لوا اور رایت میں جو فرق ہے، وہ ظاہر ہے۔ لوا وہ ہے جو رمح میں گرہ دیا جاتا ہے اور رمح پر لپیٹ دیا جاتا ہے۔ جبکہ رایت وہ شے ہے جس میں گرہ دی جاتی اور اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور ہوا اس کو ہلاتی ہے۔ لوا، رایت سے کم ہے۔ لوا موٹا بڑا علم ہے۔ علم امیر کی جگہ کی علامت ہے۔ جس جگہ امیر دورہ کرتا ہے، علم بھی اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ جبکہ رایت کا صاحب جنگ والی ہوتا ہے۔ شاید لوا اور رایت میں فرق عرف کے طور پر ہے۔ پہلی بار رایات یوم خیبر میں بنائے گئے۔ یوم خیبر سے پہلے صرف لواؤں کو پہچانتے تھے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اسلام میں پہلا رایت حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔۔۔۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ اسلام میں پہلا رایت حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے۔۔۔۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عبیدہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ہی وقت ساتھ ساتھ بھیجا تھا' اسی لیے لوگوں کو یہ گمان ہوا۔۔۔۔

روایتوں میں ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر ساتویں مہینہ کے آغاز پر بھیجا گیا تھا اور حضرت عبیدہ کا لشکر آٹھویں مہینہ کے آغاز میں بھیجا گیا۔۔۔۔ اس میں شبہ نہیں ہوسکتا۔۔۔۔ لیکن یہ احتمال ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عبیدہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں کے رایت ساتھ ساتھ ایک ہی وقت میں قائم فرمائے ہوں۔۔۔۔ پھر حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کی روانگی آٹھویں مہینہ کے آغاز تک کسی وجہ سے دیر کا سبب بن گئی ہو۔

سریہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ سریہ ہجرت کے نویں مہینے آغاز ذیقعد میں تھا۔۔۔۔ جو حجاز کی ایک وادی خرار کی طرف بھیجا گیا۔۔۔۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے لوائے ابیض عطا ہوا۔۔۔۔ اس سریہ میں لوائے ابیض کو مقداد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس مردوں کے درمیان اٹھایا۔

قریش کے اونٹ غلے سے لدے ہوئے تجارت کے لیے آ رہے تھے۔۔۔۔ یہ سریہ اس کے حائل ہونے کے لیے گیا۔۔۔۔ یہ لوگ صبح کے وقت خرار میں پہنچے تو پانچویں تاریخ کی صبح تھی۔۔۔۔ قریش کا غلہ لیکن ایک دن پہلے اس وادی سے گزر گیا تھا۔

غزوۂ ودان/ غزوۂ ابواء:

غزوات میں یہ پہلا غزوہ ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے شرکت فرمائی۔۔۔۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہجرت کے بارہویں مہینہ کے آغاز پر ماہ صفر میں ساٹھ مہاجرین کے درمیان تشریف لے گئے۔۔۔۔ قریش کا ارادہ رکھتے تھے۔۔۔۔ اس غزوہ میں لواء کو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھایا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے تشریف لے جانے سے یہ اثر مرتب ہوا کہ مصالحت ان شرائط پر ٹھہری:

- بنی ضمرہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے جنگ نہ کریں۔
- لوگوں کو آپ پر کثرت سے جمع نہ کریں۔
- آپ کے دشمنوں کی آپ پر اعانت نہ کریں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ پر عامل مقرر فرمایا۔

غزوۂ بواط/ جنگ کید:

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہجرت سے تیرہویں مہینہ کے شروع میں ماہ ربیع الاول میں یہ غزوہ فرمایا۔۔۔۔ آپ ناحیہ رضوی سے دوسو اصحاب کے ہمراہ بواط میں پہنچے۔۔۔۔ امیہ بن خلف الجمی قریش کے اونٹوں پر غلہ لا رہا تھا۔۔۔۔ آپ نے اس قافلہ کے حائل ہونے کا ارادہ فرمایا تھا۔۔۔۔ اس غزوہ کے دوران مدینہ پر سائب بن عثمان بن مظعون کو عامل قرار

۲۳۱ ینبع ایک قلعہ ہے جس میں چشمے اور کھجور کے درخت ہیں اور کھیتی ہے۔۔۔۔ یہ مصر کے حاجیوں کے راستہ میں ہے۔

فرمایا ــــ اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دشمن سے جنگ نہیں فرمائی ــــ
ابن اثیر نے لکھا ہے کہ کید کا معنی حیلہ کرنا' کوشش کرنا ہے ــــ اس وجہ سے اس غزوہ کو جنگ کید بھی کہتے ہیں۔

غزوہ عشیرہ:

غزوہ عشیرہ ہجرت کے سولہویں مہینے کے آغاز میں پیش آیا ــــ ایک روایت میں لشکر کی تعداد ڈیڑھ سو اور دوسری روایت میں دو سو آدمی ہیں ــــ عشیرہ بنی مدلج کا ایک موضع ینبع میں ہے۔۲۴۱ ــــ یہ غزوہ ایک روایت میں ماہ جمادی الاول اور دوسری روایت میں ماہ جمادیٰ الثانی میں ہوا۔ اس لشکر میں تیس اونٹ تھے۔ ایک کے بعد دوسرا سوار ہوتا تھا ــــ اس غزوہ میں لوا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھایا تھا ــــ یہ لوائے ابیض تھا ــــ اس غزوہ کا مقصد مکہ سے شام کی طرف لوٹنے والے قریش کا قافلہ تھا ــــ شام سے مکہ کی طرف لوٹنے والے اس قافلہ میں پچاس ہزار اشرفی اور ایک ہزار اونٹ تھے ــــ لیکن یہ قافلہ چند دن پہلے گزر گیا تھا ــــ اس سفر میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بنی مدلج سے جو بنو کنانہ سے تھے' مصالحت فرمائی ــــ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور بنی ضمرہ کے درمیان معاہدہ یوں لکھا گیا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھذا کتاب من محمد رسول اللہ لبنی ضمرہ فانھم امنون علی اموالھم و ان انفسھم وان لھم النصر علی من رامھم ان لا یحاد بوا فی دین اللہ مابل بحرصوفة وان النبی اذا دعاھم لنصرا اجابوہ علیھم بذلك ذمة اللہ وذمة رسولہ

ترجمہ "یہ تحریر محمد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بنی ضمرہ کے لیے ہے ــــ اس طور پر کہ بنی ضمرہ کو اپنے اموال اور جانوں پر امن دیا گیا ہے ــــ بنی ضمرہ کے لیے جو شخص برائی کا ارادہ کرے ان کی اس شرط پر مدد دی جائے گی کہ بنی ضمرہ اللہ کے دین کی نصرت میں مخالفت نہ کریں ــــ نصرت کی یہ شرط ہمیشہ رہے گی ــــ ان کو اس شرط کے ساتھ امن دیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس وقت مدد کے لیے بلائیں' بنی ضمرہ حاضر ہوں ــــ اس کے ساتھ ان پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا عہد ہے۔"

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس غزوہ میں جانے کے وقت ابو سلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ پر عامل مقرر فرمایا تھا۔

بدر کا پہلا غزوہ:

غزوہ عشیرہ کے دس دن بعد یہ غزوہ ہوا۔ مدینہ کے اونٹ اور بکریاں جو دن میں چرنے کے لیے چھوڑے جاتے تھے' کرز بن جابر الفہری نے لوٹ لیے ــــ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرز کی تلاش میں تشریف لے گئے۔ بدر کے ناجیہ سے مقام سفوان میں جب آپ پہنچے تو کرز نہیں مل سکا ــــ اس غزوہ کا نام بدر اولیٰ ہے۔

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ اس غزوہ میں حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ پر عامل بنایا گیا ــــ اور

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوا اٹھایا تھا۔

سریہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ سریہ امیر المومنین حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سربراہی میں ہجرت کے سترہویں مہینے کے شروع ماہ رجب میں گیا۔۔۔۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ اٹھارہ یا بارہ مرد تھے۔ یہ لشکر نخلہ کی طرف گیا۔ نخلہ مکہ سے ایک رات کے فاصلہ پر ہے۔۔۔۔ آپ کو قریش کے قافلہ کے آنے کی خبر ملی تھی۔۔۔۔ قریش کا قافلہ آپ کے ہمراہیوں کے پاس سے گزرا۔۔۔۔ یہ قافلہ طائف سے منقیٰ اور چمڑا لے کر آ رہا تھا۔۔۔۔ اس قافلہ کا امیر عمرو بن الحضرمی تھا۔۔۔۔ مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یہ رجب کا مہینہ ہے۔ اگر ہم نے انہیں قتل کر دیا تو اس مہینہ کی حرمت کی ہتک ہو گی۔۔۔۔ اور اگر آج رات انہیں چھوڑ دیا گیا تو یہ لوگ حرم مکہ میں داخل ہو جائیں گے۔۔۔۔ ان مہاجرین نے قتل پر اتفاق کیا۔ چنانچہ عمرو کو قتل کر کے عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کسانہ کو قید کر لیا۔۔۔۔ قافلہ کے جو لوگ بھاگ سکے وہ بھاگ گئے۔۔۔۔ یہ لوگ قافلہ کے اونٹ ہانک لائے۔

یہ اسلام میں پہلی غنیمت تھی۔۔۔۔ ابن جحش نے اس غنیمت کو تقسیم کیا اور اس سے پہلے کہ خمس فرض کیا جائے' عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس غنیمت سے اپنے اجتہاد سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خمس علیحدہ کر لیا۔۔۔۔ دوسری روایت کے مطابق اس قافلہ کی ساری غنیمت مدینہ منورہ لے آئے۔۔۔۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے شہر حرام (حرمت والے مہینے) میں قتال کے لیے تمہیں حکم نہیں دیا تھا۔۔۔۔ آپ کو اس غنیمت کی علت میں توقف ہوا۔ اس لیے مال غنیمت کی تقسیم اور دونوں قیدیوں کے بارے میں تاخیر فرمائی۔ یہاں تک کہ آپ بدر سے پلٹ آئے۔۔۔۔ آپ نے اس غنیمت کو انہی لوگوں پر تقسیم فرما دیا جو اس غنیمت میں شریک تھے۔

قریش نے کہا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حرمت والے مہینے میں خونریزی کی اور مال لے لیا۔۔۔۔ اس پر یہ وحی نازل ہوئی۔ ویسالونك عن الشهر الحرام قتال فيه ۔۔۔۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بارے میں کہتے ہیں:

تعدون قتلا فى الحرام عظيمة ۔۔۔ واعظم منه لويرى ذاك راشد

صدود كم عما يقول محمد ۔۔۔ وكفر به والله راء و شاهد

تم لوگ شہر حرام میں قتل کو عظیم شمار کرتے ہو۔۔۔۔ قتل سے بڑھ کر تمہارا وہ فعل ہے کہ اگر صاحب رشد اس کو دیکھے یعنی اس فعل میں غور کرے تو تمہارا وہ فعل اس شے سے رک رہتا ہے جس شے کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اور اس کے ساتھ تمہارا کفر ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ہے اور تم پر گواہ ہے۔

سقينا من ابن الحضرمى رما حنا ۔۔۔ بنخلة لما اوقد الحرب واقد

مقام نخلہ میں ہم نے ابن الحضرمی کے خون سے اپنے نیزوں کو سیراب کیا جبکہ جنگ کی آگ بھڑکانے والے نے آگ

بھڑکائی۔

قریش نے دونوں قیدیوں عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کسانہ کے فدیہ کے لیے کسی کو بھیجا ـــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کا فدیہ لے لیا ـــــ ہر ایک کا فدیہ چالیس اوقیہ تھے ـــــ حکم بن کسانہ نے اسلام قبول کر لیا اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں ٹھہر گئے اور بیر معونہ میں شہادت پائی ـــــ جبکہ عثمان بن عبداللہ مکہ لوٹ گیا اور اس کی موت کفر پر واقع ہوئی۔

تحویل قبلہ:

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو صخرہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرماتے رہے ـــــ صخرہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام نماز ادا کرتے رہے بلکہ صخرہ بیت المقدس تمام انبیاء علیہم السلام کا قبلہ ہے ـــــ مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کتنا عرصہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرمائی ـــــ اس مدت سے متعلق مختلف روایتیں ہیں:

- سولہ ماہ
- سترہ ماہ
- اٹھارہ ماہ

حربی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ماہ ربیع الاول میں مدینہ منورہ تشریف لائے ـــــ پھر پورا سال بلکہ دوسرے سال سے چھ ماہ تک بیت المقدس کی طرف نماز ادا فرمائی۔

تحویل قبلہ کا واقعہ کب پیش آیا ـــــ اس کے تعین کے لیے بھی کئی روایتیں ہیں:

- جمادی الآخر
- نصف شعبان بروز سہ شنبہ
- نصف رجب بروز دوشنبہ

تحویل قبلہ کے وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کونسی نماز ادا فرما رہے تھے۔

- نماز عصر (صحیح بخاری)
- نماز ظہر (نسائی شریف)

اہل قبا کو دوسرے دن صبح کی نماز تک تحویل قبلہ کی خبر نہیں پہنچی ـــــ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اہل قبا صبح کی نماز ادا کر رہے تھے۔ کسی نے آ کر انہیں اطلاع دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم ہوا ہے کہ کعبہ کی طرف نماز پڑھیں۔ چنانچہ اہل قبا کعبہ رخ ہو گئے۔

طبری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ ہجرت فرمائی' اس وقت اکثر اہل مدینہ یہود تھے۔ وہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے ـــــ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم فرمایا کہ آپ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھیں ـــــ یہود اس بات سے خوش تھے کہ آپ نے سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی ـــــ حقیقت یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دلی تمنا یہ تھی کہ قبلہ ابراہیم علیہ السلام کی طرف نماز پڑھیں ـــــ آپ دعا مانگتے تھے اور بار بار آسمان کی طرف دیکھتے تھے۔ چنانچہ تحویل قبلہ کے بارے میں وحی نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام احمد نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں ایسے حال میں بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے کہ کعبہ آپ کے سامنے تھا۔

طبری نے لکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اول جو نماز پڑھی' وہ کعبہ کی طرف پڑھی۔ پھر آپ جب مکہ میں تھے' بیت المقدس کی طرف پھر گئے۔ آپ نے تین سال تک بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی۔ پھر جب آپ مدینہ تشریف لائے تو سولہ ماہ تک آپ نے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو کعبہ کی طرف متوجہ کرایا۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی دو رکعتیں پڑھائیں' پھر آپ کو یہ حکم ہوا کہ آپ مسجد حرام کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ چنانچہ آپ مسجد حرام کی طرف پھر گئے اور آپ کے ساتھ مسلمان بھی مسجد حرام کی طرف پھر گئے۔ اس مسجد کا نام مسجد قبلتین رکھا گیا۔

تحویل قبلہ پر یہود و منافقین کی ہرزہ سرائی:

اللہ تعالیٰ نے جب تحویل قبلہ کی تو بعض لوگوں کو جو منافقین' کفار اور یہود سے تھے' انہوں نے کہا:

ماولٰهم عن قبلتهم التی کانوا علیها

یعنی انہیں کیا ہو گیا ہے کہ کبھی بیت المقدس کو قبلہ بتاتے ہیں اور کبھی کعبہ کو قبلہ ٹھہراتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:

قل للہ المشرق والمغرب یعنی حکم نصرت اور امر کل اللہ ہی کے لیے ہے۔ جس طرف ہمیں متوجہ کرتا ہے' ہم متوجہ ہوتے ہیں۔ ہماری طاعت اس کے لیے حکم کی تعمیل میں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہر روز ہم کو چند مرتبہ کتنی ہی سمتوں میں متوجہ کرائے تو ہم اس کے بندے ہیں اور اس کے حکم ماننے والے ہیں۔ اس کے خادم ہیں۔ وہ جس جگہ ہمیں متوجہ کرے گا' ہم متوجہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اور آپ کی امت کے ساتھ عظیم عنایت ہے۔ اس لیے کہ آپ کی امت کو اپنے خلیل کے قبلہ کی طرف ہدایت فرمائی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہود ہم سے ان پر حسد کریں گے۔

- جمعہ سے ہم سے حسد کرتے ہیں جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہم کو ہدایت کی ہے اور
- اس قبلہ پر ہم سے حسد کرتے ہیں جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہم کو ہدایت فرمائی اور پھر وہ اس قبلہ سے گمراہ رہے۔

بعض مومنوں نے کہا کہ ہماری ان نمازوں کا کیا ہو گا جو ہم نے بیت المقدس کی طرف پڑھیں اور ہمارے فوت ہو جانے والے بھائیوں کی نمازوں کا کیا ہو گا جو انہوں نے بیت المقدس کی طرف پڑھیں۔ ان کی تسلی کے لیے اللہ کریم نے فرمایا **وماکان اللہ لیضیع ایمانکم**۔ یہود نے کہا (کہ تحویل قبلہ سے) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے باپ کے شہر

کے لیے مشتاق ہو گئے ـــــ اور اس سے آپ اپنی قوم کو خوش کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ـــــ اگر آپ ہمارے قبلہ (صخرہ بیت المقدس) پر ثابت رہتے تو ہم یہ امید کرتے کہ آپ وہی نبی ہیں جن کا ہم انتظار کرتے آئے ہیں کہ وہ آئیں گے ـــــ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وان الذین اوتو الکتاب لیعلمون انه الحق من ربهم ـــــ یعنی وہ یہود جنہوں نے استقبال کعبہ اور بیت المقدس سے پھر جانے کا انکار کیا ہے۔ ان کے انبیاء کرام علیہم السلام کی جو کتابیں ہیں' ان سے انہیں خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کعبہ کی طرف متوجہ کرے گا۔

رمضان المبارک کی فرضیت:

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ میں تشریف لانے کے اٹھارہ ماہ بعد تحویل کعبہ اول نصف شعبان میں ہوئی ـــــ ماہ رمضان شریف کے روزے فرض کیے گئے ـــــ اور عید سے دو دن پہلے فطرانہ کی زکوٰۃ فرض کی گئی کہ چھوٹا بڑا' آزاد' غلام مرد' عورت کی طرف سے

- ایک صاع تمر یا
- ایک صاع زبیب یعنی منقیٰ
- ایک صاع شعیر یعنی جو
- یا ایک صاع گندم

سے نکالا جائے ـــــ یہ زکوٰۃ فطر' اموال کی زکوٰۃ فرض ہونے سے پہلے فرض کی گئی۔

اموال کی زکوٰۃ دوسرے سنہ ہجری میں فرض کی گئی ہے ـــــ ایک اور روایت میں ہے کہ اموال کی زکوٰۃ ہجرت سے پہلے فرض کی گئی۔ واللہ اعلم

غزوۂ بدر عظمیٰ:

اس غزوۂ بدر کو ان ناموں سے پکارا جاتا ہے:

- غزوۂ بدر الکبریٰ
- غزوہ بدر العظمیٰ
- بدر الثانیہ
- بدر القتال

بدر کو بدر پکارنے کی یہ وجوہات ہیں:

- بدر ایک قریہ ہے جو بدر بن مخلد بن النضر بن کنانہ سے منسوب ہے' بدر اس قریہ میں اترا تھا۔
- دوسری روایت کے مطابق اسے بدر بن الحارث سے نسبت ہے جس نے اس کے کنوئیں کو کھودا تھا۔
- بدر کو بدر پکارے جانے کی وجہ اس قریہ کا وہ کنواں ہے جس کا نام ہی بدر ہے ـــــ اس کنوئیں کا نام بدر اس لیے رکھا گیا کہ اس میں گولائی تھی ـــــ یا یہ کہ وہ کنواں صاف تھا' اس کا پانی روشن تھا اور کنوئیں میں چاند نظر آتا تھا۔

ابن کثیر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یوم بدر یوم الفرقان ہے یعنی اس دن حق و باطل کے درمیان فرق واقع ہوا ـــــ یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو قوی اور غالب کیا اور اہل اسلام کو قوی اور غالب کیا ـــــ اور کفر کے دماغ کی ہڈی توڑ ڈالی یعنی اسے فنا کر دیا ـــــ اور کفر کے اس محل کو اللہ تعالیٰ نے ویران کر دیا جس کی کفار اور مشرکین تعظیم کرتے تھے۔

اسلام کی یہ عزت اور کفر کا سر توڑنا ایسے حال میں ہوا کہ مسلمانوں کی تعداد تھوڑی تھی اور دشمن کثیر تعداد میں تھا ـــــ دشمن

کی زرہیں بڑی اور پوری تھیں ـــــ ان کے مال اور کامل ہتھیار ان کے ساتھ تھے اور چرنے کے کھلے چھوڑے ہوئے گھوڑے ان کے ساتھ تھے اور سب سے بڑھ کر انہیں تکبر تھا ـــــ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو قوی کر دیا اور اپنی وحی نازل فرمائی ـــــ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کے چہرے روشن کر دیئے ـــــ اور شیطان لعین اور اس کے تابعین کو اللہ تعالیٰ نے خوار اور رسوا کیا ـــــ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے حال میں کہ اپنے مومنین اور پرہیزگاروں پہ جو دین کی کامیابی دینے والے ہیں' کی لاج رکھنے والا ہے۔ یہ فرمایا ولقد نصر کم اللہ ببدر وانتم اذلۃ ـــــ یعنی تمہاری تعداد قلیل تھی تاکہ تم لوگ یہ جان لو کہ نصرت صرف اللہ کی طرف سے ہے نہ تعداد کی کثرت اور نہ مال و اسباب کے سبب!

غزوۂ بدر اسلام کے اعظم غزوات میں سے ہے اس لیے کہ

- اس غزوہ سے اسلام کا ظہور ہوا اور اس کے بعد آفاق پر اسلام کا نور چمکا۔
- اللہ تعالیٰ نے اس کے وقوع سے کفار کو ذلیل کر دیا۔
- مسلمانوں میں سے اس غزوہ میں جو حاضر ہوا' اللہ تعالیٰ نے اسے عزت دی۔

جو شخص اس غزوہ میں حاضر و شامل ہوا' اللہ کے نزدیک وہ ابرار سے ہے ـــــ ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل بدر کے احوال پر مطلع ہوا اور فرمایا اعملوا ما شئتم یعنی تمہارے لیے جنت واجب ہو گئی ـــــ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابولبابہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا ـــــ یہ پہلا غزوہ ہے جس میں انصار شامل ہوئے۔ اصحاب بدر کی تعداد تین سو تیرہ تھی ـــــ لیکن آپ کے ساتھ تین سو پانچ آدمی گئے تھے اور آٹھ آدمی بدر میں حاضر نہیں تھے۔ وہ کسی ضرورت سے نہیں گئے لیکن

- آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں غنیمت عطا فرمائی۔
- اور فرمایا کہ ان کا اجر ویسا ہی ہے جیسا کہ بدر میں حاضر ہونے والوں کا ہے ـــــ

چنانچہ وہ لوگ ان کی مانند ہیں جو حاضر ہوئے ہیں ـــــ اور وہ اہل بدر میں شمار کیے جاتے ہیں ـــــ ان آٹھ اصحاب کے ساتھ اصحاب بدر کی تعداد تین سو تیرہ ہو گئی ـــــ اصحاب بدر کے پاس تین گھوڑے نہایت دوڑنے والے تھے:

- ایک حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
- دوسرا حضرت یعسوب زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
- اور تیسرا مرثد غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔

صحابہ کرام کے پاس یہی تین گھوڑے تھے' ان کے علاوہ ستر اونٹ تھے۔

مشرکین کے لشکر کی تعداد ایک روایت میں ایک ہزار اور دوسری روایت میں ساڑھے نو سو ہے ـــــ ان کے ساتھ ایک سو گھوڑے اور سات سو اونٹ تھے۔

غزوہ بدر سترہ رمضان جمعہ کے دن ہوا ـــــ اس جنگ کے لیے مسلمانوں کا کوئی ارادہ نہیں تھا اور نہ ہی کوئی معیاد مقرر تھی

کہ جنگ فلاں وقت میں ہوگی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولو تواعدتم لاختلفتم فی المیعاد ولکن لیقضی اللہ امر کان مفعولا

یعنی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں نے ارادہ نہیں کیا تھا لیکن قریش کے قافلہ کے تعرض کے لیے۔''

اس کا پس منظر یہ ہے کہ شام سے قریش کا تجارتی قافلہ آرہا تھا۔ اس قافلہ میں ابوسفیان تیس شتر سواروں کے ساتھ تھے۔ اسی قافلے میں عمرو بن العاص تھے۔ جب یہ لوگ بدر کے قریب پہنچے تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس قافلہ کی اطلاع ملی۔ آپ نے اپنے اصحاب کو بلا کر قریش کے کثرت مال اور قلیل تعداد سے مطلع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ:

''قریش کا قافلہ ہے۔ اس میں کثرت سے اموال ہیں۔ تم اس قافلہ کی طرف جاؤ۔ امید ہے اللہ تعالیٰ تم کو اس قافلہ سے (مال) غنیمت دے۔''

ابوسفیان نے نبی علیہ الصلوٰۃ السلام کے آنے کی خبر سنی تو ایک شخص ضمضم بن عمرو الغفاری کو اجرت دے کر مکہ بھیجا کہ قریش کو مکہ جا کر اطلاع دے کر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ ان کے قافلہ کے معترض ہوئے ہیں ـــــ قریش قریباً ایک ہزار خود پوش اٹھے اور اشراف قریش میں سے کسی نے تخلف نہیں کیا ـــــ اس لشکر میں ابولہب نے اپنی جگہ عاصی بن ہشام بن المغیرہ کو روانہ کیا۔

ادھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف لے گئے۔ جب مقام روحا میں پہنچے تو آپ کو خبر ملی کہ قریش اس لیے آئے ہیں کہ اپنے قافلہ سے آپ کو روکا جائے ـــــ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے قافلہ کی طلب اور اس گروہ کے ساتھ جنگ کرنے کے بارے میں مشورہ کیا جو ان سے لڑنے سے بھاگتا تھا ـــــ اور صحابہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے دونوں طائفوں میں سے ایک طائفہ کا وعدہ کیا ہے کہ قافلہ کو لو یا قریش سے جنگ کرو۔

صحابہ کرام کا رجحان قافلے کی طرف تھا ـــــ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے انہوں نے بہت اچھا کلام کیا ـــــ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر کلام کیا ـــــ ان کے بعد حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمرو نے کہا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے آپ کو کام کے لیے حکم دیا ہے آپ وہی کریں ـــــ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ واللہ ہم ہرگز یہ نہیں کہیں گے جیسے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا **اذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون** یعنی آپ اور آپ کا رب جائیں اور دونوں لڑو ـــــ ہم آپ کے ساتھ ہیں اور آپ اور آپ کے رب دونوں کے ساتھ رہ کر جہاد کریں گے ـــــ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ اگر آپ ہمیں برک الغماد یعنی ملک حبشہ کو لے جائیں گے تو ہم آپ کے ساتھ رہ کر ان سے لڑیں گے جو ملک حبشہ کے اس طرف ہوں گے یہاں تک کہ آپ ملک حبشہ کو پہنچ جائیں۔''

مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ گفتگو سن کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اچھا کہا اور ان کے لیے دعائے

خیر فرمائی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اے لوگو! مجھے اشارہ دو۔''

اس ارشاد کے مخاطب انصار نہیں تھے کیونکہ انصار نے جس وقت عقبہ میں آپ سے بیعت کی تھی تو انہوں نے کہا تھا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ کے ہمارے گھر پہنچنے تک ہم آپ کے ذمہ سے بری ہیں ـــــ جب آپ ہمارے پاس پہنچیں گے تو آپ ہمارے ذمہ میں ہوں گے ـــــ اور جن ناپسندیدہ باتوں سے ہم اپنی جانوں' اپنی اولاد اور اپنی بیویوں کو بچاتے ہیں' ان کی حفاظت کرتے ہیں' ہم آپ کی بھی حفاظت کریں گے۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خیال تھا کہ انصار نے کہیں یہ اعتقاد نہ کرلیا ہو کہ ان پر آپ کی نصرت واجب ہے ـــــ مگر مدینہ میں اچانک آجانے والے دشمنوں سے حفاظت انصار کے ذمہ واجب نہیں ہے کہ ان کے شہروں میں سے کسی شہر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی دشمن ہو تو آپ انصار کو اس طرف لے جائیں۔ اسی لیے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! مجھے اشارہ دو تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''واللہ یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) گویا آپ ہم لوگوں کا ارادہ فرماتے ہیں۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''بے شک!''

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''ہم آپ پر ایمان لائے اور ہم نے آپ کی تصدیق کی اور اس بات کی شہادت دی کہ آپ جو شے لائے ہیں' وہ حق ہے ـــــ اس پر ہم نے آپ کو اپنے عہد اور مواثیق سمع اور طاعت پر دے دیئے ہیں ـــــ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے جس شے کا ارادہ فرمایا ہے' آپ اسے جاری فرمائیں ـــــ قسم ہے اس ذات پاک کی! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اگر آپ ہم سے اس بحر محیط میں جانے کے لیے فرمائیں' ہم بھی آپ کے ساتھ اس میں اتر جائیں گے ـــــ ہم میں سے کوئی ایک بھی تخلف نہ کرے گا اور ہم اس سے کراہت نہیں کرتے کہ ہم اپنے دشمن سے مقابلہ کریں ـــــ جنگ کے وقت ہم بڑے صابر ہیں اور دشمن کے مقابلہ کے وقت بڑے صادق ہیں ـــــ امید ہے اللہ تعالیٰ آپ کو ہم سے وہ امر دکھا دے کہ جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ آپ ہمیں اللہ کی برکت پر لے جائیں۔''

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس گفتگو سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بہت مسرور ہوئے۔ انکی ان باتوں نے آپ کو دشمن کے سامنے جلد آنے پر آمادہ کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم اللہ کی برکت پر چلے جاؤ اور تمہیں بشارت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دو گروہوں میں سے ایک کا مجھ سے وعدہ کرلیا ہے ـــــ واللہ میں کفار کے مرنے کی جگہوں کو دیکھ رہا ہوں۔''

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جس کافر کے مرنے کی جگہ کی نشاندہی فرمائی تھی' کوئی بھی اس جگہ سے دور نہیں گرا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کوچ کر کے بدر کے قریب اترے اور قریش عدوۃ القصوی میں اترے جو مدینہ منورہ سے دور ہے اور وادی کی طرف ہے ـــــ مسلمان سرخ یا سفید ریت کے ایسے ٹیلے پر اترے جس میں آدمیوں کے قدم اور جانوروں کے سم اتر جاتے تھے۔ بدر میں جو پانی تھا' اس پر مشرکین نے پہل کر کے قبضہ کر لیا اور اس میں سے اپنے لیے کنوئیں بنا لیے۔

شیطان کی شیطانی اور صحابہ کرام کی استقامت:

مسلمان صبح جب بیدار ہوئے تو بعض کو وضو کی حاجت تھی اور بعض کو غسل کی۔ پانی کی تنگی اور پیاس سے سخت تکلیف ہوئی ـــــ شیطان نے یہ وسوسہ پیدا کیا اور کہنے لگا:

''تم لوگ یہ گمان کرتے ہو کہ تم حق پر ہو اور نبی اللہ تمہارے درمیان ہیں اور تم اولیاء اللہ ہو ـــــ جبکہ مشرکین نے پانی سے تم پر غلبہ کر لیا ہے ـــــ حال یہ ہے کہ تم پیاسے ہو۔ کیا تم بغیر طہارت اور بغیر غسل کے نماز پڑھو گے؟ تمہارے دشمن تو انتظار نہیں کرتے' خواہ پیاس میں تمہاری گردنیں کاٹ ڈالے اور کمزور تمہیں گھیر لیں ـــــ پھر دشمن جیسے چاہیں تم سے سلوک کریں' تمہیں قتل کریں یا قیدی بنا ڈالیں۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بارش بھیج دی ـــــ اتنا پانی برسا کہ جنگل بہنے لگا ـــــ مسلمانوں نے پانی پیا' غسل کیا' وضو کیا ـــــ اونٹوں کو پلایا اور پانی کے برتن بھر لیے ـــــ بارش نے غبار کو ہٹا دیا اور زمین کو اس طور پر خشک کر دیا کہ اس پر چلنے والوں کے قدم جم گئے اور جانوروں کے سم بھی نکلنے لگے ـــــ یوں شیطان لعین کا وسوسہ زائل ہو گیا اور اس کا وار اس کے سینے پر رد کیا گیا۔ مسلمانوں کے دل خوش ہو گئے۔

قرآن کریم میں اس واقعہ سے متعلق اس طرح سے ہے۔ وینزل علیکم من السماء ماءً لیطھرکم بہ ـــــ ''یعنی اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی اس لیے نازل کرتا ہے کہ اس سے تمہیں ہر طرح کی پاکی کی حاجت سے پاک فرما دے'' ـــــ یہ طہارت ظاہری ہے۔

ویذھب عنکم رجز الشیطان ـــــ ''یعنی تم سے شیطان کے بہکاوے کو لے جائے'' ـــــ یہ طہارت باطنی ہے۔ جنابت بھی رجز باطن ہے' اس لیے کہ جنابت شیطان' کے خیال سے ہوتی ہے ـــــ لہٰذا یہ طہارت باطنی ہے۔

ولیربط علی قلوبکم بالصبر ـــــ ''اور تمہارے دلوں پر صبر کو باندھے'' ـــــ یعنی تمہیں یہ کامل بھروسہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا لطف مسلمانوں کے حال پر ہے ـــــ اور اس پانی کے سبب تمہارے قدموں کو قائم رکھے تا کہ زمین خشک اور سخت ہونے کی وجہ سے ریت میں تمہارا پاؤں نہ اترے اور اس پر قدم جمے رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ایک عریش (یعنی سائبان) بنایا گیا اور آپ اس میں تشریف فرما تھے۔

جنگ کا آغاز:

عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید بن عتبہ کے ہمراہ نکلا اور جنگ کے لیے پکارا ـــــ مسلمانوں

میں سے چند انصار نوجوان نکلے ــــ عوف بن حارث' معاذ بن حارث' (ان کی ماں عفراء تھی) ــــ اور تیسرا جوان عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ــــ عتبہ کہنے لگا:

''تم کون ہو؟'' ــــ انہوں نے کہا۔

''ہم انصار سے ہیں۔'' ــــ قریش نے کہا:

''ہمیں تمہارے ساتھ کوئی حاجت نہیں۔''

پھر کفار کے منادی نے یوں ندا کی:

''اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) ہمارے لیے ہماری قوم کے ہمارے برابر کے جوان نکالیے۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''اے عبیدہ بن الحارث! تم اٹھو ــــ اے حمزہ! تم اٹھو ــــ اے علی! تم اٹھو۔'' (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

یہ حضرات کھڑے ہوئے اور قریش کے مقابل جا پہنچے ــــ قریش نے پوچھا:

''تم کون ہو؟'' ــــ ان حضرات نے انہیں اپنے اپنے نام بتلائے ــــ کفار نے کہا:

''بے شک یہ ہمارے برابر کے ہیں۔''

چنانچہ حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو مسلمانوں میں مسن تھے' کفار کے مسن عتبہ بن ربیعہ سے جنگ کی ــــ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیبہ بن ربیعہ سے لڑائی کی ــــ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ولید بن عتبہ سے جنگ کی ــــ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ولید کو اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیبہ کو قتل کر دیا ــــ لیکن حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عتبہ قتل نہ ہو سکا' البتہ ان کا گھٹنا زخمی ہو گیا ــــ حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عتبہ کے قتل کے لیے حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کی۔

ابوداؤد نے مزید یہ لکھا ہے کہ ولید کے قتل کے بعد حضرت علی و حضرت حمزہ زخمی رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس لے آئے۔[۲۴۲]

مسلمانوں کی فتح و نصرت کے لیے دعائیں:

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اس کے بعد ایک دوسرے کی طرف گیا اور بعض بعض سے قریب ہو گیا یعنی عام جنگ شروع ہو گئی ــــ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے عریش میں تشریف فرما رہے۔ آپ کے ہمراہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے ــــ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے رب کے حضور مسلمانوں کی فتح و نصرت کے لیے دعا فرما رہے تھے اور آپ کے رب نے آپ سے جس نصرت کا وعدہ فرمایا تھا' اس کی طلب فرما رہے تھے:

---

۲۴۲ اس روایت کو ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ، حاکم، ابوالاسود اور ابن سعد' ابن حجر نے بیان کیا ہے۔

اللهم ان تهلك هذه العصابة من اهل الآيمان اليوم فلا تعبد فى الارض ابدا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

"یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ اپنے رب سے اپنے بعض سوال کو ترک فرما دیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے جس کا وعدہ فرمایا ہے اسے آپ کے لیے پورا فرمانے والا ہے۔"

ایک اور روایت جو ابن عتبہ سے ہے' میں اس طرح سے ہے کہ یوم بدر میں جنگ شروع نہ ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے دائیں طرف کھڑے تھے ــــ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی:

اللهم لاتخذلنى اللهم انشدك ماوعدتنى

تیسری روایت جو حاکم ونسائی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے یوم بدر میں کچھ قتال کیا ــــ پھر میں آیا' یکایک میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے سجود میں یاحی یا قیوم کہہ رہے ہیں' میں پلٹ کے چلا گیا ــــ میں نے قتال کیا اور پھر آیا' چنانچہ میں نے آپ کو ویسے ہی سجدے میں پایا۔ آپ یاحی یاقیوم کہہ رہے تھے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یوم بدر میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے ــــ آپ کو غنودگی آ گئی۔ پھر آپ ایسے حال میں بیدار ہوئے کہ تبسم فرما رہے تھے ــــ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

"تمہیں بشارت ہو (کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت تمہارے پاس آ گئی) ــــ یہ جبریل علیہ السلام موجود ہیں۔ ان کے سامنے کے دونوں دانتوں پر غبار ہے۔" ۲۴۳

پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سائبان کے دروازہ سے باہر تشریف لائے اور یہ پڑھ رہے تھے:

سيهزم الجمع ويولون الدبر

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ترک دعا کیلئے کیوں کہا:

اگر یہ اعتراض اٹھایا جائے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ترک دعا کے لیے کیونکر عرض گزار تھے' وہ دراصل آپ کی امید کو قوی کر رہے تھے اور آپ کو ثابت قدم رکھ رہے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مقام' مقام احمد ہے ــــ اور آپ کا یقین ہر ایک کے یقین سے بڑھ کر ہے ــــ اس لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام رجا میں تھے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے جو وعدہ کیا تھا' ان کو اس پر بھروسہ تھا ــــ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مقام خوف میں تھے ــــ قاضی ابوبکر نے کہا ہے کہ

---

۲۴۳ دانتوں پر غبار نصرت اور اہتمام کی وجہ سے تھا تاکہ آپ اور آپ کے اصحاب کو سرور ہو۔

دونوں مقام فضیلت میں برابر ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خوف اس لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ چنانچہ آپ کو یہ خوف ہوا کہ اس کے بعد روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کی جائے گی لہٰذا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خوف عبادت تھا ـــــ اس میں شک نہیں کہ آپ کا خوف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رجا سے اعلیٰ تھا۔

خطابی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ یہ جائز نہیں کہ کوئی شخص یہ وہم کرے کہ اس حالت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے رب کے ساتھ زیادہ بھروسہ تھا ـــــ بلکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس حالت میں خوف پر اٹھانے والی وہ شفقت تھی جو آپ کو اپنے اصحاب پر تھی اور ان کے دلوں کو تقویت دینا مقصود تھا ـــــ چنانچہ آپ نے توجہ اور ابتہال میں مبالغہ فرمایا تاکہ دعا اور ابتہال کے وقت ان کے دلوں کو تسکین ہو جائے۔ اس لیے کہ صحابہ کرام کو یہ علم تھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ مستجاب ہے ـــــ جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے جو کچھ کہا کہ آپ دعا اور ابتہال سے باز رہیں ـــــ آپ کو یہ علم ہو گیا تھا کہ آپ کی دعا قبول کی گئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نفس میں قوت اور طمانیت پائی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قبولیت دعا کا علم ہونے پر **سیھزم الجمع ویولون الدبر** پڑھا۔

جبکہ سہیلی نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس حالت میں مقام خوف میں تھے کہ وہ حالت اکمل حالات صلوٰۃ کی ہے ـــــ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک یہ جائز ہو گیا تھا کہ اس دن نصرت واقع نہ ہو گی۔ اس لیے کہ آپ کے ساتھ نصرت کا وعدہ اس واقعہ کے لیے معین نہیں تھا' نصرت کا وعدہ نہیں تھا مگر مختصر طور پر یہ وہ امر ہے جو بادی الرائے سے ظاہر ہوتا ہے ـــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے **اللھم ان تھلک ھذہ العصابہ من اھل الایمان فلا تعبد بعد الیوم** نہیں کہا ـــــ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شدت اجتہاد اور دعا میں تعب اس لیے تھا کہ آپ نے دیکھا کہ ملائکہ قتال میں تعب اٹھا رہے ہیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سامنے کے دانتوں پر غبار ہے اور اللہ تعالیٰ کے انصار شدائد موت میں گھس رہے تھے ـــــ اور جہاد دو قسموں پر ہے:

- ایک جہاد تلوار کے ساتھ ہے۔
- ایک جہاد دعا کے ساتھ ہے۔

اور امام کی عادت سے ہے کہ وہ جیش کے پیچھے رہے اور لشکر کے ساتھ رہ کر جنگ نہ کرے ـــــ چنانچہ تمام لوگ کوشش اور اجتہاد میں تھے آپ کا ارادہ یہ نہیں تھا کہ اپنے نفس کو دو کوششوں میں سے ایک کے ساتھ راحت دیں (یعنی جہاد بالسیف اور اجتہاد بدلدعا) ـــــ حال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے انصار اور ملائکہ اجتہاد کر رہے تھے' آپ کا ارادہ یہ نہیں تھا کہ راحت اختیار کریں ـــــ اللہ تعالیٰ کا گروہ یعنی مومنین اللہ کے دشمنوں سے جنگ کر رہے تھے۔

صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ یوم

بدر میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مشرکین کی طرف ایسے حال میں نظر فرمائی کہ وہ ایک ہزار تھے اور آپ کے اصحاب تین سوانیس تھے۔۔۔۔ آپ عریش میں داخل ہوئے اور قبلہ کی طرف رخ کر کے اپنے ہاتھ دیئے اور اپنے رب کو پکارنے لگے: اللھم انجزلی ما وعدتنی۔۔۔۔ آپ اپنے رب کو پکارتے ہی رہے اور اپنے ہاتھ دراز کیے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کی چادر مبارک آپ کے شانوں سے گر پڑی۔۔۔۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی چادر مبارک اٹھا کر آپ کے دونوں شانوں پر ڈال دی اور آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر چادر کو پکڑے رہے اور عرض کی:

''یا نبی اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ کا اپنے رب سے سوال کرنا آپ کے لیے کافی ہے (یعنی آپ زیادہ دعا نہ مانگیے) اس لیے کہ جو کچھ آپ کے رب نے آپ سے وعدہ کیا ہے وہ اسے پورا کرے گا''

اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی: **اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملائکۃ مردفین**

یعنی جس وقت تم لوگ اپنے رب سے مدد چاہتے تھے' ایسے حال میں تمہاری طرف ایک ہزار ملائکہ بھیجنے والا ہوں جو ان ملائکہ سے ردیف کے طور پر یعنی کے پیچھے ایک آئے گا'' ۲۴۴

غزوہ بدر میں اللہ کی نصرت:

دوسری آیت مبارک میں ہے: **بثلاثۃ آلاف من الملائکۃ منزلین**۔۔۔۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ہزار فرشتوں کے پیچھے تین ہزار اور فرشتے اور آئے۔۔۔۔ لہٰذا یہ تین ہزار ان ایک ہزار کے لیے کثیر ہیں جو پہلے قلیل تھے (اس کا معنی یہ ہے کہ تین ہزار فرشتوں نے ایک ہزار فرشتوں کو قوت دی اور ان کو زیادہ کر دیا اور

- ایک ہزار فرشتے وہ ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے ہمراہ کفار سے قتال کیا اور
- ایک ہزار فرشتے وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کو بشارت سے ثابت قدم رکھو اور وہ فرشتے مردوں کی صورت میں تھے' اور مومنوں سے کہتے تھے! اثبتوا یعنی ثابت قدم رہو۔۔۔۔ تمہارے دشمن قلیل ہیں اور اللہ تمہارے ساتھ ہے۔

ربیع بن انس نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد ایک ہزار ملائکہ سے کی' پھر وہ تین ہزار ہو گئے' پھر پانچ ہزار ہو گئے۔۔۔۔ سعید بن عروبہ نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوم بدر میں مومنوں کی مدد پانچ ہزار فرشتوں سے کی تھی۔۔۔۔ عامر شعبی نے کہا ہے کہ یوم بدر میں مسلمانوں کو یہ خبر ملی تھی کہ کرز بن جابر مشرکوں کی مدد کر رہا ہے۔ یہ بات ان پر بڑی دشوار گزری' تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الن یکفیکم ان یمدکم ربکم بثلاثۃ الاف من الملائکۃ منزلین

---

۲۴۴ اگر مردفین دال کے فتح سے پڑھا جائے گا تو یہ معنی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار ملائکہ کو مسلمانوں کا ردیف کیا اور مسلمانوں کے پاس مدد کے لیے ملائکہ کو لایا۔

۲۴۵ یعنی دیکھنے والوں کو ان کا نور سپید عمامہ نظر آتا۔ ملائکہ نورانی اجسام ہیں۔ ان کے لیے جسمانی لباس لائق نہیں ہیں اور ملائکہ کی یہی علامتیں ان کے گھوڑوں کی پیشانیوں اور ان کی دموں میں تھیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام پانچ سو فرشتوں میں ـــــ اور حضرت اسرافیل علیہ السلام پانسو فرشتوں میں مردوں کی صورت میں نازل ہوئے ـــــ فرشتے ابلق گھوڑوں پر سوار تھے اور ان کے جسموں پر سپید کپڑے تھے اور ان کے سروں پر سپید عمامے تھے اور عماموں کے اطراف کو انہوں نے دونوں شانوں کے درمیان چھوڑ رکھا تھا ـــــ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یوم بدر میں ملائکہ کی علامت سپید عمامے تھے اور یوم حنین میں سبز عمامے تھے ـــــ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یوم بدر میں ملائکہ کی علامت سپید عمامے تھے۔۲۴۵ ـــــ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ملائکہ ایسے حال میں نازل ہوئے تھے کہ زرد عمامے باندھے ہوئے تھے ـــــ

کیا فرشتوں نے قتال کیا تھا؟

کہا گیا ہے کہ ملائکہ نے یوم بدر کے سوا اور دنوں میں قتال نہیں کیا ـــــ بدر کے سوا تعداد یا سامان اور مدد کے طور پر مسلمانوں کے ساتھ رہتے تھے۔

''نہایت البیان'' تفسیر قرآن میں اللہ تعالیٰ کے فرمان ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم میں یہ نکتہ اٹھایا گیا ہے کہ کیا یوم حنین میں ملائکہ نے قتال کیا ہے یا قتال نہیں کیا ہے ـــــ جمہور علماء کا قول ہے کہ ملائکہ نے سوائے بدر کے قتال نہیں کیا۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے یوم احد میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں اور بائیں طرف وہ مرد دیکھے جن کے جسموں پر سپید کپڑے تھے ـــــ ان مردوں کو نہ میں نے اس سے پہلے دیکھا اور نہ اس کے بعد دیکھا یعنی حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہ السلام دونوں سخت قتال کرتے تھے۔

ابن الانباری نے کہا ہے کہ ملائکہ نہیں جانتے تھے کہ آدمی کیونکر قتل کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو اس ارشاد سے تعلیم فرمائی۔

- فاضربوا فوق الاعناق ''سروں پر تلوار مارو'' اور فرمایا
- واضربوا امنھم کل بنان ''یعنی ہر ایک جوڑ پر مارو'' ـــــ

سہیلی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ تفسیر میں آیا ہے کہ یوم بدر میں سر اور ہر جوڑ پر ضرب واقع تھی ـــــ مسلمان ملائکہ کے مقتولوں کو اپنے قتل کیے ہوئے کفار سے پہچانتے تھے کہ ان کی گردنوں اور مفصلوں پر سیاہ نشان تھے۔

ابو امام بن سہل بن حنیف نے روایت کی ہے کہ یوم بدر میں ہم نے دیکھا کہ ہم میں سے کوئی شخص اپنی تلوار سے کسی مشرک کی طرف اشارہ کرتا اس سے پہلے کہ تلوار اس مشرک تک پہنچے اس کا سر گر پڑتا تھا۔

شیخ تقی الدین سبکی علیہ الرحمہ سے کسی نے پوچھا کہ ملائکہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہ کر قتال کیا۔ باوجود اس کے کہ جبرئیل علیہ السلام اس امر پر قادر تھے کہ اپنے ایک بازو پر سے کفار کو دفع کر دیں۔ اس میں کیا حکمت تھی؟ ـــــ اسے یہ جواب دیا گیا کہ اس ارادہ کی وجہ سے یہ ہوا کہ قتال کا فعل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا فعل ہو ـــــ اور ملائکہ آپ کی اور آپ کے اصحاب کی مدد ہوں جیسے کہ لشکروں کی لشکر مدد کرتے ہیں ـــــ یہ ان

اسباب کی وجہ سے تھا جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں جاری فرمایا۔ حالانکہ جمیع افعال کا فاعل اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی عفاری نے بیان کیا کہ میں اور میرا چچازاد جنگ بدر کے دوران آئے اور اس پہاڑ پر چڑھے جہاں سے مقام بدر نظر آتا ہے ـــــ اس وقت ہم دونوں مشرک تھے۔ ہم اس تاڑ میں تھے کہ لوگ بھاگیں تو ہم ان کا مال و اسباب لوٹ مار کریں ـــــ اس دوران ہم نے یکایک دیکھا کہ ایک ایسا بادل ہم سے نزدیک ہو گیا جس میں گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز تھی ـــــ میں نے ایک کہنے والے کو سنا' وہ کہتا تھا:

''اے حیزوم! آگے بڑھ''۲۴۶

میرے چچازاد بھائی کا دل اس ہیبت سے پھٹ گیا اور وہ وہیں مر گیا۔ میری یہ حالت ہوئی کہ قریب تھا کہ میں ہلاک ہو جاؤں' پھر میں نے اس حالت سے افاقہ پایا۔

غزوہ بدر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کفار پر کنکریاں پھینکیں:

جب عام جنگ شروع ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مٹھی بھر کنکرایں لیں اور وہ کنکریاں کفار کے منہ پر دے ماریں' اور فرمایا ـــــ ''شاھت الوجوہ'' ـــــ چنانچہ کوئی مشرک باقی نہ رہا جس کی دونوں آنکھوں اور دونوں نتھنوں میں کنکریاں نہ داخل ہوئیں ـــــ چنانچہ کفار بھاگ گئے اور صنادید قریش میں سے جس شخص کو قتل کیا' اسے اللہ تعالیٰ نے قتل کیا اور قریش کے اشراف میں سے جو شخص قید کیا گیا' وہ قید کیا گیا (اشراف قریش میں سے گرفتار ہونے والے ستر آدمی تھے۔)

عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے ارشاد باری تعالیٰ ومارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمیٰ میں کہا ہے کہ یوم بدر میں یہ ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تین کنکریاں لیں:

- ایک کنکری قوم کی صف میمنہ میں پھینکی اور
- ایک کنکری میسرہ میں پھینکی اور
- ایک کنکری ان کے درمیان پھینکی

اور فرمایا شاھت الوجوہ ـــــ چنانچہ کفار بھاگ گئے ـــــ اکثر علماء نے کہا ہے کہ یہ آیت شریفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کنکریاں مارنے کے بارے میں یوم بدر میں نازل ہوئی ہے۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یوم حنین میں بھی کنکریاں ماری تھیں۔

ایک جماعت نے یہ اعتقاد کیا ہے کہ آیت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فعل کا سبب آپ کی ذات سے ہے اور اس فعل کی اضافت رب تعالیٰ کی طرف ہے ـــــ اس جماعت نے اسے مذہب جبریہ میں اور بندوں کی طرف افعال کی جو نسبت ہوتی ہے' اس نسبت کے رد میں اور تنہا رب تعالیٰ کی طرف بندوں کے افعال کی نسبت ثابت کرنے میں اصل گردانا ہے۔ (تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا) ـــــ ابن القیم نے کہا ہے کہ ان کا یہ اعتقاد قرآن شریف کے سمجھنے میں غلط

---

۲۴۶ حیزوم حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کا نام ہے۔

ہے اور اگر ان کا یہ قول صحیح بھی ہو تو اس کا طرد کرنا واجب ہے ـــــ چنانچہ اس کے طرد میں یہ کہا جائے گا۔ ماصلیت اذصلیت ولاصمت اذ صمت ولا فعلت کذااذا فعلت ولکن اللہ فعل ذلک یعنی مخاطب سے یہ کہا جائے گا کہ جس وقت تو نے نماز پڑھی' تو نے نماز نہیں پڑھی اور جس وقت تو نے روزہ رکھا تو نے روزہ نہیں رکھا اور جس وقت تو نے ایسا فعل کیا تو نے وہ فعل نہیں کیا بلکہ یہ تمام افعال اللہ تعالیٰ نے کیے" ـــــ اگر وہ لوگ اس کا طرد کریں گے تو ان کو بندوں کے افعال میں بندوں کی طاعت اور بندوں کی گنہگاری کہنا لازم آئے گا ـــــ اس وقت کوئی فرق نہ ہوگا اور بندوں کا کوئی فعل ان کی طرف منسوب نہ ہوگا ـــــ اور بندوں سے مامور بہ اور منہی عنہ امتثال کا ثابت نہ ہوگا' اور نہ طاعت سے ان کو کچھ ثواب حاصل ہوگا اور نہ گناہ سے کوئی عذاب' یہ امر شریعت کا ہدم ہوگا ـــــ اور آیات اور احادیث کثیرہ کا رد ہوگا ـــــ اور آیات اور احادیث کثیرہ کا رد ہوگا ـــــ اور اگر یہ لوگ اسے تنہا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مخصوص کریں گے اور آپ کے جمیع افعال کے ساتھ یا تنہا آپ کے کنکریاں پھینکنے کے ساتھ' نہ آپ کے دوسرے افعال کے ساتھ مخصوص کریں گے' وہ اپنے نفوس سے جھگڑا کریں گے ـــــ اس لیے کہ انہوں نے بندوں سے تمام افعال کی نفی کی ہے اور بعض افعال کی نسبت بعض بندوں کی طرف کی ہے' لہٰذا اس آیت میں جو بیان ہوا ہے' لوگ اسے سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔ اس لیے کہ بشر کا وہ پھینکنا اس حد کو نہیں پہنچتا۔ کیونکہ اس پھینکنے کی ابتداء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے تھی کہ وہ کنکریوں کا پھینکنا ہے ـــــ اور اس پھینکنے کی انتہاء رب تعالیٰ کی طرف سے ہے کہ وہ کنکریوں کا پہنچا دینا ہے ـــــ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے کنکریاں پھینکنے کی وہ مبداء اضافت ہے ـــــ اور اس پھینکنے کے پہنچانے کی وہ نہایت ہے۔ آپ سے اللہ تعالیٰ نے نفی کی ہے ـــــ اس کی مثال آیت شریف میں نفس آیت ہے (یہ انجام کے اعتبار سے ہے۔ اس لیے کہ ان لوگوں سے قتل کی نفی اور قتل کا اثبات ان کے لیے آیت میں نہیں ہے) فرمان الٰہی ہے فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم .... وما رمیت اذرمیت ولکن اللہ رمٰی ـــــ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس طور پر خبر دی کہ اللہ تعالیٰ دشمنوں کی آنکھوں میں کنکریاں پہنچانے کے ساتھ منفرد ہے ـــــ کنکریوں کا پہنچانا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سبب نہیں تھا لیکن اس آیت کے ساتھ اشارے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب کو قائم کیا تھا جو بندوں پر ظاہر ہوتے ہیں ـــــ چنانچہ کافروں کی شکست اور ان کا قتل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نصرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف اضافت کی گئی اور آپ کے ساتھ اضافت کی گئی اور یہ امور آپ کے فعل سے حاصل ہوئے ـــــ اللہ تعالیٰ خیر الناصرین ہے۔ جیسا کہ اس نے کتاب مبین میں فرمایا ہے۔

غزوہ بدر میں معجزات رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم:

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ عکاشہ بن محصن الاسدی نے یوم بدر میں اپنی تلوار سے جنگ کی۔ یہاں تک کہ وہ تلوار عکاشہ کے ہاتھ میں ٹوٹ گئی ـــــ عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے۔ آپ نے ایک درخت کی سوکھی لکڑی کا تنہ ان کو دے دیا جس میں کوئی شاخ نہیں تھی اور فرمایا "اس سے جنگ کرو۔"

انہوں نے اسے حرکت دی' وہ لکڑی کا تنا ان کے ہاتھ میں لمبے قد کی سخت پٹھہ سفید چمکدار تیز تلوار ہو گئی ــــ عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس تلوار سے جنگ کی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ اس تلوار کا نام عون تھا۔ پھر وہ تلوار عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ہمیشہ رہتی تھی اور عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ تلوار لے کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مقامات جنگ میں موجود ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ عکاشہ شہید کیے گئے۔ وہ تلوار ان کی شہادت کے وقت ان کے پاس تھی۔

عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوم بدر میں ایسے حال میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے کہ اپنا ہاتھ کٹا ہوا اٹھا کر لا رہے تھے۔ اس ہاتھ پر عکرمہ ابن ابوجہل نے تلوار ماری تھی اور وہ ہاتھ چمڑے سے لٹک رہا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس ہاتھ پر لعاب دہن مبارک ڈال دیا۔ وہ ہاتھ مل گیا ــــ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ اس واقعہ کے بعد عکاشہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ تک زندہ رہے۔

کفار ومشرکین قریش کا انجام:

عروہ بن الزبیر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ عظمائے مقتولین بدر قلیب میں ڈال دیے جائیں ــــ وہ قلیب میں ڈال دیے گئے مگر امیہ بن خلف' قلیب بدر میں نہیں ڈالا گیا۔ وہ مرکر اپنی زرہ میں پھول گیا تھا۔ اس لیے اس پر اتنی مٹی اور پتھر جو اس کو چھپا دیتے' ڈال دیے گئے ــــ کفار قریش کے عظماء قلیب میں ڈال دیے گئے ــــ کفار کی مردار لاشوں کی کثرت تھی ــــ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو مکروہ جانا کہ اپنے اصحاب کو ان کے دفن کے لیے حکم فرمائیں ــــ البتہ انہوں نے انہیں کھینچ کر قلیب میں ڈال دینا آسان سمجھا۔ ۲۴۷

جملہ مقتولین کفار ستر آدمی تھے اور یہ چوبیس روساء قریش سے تھے ــــ یہ قلیب بنی انمار کے ایک شخص بدر نے کھودا تھا۔

طبرانی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مقام بدر میں ہمیں کل کے دن اہل بدر کے پچھڑنے کی جگہ دکھاتے تھے۔ آپ فرماتے تھے:

''ان شاء اللہ ! کہ یہ فلاں کے کل پچھڑنے کی جگہ ہے۔''

قسم ہے اس ذات کی! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو حد ٹھہرائی تھی' کفار قریش نے اس سے خطا نہیں کی۔ یہاں تک کہ آپ مقتولین بدر کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے مقتولین بدر کو مخاطب کر کے فرمایا:

''یا فلان بن فلان ویا فلان بن فلان ویا فلان بن فلان هل وجدتم ماد عدکم اللّٰہ و رسولہ حقا ــــ اللّٰہ

---

۲۴۷ کافر پر نماز جنازہ پڑھنا حرام ہے اور کافر کو غسل دینا مسلمان پر واجب نہیں ــــ کافر کے قرابت دار کافر کے لیے اس کو غسل دینا جائز اور اولیٰ ہے ــــ مسلمانوں پر ذمی کا کفن دفن واجب ہے نہ حربی اور مرتد کا کفن دفن اور اس پر کتوں کو چھوڑنا جائز ہے۔ اگر وہ دفن کر دیا جائے تو دفن اس لیے کہ اس کی بدبو سے ایذا نہ پہنچے (مختصر الروضہ از حجازی)

اور اس کے رسول نے تم سے جو وعدہ کیا تھا' کیا تم نے اس کو حق پایا۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ مجھ سے کیا' میں نے اس کو حق پایا۔"

ایک اور روایت میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان مقتولین کو مخاطب کر کے پکارا:

"یا عتبہ بن ربیعہ۔۔۔۔ یا شیبہ بن ربیعہ۔۔۔۔ یا امیہ بن خلف۔۔۔۔ یا ابوجہل بن ہشام"

امیہ بن خلف قلیب میں نہیں تھا۔ وہ لحیم شحیم تھا اور سڑ کر پھول گیا تھا۔ اس پر اتنے پتھر اور مٹی ڈال دی گئی تھی جس نے اس کو چھپا لیا تھا۔۔۔۔ اگر ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کیا جائے کہ امیہ بن خلف قلیب بدر سے قریب تھا' لہٰذا جن لوگوں میں وہ پکارا گیا' ان میں پکارا گیا۔ اس سبب سے امیہ جملہ روساء قریش سے تھا۔

ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے بعض اہل علم سے لکھا ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"اے اہل قلیب بدر! تم لوگ برا بر عشیرہ تھے۔ تم نے میری تکذیب کی اور انہوں نے میری تصدیق کی۔"

سماع میت کی تحقیق:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

"یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ ان جسموں سے کیونکر کلام کرتے ہیں جن میں ارواح نہیں ہیں۔"

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"جو بات میں کہتا ہوں تم ان لوگوں سے زیادہ نہیں سنتے ہو۔۔۔۔ فرق یہ ہے کہ یہ لوگ جواب میں کچھ کہنے کی قدرت نہیں رکھتے۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کی تاول کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ ارادہ کیا ہے کہ مقتولین قلیب بدر جانتے ہیں کہ توحید اور ایمان کی قسم سے جو بات میں نے زمانہ ماضی میں کہی ہے' وہ حق ہے۔۔۔۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انک لاتسمع الموتی .... آخر آیت تک پڑھا۔۔۔۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تاویل اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ مردہ کے سننے سے مطلقاً انکار کرتی تھیں۔۔۔۔ ان کے انکار پر ان کا یہ قول دلیل ہے کہ انہوں نے کہا کہ وہ مقتولین بدر البتہ اب جانتے ہیں۔

قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مقتولین کو توبیخ' ذلت اور عذاب اور حسرت کے لیے زندہ کیا۔۔۔۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے مردوں کے سننے کا انکار کرنے والوں کا رد ہوتا ہے۔۔۔۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے ما انتم باسمع لما اقول منھم۔۔۔۔ یعنی میں جو بات ان مقتولین بدر سے کہتا ہوں' تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو۔۔۔۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت امام احمد نے حسن اسناد سے کی ہے۔ اگر یہ حدیث محفوظ ہے تو گویا یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے اس ارشاد سے اس وجہ سے رجوع کیا ہے کہ وہ اس قصہ میں موجود نہیں تھیں' ان کے نزدیک صحابہ سے یہ ثابت ہو گیا۔

اسماعیل علیہ الرحمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس فہم' ذکا اور کثرت روایت اور علم کے غوامض میں غور کا وہ سرمایہ تھا جس پر زیادتی ممکن نہیں ہے۔۔۔۔ لیکن ثقات کی روایت کے رد کی طرف کوئی راستہ نہیں ہے مگر ایسی نص کے ساتھ جو اس کی مثل ہو اور اس کے نسخ پر دلالت کرتی ہو۔۔۔۔ یا اس کی تخصیص۔۔۔۔ یا اس کے استحالہ پر دلالت کرتی ہو۔ اس مقام پر یہ تینوں امور منتفی ہیں' لہٰذا صحابہ کی وہ روایت کیونکر رد کی جائے گی اور اس امر کے درمیان اس جمع کا انکار کیا جائے گا جس کا انکار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کیا ہے۔۔۔۔ ان کے غیر نے اس امر کو ثابت کیا ہے۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان انك لا تسمع الموتی '۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد انهم الان یسمعون کے منافی نہیں۔۔۔۔ اس لیے کہ اسماع کا یہ معنی ہے کہ سنانے والا اپنی آواز سامع کے کان میں پہنچا دے۔۔۔۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا ارشاد مقتولین قلیب بدر کو سنا دیا۔ اس طور پر کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آواز ان کو پہنچا دی۔۔۔۔ لیکن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جواب اس طور پر کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انهم لیعلمون فرمایا۔ اگر عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس واقعہ کے بعد اس کو سنا ہے تو یہ جواب یسمعون کی روایت کا منافی نہیں ہے بلکہ اس کی تائید کرتا ہے۔

سہیلی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان وما انت بمسمع من فی القبور ان انت الا نذیر کے ساتھ احتجاج کیا ہے۔۔۔۔ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی مانند ہے: افانت تسمع الصم اوتهدی العمی یعنی اللہ تعالیٰ وہ ہے جو ہدایت کرتا ہے اور توفیق دیتا ہے اور دلوں کے کانوں تک نصیحت کو پہنچاتا ہے' نہ کہ آپ پہنچاتے ہیں۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں اور بہروں کے ساتھ تشبیہ کی بنا پر کفار کو مردہ و بہرا گردانا ہے' حالانکہ وہ زندہ ہیں۔۔۔۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس وقت چاہتا ہے درحقیقت وہی سناتا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کا نبی اور نہ کوئی دوسرا شخص۔۔۔۔ اس وقت آیت کے ساتھ دو وجوہ کی بنا پر کوئی تعلق نہیں:

- ایک وجہ یہ ہے کہ آیت کفار کو ایمان کی طرف بلانے میں نازل ہوئی ہے اور
- دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امر کی نفی کی ہے کہ آپ کفار کو سنانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس وقت چاہیں کفار کو نہیں سناتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ چاہتا ہے' وہی کرتا ہے۔ وهو علی کل شیء قدیر

واقعہ بدر نظم میں:

علامہ ابن جابر نے واقعہ بدر کو اپنے اشعار میں بڑی خوبصورتی سے پیش کیا ہے:

بدا یوم بدر وهم کالبدر حوله　　کواکب فی الق الکواکب تنجلی

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یوم بدر میں ایسے حال میں ظاہر ہوئے کہ بدر کی مثل تھے۔۔۔۔ اور آپ کے اطراف

جو مرد تھے' اشراق اور ظہور میں وہ کواکب کی مانند تھے ـــــ اور آپ ان کواکب کی طرف میں ظاہر ہوتے تھے اور اپنے غیر سے پہچانے جاتے تھے۔ جیسے چودھویں رات کا چاند ستاروں میں پہچانا جاتا ہے ـــــ بعض کتب میں کواکب کی جگہ مواکب آیا ہے۔ شتر سواروں کی وہ جماعت جو آہستہ آہستہ جائے' ان سے بھی قوم مراد ہے۔

وجبریل فی جند الملائك دونه　　فلم تغن اعداد لعد والمخذل

اور جبرئیل علیہ السلام ان فرشتوں کے لشکر میں تھے جو آپ کے اور اصحاب کے اعوان اور انصار تھے اور آپ کے آگے تھے ـــــ سو دشمن مخذول کی کثرت اور تیاری سامان نے ان کو بے نیاز نہیں کیا یعنی اس کی کثرت اور سامان اس کو بکار آمد نہیں ہوا یعنی مسلمانوں کی شدت اور قوت دشمنوں کی آنکھوں میں اس طور سے ظاہر ہوئی کہ وہ مخذول ہو گئے اور مسلمانوں نے قدرت پا کے ان میں بعض کو قتل اور بعض کو قید کیا۔

رمی بالحصی فی اوجه القوم رمیة　　فشراهم مثل النعام بمجهل

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے چہروں پر ایک بار کنکریاں پھینکیں' شتر مرغ کی طرح ان کو ہانک دیا اور ان کی جماعت ایسی جگہ میں بکھیر دی کہ جہاں سے ان کو راستہ نہیں ملتا تھا اور نہ وہ پلٹ سکتے تھے۔

فجادلهم بالمشرفی فلموا　　فجادله بالنفس كل مخبدل

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان دشمنوں کے ساتھ مجادلہ کیا یعنی ان کو تلوار سے مارا ـــــ یا تلوار سے ان کے ساتھ بخشش کی۔ ان دشمنوں نے اپنے آپ کو سونپ دیا اور ہر ایک بچھڑے ہوئے نے آپ کے لیے اپنے نفس یعنی جان سے بخشش کی یعنی آپ نے ان کو قتل کیا اور انہوں نے اپنی جان دیدی۔

عبیدة سل عنهم وحمزة واستمع　　حدیثهم فی ذلك الیوم من علی

ان دشمنوں کا احوال عبیدہ بن الحرث المطلبی اور حمزہ بن عبدالمطلب سے پوچھ لو اور اس دن کی باتیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سن لو کہ وہ بدر میں موجود تھے اور کفار سے لڑے تھے۔

فهم عتبوا بالسیف عتبة اذ غدا　　فذاق الولید الموت لیس له ولی

عبیدہ اور حمزہ اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عتبہ بن ربیعہ کو تلوار سے مارا۔ جس وقت اس نے طلب مبارزت (جنگ) کے لیے مبادرت کی ـــــ چنانچہ ولید بن عتبہ نے موت کا مزا چکھا' اس کا کوئی مددگار نہیں تھا۔

وشیبه لما شاب خوفا تبادرت　　الیه العوالی بالخضاب المعجل

اور شیبہ جبکہ غم سے اس کے سر کے بال اور داڑھی سپید ہو گئی تو نیزوں کے بھالوں نے خضاب معجل کے ساتھ مبادرت کی یعنی ان اصحاب نے نیزوں کے بھالوں سے خون بہایا ـــــ وہ خون شیبہ کے سر کے بالوں اور داڑھی کے لیے خضاب ہو گیا خون کو حنا کے خضاب سے تشبیہ دی گئی ہے۔

وجال ابو جهل فحقق جهله　　عداة تردى بالردى عن تذلل

اور ابوجہل نے اپنی شدت کے اظہار کے لیے مقام حرب اور جنگ میں چکر لگائے ـــــ چنانچہ اس وقت اس کا جہل ثابت (محقق) ہو گیا کہ اس نے خواری سے ہلاکت کی چادر اوڑھی یعنی ابوجہل ذلت سے قتل کیا گیا۔

فاضحى قليبا فى القليب وقومه　　يؤمونه فى الى شرمنهل

ابوجہل قلیب بدر میں پھینک دیا گیا اور اس کی قوم قلیب بدر میں اس کا ارادہ کرتی تھی اور اس کو برے سرچشمہ کی طرف لے جا رہی تھی ـــــ آتش دوزخ کو شر منہل سے تعبیر کیا ہے کہ وہ لوگ اس میں اترے۔

وجاء لهم خير الانام موبّجا　　ففتح من اسماعهم كل مقفل

ان مقتولین کے پاس خیر الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایسے حال میں تشریف لائے کہ ان کو ملامت فرما رہے تھے اور ان کے اور ان کے باپوں کے ناموں سے پکارا اور فرمایا کہ "تم لوگ اپنے نبی کا برا عشیرہ تھے" ـــــ اور ان کے کانوں سے ہر ایک قفل کھول دیا یعنی وہ لوگ غفلت میں تھے اور سچ بات سے گریز کرتے تھے۔ ان کے دلوں میں حق داخل نہیں ہوتا تھا۔ مرنے کے بعد وہ قفل زائل ہو گئے، ٹوٹ گئے ـــــ اور انہوں نے حق کو ظاہر جان لیا جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فهل وجدتم ما وعد ربكم حقا ـــــ چنانچہ آپ کا خطاب اکمل حالت سماع میں ان کے کانوں تک پہنچ گیا۔

واخبر ما انتم باسمع منهم　　ولكنهم لايهتدون لمقول

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ پوچھنے والوں کو کہ آپ ان جسموں سے کیونکر کلام کرتے ہیں جن میں روحیں نہیں ہیں؟ خبر دی کہ تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو بلکہ وہ تم سے زیادہ سنتے ہیں یا سماعت میں تمہارے برابر ہیں لیکن وہ لوگ جواب ادا کرنے کی طرف راستہ نہیں پاتے۔

سلاعنهم يوم السلا اذا تضاحكوا　　فعاد بكاء عاجل لم يوجل

شعرائے عرب دو شخصوں کو مخاطب کر کے کلام کرتے ہیں۔ اس لیے تثنیہ کا صیغہ لائے ہیں یعنی تم دونوں مخاطب ان لوگوں سے یوم سلا کو پوچھو ـــــ یوم سلا وہ دن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کعبہ شریف میں نماز پڑھ رہے تھے ـــــ ابوجہل لعین نے جانور کا سلا یعنی بچے کی اوجھڑی طلب کر کے آپ کے دونوں شانوں کے درمیان رکھوا دیا۔ آپ اپنی اس حالت نماز میں رہے ـــــ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو علم ہوا، وہ تشریف لائیں اور اس اوجھڑی کو آپ کے شانوں سے علیحدہ کیا اور ان لوگوں کو برا بھلا کہا ـــــ اوجھڑی رکھنے کے بعد وہ لوگ اس طور سے ہنسے کہ ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے ـــــ یوم سلا کو اس لیے پوچھو کہ وہ آپس میں ہنستے تھے۔ ان یک ہنسی بکاء عاجل ہو گئی یعنی ہنسنے کے ساتھ ہی انہیں رونا پڑا۔

الم يعلموا علم اليقين بصدقه　　ولكنهم لايرجون لمعقل

کیا علم الیقین سے ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا صدق نہیں جانا' لیکن کو یہ قدرت نہیں ہے کہ اپنی جائے پناہ کی طرف رجوع کریں اور جو مصیبت ان کو پہنچی ہے، اس سے اپنے آپ کو بچا لیں۔

فیا خیر خلق اللہ جاھك ملجئ وحبك ذخری فی الحساب و موئلی

اے خیر خلق اللہ! آپ کی شان میرا ملجا ہے اور روز حساب میں آپ کی محبت میرا بھروسہ اور میرا مرجع ہے۔

علیك صلوٰۃ بشمل الآل عرفھا واصحابك الاخیار اھل التفضل

آپ پر ایسا درود جس کی رائحہ ذکیہ آپ کی آل اور آپ کے اصحاب اخیار کو شامل ہو جو جان و مال کے ساتھ اوروں پر فضیلت رکھتے تھے، ہمیشہ پہنچے۔

بدر میں قتل ہونے والے کفار کو عذاب:

علامہ ابن مرزوق علیہ الرحمہ نے یہ حکایت بیان کی ہے کہ ایک بار حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدر کی طرف گئے۔۔۔۔ اچانک انہوں نے دیکھا کہ ایک مرد کو عذاب دیا جا رہا ہے اور وہ شخص عذاب کی تکلیف سے آہ و پکار کرتا ہے۔ جب اس کے پاس سے گزر ہوا تو اس نے یا عبداللہ کہہ کے پکارا۔۔۔۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ:

''میں نہیں جانتا کہ اس شخص نے میرا نام پہچانا یا جیسے کہ کوئی شخص کسی کا نام نہیں جانتا لیکن اہل عرب کی روایت کے مطابق یا عبداللہ کہہ کر پکارتا ہے۔''۔۔۔۔

میں نے اس پکارنے والے کی طرف مڑ کر دیکھا۔ اس نے مجھے کہا کہ پانی پلا دو۔

میں نے ارادہ کیا کہ اس کو پانی پلاؤں لیکن ایک حبشی جو اس کے عذاب دینے پر مامور تھا، اس نے کہا:

''اے عبداللہ! اسے پانی نہ پلاؤ۔۔۔۔ یہ ان مشرکین سے ہے جن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بدر میں قتل کیا ہے۔''

اس واقعہ کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔

مرزوق علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ آیات باقیہ سے وہ آیت ہے کہ میں اکثر حاجیوں سے سنا کرتا تھا کہ جس وقت حاجی اس جگہ سے گزرتے تھے، وہ بادشاہان وقت کے طبل کی مثل آواز طبل سنتے تھے اور وہ حاجی یہ اعتقاد کرتے تھے کہ وہ آواز طبل اہل ایمان کی نصرت کیلئے ہے۔۔۔۔ اور میں نے اکثر اس بات کا انکار کیا تھا اور اکثر بار میں نے اس کی تاویل یہ کی تھی کہ شاید وہ جگہ سخت ہے۔۔۔۔ چارپایوں کے سموں کی آواز اس سے نکلتی ہے۔ مجھ سے لوگ کہتے تھے کہ وہ جگہ نرم ہے، ریت کی طرح ہے، سخت نہیں ہے۔۔۔۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایسی سخت جگہ پر اونٹ جاتا ہے کہ اس کے پاس سخت زمین میں آواز نہیں دیتے ریت میں کیونکر آواز دیں گے۔۔۔۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس روشن مقام یا بلند مقام میں پہنچنے کا مجھ پر احسان فرمایا، میں اپنے اونٹ سے اترا اور میں وہاں چل پھر رہا تھا۔ میرے ہاتھ میں ایک لمبی لکڑی درخت سعدان کی تھی جس کا نام ام غیلاں ہے۔۔۔۔ اور جو خبر میں حاجیوں سے سنا کرتا تھا، وہاں مجھے اس کا خیال تک نہ رہا تھا۔۔۔۔ میں دوپہر کی شدید گرمی میں جا رہا تھا۔ مجھے ایک شخص نے جو بادیہ نشین اونٹ والوں کے غلاموں سے تھا، نے ڈرا دیا۔۔۔۔ وہ کہنے لگا ''کیا تم طبل کی آواز سنتے ہو'' ۔۔۔۔ جب میں نے اس کا کلام سنا تو مجھے قوی لرزہ آ گیا

اور جو بات مقام بدر میں طبل کی آواز سے متعلق تھی، مجھے یاد آ گئی اور آسمان سے جو ہوا تھی، میں نے طبل کی آواز سنی ــــ اور میں فرحت یا ہیبت یا جس کیفیت کو خدا جانتا ہے، اور مجھے وہ شے پہنچی تھی جس سے میں حیران تھا، مجھے شک ہوا۔ میں نے اپنے دل میں کہا:

''شاید میرے ہاتھ میں جو لکڑی ہے، ہوا اس میں آ کر ٹھہر گئی ہے اور اس کی آواز کی مثل پیدا ہوئی۔''

اور میں اس آیت عظیمہ کی طلب تحقیق کے لیے حریص تھا۔ میں اپنے ہاتھ سے لکڑی زمین پر ڈال کر بیٹھ گیا یا کود کر کھڑا ہو گیا ــــ یا میں نے یہ سب حرکات کیں ــــ میں نے طبل کی آواز محقق طور پر سنی یا ایسی آواز سنی کہ جس میں مجھے شک نہیں کہ وہ طبل کی آواز ہے جو جانب یمن سے آ رہی ہے ــــ ہم لوگ مکہ مشرفہ کی طرف جا رہے تھے۔ پھر ہم لوگ بدر میں اترے۔ میں سارا دن اس آواز کو بار بار سنتا رہا۔

اسیرانِ بدر:

یوم بدر میں مسلمانوں میں سے چودہ شہید ہوئے۔ چھ مہاجرین سے اور آٹھ انصار سے ــــ ان میں چھ انصاری خزرج سے تھے اور دو اوس سے۔

مشرکین سے ستر آدمی قتل کیے گئے اور ستر قید کیے گئے ــــ ان قیدیوں میں افضل

☆ حضرت عباس ابن عبدالمطلب

☆ عقیل بن ابی طالب

☆ نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب

تھے ــــ یہ سب مسلمان ہو گئے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں امام احمد علیہ الرحمہ سے یہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یوم بدر کے قیدیوں کے بارے میں صحابہ سے مشورہ کیا اور فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان پر قدرت دی ہے'' (اور کل کے دن وہ تمہارے بھائی تھے)

یہ سن کر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کی:

''یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ان لوگوں کی گردن مار دیجئے۔''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے اعراض کیا ــــ پھر دوسری بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خطاب کر کے فرمایا:

''اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان پر قدرت دی ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر یہی کہا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ان کی گردن مار دیجئے۔''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے اعراض کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین بار ایسا کیا۔۔۔۔۔
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا:
''یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ان کو قتل نہ کیجئے۔۔۔۔۔ ان کو معاف فرما دیں اور ان سے فدیہ قبول فرمائیں۔''
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو کچھ غم تھا اور آپ کے چہرہ اقدس سے نمایاں تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تقریر سے وہ جاتا رہا۔۔۔۔۔ آپ نے ان کو معاف فرما دیا اور ان سے فدیہ قبول کر لیا۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
لو لا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذ تم عذاب عظیم فکلو امما غنمتم حلالاً طیبا .
موسیٰ بن عقبہ نے ذکر کیا ہے کہ بدر کے قیدیوں کا فدیہ چالیس اوقیہ سونا تھا۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب کا قبول اسلام:

طبرانی اور بزار نے ابی الیسر کی حدیث سے روایت کی ہے۔ ابی الیسر نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قید کیا۔۔۔۔۔
حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جسیم مرد تھے۔۔۔۔۔ ان سے کسی نے کہا:
''ابوالیسر نے آپ کو کیونکر قید کیا۔۔۔۔۔ ابوالیسر بدصورت، چھوٹے قد کا آدمی ہے۔ اگر آپ چاہتے تو اپنی ہتھیلی میں اس کو لے لیتے۔''
حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:
''نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ میں ابوالیسر سے ملا تو میری آنکھوں میں خندمہ پہاڑ کی طرح ظاہر ہوا۔'' [۲۴۱]
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بدر کے قیدیوں کے باندھنے کا اختیار دیا گیا۔۔۔۔۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قید کو سخت کیا تاکہ اسلام قبول کر لیں۔۔۔۔۔
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے حال میں سنا کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نالہ کر رہے تھے۔۔۔۔۔ آپ کو نیند نہیں آئی۔۔۔۔۔ انصار کو معلوم ہوا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کیلئے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھول دیا۔۔۔۔۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کامل خوشنودی کیلئے آپ سے عرض کیا:
''کیا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے؟''
آپ نے اس سلسلہ میں انصار کو کوئی جواب نہیں دیا۔
ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:
''آپ اپنے نفس اور اپنے بھائیوں کے دونوں بیٹوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن الحارث اور عتبہ بن عمرو اپنے حلیف کا

---

۲۴۱ صاحب قاموس نے کہا ہے کہ خندمہ مکہ کے پہاڑوں میں سے ایک ہے۔

فدیہ دیں۔"

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

"میں مسلمان تھا لیکن قوم نے مجھے کراہت دلائی۔"

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ زیادہ عالم ہے۔ جو بات تم کہتے ہو، اگر وہ حق ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا اور آخرت میں جزا دے گا لیکن تمہارا ظاہری امر یہ ہے کہ تم ہم لوگوں کے مخالف تھے۔"

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سو اوقیہ اور حضرت عقیل پر اسی اوقیہ فدیہ ٹھہرائے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

"کیا رشتہ داری کی وجہ سے یہ فدیہ ٹھہرایا ہے؟" ۲۴۲

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، یہ اس لیے کیا کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے مالدار تھے تا کہ دین محاباۃ نہ ہو ____ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یاایھاالنبی قل لمن فی ایدیکم من الاساری ان یعلم اللہ......... آخر آیت تک۔ یہ آیت سن کر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

"کاش مجھ سے اس کا دو چند لیا جاتا۔"

اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا یؤتکم خیرا مما اخذ منکم ____

یعنی "اللہ تعالیٰ دنیا میں تمہیں اس کا دو چند دے گا اور آخرت میں تمہیں ثواب ملے گا۔"

کہا جاتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان لانے کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے بدر کے لیے سونے کے بیس اوقیہ نکالے تھے تا کہ مشرکوں کو کھانا کھلائیں ____ لیکن قید ہونے پر وہ بیس اوقیہ ان سے لے لیے گئے۔ انہوں نے فدیہ طلب کیے جانے پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا:

"یہ بیس اوقیہ ان کے فدیہ کے حساب میں رکھ لیے جائیں۔"

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انکار کرتے ہوئے فرمایا:

"یہ وہ شے نہیں جسے لے کر آپ نکلے تھے اور جس سے ہم مسلمانوں پر کفار کو مدد دی تھی، لہٰذا یہ تمہارے لیے نہیں چھوڑے جا سکتے۔"

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

"آپ نے مجھے ایسے حال میں چھوڑ دیا ہے کہ غربت کے باعث قریش کے آگے ہاتھ پھیلاؤں گا۔"

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا:

---

۲۴۲ گویا غصے کے طور پر کہا ____ کہ رشتہ دار کے ساتھ کمی ہونی چاہیے جبکہ آپ نے ہم سے اوروں کے مقابلے میں فدیہ زیادہ لیا ہے۔

''وہ سونا کہاں ہے جو آپ نے ام الفضل کو مکہ سے نکلتے وقت دیا تھا۔''

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی حیرت سے پوچھا:

''آپ کو کیونکر معلوم ہوا؟''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میرے رب نے مجھے خبر دی ہے۔''

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ سچے ہیں ـــــ اس سونے کے بارے میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ میں یہ شہادت دیتا ہوں لا الہ الا اللہ وانك عبدهٗ ورسولہ۔''

☆ اہل علم نے تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدیم مسلمان تھے اور اپنا اسلام چھپاتے تھے اور یوم بدر میں مشرکین کے ساتھ نکلے تھے ـــــ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب سے فرما دیا تھا کہ جو شخص حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے، وہ ان کو قتل نہ کرے۔ اس لیے کہ وہ کراہت سے نکلے ہیں ـــــ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جان کا فدیہ دیا اور مکہ مشرفہ کی طرف پلٹ گئے۔

☆ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوم بدر میں مسلمان ہوئے ہیں ـــــ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یوم فتح میں الوا کی طرف تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اسلام کا اظہار کیا اور فتح مکہ کے وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اس فتح کے ساتھ ہجرت ختم ہوگئی۔

☆ اور یہ کہ یوم خیبر میں مسلمان ہوئے تھے۔

☆ اور یہ کہ اپنا اسلام چھپاتے تھے اور اس کا اظہار یوم فتح مکہ میں کیا ـــــ

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام بدر سے پہلے تھا ـــــ آپ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مشرکین کی خبریں لکھا کرتے تھے ـــــ اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنے کو دوست رکھتے تھے ـــــ

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ آپ کا مقام مکہ مشرفہ میں آپ کے لیے خیر ہے۔

قیدیوں کے بارے میں فیصلہ:

جمہور علماء کے نزدیک قیدیوں کے بارے میں یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ قیدیوں کے بارے میں امام کو اختیار ہے کہ

☆ اگر چاہے قتل کرے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بنی قریظہ کے ساتھ کیا۔

☆ اور اگر چاہے تو مال سے فدیہ لے لے، جیسا کہ آپ نے بدر کے قیدیوں کے ساتھ کیا اور

☆ اگر چاہے غلام بنائے جس کو قید کیا ہے۔

یہ امام شافعی علیہ الرحمہ اور علماء کے ایک گروہ کا مذہب ہے اور اس مسئلہ میں کتب فقہ میں خلاف مقرر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بدر کے قیدیوں میں سے دو کے قتل کے لیے حکم فرمایا:

☆ بدر سے پلٹتے وقت عقبہ بن معیط کے قتل کے لیے حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا ــــ یہ عاصم، عاصم بن عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے نانا ہیں ــــ انہوں نے اس کے ہاتھ باندھ کر قتل کر ڈالا۔
☆ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مضیق الصفراء سے باہر تشریف لائے تو حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کو نضر بن الحارث کے قتل کے لیے حکم فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جب بدر سے مدینہ کے لیے تشریف لائے تو آپ کے ساتھ مشرکین کے قیدی تھے ــــ اور مشرکین سے جو مال غنیمت اکٹھا ہوا تھا، وہ بھی ہمراہ تھا۔ عبداللہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو بنی مازن سے تھے، مال غنیمت پر مقرر فرمایا ــــ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مضیق الصفراء سے باہر تشریف لائے تو غنیمت کو مسلمانوں میں مساوی طور پر تقسیم فرمایا ــــ

پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم روانہ ہوئے۔ آپ قیدیوں سے ایک دن پہلے مدینہ تشریف لے آئے۔ جب قیدی مدینہ پہنچ گئے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں اصحاب کے درمیان تقسیم فرما دیا اور فرمایا کہ ان کے ساتھ نیکی کرو۔

بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم زوجہ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا انتقال:

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بدر کے جمیع امور سے آخر رمضان اور یکم شوال کے دن فارغ ہوئے ــــ حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بشارت دینے کے لیے مدینہ بھیجا ــــ وہ چاشت کے وقت مدینہ میں ایسے وقت پہنچے کہ حضرت رقیہ بنت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو لوگ دفن کر چکے تھے۔ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں یہ قول صحیح ہے۔
اور یہ روایت بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دفن میں موجود تھے ــــ آپ ان کی قبر پر تشریف فرما تھے کہ آپ کی چشمان مبارک میں آنسو بھر آئے۔ آپ نے اصحاب سے پوچھا کہ:

''تم میں سے آج کی رات کس نے جماع نہیں کیا ہے؟''

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''میں نے جماع نہیں کیا ہے۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''وہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قبر میں اتاریں۔''

امام بخاری علیہ الرحمہ نے اس روایت کا انکار کرتے ہوئے صحیح بخاری میں حدیث کی تخریج کی ہے ــــ اور کہا ہے کہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی صاحبزادی کے دفن میں حاضر ہوئے تھے ــــ اس حدیث کے ذکر میں انہوں نے نہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام لیا ہے اور نہ کسی اور کا ــــ جبکہ طبرانی،

طبری، امام طحاوی، واقدی، ابن سعد اور دولابی کی روایت میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام لکھا ہے۔
طبرانی کی حدیث میں یقین حاصل ہوگئی ـــــ اور جس نے یہ کہا ہے کہ بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، اسے وہم ہوا ہے ـــــ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زوجہ حضرت رقیہ کی بیماری کے باعث غزوہ بدر میں نہیں گئے تھے ـــــ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا غنیمت سے حصہ نکالا اور مستحق اجر ٹھہرایا۔

ابولہب کا انجام:

ابوسفیان ابن حارث بدر سے جب مکہ آیا تو ابولہب نے اس سے قریش کی خبر پوچھی ـــــ ابوسفیان نے کہا:
''جب ہم مسلمانوں کے مقابل ہوئے، ہم نے اپنے شانے ان کو دے دیئے ـــــ وہ جس طرح چاہتے، ہمیں قتل کرتے تھے ـــــ اور جس طور سے چاہتے تھے، ہمیں قید کرتے تھے ـــــ اللہ کی قسم! اس کے باوجود میں نے اپنے ساتھیوں کو ملامت نہیں کی ـــــ ہم نے گورے رنگ کے ایسے مرد دیکھے جو ابلق گھوڑوں پر آسمان اور زمین کے درمیان تھے، ان سے کوئی شے باقی نہیں رہتی۔'' (یعنی سب کو فنا کردیتے ہیں)
ابورافع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مولی نے جو حضرت عباس بن عبدالمطلب کے غلام تھے، کہنے لگے:
''اسلام ہم میں داخل ہو چکا تھا ـــــ واللہ وہ ملائکہ تھے۔''
ابولہب نے یہ سن کر اپنا ہاتھ اٹھایا اور ابورافع کے منہ پر زور سے ایک طمانچہ مارا ـــــ ام الفضل ایک ستون کے پاس گئیں اور وہ ستون ابولہب کے سر پر مارا اور کہنے لگیں:
''تو نے ابورافع کو اس لیے کمزور جانا کہ اس کا سردار اس وقت یہاں نہیں ہے۔''
ابورافع بیان کرتے ہیں کہ واللہ ابولہب سات راتوں تک زندہ نہیں رہا ـــــ اللہ نے ابولہب کو عدسہ میں مبتلا کیا ـــــ عدسہ ایک ایسا مرض ہے جو شدید طور پر متعدی ہے اور عرب اس سے بدفالی لیتے تھے ـــــ ابولہب کے بیٹے اس سے دور ہو گئے یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہوگئی ـــــ اس کی لاش تین دن تک پڑی رہی۔ کوئی اس کے قریب نہیں جاتا تھا، نہ کسی کو اس کے دفن کی فکر تھی ـــــ جب اس کے بیٹوں کو یہ خوف ہوا کہ لوگ ان کے باپ کی لاش کو یونہی پڑا رہنے پر انہیں برا بھلا کہیں گے تو انہوں نے اس کے لیے ایک گڑھا کھودا اور ایک لکڑی سے اسے اس میں دھکیل دیا۔ پھر دور سے اس پر پتھر پھینک کر ڈال دیئے حتیٰ کہ ابولہب پتھروں میں چھپ گیا۔
ابن عقبہ نے کہا کہ مقتولین قریش پر ایک مہینہ نوحہ ہوتا رہا۔

سریہ عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عصما کا قتل:

ہجرت کے انیسویں ماہ کے آغاز میں یہ واقعہ ہوا ـــــ عصما بنت مروان جو یزید بن زید الخطمی کی بیوی تھی ـــــ عصما اسلام کی برائی کرتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچاتی تھی۔
عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نابینا تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کو بصیر فرماتے تھے۔ ایک رات وہ عصما کے

گھر آئے ____ عصما کے ارد گرد اس کے لڑکے لڑکیاں سو رہے تھے ____ عصما کے ساتھ ایک دودھ پیتا بچہ سو رہا تھا۔ عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عصما کو اپنے ہاتھ سے ٹٹولا اور بچے کو اس سے دور کر دیا۔ پھر اپنی تلوار اس کے سینہ پر رکھی اور زور سے اس کی پشت سے پار کر دی۔

عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صبح کی نماز مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پڑھی اور آپ کو اس واقعہ سے مطلع کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اس عورت کے مارے جانے کے بارے میں کوئی نہیں پوچھے گا اور نہ ہی کوئی بدلہ لے گا۔ نہ خون طلب کرے گا، اس کا خون معاف ہے۔''

علماء نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد **لاینتطحان فیھا غنزان**۲۴۳ کلام مفرد مختصر بلیغ سے ہے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کسی نے ایسا بلیغ کلام نہیں کیا ہے ____ اس کا مطلب یہ ہے کہ عصما کے قتل کے بارے میں کوئی جھگڑا نہ کرے گا۔ اس کا خون معاف کیا گیا ہے، اس لیے کہ وہ دشمن خدا اور دشمن رسول تھی۔

غزوۂ ذی قرقرہ:

اس غزوہ کی تاریخ سے متعلق مختلف روایتیں ہیں:

☆ یکم شوال میں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عیدالفطر کی نماز ادا فرمائی۔

☆ غزوہ بدر کے ساتھ دن بعد۔

☆ تیسرے سنہ ہجری میں نصف محرم میں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بنی سلیم کا ارادہ فرما کر مدینہ سے نکلے اور اس پانی پر پہنچے جس کا نام کدر ہے ____ کدر ایک قسم کا پرندہ ہے جس کے رنگ میں کدورت ہوتی ہے، وہ پرندے اس مقام میں رہا کرتے ہیں ____ یہ مقام ان کے نام سے مشہور ہے۔ یہ نرم زمین ہے ____ اور اس غزوہ کا نام غزوہ ذی قرقرہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس مقام پر قیام کی مدت سے متعلق مختلف روایتیں ہیں:

☆ تین دن ☆ دس دن ☆ پندرہ راتیں

لیکن آپ نے بنی سلیم اور بنی غطفان میں سے کسی کو نہیں پایا ____ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ پر سباع بن عرفطہ کو خلیفہ مقرر فرمایا ____ ایک اور روایت میں ابن مکتوم کو خلیفہ مقرر فرمایا ____ اس غزوہ میں لوا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھایا ____ لوا کا رنگ سفید تھا۔ ۲۴۴

سریہ سالم بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ سریہ ہجرت کے بیسویں مہینہ کے آغاز میں ہوا ____ حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابی عفک لعین یہودی کی طرف

---

۲۴۳ انتطاح ____ بکریوں اور مینڈھوں کا سینگوں سے لڑنا، غنز ____ بھیڑ کو کہتے ہیں۔

۲۴۴ ابن سعد نے اس غزوہ کا ذکر غزوہ سویق کے بعد کیا ہے۔

تشریف لے گئے۔ یہ لعین نہایت بوڑھا تھا۔ ایک سو بیس برس کا تھا۔۔۔۔ لوگوں کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قتل پر اکساتا تھا اور آپ کی شان اقدس میں اشعار کی صورت میں گستاخیاں کرتا تھا۔۔۔۔ سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس یہودی کے پاس آئے۔ اپنی تلوار اس کے جگر پر رکھ کر اسے زور سے دبایا۔ یہاں تک کہ وہ تلوار بستر میں گھس گئی۔ اللہ و رسول کے دشمن ابو عفک نے چیخ ماری۔۔۔۔ اس کے ماننے والے اس کے پاس جمع ہو گئے۔ اسے اس کے مکان میں داخل کیا، پھر وہ مر گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مقابل کفار کی اقسام:

ہجرت کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کفار تین قسم پر تھے:

☆ ایک قسم وہ لوگ تھے جن کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس شرط پر مصالحت کی تھی کہ وہ آپ سے جنگ نہ کریں گے۔۔۔۔ اور آپ کے دشمن کو آپ سے جنگ کیلئے نہ اکسائیں گے۔۔۔۔ یہود کے وہ تین گروہ تھے:

☆ بنی قریظہ ☆ بنی نضیر ☆ بنی قینقاع

☆ ایک قسم وہ کفار تھے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کی اور آپ سے دشمنی قائم کی تھی جیسے قریش تھے۔

☆ ایک قسم وہ کفار تھے جنہوں نے آپ کو آپ کے حال پر چھوڑ دیا تھا اور اس بات کے انتظار میں تھے کہ آپ کا آخر کار انجام کیا ہوتا ہے۔۔۔۔ جیسے عرب کے گروہ تھے کہ باطن میں آپ کے ظہور اور غلبہ کو دوست رکھتے تھے جیسے بنی خزاعہ تھے۔۔۔۔ ان کے برعکس بنی بکر اور ان کفار میں سے وہ لوگ تھے جو ظاہر میں آپ کے ساتھ تھے لیکن باطن میں آپ کے دشمن کے ساتھ تھے، یہ منافقین لوگ تھے۔

غزوۂ بنی قینقاع:

بنی قینقاع بطن یہود کا مدینہ میں زیادہ مشہور تھا۔۔۔۔ یہ لوگ بہادر مگر جنگ میں صابر تھے۔ مال، شجاعت اور بغاوت میں دیگر یہود سے اکثر تھے۔۔۔۔ یہ غزوہ ہجرت کے شروع بیسویں مہینہ نصف شوال شنبہ کے روز ہوا۔

یہود میں سے جن لوگوں نے پہلے معاہدہ توڑا، وہ بنی قینقاع تھے۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ بدر کے بعد شوال میں ان سے جنگ کی۔۔۔۔ واقدی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ بدر کے ایک ماہ بعد ان کو جلاوطن کر دیا۔۔۔۔ جبکہ عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ بنی نضیر کو بدر کے چھ ماہ بعد جلاوطن کیا گیا۔

غزوہ بنی قینقاع کا پس منظر یہ ہوا کہ ایک عرب عورت ایک یہودی زرگر کے پاس بیٹھی تھی۔۔۔۔ اس زرگر نے اس عورت کو اپنا چہرہ کھولنے کیلئے پھسلایا۔ عورت نے منہ دکھانے سے انکار کیا۔ زرگر نے اس کے کپڑے کی طرف ارادہ کیا۔ عورت نے کپڑے کو کمر سے باندھ لیا۔۔۔۔ لیکن جب وہ کھڑی ہوئی تو اس کی شرم گاہ کھل گئی۔۔۔۔ لوگ ہنسنے لگے۔ عورت نے چیخ ماری۔۔۔۔ مسلمانوں میں سے ایک مرد نے زرگر پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا۔ یہودیوں نے بھی اس مسلمان پر حملہ کیا اور اسے مار ڈالا۔ مسلمانوں اور بنی قینقاع کے درمیان دشمنی ہو گئی۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بعد مدینہ میں ابولبابہ ابن عبدالمنذر کو خلیفہ مقرر کیا اور خود صحابہ کے ہمراہ بنی قینقاع کی طرف تشریف لے گئے۔ پندرہ راتوں میں ذیقعدہ تک ان کا سخت محاصرہ کیا۔۔۔۔ جھنڈا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ یہ جھنڈا سفید تھا۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے بنی قینقاع کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ لوگ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے قلعہ سے اس شرط پر اترے کہ

''ان کے اموال آپ کے ہیں اور عورتیں اور بچے ان کے لیے!''

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت منذر بن قدامۃ السلمی اوسی البدری کو ان کی مشکیں باندھنے کے لیے حکم فرمایا۔۔۔۔

ان لوگوں کے سلسلہ میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بات کی اور ان کے لیے منت کی۔۔۔۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قیدیوں کو کھول دینے کے لیے حکم فرمایا اور انہیں قتل کرنے سے چھوڑ دیا لیکن انہیں یہ حکم دیا کہ وہ مدینہ سے نکل جائیں۔ یہ لوگ ملک شام کے ایک شہر اذرعات میں پہنچ گئے۔۔۔۔ وہاں ان کی بقاء نہایت تھوڑی ہوئی۔۔۔۔ ایک سال نہیں گزرا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے قلعہ سے بہت سے ہتھیار اور کثیر آلات لیے۔۔۔۔ بنی قینقاع، عبداللہ بن ابی اور عبادہ بن الصامت کے حلیف تھے۔۔۔۔ عبادہ بن الصامت نے ان کے حلف سے نفرت کی اور عرض کیا:

''یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کر کے ان کے حلف سے نفرت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مومنین سے محبت کرتا ہوں اور جمیع کفار کے حلف اور کفار کی دوستی سے آزاد ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے عبادہ بن الصامت اور عبداللہ ابن ابی کے بارے میں فرمایا:

یاایھا الذین امنوا لاتتخذوا الیھود والنصاریٰ اولیاء بعضھم اولیاء۔۔۔۔ اور یہ بھی کہ فان حزب اللہ ھم الغالبون.........

یعنی ''یہود ونصاریٰ پر اعتماد نہ کرو اور ان کے ساتھ مل جل کر نہ رہو، وہ لوگ تمہارے خلاف متفق ہیں۔۔۔۔ بعض ان کا بعض کا دوست ہے۔۔۔۔ مگر اللہ تعالیٰ کی جماعت غلبہ والی ہے۔''

غزوہ السویق:

یہ غزوہ پانچ ذی الحجہ یک شنبہ کے دن ہجرت کے بائیسویں مہینہ کے آغاز میں ہوا۔۔۔۔ السویق کے معنی ہیں ستو۔۔۔۔ اس لیے کہ مشرکین کی خوراک اس غزوہ کے دوران ستو تھے اور یہ ستو مسلمانوں کا مال غنیمت ٹھہرے۔

اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ جس وقت ابوسفیان بدر سے مکہ لوٹا تو اس نے یہ قسم کھائی کہ نہ عورتوں سے مقاربت کروں گا، نہ بالوں میں تیل ڈالوں گا اور نہ جنابت کی حالت میں سر دھوؤں گا جبکہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سے جنگ نہ کرلوں۔۔۔۔

ابوسفیان قریش کے دوسو سواروں کے ساتھ نکلا تاکہ اپنی قسم پوری کر سکے ـــــ یہ گروہ مقام عریض میں پہنچا ـــــ جو مدینہ کا ایک ناحیہ ہے اور مدینہ سے تین میل پر واقع ہے ـــــ انہوں نے کھجور کے درخت جلا ڈالے اور ایک دو انصاری شہید کر دیئے ـــــ اس کارروائی سے ابوسفیان نے گمان کیا کہ میری قسم پوری ہوگئی اور اپنے ساتھیوں سمیت مکہ واپس چلا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں ابولبابہ کو خلیفہ کیا اور ان لوگوں کی طلب میں دوسو مہاجرین وانصار کے ہمراہ نکلے ـــــ ابوسفیان اور اس کے ساتھی واپس بھاگتے ہوئے ستوؤں کی تھیلیاں پھینکتے جاتے تھے ـــــ ستوؤں کی تھیلیاں پھینکنے کا مقصد یہ تھا کہ ان کی سواری سے بوجھ کم ہو جائے اور وہ ہلکا پن محسوس کرتے ہوئے تیز دوڑیں۔ مسلمانوں نے وہ تھیلیاں اکٹھی کرلیں لیکن ابوسفیان اور اس کے ساتھی نکل گئے۔ رسول کریم واپس مدینہ تشریف لے آئے ـــــ اور ماہ ذی الحجہ میں عید کی نماز ادا فرمائی اور قربانی کرنے کے لیے حکم فرمایا۔

اس مہینہ میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رحلت فرمائی۔

حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی:

اس شادی کے سن سے متعلق مختلف روایتیں ہیں:

☆ ہجرت کے دوسرے سال نکاح ہوا ـــــ (حافظ مغلطائی)

☆ ماہ صفر ہجرت کے دوسرے سال نکاح ہوا اور ماہ ذوالحجہ کے بائیسویں مہینے کے شروع میں بیاہ ـــــ
(طبری، ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ)

☆ جنگ اُحد کے بعد نکاح ـــــ (ابوعمرو)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بیاہ کر لائے تھے، اس کے ساڑھے چار ماہ بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا اور پھر ساڑھے سات ماہ بعد انہیں بیاہ کر اپنے گھر لائے ـــــ حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جب شادی ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر اکیس سال پانچ ماہ تھی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر پندرہ سال ساڑھے پانچ ماہ یا ساڑھے چھ ماہ تھی ـــــ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رحلت تک دوسری شادی نہیں کی۔ ۲۴۵

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں حضرات حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کرنا چاہتے تھے۔ دونوں باری باری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی

---

۲۴۵ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی جویریہ کے ساتھ منگنی کرنا چاہی تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر تشریف فرما کر تین بار فرمایا کہ "میں اجازت نہ دوں گا۔ بنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اللہ کے دشمن کی بیٹی جمع نہ ہوگی" ـــــ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منگنی ترک فرمادی ـــــ اسے شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ابوداؤد علیہ الرحمہ نے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی میں دوسری عورت اپنے اس ارشاد مااتکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنہ فانتھوا کی وجہ سے حرام کر دی تھی ـــــ

خدمت میں حاضر ہوئے ـــــ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیغام سن کر خاموش رہے اور دونوں کو کچھ جواب نہیں دیا ـــــ

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور انہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کرنے کے لیے کہا ـــــ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''ان دونوں حضرات نے مجھے اس طرف توجہ دلائی جس سے کہ میں غافل تھا۔ چنانچہ مارے خوشی کے میں اٹھ کھڑا ہوا اور اس سرشاری میں اپنی چادر کھینچتا جا رہا تھا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ فاطمہ کی شادی میرے ساتھ کر دیجئے ـــــ''

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا:

''تمہارے پاس کچھ ہے جس سے فاطمہ کا مہر ٹھہراؤ گے؟''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''میرا گھوڑا اور میری زرہ ہے۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تمہارا گھوڑا تمہارے لیے مجبوری ہے، تم اپنی زرہ کو بیچ ڈالو۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زرہ چار سو اسی (۴۸۰) درہم میں فروخت کر دی اور وہ درہم لے کر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وہ درہم لے کر اپنی گود میں رکھ لیے اور ان میں سے ایک مٹھی میں لے کر فرمایا:

''اے بلال! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کے لیے خوشبو خرید لو۔''

اور حاضرین سے فرمایا کہ حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لیے جہیز تیار کرو ـــــ چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے چھوارے کی چھال کے بان بندھوں کا پلنگ اور ایک چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری گئی تھی، تیار کیا گیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''جس وقت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تمہارے پاس آئیں، تم ان سے کوئی بات نہ کہنا، یہاں تک کہ میں تمہارے پاس آ ؤں۔''

حضرت فاطمہ ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ تشریف لائیں اور گھر میں ایک جانب بیٹھ گئیں جبکہ دوسری جانب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے ـــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ آپ نے حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت فرمایا:

''کیا اس جگہ میرا بھائی ہے؟''

حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا:

''آپ کے بھائی موجود ہیں ــــ کیا آپ نے ان کے ساتھ اپنی بیٹی کو بیاہ دیا ہے؟''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''ہاں بیاہ دیا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مکان میں داخل ہوئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ ''پانی لاؤ'' ــــ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک پیالے میں پانی لائیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے وہ پانی لے لیا اور اس میں کلی کی۔ پھر حضرت فاطمہ سے فرمایا:

''آگے آؤ۔''

وہ آگے آئیں تو آپ نے وہ پانی ان کی دونوں چھاتیوں کے درمیان اور سر پر چھڑکا اور فرمایا:

اللھم انی اعیذھا بلک د ذریتھا من الشیطان الرجیم

پھر آپ نے فرمایا، ''پیٹھ پھیرو'' ــــ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پیٹھ پھیری۔ آپ نے ان کے دونوں شانوں کے درمیان پانی ڈالا۔ پھر اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کے ساتھ کیا اور فرمایا:

''اپنے اہل کے پاس اللہ تعالیٰ کا نام اور اس کی برکت کے ساتھ داخل ہو۔'' ۲۴۶

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ابوالخیر اتفرد مینی الحاکمی کے نزدیک یہ ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ منگنی چاہی تھی ــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''اس کے لیے میرے رب نے مجھے حکم فرمایا ہے۔''

پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے چند دنوں کے بعد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا:

''اے انس! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرے پاس ابوبکر و عمر و عثمان اور عبدالرحمٰن اور چند انصار اور چند مہاجرین کو بلاؤ۔'' جب یہ سب اصحاب جمع ہو گئے اور اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے، اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر نہ تھے ــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ خطبہ پڑھا:

خطبہ نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

الحمد للہ المحمود بنعمۃ المعبود بقدرتہ المطاع سلطانہ المرھوب من عذابہ وسطوتہ النافذ امرہ فی سمایہ وارضہ الذی خلق الخلق بقدرتہ ومیزھم باحکامہ واعزھم بدینہ واکرمھم ببنیہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ تبارک اسمہ و تعالت عظمتہ جعل المصاھرۃ سببا لاحقا وامرا مفترضا او شبح بہ الارحام والزم بہ الانام فقال غرمن قائل وھو الذی خلق من الماء بشرا فجعلہ

---

۲۴۶ اس حدیث کی روایت ابو حاتم نے اور احمد نے مناقب میں اس کی مثل کی ہے۔

نسبا وصهرا وكان ربك قديرا نام الله تعالىٰ يجرى الى قضائه يجرى قضائه الى قدره ولكل قضاء قدر ولكل قدر اجل ولكل اجل كتاب يمحوا الله ما يشاء ويثبت وعنده ام الكتاب ثم ان الله امرنى ان ازوج فاطمه (رضى الله تعالىٰ عنها) من على بن ابى طالب (رضى الله تعالىٰ عنه) فاشهدوا انى قد زوجه على اربعمائة مثقال فضة ان رضى بذلكعلى

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ جو اپنی نعمتوں کے باعث تعریف کیا گیا۔ اس کی ان نعمتوں کا شمار کوئی نہیں کر سکتا۔ وہ اپنی قدرت کے باعث عبادت کے لائق ہے۔ اس لیے کہ اس کی عبادت پر کسی کو قدرت نہیں ہے۔ صرف اس کے اقدار اور **اطیعوا الله** کے حکم کی وجہ سے ــــ وہ اللہ تعالیٰ کہ جس کے عذاب اور سطوت سے خوف کیا جاتا ہے، اپنے غلبہ کے سبب اطاعت کیا گیا ہے ــــ تنزیل میں فرمایا ہے **وایای فارهبون** ــــ اور تمام زمینوں اور آسمان میں اپنا امر نافذ کرتا ہے ــــ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے اپنی قدرت سے مخلوق کو پیدا کیا ہے ــــ تمام مومنوں اور کافروں اور جن و انسان کو اپنے احکام کے ساتھ ممیز کیا ہے اور ان کو اپنے دین کے ساتھ معزز کیا ہے ــــ اور مخلوق کو اپنے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سبب مکرم کیا ہے۔ (اس پر اللہ تعالیٰ کا فرمان **وما ارسلنك الا رحمة للعالمين** دلیل ہے) ــــ اللہ تعالیٰ نے کہ اس کا نام مبارک ہے اور اس کی عظمت برتر ہے، نکاح کو سبب لاحق کیا ہے یعنی ایک نسب دوسرے نسب کے ساتھ نکاح کے ذریعے متصل ہوتا ہے ــــ اور نکاح کو ایسا امر ثابت کیا ہے کہ جس کے باعث ارحام کو ملا دیا ہے اور اس کے ساتھ مخلوق کو لازم کیا ہے ــــ وہ کہنے والا بڑا بزرگ ہے جس نے فرمایا **وهو الذى خلق من الماء بشرا فجعله نسباو صهرا وكان ربك قدير** ــــ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا حکم اس کی قضاء کی طرف جاری ہوتا ہے اور اس کی قضا اس کی قدر کی طرف جاری ہوتی ہے۔ ہر ایک قضا کے لیے ایک قدر ہے اور ہر ایک قدر کے لیے ایک وقت مقرر ہے اور ہر ایک مقررہ وقت کیلئے ایک حکم لکھا ہوا ہے جس میں اس کی حد ہے۔ اللہ تعالیٰ جس شے کو چاہتا ہے، فنا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے، قائم و ثابت رکھتا ہے ــــ اللہ تعالیٰ کے پاس ام الکتاب ہے"۔

پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کھجوروں کا ایک طبق منگوا کر فرمایا۔ "کھجوریں لوٹو" ــــ حاضرین نے کھجوریں سمیٹ لیں۔ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھ کر تبسم فرمایا۔

پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں چار سو مثقال چاندی کے بدلے تمہارے ساتھ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی شادی کر دوں۔ کیا تم اس پر راضی ہو؟"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

"بے شک میں راضی ہوں"۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جمع اللہ سملکما وغر جدکما وبارك علیکما واخرج منکما کثیرا طیباً

دولابی نے اسماء سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ولیمہ کیا۔ اس زمانے میں کوئی ولیمہ ان کے ولیمہ سے بڑھ کر افضل نہیں تھا ___ اس لیے کہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد کم تھی ___ ان کا ولیمہ چند صاع تمر اور حیس سے تھا ___

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جہیز خمیلہ (روئی کی چادر جس کے اردگرد ریشے ہوں یا روئی کی توشک) اور قربہ اور رسادہ تھا جس میں درخت خرما کا ریشہ بھرا تھا۔

سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: (۳ ہجری)

محمد بن مسلمہ چار ساتھیوں سمیت چودہ ربیع الاول، ہجرت کے پچیسویں ماہ کے آغاز میں کعب بن اشرف یہودی کی طرف گئے ___ کعب بن اشرف شاعر تھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں شاعری میں گستاخیاں کرتا تھا اور کفار قریش کو آپ کے خلاف بھڑکاتا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تھے۔ مختلف قبائل کے لوگ آباد تھے۔ آپ نے ان کے عقائد کے اختلاف کے باعث ان کی اصلاح کرنے کا ارادہ فرمایا کہ وہ سب ایک ہی کلمۂ اسلام پر متفق ہو جائیں ___ جبکہ حال یہ تھا کہ یہود اور مشرکین مسلمانوں کو سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے ___ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو صبر کے لیے تلقین فرمائی۔ کعب مردود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دینے سے باز نہ آیا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ایک گروہ کو بھیج دیں تاکہ کعب کا کام تمام کر ڈالے۔

کعب بن اشرف نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یہ عہد کیا تھا کہ آپ کے مقابلہ میں کسی کی مدد نہ کروں گا ___ وہ عہد توڑ کر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کو گالیاں دیں ___ اس کی دشمنی کی وجہ یہ تھی کہ دو آدمی فتح بدر کی بشارت لے کر مدینہ میں آئے۔ انہوں نے بتلایا کہ فلاں قتل کیا گیا، فلاں قید کیا گیا۔ کعب نے سن کر کہا:

> "کیا یہ دونوں جو کہتے ہیں حق ہے! ___ اگر ایسا ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو قتل کیا ہے تو یہ لوگ اشراف عرب اور ملوک الناس تھے ___ اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو قتل کیا ہے تو زمین کا بطن اس کی ظہر سے خیر ہے یعنی مر جانا اچھا ہے۔"

کعب نے جب خبر کا یقین کیا اور قیدیوں کو بندھا ہوا دیکھا تو ذلیل وخوار ہو کر قریش کی طرف گیا اور ان کے مقتولین پر رویا ___ قریش کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف بھڑکاتا تھا ___

مکہ میں کعب، مطلب ابی وداعہ سہمی کے مکان میں اترا ___ مطلب کی زوجہ عاتکہ بنت السید بن ابی العیص نے اس کو اتارا اور اس کا اکرام کیا ___ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کفار قریش کو اکساتا اور گستاخانہ اشعار پڑھتا تھا ___

یہ خبر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ملی تو آپ نے حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا۔ انہوں نے مطلب اور ان کی زوجہ کی ہجو کی۔۔۔۔۔ بعد میں یہ دونوں مسلمان ہو گئے۔ عاتکہ نے کعب کا کجاوہ پھینک دیا اور کہا کہ ہمیں اس یہودی سے کیا کام!۔۔۔۔ کعب عاتکہ کے ہاں سے نکل کر ایک کے بعد دوسرے گروہ کے پاس جاتا جس طرح عاتکہ کے پاس گیا تھا اور اسی طرح جگہ جگہ کرتا پھرتا تھا۔۔۔۔۔ اس کی خبریں مسلسل رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ رہی تھیں۔۔۔۔۔ آپ حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ذکر فرماتے، حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شخص کی ہجو کرتے۔۔۔۔۔ ہر شخص کعب کے ساتھ عاتکہ کا معاملہ کرتا تھا۔

پھر کعب پلٹ کے مدینہ آیا اور مسلمانوں کی عورتوں سے اپنے عشق کے حالات غزل میں بیان کرتا تھا اور ان کی برائی کرتا تھا۔۔۔۔۔ کعب نے مکہ میں ام الفضل زوجہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اپنے اشعار میں برائی کی۔۔۔۔۔ ان وجوہات کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے قتل کے لیے حکم فرمایا۔ اس بارے میں روایتیں ہیں:

☆ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کعب بن اشرف کے قتل کا کون شخص متکفل ہوتا ہے۔

☆ دوسری روایت میں ہے کہ وہ کون شخص ہے جو کعب بن اشرف کے قتل کے لیے متوجہ ہوتا ہے۔

ایک بار خصوصاً سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متوجہ ہو کر فرمایا اور دوسری بار عمومیت سے ارشاد فرمایا:

''اس نے ہماری دشمنی کا اعلان کیا ہے اور اپنے اشعار میں ہماری برائی کی ہے۔۔۔۔۔ وہ قریش کی طرف مکہ میں گیا ہے اور انہیں ہمارے خلاف بھڑکایا ہے۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی خبر دی ہے۔ **الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتاب یؤمنون بالجبت والطاغوت ویقولون کفروا ہولاء اہدی من الذین امنو سبیلا اولئک الذین لعنہم اللہ۔۔۔۔۔**

ابن اسحاق علیہ الرحمہ کی روایت میں ہے کہ آپ کا ارشاد محمد بن مسلمہ اخو بنی عبدالاشہل نے سن کر کہا:

''آپ کے لیے کعب کے قتل کا میں تکفل کرتا ہوں۔ یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) میں اسے قتل کر ڈالتا ہوں۔''

آپ نے محمد بن مسلمہ سے فرمایا:

''اگر تم اس کی قدرت رکھتے ہو تو اس کو قتل کر ڈالو۔''

محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! ہمارے لیے مجبوری ہے کہ ہم خلاف واقع باتیں کریں تاکہ اس کے قتل کے لیے وسیلہ بنے۔۔۔۔۔ ہمارا مقصود یہ ہے کہ کوئی حیلہ کریں۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جو بات تمہارے لیے کعب کے قتل کیلئے حیلہ بن سکے، کہو۔۔۔۔۔ تم جو بات کہو، وہ تم کو حلال ہے۔''

چنانچہ کعب کے قتل کیلئے محمد بن مسلمہ، ابو نائلہ سلکان بن سلامہ (کعب کا دودھ شریک بھائی) عباد بن بشر، حارث بن اوس بن معاذ اور ابوعبس بن جبر متفق ہوئے یہ پانچوں اصحاب بنی اوس سے تھے۔

ابن سعد علیہ الرحمہ کی روایت میں ہے کہ کعب کو قتل کر کے یہ اصحاب بقیع غرقد ۲۴۷ میں پہنچے اور وہاں انہوں نے تکبیر کہی ـــــ رات کے وقت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے ان کی تکبیر سنی تو آپ نے بھی تکبیر کہی اور پہچان لیا کہ انہوں نے کعب کو قتل کر ڈالا ـــــ پھر یہ اصحاب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ان چہروں نے فلاحیت پائی۔''

ان حضرات نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے چہرہ مبارک نے فلاحیت پائی۔''

یہ کہہ کر کعب کا سر آپ کے قدموں میں ڈال دیا ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کعب کے قتل پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے۔

کتاب ''شرف المصطفیٰ'' میں ہے کہ اسلام میں پہلا سر کعب کا ہے جو اٹھا کر لایا گیا ـــــ اس غزوہ میں حارث بن اوس کی پنڈلی پر تلوار کا پھیلا لگ جانے سے وہ زخمی ہو گئے۔ ان کا کافی خون بہہ گیا ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے زخم پر لعاب دہن مبارک، ڈال دیا، پھر انہیں تکلیف نہیں ہوئی۔

غزوہ غطفان:

یہ غزوہ دو اور ناموں سے بھی مشہور ہے:

☆ غزوہ ذی امر ☆ غزوہ انمار

یہ غزوہ نجد کے ناحیہ میں واقع ہوا۔ ہجرت کے پچیسویں مہینے میں ماہ ربیع الاول کی بارہ راتیں گزری تھیں، جب یہ واقعہ رونما ہوا۔

اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ بنی ثعلبہ اور بنی محارب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اطراف میں جمع ہوئے۔ یہ لوگ لوٹ مار کا ارادہ رکھتے تھے ـــــ دعثور بن الحارث المحاربی ان کا سردار تھا ـــــ اس کا نام غورث اور غورک بھی ملتا ہے ـــــ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو بلایا اور ساڑھے چار سو سواروں کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ مدینہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمایا۔

ان لوگوں نے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے شہروں میں اترے ہیں تو یہ لوگ خوف سے پہاڑوں کی چوٹیوں پر بھاگ گئے۔ ان میں سے ایک شخص جس کا نام حبان تھا اور بنی ثعلبہ سے تھا، اسے مسلمانوں نے پکڑ لیا ـــــ اسے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی، وہ مسلمان ہو گیا ـــــ اسے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد فرمایا تاکہ اسے تعلیم دیں۔

---

۲۴۷ بقیع غرقد مدینہ منورہ کا مقبرہ ہے۔ اس جگہ غرقد کے درخت جمع ہیں۔ ان درختوں کے نام پر یہ جگہ مشہور ہوئی۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بارش ہوئی۔ آپ نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر ایک درخت پر پھیلا دیئے تاکہ خشک ہو جائیں ـــــ اور آپ اسی درخت کے نیچے لیٹ گئے۔ وہ لوگ پہاڑ سے آپ کو دیکھ رہے تھے ـــــ انہوں نے دعثور سے کہا:

''اس وقت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اکیلے ہیں، تجھے چاہیے کہ اب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو نہ چھوڑے۔'' ۲۴۸

دعثور تلوار لیے آپ کی طرف آیا اور آپ کے سر پر کھڑا ہو کر للکارنے لگا:

''آپ کے دن کون آپ کو مجھ سے بچائے گا۔''

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میرا اللہ!''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کے سینہ پر ریلا دیا۔ تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی ـــــ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وہ تلوار لے لی اور فرمایا:

''مجھے تو میرے اللہ نے بچا لیا، اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا!''

دعثور نے کہا:

''کوئی نہیں ـــــ اور میں گواہی دیتا ہوں لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ ''

پھر دعثور اپنی قوم کی طرف آیا اور انہیں اسلام کی طرف بلایا۔ اس پر وحی خدا نازل ہوئی۔

یاایھا الذین آمنوا ذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذھم قوم ان یبسطوا الیکم ایدیھم...... آخر آیت تک۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جنگ کیے بغیر واپس تشریف لے گئے ـــــ آپ مدینہ سے تیرہ راتیں باہر تشریف فرما رہے۔

غزوہ بحران:

اس غزوہ کو غزوہ بنی سلیم بھی کہا جاتا ہے ـــــ بحران ناحیہ فرع میں ایک گاؤں ہے ـــــ اس غزوہ کا سبب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ اطلاع ملی تھی کہ بحران میں بنی سلیم کی بڑی جمعیت ہے ـــــ آپ تین سو صحابہ کرام کے ہمراہ مدینہ سے نکلے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ بنی سلیم کے لوگ اپنے اپنے پانیوں میں متفرق ہو گئے ہیں ـــــ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو واپس تشریف لے آئے اور ان سے جنگ نہیں ہوئی۔

اس غزوہ میں آپ نے ابن ام مکتوم کو مدینہ پر عامل مقرر فرمایا تھا ـــــ ابن ہشام نے لکھا ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے دس راتیں باہر رہے۔

سریہ زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ: (۳ ہجری)

نجد کے پانیوں میں سے ایک پانی کا نام قردہ ہے ـــــ ابن اسحاق نے اس غزوہ کا سبب یہ لکھا ہے کہ بدر کی جنگ کے بعد

۲۴۸ صحابہ کرام اس وقت اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔

قریش نے تجارت کے لیے راستہ بدل لیا۔ انہوں نے شام کی طرف جانے والے راستوں سے خوف کیا اور انہوں نے عراق کا راستہ اختیار کرلیا۔

قریش میں سے تاجر لوگ نکلے۔ ان میں ابوسفیان بن حرب تھا۔ ان تاجروں کے ساتھ کثیر چاندی تھی۔۔۔۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہلی بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہجرت کے اٹھائیسویں مہینے کے شروع میں ماہ جمادی الاخر کو ایک سو سواروں کے ساتھ بھیجا کہ قریش کے قافلہ کو روکیں۔ اس قافلہ میں صفوان بن امیہ اور حویطب بن عبدالعزی تھا۔ ان لوگوں کے ساتھ کثیر مال اور چاندی کے برتن تھے۔ اصحاب نے قافلہ کو پالیا اور لدے ہوئے اونٹ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں لے آئے۔۔۔۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے پانچ حصے کیے۔ پانچواں حصہ تیس ہزار درہم کی مالیت کا تھا۔۔۔۔ مغلطائی نے مال کے پانچویں حصہ کی مالیت پچیس ہزار درہم لکھی ہے۔۔۔۔ ابن اسحاق نے اس غزوہ کو کعب بن اشرف لعین کے قتل سے پہلے ذکر کیا ہے۔

غزوۂ اُحد:

یہ غزوہ اُحد نامی پہاڑ کے دامن میں ہوا۔۔۔۔ احد پہاڑ مدینہ سے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر ہے۔۔۔۔ اس کا نام احد اس کے اکیلا ہونے کی وجہ سے رکھا گیا۔۔۔۔ احد پہاڑ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: احد یحبنا ونحبہ۔۔۔۔ احد پہاڑ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی قبر ہے۔

یہ جنگ ہجرت کے تیسرے سال ماہ شوال میں ہوئی۔ شنبہ کا دن تھا۔۔۔۔ ماہ شوال کی تاریخ سے متعلق مختلف روایتیں ہیں:

☆ شوال کی گیارہ راتیں گزر چکی تھیں۔

☆ شوال کی سات راتیں گزری تھیں۔

☆ نصف شوال تھا۔

جنگ احد جنگ بدر کے ایک سال بعد اور ہجرت کے اکیسویں مہینہ میں ہوئی۔

اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ جب قریش بدر سے مکہ کی طرف پلٹ کے گئے اور ان کے ساتھی قلیبِ بدر میں مارے گئے۔ ابو سفیان، عبداللہ بن ربیعہ اور عکرمہ ابن ابوجہل نے ان لوگوں کے مجمع میں جن کے باپ بھائی بیٹے بدر میں مارے گئے، سے کہا:

> ''اے گروہ قریش! محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) نے تم لوگوں کو گھٹا دیا اور ظلم کیا اور تمہارے بڑوں کو مار ڈالا۔۔۔۔ ابوسفیان کے قافلہ کے مال سے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) سے جنگ کے لیے ہماری مدد کرو۔ وہ شخص بھی مال سے ہماری مدد کرے جس کی تجارت اس قافلہ میں تھی۔۔۔۔ ہمیں یقین ہے کہ ہم اپنے مرنے والوں کے خون کا بدلہ آپ سے لے لیں گے۔''

اس بات پر سب نے اتفاق کیا۔۔۔۔ مال کے ایک ہزار اونٹ تھے، بیچ دیے گئے۔ پچاس ہزار اشرفی کا مال تھا۔۔۔۔ ابن

اسحاق نے لکھا ہے کہ ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ان الذین ینفقون اموالهم لیصدوا عن سبیل اللہ فسینفقنها ثم تکون علیهم حسرة ثم یغلبون

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کے لیے قریش جمع ہوئے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایک خط لکھ کر قریش کی اطلاع دی ــــ کفار قریش ابوسفیان کے ہمراہ احد کے بطن وادی میں اترے۔ مسلمانوں میں بہت سے ایسے تھے کہ غزوہ بدر کے موقع پر ان کے شامل نہ ہو سکنے پر انہیں افسوس تھا۔

غزوہ احد سے متعلق حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خواب:

شب جمعہ میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خواب دیکھا۔ جب آپ صبح اٹھے تو آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا:

''واللہ میں نے خیر دیکھی ہے ــــ میں نے ایک گائے دیکھی کہ ذبح کی جاتی ہے اور میں نے اپنی تلوار کے پھلے میں رخنہ دیکھا اور میں نے دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک مستحکم زرہ میں داخل کیا ہے ــــ

اس کی تعبیر یہ ہے کہ گائے میرے اصحاب میں سے ہیں جو شہید کیے جائیں گے ــــ اور وہ رخنہ جو اپنی تلوار کے پھلے میں میں نے دیکھا ہے، وہ میرے اہل بیت میں سے ایک مرد ہے جو شہید کیا جائے گا''۔

ابن عقبہ نے کہا ہے کہ وہ رخنہ کہ آپ کی تلوار میں پڑا دکھائی دیا۔ وہ زخم تھا جو آپ کے چہرہ مبارک میں آیا ہے۔ اس لیے کہ دشمنوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کو اس دن صدمہ پہنچایا اور آپ کے دو دائیں دانت شہید کیے اور آپ کے نیچے کے ہونٹ کو زخمی کر ڈالا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

''میں نے مستحکم زرہ کی یہ تاویل کی ہے کہ وہ مدینہ ہے ــــ تم مدینہ میں ٹھہرے رہو۔ اگر قریش کوچوں میں داخل ہوں گے تو ہم ان سے جنگ کریں گے اور مکانوں پر سے ان پر پتھر مارے جائیں گے۔''

صحابہ کرام نے عرض کیا جن میں نوجوان بھی شامل تھے:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم آج کے دن کی تمنا کرتے تھے۔ آپ ہمیں ہمارے دشمنوں کی طرف لے چلیں، جب ہم ان کی طرف جائیں گے تو وہ یہ گمان نہ کریں گے کہ ہم نے ان سے کمزوری دکھائی۔''

جنگ کے لیے تیاری اور روانگی:

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو جمعہ کی نماز پڑھائی، پھر انہیں وعظ سنایا اور کوشش اور اجتہاد کے لیے حکم فرمایا اور یہ بھی فرمایا:

''تم جب تک اپنی جگہ پر قائم رہو گے اور صبر کرو گے تو تم کو نصرت ہوگی۔''

اور پھر حکم دیا کہ دشمن کے لیے تیار ہو جائیں۔ صحابہ کرام کو اس سے بڑی فرحت ہوئی ــــ پھر آپ نے عصر کی نماز

پڑھائی ـــــ اس دوران حاضرین کی تعداد بڑھ گئی تھی ـــــ مدینہ سے تین میل پر واقع موضع عوالی کے رہنے والے بھی آ ملے ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کے ساتھ تھے۔ ان دونوں حضرات نے آپ کے سر اقدس پر عمامہ باندھا اور آپ کو لباس پہنایا۔ صحابہ کرام اس وقت صفیں باندھے کھڑے تھے اور آپ کے نکلنے کا انتظار کر رہے تھے ـــــ حضرت سعد بن معاذ اور سید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے صحابہ سے کہا:

"تم لوگوں نے شہر سے نکلنے کیلئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جبر کیا ـــــ بہتر یہی ہے کہ یہ فیصلہ آپ پر چھوڑ دیا جائے۔ اس لیے کہ جس کام میں مصلحت ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہم سے بہتر جانتے ہیں ـــــ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتے۔"

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم زرہ پہنے ہوئے باہر تشریف لائے اور اپنی تلوار میان میں ڈالے ہوئے تھے ـــــ صحابہ نے جو کچھ کہا تھا (یعنی ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے شہر سے باہر جنگ کیلئے کیوں کہا) اس پر سب نادم ہوئے ـــــ سب نے عرض کیا:

"یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمیں قطعاً یہ حق نہیں کہ ہم آپ کی بات کی مخالفت کریں، آپ جو چاہیں کریں۔"

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"کسی نبی کو یہ سزاوار نہیں ہے کہ جس وقت وہ اپنی زرہ جنگ کے لیے پہنے، اسے اتار کر رکھ دے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی اور اس کے دشمن کے درمیان فیصلہ فرما دے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے یہ فرمایا تھا کہ وہ مدینہ کو نہ چھوڑیں جبکہ صحابہ کرام نے طلب شہادت کے لیے باہر نکلنے کے لیے ایثار کیا تھا ـــــ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زرہ پہنی، اس سے صحابہ نادم ہوئے۔ تب نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا:

"کسی نبی کو یہ سزاوار نہیں ہے کہ وہ زرہ پہنے اور اسے اتار کر رکھ دے، یہاں تک کہ اگر دشمن کو پائے تو وہ اس سے قتال کرے ـــــ"

اور اس حدیث میں یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ میں ایک مضبوط زرہ میں ہوں۔ ۲۴۹

جنگ احد میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تین جھنڈے قائم کیے:

☆ ایک جھنڈا السید بن حضیر کے ہاتھ میں دیا۔

☆ ایک جھنڈا مہاجرین کے لیے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں دیا ـــــ ایک اور روایت کے مطابق مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں دیا گیا۔

☆ اور ایک جھنڈا قبیلہ خزرج کیلئے حضرت حباب بن المنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں دیا ـــــ ایک اور روایت میں

۲۴۹ اس حدیث کو امام احمد، نسائی، طبرانی، حاکم اور ابن اسحاق نے روایت کیا ہے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں دیا۔

اس وقت مسلمانوں میں ایک سو زرہ پوش تھے ــــ حضرت سعد بن معاذ اور سعد ابن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں زرہ پہنے ہوئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دوڑ رہے تھے ــــ آپ نے ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدینہ پر نماز پڑھانے کے لیے عامل مقرر کیا اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حراست پر مقرر فرمایا ــــ مسلمانوں میں سے جن کی عمر کم تھی یعنی چودہ سال تھی، انہیں واپس بھجوا دیا۔ ان میں

☆ حضرت اسامہ بن زید ☆ حضرت عبداللہ ابن عمر ☆ حضرت زید بن ثابت

☆ حضرت ابوسعید خدری ☆ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

مسلمانوں کی تعداد ایک ہزار تھی ــــ جبکہ مشرکین کی تعداد تین ہزار تھی جن میں سات سو زرہ پوش تھے، دو سو گھوڑے تھے اور تین ہزار اونٹ اور پندرہ عورتیں بھی ہمراہ تھیں ــــ

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم احد میں تشریف لائے۔ رئیس المنافقین اپنے تین سو ساتھیوں سمیت آپ سے علیحدہ ہو گیا ــــ ایک اور روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کو مقام شوط میں پلٹ جانے کے لیے حکم فرمایا ۲۵۰ ــــ مسلمانوں نے احد کی جڑ میں صفیں باندھیں اور مشرکین نے شورہ زار زمین میں صف باندھی ــــ ابن عقبہ نے کہا ہے کہ مشرکین کے میمنہ کے سواروں پر خالد بن ولید اور میسرہ پر عکرمہ بن ابوجہل تھے۔

تیر اندازوں کا تقرر اور انہیں تاکید:

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پچاس تیر اندازوں پر مقرر فرمایا اور انہیں دو باتوں کی تاکید فرمائی:

☆ اگر تم یہ دیکھو کہ ہمیں پرندے اٹھائے لیے جا رہے ہیں، تم اپنی اس جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ جب تک کہ میں کسی کو تمہارے پاس بھیجوں۔

☆ اور اگر تم ہمیں دیکھو کہ ہم نے کفار کو شکست دی اور ہم نے انہیں روند ڈالا ہے، تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا۔ جب تک کہ میں کسی کو تمہارے پاس نہ بھیجوں۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں امام احمد، طبرانی اور حاکم کے نزدیک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان تیر اندازوں کو ایک جگہ کھڑا کر کے فرمایا کہ ہماری پیٹھوں کی حفاظت کرو یعنی ہمارے پیچھے نہ کوئی آنے پائے ــــ انہیں تاکید فرمائی:

☆ اگر تم دیکھو کہ ہم قتل کیے جاتے ہیں، تم ہماری مدد نہ کرنا۔

☆ اور اگر تم دیکھو کہ ہم مال غنیمت لے رہے ہیں، تم ہمارے ساتھ شامل نہ ہونا۔

---

۲۵۰ شوط مدینہ منورہ اور احد کے درمیان ایک باغ ہے۔

جنگ کا آغاز:

ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اس تلوار کو اس کا حق ادا کرنے کے لیے کون لیتا ہے؟''

بہت سے صحابہ اس غرض سے حاضر خدمت ہوئے مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو تلوار نہیں دی۔ حضرت ابو دجانہ سماک رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے پوچھا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس تلوار کا کیا حق ہے؟''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اس کا حق یہ ہے کہ اسے دشمن کے منہ پر مارو یہاں تک کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے۔''

حضرت ابو دجانہ نے کہا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)! میں اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں۔''

آپ نے وہ تلوار ان کو عطا فرمائی۔۔۔۔ ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شجاع مرد تھے اور لڑائی کے وقت متکبرانہ وضع سے رہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ ابو دجانہ تبختر سے چل رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''یہ وہ رفتار ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے مگر جنگ کے دوران اسے ناپسند نہیں کرتا۔''

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''میں نے اپنے دل میں کہا واللہ میں ضرور دیکھوں گا کہ ابو دجانہ کیا کرتے ہیں۔۔۔۔ میں ان کے پیچھے گیا۔ انہوں نے اپنا سرخ عصابہ لیا اور اس سے اپنے سر پر پٹی باندھی۔۔۔۔ انصار نے دیکھ کر کہا کہ موت کا عصابہ نکالا ہے۔ ابو دجانہ ایسے حال میں نکلے کہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

انا الذی عاھد نی خلیلی — ونحن بالسفح لدی النخیلی

ان لا اقوام الدھر فی الکیول — اضرب بسیف اللہ والرسول

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تلوار عطا کرتے وقت ابو دجانہ سے پوچھا تھا کہ اگر میں یہ تلوار تم کو دے دوں گا تو شاید تم آخر صف والوں سے جنگ کرو گے جبکہ آخر صف والے جنگ نہیں کرتے۔۔۔۔ ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وعدے یا عہد کو اپنے شعر میں بیان کرتے ہیں کہ میں وہ شخص ہوں کہ میرے خلیل حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے اس وقت عہد لیا ہے کہ ہم پہاڑ کی جڑ میں نخلون کے پاس تھے۔۔۔۔ وہ عہد یہ ہے کہ میں آخر صف میں کبھی قیام نہ کروں گا اور دشمنوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تلوار سے ماروں گا۔۔۔۔ ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرکین میں سے جسے پاتے، اسے قتل کر ڈالتے۔

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ کی تو ارطاۃ بن شرجیل ابن ہاشم بن عبد مناف کو قتل کیا۔۔۔۔ حضرت

علی کرم اللہ وجہ الکریم نے طلحہ بن ابی طلحہ مشرکین کے علمبردار کو قتل کیا۔۔۔۔ پھر جھنڈا اس کے بھائی عثمان بن ابی طلحہ نے اٹھایا، حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر حملہ کیا اور اس کے دونوں ہاتھ دونوں شانے کاٹ ڈالے۔۔۔۔ حضرت حنظلہ غسیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوسفیان بھڑ گئے۔ حنظلہ کو شداد بن اوس نے شہید کر ڈالا۔۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ملائکہ حنظلہ کو غسل دے رہے ہیں۔''

صحابہ کرام نے ان کی بیوی جمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ابن سلول کی ہمشیرہ تھیں، سے ان کی کیفیت دریافت کی۔ حضرت جمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا:

''حنظلہ ایسے حال میں نکلے تھے کہ وہ جنب تھے۔''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اسی لیے حنظلہ کو ملائکہ نے غسل دیا تھا۔ ۲۵۱''

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنی نصرت نازل فرمائی۔ مسلمانوں نے تلواروں سے کفار کو قتل کر کے استیصال کیا۔ یہاں تک کہ کفار کے لشکر کو بھگا دیا۔۔۔۔ اس ہزیمت میں کوئی شک نہ تھا کہ کفار اس طور پر پیٹھ دکھا کر بھاگے کہ کسی کی طرف مڑ کر نہیں دیکھتے تھے۔ کفار کی عورتیں انہیں پکار پکار کر کہتی تھیں:

''تمہارا برا ہو، یوں بھاگ رہے ہو۔''

مسلمانوں نے کفار کا پیچھا کیا اور انہیں دور تک بھگا دیا۔۔۔۔ اور مال غنیمت سمیٹنے لگے۔۔۔۔

حکم عدولی پر نقصان عظیم:

تیر اندازوں نے بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو فراموش کر دیا اور اپنے سربراہ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ کہتے ہوئے اپنی جگہ چھوڑ دی:

''لوگو! غنیمت لو، تمہارے ساتھی کفار پر غالب ہو گئے، اب کیا انتظار کرتے ہو؟''

حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان یاد دلایا:

''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے جو بات کہی تھی، کیا تم اسے بھول گئے؟''

لیکن ان کے ہمراہیوں نے اپنے فرض کو پس پشت ڈالتے ہوئے کہا:

''واللہ ہم اپنے ساتھیوں کے پاس ضرور جائیں گے اور مال غنیمت سے ضرور حصہ لیں گے۔''

جب یہ لوگ کفار کے پاس آئے، مشرکین نے پلٹ کر ان پر حملہ کیا جس کے باعث یہ بھاگتے ہوئے اپنے ٹھکانے کی طرف چلے آئے۔۔۔۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بخاری شریف میں روایت ہے کہ یوم احد میں مشرکین فاش طور پر بھاگے۔ ابلیس لعین نے پکار کر کہا:

---

۲۵۱ - علماء سے جس نے یہ کہا ہے کہ شہید جس وقت جنب ہو تو اسے غسل دیا جائے، اس نے اس خبر کے ساتھ تمسک کیا ہے۔

''اے مسلمانو! اپنی آخر کی طرف سے احتراز کرو۔''

اول طرف میں جو مسلمان تھے۔ وہ پلٹے۔ ابلیس لعین نے جعیل بن سراقہ کی صورت اپنا رکھی تھی اور انہوں نے آخر والے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنا شروع کر دی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت مسلمان پلٹے تو مشرکین کے ساتھ خلط ملط ہو گئے اور انہیں یہ تمیز نہ رہی کہ مسلمان کون ہیں اور کفار کون ہیں ـــــ اس لعین نے مسلمانوں کو غلطی میں ڈالا تا کہ بعض مسلمان بعض مسلمانوں کو قتل کریں۔ اس آواز کے سنتے ہی مسلمان پلٹے اور بعض بعض کو قتل کر رہا تھا ـــــ وہ نہیں جانتے تھے کہ ہم آپس میں قتل کر رہے ہیں ـــــ قلیل مسلمانوں کا گروہ مدینہ کی طرف چل دیا اور باقی بکھر گئے اور ان میں قتل واقع ہوا۔ مسلمانوں میں قتل و غارت ہوئی، بعض نے بعض کو قتل کیا ـــــ تیر اندازوں کی کوتاہی نے جنگ کا پانسہ بدل دیا ـــــ ابن سعد کی روایت ہے کہ خالد بن ولید نے پہاڑ کی خالی جگہ کی طرف نظر کی اور وہاں مسلمانوں کی تعداد کم دیکھ کر سواروں کے ساتھ حملہ کیا۔ عکرمہ بن ابی جہل نے خالد بن ولید کی پیروی کی۔ انہوں نے تیر اندازوں میں سے جو باقی رہ گئے، ان کو شہید کر ڈالا اور ان کے امیر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی شہید کر ڈالا ـــــ شہید ہونے والے ان تیر اندازوں کی تعداد دس سے کم تھی۔

بخاری شریف میں وحشی کی طویل حدیث میں یہ ہے کہ مشرکین نے پھر صف جنگ باندھی ـــــ سباع ابن عبدالعزیٰ خزاعی نکلا۔ اس نے للکارا:

''ہے کوئی لڑنے والا!''

حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکل کے اس کی طرف گئے۔ آپ نے سباع پر حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا ـــــ وحشی اس وقت ایک پتھر کے نیچے گھات میں تھا ـــــ جب حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے قریب سے گزرے ـــــ وحشی نے اپنا حربہ تاک کے مارا۔ ایسا کاری زخم لگا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں ورکون کے درمیان سے نکل گیا ـــــ یہ حربہ ان کی شہادت کا باعث ہوا۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شہادت کی افواہ:

تیر اندازوں کی غلطی سے ایسی بھگدڑ مچی کہ مسلمانوں کے تین گروہ ہو گئے:

- ☆ ایک گروہ نے مدینہ کی راہ لی۔
- ☆ دوسرا گروہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے قتل کی خبر سن کر حیرت زدہ رہا۔
- ☆ تیسرا گروہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ قائم رہا۔

پھر دوسرا گروہ رفتہ رفتہ تیسرے گروہ سے آملا۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آگے قتال کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے جام شہادت نوش فرمایا ـــــ ابن قمئہ نے انہیں شہادت کے مرتبے پر سرفراز کیا ـــــ ابن قمہ حضرت مصعب کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم گمان کرتا تھا، اس لیے حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب زرہ پہنتے تھے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہوتے تھے ـــــ ابن قمہ نے شور کیا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قتل کیے گئے ـــــ ان شور مچانے والوں میں ازب العقبہ اور ابلیس لعین کا نام بھی لیا جاتا ہے۔

موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نظروں سے اوجھل ہو گئے تو صحابہ میں سے ایک نے کہا:

''تم اپنی قوم کی طرف لوٹ چلو تاکہ وہ تمہیں امن دیں، اس سے پہلے کہ کفار تمہارے پاس آئیں اور تمہیں قتل کریں ـــــ اس لیے کہ کفار تمہارے گھروں میں داخل ہونے والے ہیں۔''

صحابہ کرام میں سے اکثر نے کہا:

''اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شہید کیے گئے ہیں، کیا تم اپنے دین پر کفار سے جنگ نہ کرو گے ـــــ اور جس امر پر تمہارے نبی تھے، اس پر نہ آؤ گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے حضور شہید ہو کر ملاقات کرو گے۔''

ان کہنے والوں میں سے حضرت انس بن مالک بن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے ـــــ ان کی شہادت پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور اس کی گواہی دی۔

اس پر اجماع ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ پر ثابت قدم رہے (یعنی تیر مار رہے تھے اور پتھر پھینک رہے تھے) ـــــ آپ کے اردگرد صحابہ میں سے فقط چودہ حضرات رہ گئے تھے۔ ان میں سات مہاجرین سے تھے:

☆ حضرت ابوبکر صدیق ☆ حضرت عمر بن خطاب ☆ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف
☆ حضرت سعد بن عبادہ ☆ حضرت طلحہ ☆ حضرت زبیر
☆ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

اور سات صحابہ انصار میں سے تھے:

☆ حضرت ابودجانہ سماک ☆ حضرت حباب بن منذر ☆ حضرت عاصم بن ثابت
☆ حضرت حارث بن صمہ ☆ حضرت سہل بن حنیف ☆ حضرت سعد بن معاذ
☆ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

مسلمانوں میں سے ستر صحابہ نے شہادت پائی ـــــ جبکہ غزوہ بدر میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ستر کفار کو قید کیا تھا اور ستر ہی مارے گئے تھے۔

آپ کی شہادت کی تصدیق کیلئے ابوسفیان جب مکہ کو لوٹنے لگا تو تین بار آواز دیکر پوچھا:

''کیا مدینہ والوں میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہیں؟''

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو جواب دینے سے منع فرمایا ـــــ پھر ابوسفیان نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی تصدیق چاہی اور کہنے لگا:

''کیا مدینہ والوں میں ابن ابی قحافہ ہیں؟''۔۔۔۔ تین بار پوچھا۔۔۔۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دینے سے منع فرمایا۔۔۔۔ پھر ابوسفیان نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی تصدیق کرنا چاہی اور آواز دے کر پوچھا:

''کیا مدینہ والوں میں ابن الخطاب ہیں؟''

اس نے تین بار پوچھا۔۔۔۔ ابن قمہ نے انہیں بتایا کہ میں نے ان حضرات کو قتل کر ڈالا ہے۔۔۔۔ اہل مدینہ کی طرف سے خاموشی پر ابوسفیان کو ابن قمہ کی بات پر سچائی کا گمان ہوا۔۔۔۔ چنانچہ وہ اپنے لشکر والوں کو خبر دینے کے لیے پلٹ گیا اور کہنے لگا:

''وہ لوگ قتل کیے گئے۔۔۔۔ اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خود پر اختیار نہ رہا اور ابوسفیان کو جواب دیا:

''او دشمن خدا! تو جھوٹا ہے۔۔۔۔ جن لوگوں کی تو نے گنتی کی ہے، وہ تمام زندہ ہیں۔۔۔۔ اور جو شے تجھے غمگین کرنے والی ہے، وہ باقی رہی ہے یعنی یوم فتح۔''

ابوسفیان نے کہا:

''آج کا دن بدر کے دن کے مقابلہ میں ہے۔۔۔۔ جنگ ایک ڈول ہے کہ ایک بار ان لوگوں کے لیے ہے۔۔۔۔ اور دوسری بار ان لوگوں کیلئے ہے۔'' ۲۵۲

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ:

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کو ڈھونڈنے کے لیے متوجہ ہوئے۔ مشرکین آپ کے سامنے آئے۔۔۔۔ اور آپ پر حملہ آور ہوئے آپ کو تکلیف دینے اور زخم لگانے والے پانچ بدبخت ولعین تھے:

☆ عبداللہ بن عمرو بن قمہ ☆ عتبہ بن ابی وقاص برادر سعد

☆ عبداللہ ابن شہاب ☆ ابو عامر فاسق

☆ ابی ابن خلف

آپ کے چہرہ انور پر پتھر مارے اور اسے خون آلود کر دیا۔۔۔۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کے سر مبارک پر خود کو کچل دیا تھا یعنی پتھروں سے خود کو توڑ ڈالا تھا۔۔۔۔ عبداللہ بن قمہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پتھر مار کر آپ کا چہرہ مبارک زخمی کر دیا اور آپ کے سامنے کے دانت توڑ دیئے۔۔۔۔ اور آپ کے مغفر کے دو حلقے آپ کے رخسار مبارک میں گھس گئے۔ ابن قمہ مردود نے کہا:

''اس پتھر کو لو، پتھر مارنے والا میں ابن قمہ ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس حال میں اسے بددعا دی کہ اپنے چہرہ انور سے خون پونچھتے جاتے تھے۔

۲۵۲۔ یعنی جیسے ڈول سے ایک پانی بھرتا ہے اور اس کے بعد دوسرا پانی بھرتا ہے۔۔۔۔ اسی طرح کبھی ایک کو فتح دوسرے کو شکست اور کبھی دوسرے کو فتح اور ایک کو شکست ہوتی ہے

''اقماءك الله!'' ــــ ''اللہ تجھے ذلیل کرے۔''

اللہ تعالیٰ نے ابن قمئہ پر ایک پہاڑی نر ہرن کو مسلط کر دیا۔ وہ اسے سینگ مارتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ــــ ابن عایذ نے عبدالرحمٰن بن زید بن جابر سے روایت کی ہے کہ ابن قمئہ یوم احد سے پلٹ کے اپنے اہل کے پاس گیا۔ پھر اپنی بکریوں کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر گیا ــــ اس کو ایک نر ہرن مل گیا۔ اس کے سامنے آیا، اس پر حملہ کرتا تھا۔ ایسے سینگ مارے کہ اس کو ہلاک کر دیا اور پہاڑ سے پھینک دیا۔ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور وہ ٹکڑے ٹکڑے تھا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کے دانت عتبہ بن ابی وقاص برادر سعد نے زخمی کیے تھے۔ اس نے چار پتھر مارے تھے۔ ان میں سے ایک پتھر آپ کے دندان مبارک پر لگا تھا۔ آپ کی دائیں طرف کی نیچے کی رباعی ٹوٹ گئی اور نیچے کا ہونٹ بھی زخمی ہو گیا ــــ جب سے یہ سانحہ ہوا کہ عتبہ کی نسل سے کوئی لڑکا پیدا ہوتا تو وہ جوان نہیں ہوتا تھا کہ اس کے منہ سے بدبو آتی تھی ــــ یا پھر اس کے سامنے کے چار دانت جڑ سے نہیں ہوتے تھے ــــ یہ عتبہ کی نسل کی پہچان تھی ــــ دوسری روایت میں ہے کہ عتبہ کے پتھر مارنے سے آپ کے مسوڑھے زخمی ہو گئے تھے۔ دندان مبارک جڑ سے نہیں اکھڑے تھے۔

عبداللہ ابن شہاب نے پیشانی مبارک کو زخمی کیا ــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان گڑھوں میں سے ایک گڑھے میں گر پڑے جن کو ابو عامر فاسق نے مسلمانوں کے ساتھ کید کرنے کے لیے کھودا تھا یعنی مسلمان ان گڑھوں میں گریں۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب گھاٹی کی طرف ارادہ فرمایا تو آپ کے ساتھ مسلمانوں کا ایک گروہ اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے ــــ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گھاٹی پر چڑھے تو ابی بن خلف نے آپ کو پہچان لیا اور کہنے لگا کہ:

''محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں۔۔ اگر آپ نے نجات پائی ہے، میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔''

صحابہ کرام نے آپ سے پوچھا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! کیا ہم میں سے کوئی اس کی طرف جائے۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اسے چھوڑ دو۔''

آپ نے حارث ابن الصمہ سے حرب لیا۔۲۵۳؎ آپ نے اس سے اس انداز سے حرکت دی کہ لوگ آپ کے قریب سے اس طور سے دور ہو گئے جس طور سے اونٹ اپنی پیٹھ کو حرکت دیتا ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ابی ملعون کے سامنے آئے اور اس کے اس طرح سے برچھا مارا کہ ملعون اپنے گھوڑے پر سے گر پڑا اور اس کا خون نہیں نکلا۔ البتہ اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی ٹوٹ گئی۔ ابی بن خلف جب پلٹ کے قریش کی طرف گیا تو اس نے کہا:

''واللہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے قتل کر ڈالا ــــ کیا مکہ میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے نہیں کہا تھا کہ تجھے میں قتل کروں گا ــــ واللہ! اگر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) مجھ پر تھوک دیتے تو ضرور مار ڈالتے۔''

۲۵۳- یہاں تین اور نام بھی لیے جاتے ہیں: ابن الزبیر۔ طلحہ۔ سہل ابن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

دشمن خدا ابی ابن خلف مکہ سے چھ میل کے فاصلہ پر مقام سرف میں مر گیا۔ قریش اس وقت اسے لے کر مکہ کی طرف پلٹ رہے تھے ___ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ ابی ابن خلف بطن رالبغ میں مر گیا۔ جو جحفہ کے نزدیک ہے ___ طویل مدت گزرنے کے بعد میں بطن رالبغ میں جا رہا تھا۔ یکایک میں نے دیکھا کہ میرے لیے آگ کی لپٹ بھڑکی۔ میں ڈر گیا اور یکایک میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس آگ میں سے زنجیریں بندھا ہوا نکل رہا ہے اور زنجیر کو کھینچ رہا ہے اور العطش کہہ کے پکارتا ہے ___ اور یکایک میں ایک اور شخص کو دیکھا جو یہ کہہ رہا تھا کہ:

''اسے پانی نہ پلاؤ۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قتیل ہے۔ یہ ابی بن خلف ہے۔''

اس حدیث کو بیہقی نے روایت کیا ہے۔

جانثاروں کی وفا شعاریاں:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کا دست مبارک پکڑا ___ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ یہاں تک کہ آپ سیدھے کھڑے ہو گئے ___ آپ کے چہرہ انور میں خود کی دو حلقی گھس گئی۔ ان حلقوں کو ابو عبیدہ عامر بن عبداللہ ابن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رخسار مبارک سے کھینچ کے نکالا اور ان حلقوں کو دانتوں سے اس زور سے پکڑا کہ دو بار میں ان کے سامنے کے دو دانت گر پڑے۔ دونوں حلقے اس شدت سے آپ کے چہرہ انور میں گھس گئے تھے ___ مالک بن سنان والد ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے رخسار مبارک کا خون چوسا، پھر وہ خون نگل لیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جس کے خون کو میرے خون نے مس کیا، اسے دوزخ کی آگ نہ پہنچے گی۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ اسے دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی۔

امام زہری نے لکھا ہے کہ یوم احد میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور پر تلوار کی ستر ضربیں لگائی گئیں ___ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سب ضربوں کے شر سے محفوظ رکھا ___ فتح الباری میں ہے کہ یہ حدیث مرسل اور قوی ہے اور یہ احتمال ہے کہ راوی نے تلوار کی ستر ضربوں سے حقیقی ستر ضربوں کا ارادہ کیا ہے یا کثرت ضربات میں مبالغہ ہے (اس لیے کہ زبان عرب میں جہاں کہیں لفظ سبعین واقع ہوتا ہے، اس سے حقیقی تعداد نہیں مراد ہوتی بلکہ کثرت مراد ہوتی ہے)

سیرت ابن ہشام (عبدالمالک بن ہشام) میں لکھا ہے کہ ام عمارہ نسیبہ بن کعب المازنیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یوم احد میں قتال کیا۔ ام عمارہ نے کہا کہ میں اول دن میں اپنی جگہ سے نکلی اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچی اور میں کھڑی ہو کر جنگ کرنے لگی۔ کفار کو آپ کے پاس سے تلوار سے دفع کر رہی تھی اور کمان سے تیر مار رہی تھی حتیٰ کہ میں زخمی ہو گئی ___ ابن قمیہ کو اللہ تعالیٰ ذلیل کرے، اس نے مجھے اس وقت زخمی کیا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے آدمی پیٹھ پھیر کے چلے گئے۔ ابن قمیہ ملعون سامنے سے آیا اور کہنے لگا:

''مجھے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا بتا دو، میں انہیں نہیں چھوڑوں گا۔ اگر اس سے پہلے وہ بچ رہے ہیں۔''

میں اس کے سامنے آ گئی اور اسے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دور رکھنا چاہا۔ اس نے مجھ پر وار کیا، اس وار پر میں نے اس پر تلوار کے تین وار کیے لیکن اس دشمن خدا کے جسم پر دو زرہیں تھیں جس وجہ سے میری ضربوں نے اس پر اثر نہیں کیا ـــــ ام سعد بنت سعد ابن الربیع جو اس حدیث کی راوی ہیں، نے کہا کہ میں نے نسیبہ کی گردن پر گہرا خشک زخم دیکھا۔

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنے آپ کو ڈھال بنا دیا تھا۔ ان کی پیٹھ پر تیر لگتے تھے۔ ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ پر جھکے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے جسم میں تیروں کی کثرت ہوگئی اور وہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک ہزار تیر چلائے ـــــ ان کے تیر ختم ہو گئے تو بعض تیر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چلائے ـــــ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مجھے تیر دے رہے تھے اور فرماتے تھے:

ارم فداك ای وابی ـــــ ''تم تیر مارو، تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔''

غزوۂ اُحد میں معجزات:

﴿۱﴾

یومِ اُحد میں قتادہ بن النعمان کی آنکھ کو تیر یا نیزا سے صدمہ پہنچا یہاں تک کہ آنکھ ان کے رخسار پر گر پڑی ـــــ قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آنکھ کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے ـــــ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس آنکھ کو اپنے دست مبارک میں لے لیا اور اس کی جگہ پر اس کو پھینک دیا اور یہ دعا فرمائی: **اللهم اكسه جمالا** وہ آنکھ قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دونوں آنکھوں میں احسن تھی اور زیادہ قوی نگاہ تھی ـــــ

﴿۲﴾

ابو رہم الغفاری نے کلثوم بن الحصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ میں تیر مارا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لعاب دہن مبارک ڈال دیا، وہ اچھے ہو گئے ـــــ

﴿۳﴾

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کھجور کی ایک شاخ عطا فرمائی، وہ شاخ ان کے ہاتھ میں تلوار ہوگئی۔ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس تلوار سے قتال کیا۔ اس تلوار کا نام عرجون تھا اور وہ تلوار ہمیشہ میراث میں چلی آتی تھی۔ یہاں تک کہ بغاالترکی جو معتصم باللہ کے امراء سے بغداد میں تھا، دو سو دینار میں اس کے ہاتھ بیع کی گئی ـــــ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار کی یہ حدیث عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث کی مثل ہے جو غزوہ بدر میں بیان ہو چکی ہے مگر فرق یہ ہے کہ عکاشہ کی تلوار کا نام عون تھا اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تلوار کا نام عرجون تھا۔

آپ کی سلامتی سے مردہ تنوں میں جان آ گئی:

مشرکین مسلمانوں کے مقتولین کے ساتھ مشغول ہو گئے۔ ان کا مثلہ کرتے تھے۔ کان، ناک اور شرم گاہ کاٹتے تھے اور پیٹ چیرتے تھے۔۔۔۔ مشرکین کو گمان یہی تھا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اشراف اصحاب کو شہید کر ڈالا ہے۔۔۔۔ اول جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانا، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ کعب نے کہا:

''میں نے آپ کی دونوں آنکھیں پہچان لیں۔ مغفر کے نیچے چمک رہی تھیں۔ میں نے بلند آواز سے پکارا۔ اے گروہ مسلمانان! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ ہیں۔۔۔۔

مسلمانوں نے آپ کو پہچانا تو انہوں نے جلدی کی اور آپ کے پاس آئے۔

زخم کھا کر دعائیں دیں:

ابن اسحاق نے حمید الطویل سے روایت کی ہے۔ انہوں نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ یوم احد میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رباعی ٹوٹ گئی۔ آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا۔ آپ کے چہرہ انور پر خون بہہ رہا تھا۔ آپ اسے پونچھتے جاتے تھے اور یہ فرماتے تھے:

''وہ قوم کیونکر فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون سے رنگین کر دیا اور ان کا نبی انہیں ان کے رب کی طرف بلاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے **لیس لک من الامر شئی اویتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظالمون** نازل فرمایا۔''

یعنی ''آپ کو امر سے کچھ اختیار نہیں ہے۔ آپ قوم کو ڈرانے کے لیے ایک عبد ہیں اور ان کے جہاد کے لیے مامور ہیں۔۔۔۔ یا اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرے یا انہیں عذاب دے''۔

ایک اور روایت میں ہے کہ یوم احد میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم زخمی ہوئے۔ آپ کسی شے سے اپنا خون مبارک خشک کر رہے تھے اور فرما رہے تھے:

''اگر اس خون سے کچھ زمین پر گرے گا تو ان لوگوں پر آسمان سے عذاب نازل ہو جائے گا۔''

پھر آپ نے یوں دعا فرمائی:

"**اللھم اغفر لقومی** ''اے میرے اللہ! میری قوم کی مغفرت فرما۔'' **فانھم لایعلمون**۔ ''وہ جاہل ہیں، نہیں جانتے ہیں۔''

حزب اللہ اور حزب الشیطان:

ابوسفیان نے احد سے مکہ پلٹ جانے کا ارادہ کیا تو پہاڑ پر چڑھا اور اس نے بلند آواز سے پکارا:

انعمت فعال ۲۵۴ ''تو اچھا ہو گیا۔ پس بلند ہو جا۔ جنگ ایک پانی کا ڈول ہے۔ ایک کے بعد دوسرا کامیاب ہوتا ہے۔۔۔۔

۲۵۴- انعمت فعال اپنے آپ سے خطاب ہے کہ تو اچھا ہوا، یعنی اچھا کام کیا۔۔۔۔ لہٰذا تو بلند ہو۔۔۔۔ یا جنگ یعنی واقعہ سے خطاب ہے کہ اے جنگ! تو اچھی ہوئی۔۔۔۔ یا ازلام سے خطاب ہے کہ جوتیوں کے پاس تیر ڈالے جاتے ہیں۔

یوم احد یوم بدر کے مقابلہ میں ہے ـــــ اے ہبل! تو اپنے دین کو ظاہر کر یا اپنی بڑائی کو زیادہ کر۔"
ابوسفیان نے جس وقت احد کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو اس نے ایک تیر پر لفظ نعم لکھا تھا۔ وہ نکل آیا۔ ابوسفیان احد کی طرف نکلا جبکہ اعل ھبل کہا ـــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

"تم اسے جواب دو اور کہو اللہ اعلیٰ واجل"

ابوسفیان نے کہا:

"انعمت فعال ھبل کا ذکر چھوڑ دے۔ ہبل اپنے فتوے میں سچا ہوا اور تیروں نے لفظ نعم کے ساتھ جواب دیا۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

"تجھے ایسا کہنا سزاوار نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان مساوات نہیں ہے ـــــ ہمارے مرنے والے جنت میں ہیں اور تمہارے قتل ہونے والے دوزخ میں ہیں۔"

ابوسفیان نے کہا:

"ہمارے لیے عزیٰ بت ہے اور تمہارے لیے عزیٰ نہیں ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"تم یہ کہو اللہ مولینا ولا مولیٰ لکم"

ابوسفیان اور اس کے ساتھی جب احد سے پلٹے تو ابوسفیان نے پکار کر کہا:

"آئندہ سال تمہاری وعدہ گاہ مقام بدر ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے کسی سے فرمایا کہ ابوسفیان کو جواب میں نعم کہہ دو یعنی "بہتر! آئندہ سال ہم لوگ مقام بدر میں آئیں گے ـــــ ہمارے تمہارے درمیان مقام بدر وعدہ گاہ ہے"۔

جنگ کے بعد مشرک عورتوں کا کردار:

ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہندہ بنت عتبہ اور وہ عورتیں جو ہندہ کے ساتھ تھیں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے جو اصحاب قتل کیے گئے تھے، ان کی لاشوں کی بے حرمتی کرنے لگیں۔ ان کا مثلہ کرنے لگیں یعنی کان اور ناک کاٹتی تھیں ـــــ ہندہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جگر چاک کیا اور اسے چبایا مگر ہندہ کو اسے نگلنے کی قدرت نہ ہوئی اور چبا کے پھینک دیا۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مرہم پٹی:

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم گھاٹی کے منہ تک پہنچ گئے ـــــ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنی ڈھال مہراس کے پانی سے بھری ـــــ مہراس بڑا عظیم پتھر جس میں گڑھا ہو اور کثیر پانی کی وسعت روکتا ہو ـــــ مہراس ایک چشمہ کا نام ہے جو احد میں ہے ـــــ وہ پانی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس لائے اور آپ کے چہرہ مبارک کو دھویا اور آپ کے سر اقدس میں پانی ڈالا ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس وقت فرماتے تھے:

''ان لوگوں پر اللہ کا غضب شدید ہو گیا جنہوں نے اللہ کے نبی کا چہرہ زخمی کیا۔''

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن ظہر کی نماز ان زخموں کی وجہ سے بیٹھ کر ادا فرمائی اور مسلمانوں نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ (مسلمانوں نے بھی خود زخمی ہونے کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھی ــــــ یا امام کی اتباع کی وجہ سے واجب ہے، پھر یہ وجوب منسوخ ہو گیا)

طبرانی نے ذکر کیا ہے کہ یوم احد میں مشرکین جب پلٹ گئے، عورتیں اصحاب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نکل کے آئیں اور ان کو مدد دیتی تھیں ــــــ ان عورتوں میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ انہوں نے جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو غایت، شوق اور فرحت سے آپ سے معانقہ کیا اور پانی سے آپ کے زخم دھونے لگیں ــــــ جس قدر دھوتی تھیں خون زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ جب انہوں نے خون کی زیادتی دیکھی، تھوڑا بوریا لیا اور اسے جلایا اور پھر اسے زخموں پر چپکایا۔ یہاں تک کہ وہ زخم پر چپک گیا اور خون ٹھہر گیا۔

زخمیوں اور شہداء کی جستجو:

مرہم پٹی کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقتولین میں بھیجا ــــــ واقدی نے لکھا ہے کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یاسعد بن الربیع کہہ کے مکرر آواز دی ــــــ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں جواب نہیں دیا ــــــ محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔''

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ضعیف آواز سے ان کو جواب دیا ــــــ محمد بن مسلمہ نے سعد کو مقتولین میں نہایت مجروح پایا۔ تھوڑی جان باقی تھی ــــــ حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

''میرا سلام نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچا دو اور آپ سے عرض کر دو کہ سعد کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس جزا سے بہتر جزا دے جو جزا اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے دی ہے ــــــ

اور اے محمد بن مسلمہ! اپنی قوم کو میرا سلام پہنچا دو اور ان سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا کوئی عذر مقبول نہ ہوگا۔ اگر کوئی دشمن تمہارے نبی کے پاس پہنچ جائے، جب تک تم زندہ ہو تو کسی دشمن کو آپ کے پاس نہ پھٹکنے دو۔''

پھر سعد بن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے ــــــ ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کیے گئے اور وہ انگلیوں سے پہچانے گئے ــــــ یا ہاتھ پاؤں سے پہچانے گئے ــــــ نہ پہچانے جانے کا سبب یہ تھا کہ دشمنوں نے ان کے کان ناک کاٹ ڈالے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ سے نکلے۔ آپ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلاش کر رہے تھے۔ آپ نے ان کو بطن وادی میں پایا۔ ان کا پیٹ جگر کی جگہ سے چیرا گیا تھا اور ان کا مثلہ کیا گیا تھا ــــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ حال جو دیکھا تو اس سے زیادہ آپ نے دل دکھانے والی کوئی شے نہیں دیکھی۔ آپ نے فرمایا:

''رحمتہ اللہ علیك آپ بہت خیر کے کام کرتے تھے اور بہت صلہ رحمی کرتے تھے۔۔۔۔۔ لوگو! سن لو واللہ آپ کے بدلے مشرکین کے ستر آدمیوں کا ضرور مثلہ کروں گا۔''

آپ پر سورۂ نحل کے خواتیم نازل ہوئے۔ فان عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم.......... آخر آیت تک۔۔۔۔ چنانچہ آپ نے صبر کیا اور اپنی قسم کا کفارہ دیا اور آپ نے جو ارادہ کیا تھا، اس سے رک گئے۔

جن کے ساتھ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مانند مثلہ کیا گیا تھا، ان میں حضرت عبداللہ ابن جحش، حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھانجے ہیں۔ اس لیے ان کو مجدع فی اللہ کہتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ان کے کان ناک کاٹے گئے ہیں۔۔۔۔ جس وقت عبداللہ ابن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کیے گئے، ان کی عمر پچاس سال سے کچھ کم تھی۔ آپ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک قبر میں دفن کیے گئے۔۔۔۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بلندی پر چڑھ کر شہداء کرام کو دیکھا تو فرمایا:

''میں ان لوگوں پر گواہ ہوں۔۔۔۔ زخمیوں میں سے جس نے اللہ کی راہ میں زخم اٹھائے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں ایسے حال میں اٹھائے گا کہ اس کے زخموں سے خون بہے گا۔۔۔۔ جس کا رنگ خون کا رنگ ہوگا اور اس کی بو مشک کی بو ہوگی۔''

عبداللہ بن ثعلبہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شہدائے احد کے لیے فرمایا۔

''جس حالت میں یہ مقتولین ہیں، ان کے زخموں کے ساتھ ان کو کپڑے اوڑھا دو یعنی ان کے زخموں کو نہ دھوؤ۔۔۔۔''

شہداء سے اللہ تعالیٰ کا معاملہ:

ابوبکر بن مردویہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''سنو میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے حجاب کے اس طرف سے کسی سے ہرگز کلام نہیں کیا لیکن تمہارے باپ سے اپنی ذات سے بالمشافہ (یعنی بغیر کسی ذریعے کے) کلام کیا۔۔۔۔'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''تم مجھ سے سوال کرو، میں تمہیں عطا کروں گا۔''

تمہارے باپ نے عرض کیا:

''میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ میں دنیا کی طرف دوسری بار پھیر دیا جاؤں اور تیری محبت میں دوسری بار قتل کیا جاؤں۔''

رب کریم نے فرمایا:

''میں نے پہلے وعدے کر لیا ہے کہ بندے دنیا کی طرف نہیں پلٹیں گے۔''

تمہارے باپ نے عرض کیا:

''اے رب! تو نے جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے، جو لوگ میرے پر اس طرف ہیں، ان کو میری خبر پہنچا دے۔''

اللہ تعالیٰ نے ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا.......... آخر آیت تک نازل فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جب کہ تمہارے بھائی احد میں شہید ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کی روحیں سبز پرندوں کے جوف میں رکھیں۔ وہ جنت کی نہروں پر وارد ہوتے ہیں اور جنت کے پھل کھاتے ہیں اور عرش کے سائے میں سونے کی جو قندیلیں لٹک رہی ہیں، ان میں وہ ٹھکانہ کرتے ہیں۔

ان شہیدوں نے جنت کا پاکیزہ کھانا کھایا اور نہروں کا پانی پیا اور ان کی جگہ اچھی ہوئی۔ ان شہیدوں نے کہا، کاش اللہ تعالیٰ نے جو احسان ہمارے ساتھ کیا ہے، ہمارے مسلمان بھائیوں کو اس کا علم ہوتا تاکہ جہاد سے اعراض نہ کرتے اور اسے ترک نہ کرتے اور جہاد سے پیچھے نہ رہتے۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میں تمہارے بھائیوں کو تمہاری خبر پہنچاتا ہوں۔۔۔۔ فرمایا ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا۔۔۔۔''

امام سہیلی علیہ الرحمہ نے ''روضہ'' میں کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ پھر وہ پرندے ان قندیلوں میں ٹھکانہ پکڑتے ہیں جو عرش عظیم سے لٹک رہے ہیں۔۔۔۔ اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کرتا ہے:

والشھداء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم

''ان قندیلوں میں رات کو ٹھکانہ پکڑتے ہیں اور دن کو چرتے ہیں۔۔۔۔ ان کی یہ دونوں حالتیں جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہیں اور آخرت میں جنت میں داخل ہونے کے بعد ان قندیلوں میں ٹھکانہ نہ پکڑیں گے۔ یہ حالت برزخ میں ہے۔

مسند ابن ابی شیبہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''شہدا نہر میں ہیں۔'' یا یہ فرمایا ہے۔ ''نہر پر ہیں۔''۔۔۔۔ اس نہر کا نام بارق ہے اور جنت کے دروازہ کے پاس ہے۔ شہداء سبز قبوں میں ہیں۔ صبح وشام ان کا رزق جنت سے آتا ہے۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر نے کہا ہے، گویا شہدا کی اقسام ہیں:

☆ ان میں سے وہ شہید ہیں جن کیے ارواح جنت میں چرتی ہیں اور

☆ ان میں سے وہ شہید ہیں جو اس نہر پر جنت کے دروازہ کے پاس ہیں اور یہ احتمال ہوتا ہے کہ ان شہداء کی سیر کی انتہا اس نہر تک ہو۔ اس جگہ وہ جمع ہوتے ہیں اور اس جگہ ان کا رزق صبح وشام پہنچتا ہے۔

حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مسند امام احمد میں یہ حدیث روایت کی گئی ہے کہ ''ہر ایک مومن کے لیے خوشخبری ہے کہ ہر ایک مومن کی روح بھی جنت میں رہتی ہے اور جنت میں چرتی ہے اور جنت کے پھل کھاتی ہے۔۔۔۔ اور جو کچھ حسن، رونق اور سرور جنت میں ہے، اسے دیکھتی ہے۔۔۔۔ اور مومن کی کرامت کے لیے جو شے اللہ تعالیٰ نے جنت میں مہیا کی ہے، مومن کی روح اس کا مشاہدہ کرتی ہے''۔۔۔۔ ابن اکثیر نے کہا ہے کہ یہ حدیث عزیز عظیم اسناد ہے۔

عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کی روح ایک پرندہ ہے کہ جنت کے درخت سے لٹکتی رہتی ہے یعنی پھل کھاتی ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس روح کو اس مومن کے جسم کی طرف پلٹا دے گا جس دن کہ مومن کو اٹھا دے گا۔

اور اس حدیث میں یہ ہے کہ مومن کی روح جنت میں پرندے کی شکل پر ہوتی ہے ــــــ لیکن شہداء کی اروح سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں ــــــ شہدا کی ارواح عام مومنین کی روحوں کی نسبت سوار کی طرح ہیں ــــــ عام مومنوں کی روحیں بذات خود اڑتی ہیں ــــــ ہم اللہ تعالیٰ سے جو کریم اور منان ہے، یہ چاہتے ہیں کہ ہم کو ایمان پر موت دے۔

جنگِ اُحد میں کتنے شہید اور ہلاک ہوئے:

یوم احد میں شہداء کرام کی تعداد سے متعلق مختلف روایتیں ہیں:

☆ ستر آدمی شہید ہوئے۔

☆ پینسٹھ شہید ہوئے ــــــ چار مہاجرین سے اور اکسٹھ انصار سے۔

☆ ستر شہید ہوئے ــــــ چھ مہاجرین سے اور چونسٹھ انصار سے۔ (ابی ابن کعب سے روایت)

ابن حبان نے اس حدیث کو اس وجہ سے صحیح کہا ہے کہ مشرکین سے تیئیس (۲۳) مرد قتل کیے گئے ــــــ یہ جو کہا گیا کہ ابی ابن خلف کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا، درست نہیں۔ آپ نے اپنے دست اقدس سے کسی کو قتل نہیں کیا ــــــ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث صحیح مسلم میں ہے کہ یوم احد میں ملائکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کے یمین اور شمال میں دو ایسے مرد دیکھے جن کے جسم پر سفید کپڑے تھے۔ میں نے نہ اس سے پہلے ان دونوں کو دیکھا تھا اور نہ بعد میں ــــــ وہ دونوں حضرت جبرئیل اور میکائیل علیہ السلام تھے۔ وہ دونوں سخت جنگ کر رہے تھے۔

اس حدیث میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہ کر ملائکہ کا جنگ کرنا یوم بدر کے ساتھ مختص نہیں ہے۔

کفار مدینہ کا رویہ:

مسلمان یوم احد میں اپنے شہید ہونے والوں پر روئے تو اس سے منافقین بہت خوش ہوئے اور یہود کی دشمنی کی آلودگی ظاہر ہوگئی یعنی یہود دل میں دشمنی رکھتے تھے لیکن ظاہر میں مسلمانوں کے خوف سے کچھ نہیں کہتے تھے۔ یہود نے کہا:

''اگر آپ نبی ہوتے تو آپ زخمی نہ ہوتے اور اصحاب مقتول نہ ہوتے۔''

یہ ان کا محض بہتان تھا ــــــ اور یہ بہتان اس سے بڑھ کر نہ تھا کہ یہود نے انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا تھا جبکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا زخمی ہونا اس سے بڑھ کر نہ تھا ــــــ یہ تنبیہ اس لیے ہے کہ ناقص العقل اس حدیث کے سیاق سے وہم میں نہ پڑے اور خلاف اعتقاد کو جائز سمجھے یا حدیث میں کلام کرے۔

جنگِ اُحد میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ثابت قدمی:

قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے قاضی ابی عبداللہ بن الرابط مالکی سے لکھا ہے کہ جس شخص نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھاگے یا چھپ رہے ــــــ اس سے توبہ طلب کی جائے کہ وہ اپنے قول سے رجوع کرے ــــــ اگر اس نے توبہ کی تو

بہتر ہے ورنہ وہ شخص قتل کیا جائے ــــــ اس لیے کہ ایسا کہنا برائی اور عیب لگانا ہے۔ اس لیے کہ ایسا کہنا آپ پر اس امر کی وجہ سے ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص کیا ہے، جائز نہیں ہے ــــــ کیونکہ آپ ثابت القلب ہیں اور آپ کے دشمن کے دل میں اللہ تعالیٰ نے آپ کا رعب ڈالا ہے ــــــ اور آپ کا جو امر ہے، آپ کو اس کی بصیرت ہے اور اپنی عصمت کا آپ کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ ہے۔ اس سے زیادہ آپ کی عصمت کا یقین اور کیا ہوگا۔ یوم احد میں بعض اوقات ایسا واقع ہوا کہ آپ کے ساتھ سوا طلحہ اور سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوئی باقی نہ رہا۔ آپ ثابت قدم رہے۔ آپ تیر مارتے تھے اور انی عبداللہ فرماتے جاتے تھے ــــــ اور آپ نے اس کی پروا نہیں کی کہ دشمن آپ کی آواز سنیں گے ــــــ

جنگ احد میں حکمت الٰہی:

یوم احد میں مسلمان شہید ہوئے اور زخمی ہوئے۔ فوائد اور حکمت ربانی کے عظیم مظاہر ہیں ــــــ ان مظاہر میں سے مسلمانوں کی تعریف، گناہ کے انجام کی برائی میں اور حکم عدولی کے برا ہونے میں ہے ــــــ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تیراندازوں کو حکم فرمایا کہ اپنی اس جگہ سے کہیں نہ جائیں جہاں ٹھہرنے کے لیے حکم فرمایا تھا ــــــ

انہی مظاہر میں سے یہ ہے کہ رسل علیہم السلام کی عادت ہے کہ ان کی آزمائش کی جاتی ہے اور ان کے لیے عاقبت کی نیکی ہوتی ہے ــــــ اس میں حکمت الٰہی یہ ہے کہ اگر انبیاء کو ہمیشہ نصرت دی جائے تو البتہ مسلمانوں میں وہ لوگ شامل ہو جائیں گے جو کہ مسلمانوں میں سے نہیں ہیں اور صادق اپنے غیر سے جدا ہونے والا نہ ہوگا ــــــ اور اگر ہمیشہ رسل علیہم السلام کو شکست ہو تو بعثت (اعلان وظہور نبوت) سے مقصود حاصل نہ ہوگا ــــــ چنانچہ حکمت الٰہی نے دو امروں کے درمیان جمع کرنے کا تقاضا کیا تاکہ سچائی جھوٹ سے جدا ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ منافقوں کا نفاق مسلمانوں سے چھپا ہوا تھا لیکن واقعہ احد کے موقع پر اہل نفاق نے اپنے قول اور فعل سے جو شے چھپائے رکھی تھی، ظاہر ہوگئی یعنی جو امر اپنے دلوں میں چھپاتے تھے اور آپس میں اس کی باتیں کرتے تھے اور مسلمانوں سے اسے چھپاتے تھے، وہ واضح طور پر ظاہر ہوگیا اور مسلمانوں کو معلوم ہوگیا کہ ان کا دشمن ان کے گھر میں ہے، ان کے لیے وہ آمادہ ہوگئے اور ان پر نظر رکھی اور ان سے پرہیز کیا ــــــ

انہی مظاہر میں سے یہ ہے کہ بعض جگہوں میں نصرت کی تاخیر نفس کی شکست ــــــ اور اس کی بلندی وتکبر کی شکست مقصود تھی ــــــ جبکہ مسلمان شکست میں مبتلا ہوئے اور انہوں نے صبر کیا لیکن منافقین نے بے صبری کی۔

ان مظاہر میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے لیے اپنے دار کرامت میں منزلیں مہیا رکھی ہیں۔ ان کے اعمال ان منزلوں کو نہیں پہنچتے ــــــ لہٰذا ان کے لیے وہ ابتلاء اور رنج کے اسباب اس طرح جمع کیے تاکہ ان کی وجہ سے وہ ان منزلوں کی طرف پہنچیں۔

انہی مظاہر میں سے یہ ہے کہ شہادت اولیاء کے اعلیٰ مراتب سے ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف مسلمانوں کو گامزن کردیا۔

ان مظاہر میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں کے ہلاک کا ارادہ کیا اور ان کے لیے اسباب بھی مہیا کردیئے جس کے وہ لائق تھے ــــــ اور یہ امر ان کے کفر اور بغاوت کے سبب اور اولیاء اللہ کو تکلیف میں زیادتی کرنے کی وجہ سے ہوا ــــــ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے گناہ پاک کردیئے اور کفار کو ہلاک کیا۔

غزوہ حمراء الاسد:

مدینہ منورہ سے ذوالحلیفہ کے لیے نکلیں تو راستہ کے بائیں جانب آٹھ یا دس میل پر حمراء الاسد آتا ہے ـــــ ہجرت کے بتیسویں مہینے کے شروع میں یہ غزوہ ہوا ـــــ یعنی یوم احد کی صبح کو شنبہ کے دن چھ یا آٹھ راتیں شوال کی گزری تھیں ـــــ

جن لوگوں نے کل کے دن دشمنی کی تھی، ان کی طلب کے لیے یہ غزوہ ہوا ـــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے موذن نے یہ ندا کی:

''ہمارے ساتھ صرف وہ لوگ نکلیں جو یوم احد میں حاضر ہوئے تھے۔صرف وہی چلیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دشمن کو ڈرانے کے لیے نہیں نکلے بلکہ اس لیے نکلے کہ دشمن کو خبر ہو کہ آپ ان کی طلب میں نکلے ہیں ـــــ اور وہ یہ سمجھ لیں کہ آپ طاقت رکھتے ہیں اور دشمن کے ہاتھوں جو صدمہ آپ کو پہنچا ہے، اس نے آپ کو کمزور نہیں کیا۔

مدینہ سے پانچ دن باہر رہنے کے بعد جمعہ کے دن آپ واپس تشریف لائے۔ اس غزوہ میں آپ نے حمراء الاسد میں دو شنبہ، سہ شنبہ اور چہار شنبہ کو قیام فرمایا ـــــ اور دشمن بھاگ گئے۔ البتہ معاویہ بن مغیرہ بن العاصی ہاتھ آ گیا ـــــ اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس کی گردن مارنے کے لیے حکم دے دیا گیا۔

شراب کی حرمت:

شراب ہجرت کے چوتھے سال ماہ شوال میں حرام کی گئی ـــــ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جسے امام احمد نے روایت کیا ہے، میں ہے کہ خمر تین بار حرام کی گئی ہے:



رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تھے تو اہل مدینہ خمر پیتے تھے اور جوئے کا مال کھاتے تھے ـــــ اہل مدینہ نے خمر اور جوئے دونوں کے متعلق آپ سے پوچھا۔ وحی نازل ہوئی:

یسئلونک عن الخمر والمیسر قتل فیھما اثم کبیر و منافع للناس .... آخر آیت تک ـــــ آدمیوں نے کہا:

''ہم پر خمر حرام نہیں ہوئی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ـــــ فیھما اثم کبیر ـــــ آدمی خمر پیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ دونوں میں سے ایک دن تھا کہ مہاجرین میں سے ایک شخص نے نماز پڑھی یا آپ کے اصحاب نے مغرب میں نماز پڑھی۔ اپنی قرات میں غلط کر دیا۔

ابوداؤد، ترمذی نے اسے روایت کیا ہے اور حدیث حسن بھی کہا ہے ـــــ



نسائی اور حاکم نے حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم سے روایت کی ہے کہ ہمارے لیے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھانا پکوایا اور ہمیں بلایا اور ہمیں خمر پلائی ـــــ خمر نے ہمیں بے خود کر دیا ـــــ نماز کا وقت آ گیا تو لوگوں نے مجھے پیش

امام کیا۔ میں نے قل یاایھا الکافرون لا اعبد ماتعبدون ونحن نعبد ما تعبدون پڑھا۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے زیادہ سخت آیت نازل کی:

یا ایھا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاری حتی تعلموا ماتقولون

اس کے بعد بھی لوگ خمر پیا کرتے تھے۔۔۔۔۔

☆

پھر دوسری آیت سے لفظ آیت نازل ہوئی:

یاایھا الذین آمنو انما الخمر والمیسر.......... لعلکم تفلحون

لوگوں نے کہا: "ہمارے رب نے ہماری انتہاء کردی۔"

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی سنہ میں پیدا ہوئے۔

سریہ ابی سلمہ عبداللہ بن اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ سریہ ہجرت کے ۳۵ویں مہینہ کے آغاز میں محرم میں ہوا۔ یہ واقعہ قطن نامی پہاڑ (جبل قطن) جوفید کے ناحیہ میں ہے، ہوا۔۔۔۔۔ ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ انصار اور مہاجرین سے ڈیڑھ سولشکری تھے۔۔۔۔۔ آپ خویلد کے دونوں بیٹوں طلحہ اور سلمہ کی تلاش میں گئے۔۔۔۔۔ لیکن انصار اور مہاجرین نے انہیں نہیں پایا۔۔۔۔۔ چنانچہ اونٹ اور بکریاں ہاتھ آئیں لیکن کسی سے جنگ نہیں ہوئی۔

سریہ عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

محرم کی پانچ راتیں گزرنے پر دوشنبہ کے دن ہجرت کے ۳۵ ویں مہینہ کے آغاز میں یہ واقعہ ہوا۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنہا وادی عرقہ میں واقع مقام عرفہ گئے۔۔۔۔۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ اطلاع ملی تھی کہ آپ سے جنگ کے لیے وہاں پر سفیان بن خالد الہندلی نے گروہوں کو جمع کیا ہے۔۔۔۔۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے پاس پہنچے۔۔۔۔۔ اس نے پوچھا:

"تم کس گروہ سے ہو؟"

انہوں نے کہا:

"میں خزاعہ سے ہوں۔۔۔۔۔ میں نے سنا ہے کہ تم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے آدمیوں کو جمع کرتے ہو۔۔۔۔۔ میں تمہارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ تمہارے ساتھ رہوں۔"

سفیان نے کہا۔۔۔۔۔ "بیٹھ جاؤ"۔۔۔۔۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے ساتھ تھوڑی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ پھر اسے غفلت سے قتل کردیا۔۔۔۔۔ اور اس کا سر لے لیا۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو سفر کرتے تھے اور دن میں چھپ رہتے تھے حتیٰ کہ مدینہ پہنچ گئے۔۔۔۔۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''افلح الوجه''۔۔۔۔ یعنی اس چہرہ نے فلاح پائی۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''افلح وجهك يارسول الله !''۔۔۔۔ ''یارسول اللہ! آپ کے چہرہ نے فلاح پائی''

کہ آپ کا دشمن مارا گیا اور سفیان بن خالد الہذلی کا سر آپ کے قدموں میں رکھ دیا۔ عبداللہ اس مہم میں مدینہ سے اٹھارہ راتیں باہر رہے۔۔۔۔ محرم کے سات دن باقی تھے کہ بروز شنبہ عبداللہ مدینہ آ گئے تھے۔

سریہ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

مکہ اور عسفان کے درمیان مقام رجیع کی طرف ناحیہ حجاز میں ہذیل کا ایک پانی ہے۔۔۔۔ یہ سریہ ماہ صفر میں ہجرت کے ۳۶ ویں مہینہ کے آغاز میں ہوا۔۔۔۔ یہاں کے رہنے والے عضل کہلاتے ہیں جو بنی الہون بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن نضر کا ایک بطن ہے۔ یہ لوگ عضل بن الدیش کی طرف منسوب ہیں۔ ابن اسحاق نے لشکر رجیع کا سنہ تین کے آخر میں ذکر کیا ہے۔۔۔۔ لشکر رجیع حضرت عاصم، حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا سریہ تھا۔

ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ عاصم بن قتادہ نے حدیث بیان کی ہے کہ یوم احد کے بعد عضل کی ایک جماعت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی۔ انہوں نے کہا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ہم لوگوں میں اسلام ہے۔۔۔۔ آپ اپنے اصحاب میں سے چند آدمی ہمارے ساتھ بھیجئے تاکہ وہ ہمیں دین کے احکام سکھائیں۔''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ہمراہ چھ صحابہ کرام کو حضرت مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ بھیجا۔۔۔۔ یہ لوگ مقام رجیع پر بنی ہذیل کے پانی پر پہنچے تو انہوں نے ان کے ساتھ بے وفائی کی۔۔۔۔ اور بنی ہذیل کو پکار کر بلایا۔۔۔۔ صحابہ کرام ابھی اپنے کجاوں میں ہی تھے۔۔۔۔ آنے والے تلواروں سے لیس تھے اور آ کر صحابہ کرام کا گھیراؤ کر لیا۔

حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اپنی اپنی تلواریں نکال لیں۔۔۔۔ انہوں نے کہا:

''واللہ! ہم تمہارے قتل کا ارادہ نہیں کرتے بلکہ ہمارا مقصد تمہارے بدلے اہل مکہ سے فائدہ حاصل کرنا ہے۔۔۔۔ اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور اس کا یہ معاہدہ ہے کہ ہم تمہیں قتل نہ کریں گے۔''[۲۵۵]

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام نے اس وعدہ اور معاہدہ سے انکار کیا۔۔۔۔ حضرت مرثد، حضرت خالد اور حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''ہم کسی مشرک سے وعدہ قبول نہ کریں گے۔''

یہ صحابہ کرام ان سے لڑے۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

۲۵۵۔ یعنی تمہیں مکہ والوں کے حوالے کر دیں گے اور ان سے تمہارے بدلے میں نفع حاصل کریں گے کہ اہل مکہ کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں میں جو کوئی ملے، اس کا مثلہ کریں۔۔۔۔ اور بدر و احد میں اہل مکہ کے جو مارے گئے ہیں، ان کے بدلے انہیں قتل کریں۔

بخاری شریف میں یہ واقعہ اس طرح سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان آدمیوں پر حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر مقرر فرمایا تھا۔۔۔۔۔ جب یہ اصحاب مقام ہداۃ میں پہنچے جو کہ مکہ اور عسفان کے درمیان ہے تو ہذیل نے قبیلہ بنی لحیان سے دو سو مردوں کو جمع کیا۔۔۔۔۔ ایک اور روایت میں ایک سو تیر انداز لکھے ہیں جو ان کے ہمراہ ہوئے۔۔۔۔۔ ابو معشر کی روایت ان کے مغازی میں یہ ہے کہ صحابہ کرام صبح کے وقت مقام رجیع میں اترے اور وہاں انہوں نے عجوہ کھجوریں کھائیں (جو ہمراہ لائے تھے) ان کی گٹھلیاں زمین پر گریں۔ یہ اصحاب رات کو سفر کرتے تھے اور دن کو چھپ جاتے تھے۔۔۔۔۔ قبیلہ ہذیل کی ایک چرواہا عورت آئی جو بکریاں چرا رہی تھی۔ اس نے عجوہ کھجوروں کی گٹھلیاں دیکھیں جو کہ چھوٹی اور زرد رنگ ہوتی ہیں۔ اس نے کہا کہ یہ تو مدینہ کی کھجوریں ہیں۔۔۔۔۔ اس نے اپنی قوم میں شور کیا:

''دشمن تم پر پہنچ گئے۔''

اس قبیلے کے آدمی ان کی تلاش میں آئے۔ انہوں نے پہاڑ کی طرف جاتے قدموں کے نشان دیکھے اور اس طرح انہوں نے انہیں پالیا۔

ابن سعد کی روایت میں ہے کہ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو جب دشمن کا پتہ چلا تو انہوں نے ایک بلند ٹیلے پر چڑھ کر خود کو بچایا۔۔۔۔۔ لیکن لوگوں نے ان کا گھیراؤ کر لیا اور ان سے کہا:

''تمہارے لیے وعدہ اور معاہدہ ہے کہ اگر تم لوگ اس ٹیلہ سے اتر کر ہمارے پاس آ جاؤ گے تو ہم تم میں سے کسی کو قتل نہ کریں گے۔''

حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

''ساتھیو سن لو! میں کافر کے ذمہ پر نہ اتروں گا۔''

پھر عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی:

''اے اللہ! ہماری خبر اپنے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو پہنچا دے۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا قبول فرمائی۔۔۔۔۔ جن دن یہ اصحاب شہید کیے گئے، ان کی خبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہو گئی۔۔۔۔۔ مشرکین نے ان لوگوں کو تیر مارے اور عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر ڈالا۔۔۔۔۔ حضرت خبیب بن عدی، حضرت زید بن دثنہ اور حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرکین کے وعدہ اور معاہدہ پر ان کے پاس چلے گئے۔۔۔۔۔ ان ظالموں نے حضرت خبیب اور حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ میں بیچ ڈالا۔۔۔۔۔

بنو الحارث بن عامر نے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خرید لیا۔۔۔۔۔ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی قید میں رہے۔۔۔۔۔ حتیٰ کہ اہل مکہ نے ان کے قتل پر اتفاق کیا۔۔۔۔۔ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حارث کی کسی بیٹی سے استرا مانگا، حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیر ناف بال صاف کرنے کے لیے استرا تیز کر رہے تھے۔۔۔۔۔ اس دوران وہ عورت اپنے چھوٹے بیٹے سے غافل ہو گئی۔ وہ بچہ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آ گیا۔ انہوں نے اسے پاس بٹھا لیا۔۔۔۔۔ عورت اس بات سے ڈری کہ خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں اس قتل نہ کر دیں، لرزنے لگی۔۔۔۔۔ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی

حالت دیکھ کر اسے تسلی دی اور فرمایا:

''میں ایسا نہیں ہوں کہ بے وفائی کروں۔''

اس عورت نے کہا:

''واللہ! میں نے کسی قیدی کو خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے اچھا نہیں دیکھا ــــ واللہ! میں نے خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ایسے حال میں پایا کہ انگور کے خوشہ سے انگور کھا رہے تھے، وہ خوشہ مرد کے سر کے برابر تھا ــــ اور وہ زنجیر سے جکڑے ہوئے تھے۔ مکہ میں کوئی پھل نہ تھا، وہ انگور نہ تھے ــــ مگر وہ رزق اللہ تعالیٰ نے خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو نصیب کیا تھا۔''

یہ وہ کرامت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے لیے کفار پر اس کو آیت اور اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کے لیے دلیل قرار دیا۔۲۵۶

اہل مکہ نے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حرم سے نکالا تا کہ ان کو مقام حل میں قتل کریں۔ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''مجھے چھوڑ دو تا کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔''

موسیٰ بن عقبی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد تنعیم کی جگہ نماز پڑھی اور یہ دعا مانگی:

اللھم احصھم عدد ولا تبق منھوا احدا واقتلھم بددا

''اے میرے رب! ان کو اس طرح سے ہلاک فرما کہ ان کی گنتی سے کوئی باقی نہ رہے اور ان میں سے کسی کو باقی نہ رکھ اور انہیں متفرق قتل کر۔''

سال نہیں پلٹا کہ ان میں سے کوئی زندہ رہا ہو، سب ہلاک ہو گئے ــــ بریدہ بن سفیان کی روایت میں ہے کہ خبیب رضی

۲۵۶- اہل سنت کے نزدیک اولیاء کی کرامت مطلقاً ثابت ہے لیکن بعض محققین نے اس شے کو جس کو انبیاء علیہم السلام کو دشمن کی لڑائی کے لیے بلانا اور اس پر غلبہ ڈھونڈنے سے علیحدہ رکھا ہے۔ ان محققین میں سے علامہ ابوالقاسم القشیری علیہ الرحمہ ہیں جنہوں نے کہا ہے کہ اولیاء کرام بغیر باپ کے بیٹا موجود کرنے اور اس کے مثال تک نہیں پہنچے ہیں ــــ جیسے جماد کو جانور بنا دینا ہے ــــ اس بارے میں یہ بہت عدل کرنے والا مذہب ہے۔

اور یہ امر کہ فی الحال دعا کی قبولیت اور کھانے کا کثیر کرنا اور اس شے کا انکشاف جو آنکھ سے اوجھل ہے اور جو شے آنے والی ہے، اس کی خبر دینا اور اس کی مثل تحقیق کثرت سے ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ اس کا اس شخص سے وقوع جو صلاح کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ عادت کی مانند یقین کیا جاتا ہے، لہٰذا اس وقت خارق عادت اس شے کی مثل میں منحصر ہو گیا۔

امام قشیری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس شخص نے یہ کہا ہے کہ ہر ایک معجزہ جو کسی نبی کے لیے پایا جائے، یہ جائز ہے کہ وہ معجزہ ولی کے لیے کرامت واقع ہو ــــ اس کی تقلید اس طور پر واقع ہو گئی ــــ اور جس امر کو ہم نے ثابت کیا ہے، اس کے سوا وہ امر ہے کہ عامہ علماء کے نزدیک قرار پا چکا ہے ــــ خرق عادت اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ جس شخص سے خرق عادت واقع ہو، وہ اولیاء اللہ سے ہو' یہ غلط ہے ــــ اس لیے کہ کبھی مبطل کے ہاتھ پر جو جادوگر اور کاہن اور راہب ہو، ظاہر ہوتا ہے ــــ لہٰذا جو شخص اس کے ساتھ اولیاء اللہ کی ولایت پر استدلال کرتا ہے، وہ اس بات کا محتاج ہے کہ اولیاء کے خارق عادت اور ان کے غیر کے درمیان کوئی فرق پیش کرے ــــ اولیٰ یہ ہے کہ جس شخص سے خارق عادت واقع ہو، اس کے احوال کا امتحان کیا جائے ــــ اگر وہ شخص احکام شرعیہ، اوامر و نواہی کے ساتھ عمل پیرا ہے تو خارق عادت اس کی ولایت کی علامت ہے ــــ اور جو شخص اس کے برعکس اوامر و نواہی شرعی کے ساتھ عمل پیرا نہ ہو، وہ ولی نہیں۔ واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی:

''اے میرے اللہ! میں اس شخص کو نہیں پاتا کہ تیرے رسول کو میرا اسلام پہنچا دے۔''

اور اسود کی روایت میں جو عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور حضرت خبیب کے واقعہ سے مطلع کیا ـــــ پھر حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اشعار پڑھے۔

ولست ابالی حین اقتل مسلما   علی ای شق کان للہ مصرعی

میں پروانہیں کرتا جس وقت میں قتل کیا جاؤں۔ ایسے حال میں کہ مسلمان ہوں اور کسی پہلو پر اللہ تعالیٰ کے لیے میرے بچھڑنے کی جگہ ہو۔

و ذالک فی ذات الا لہ وان یشاء   یبارک علی اوصال شلو ممزع

اور میرا یہ قتل اللہ کے لیے اس کی رضا چاہنے کے لیے اور اس کے ثواب کے لیے ہے ـــــ اگر اللہ چاہے تو ٹکڑے ٹکڑے جسم کے جوڑوں یعنی ہر ایک عضو میں برکت دے۔۲۵۷

لقد اجمع الاحزاب فی والبو   قبایلھم واستجمعوا کل فجمع

میرے بارے میں گروہوں نے اجماع کیا ہے اور اپنے قبیلوں کو خاص کیا ہے اور ہر ایک مجمع کو جمع کیا ہے۔۲۵۸

الی اللہ اشکو غربتی بعد کرمتی   وما ارصد الاحزاب لی عند مصرعی

سختیاں اٹھانے کے بعد جو غربت مجھے ہے، اس کی اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتا ہوں اور اس شے کی شکایت کرتا ہوں کہ گروہوں نے میرے بچھڑنے کے وقت اس کا ارادہ کیا ہے۔

ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے تیرہ (۱۳) اشعار ذکر کیے ہیں ـــــ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اول شخص ہیں جنہوں نے قتل کے وقت دو رکعتوں کو ہر ایک مسلمان کے لیے سنت کیا ہے جبکہ اسے جبراً یعنی ہاتھ پیر باندھ کر قتل کیا گیا ہو ـــــ دراصل حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فعل ذاتی نہیں بلکہ سنت جاریہ ہے ـــــ یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات میں کیا اور جس شخص نے یہ فعل کیا، آپ نے اسے مستحسن جانا ـــــ اور اسے مسلمانوں نے مستحسن جانا ـــــ نماز اس عمل سے بڑھ کر ہے جس کے ساتھ بندے کا عمل ختم ہوا۔۲۵۹

---

۲۵۷ - شلو یعنی جسم، اس کا اطلاق عضو پر کیا جاتا ہے ـــــ ممزع، ٹکڑے ٹکڑے۔

۲۵۸ - البو یعنی خاص کیا ہے۔

۲۵۹ - رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مولی حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی دو رکعت نماز پڑھی تھی۔ وہ نماز آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں پڑھی تھی ـــــ یہ روایت لیث بن سعد کی طرف منسوب ہے ـــــ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طائف میں کسی سے ایک خچر کرایہ پر لیا۔ کرایہ کرنے والے نے ان سے یہ شرط کی کہ جس جگہ وہ چاہے اتار دے ـــــ کرایہ کرنے والا انکو لے کر ایک ویرانہ کی طرف مڑ گیا اور زید سے کہا، اتر پڑو ـــــ وہ اتر پڑے۔ یکا یک انہوں نے اس ویرانہ میں مقتولین دیکھے۔ زید نے کہا کہ جب اس شخص نے یہ ارادہ کیا کہ ان کو قتل کرے۔ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا کہ مجھے چھوڑ دے تاکہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں ـــــ اس نے کہا، تم پڑھ لو۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ابو الاسود کی روایت جو عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ جب اہل مکہ نے خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم پر نیزے اور حربے لگانے شروع کیے تو اس وقت انہیں آواز دی اور قسم دی:

''کیا تم اس بات کو دوست رکھتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوں یعنی ہم آپ کو (نعوذ باللہ) قتل کریں اور تمہیں چھوڑ دیں۔''

حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''میں ایسا ہرگز نہیں چاہتا ـــــ واللہ! میں تو اس بات کو بھی دوست نہیں رکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک میں کوئی کانٹا چبھے اور میں اس کانٹے کا فدیہ ہوں۔'' (مقصود یہ ہے کہ میں آپ کے پائے مبارک میں ایک کانٹا بھی چبھنا پسند نہیں کرتا۔[۲۶۰])

ابوسفیان نے زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

''میں تمہیں قسم دیتا ہوں، کیا تم اس بات کو دوست رکھتے ہو کہ اس وقت تمہاری جگہ ہمارے پاس محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوں ـــــ اور ہم ان کی گردن ماریں جبکہ تم اپنے گھر رہو۔''

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا:

''واللہ میں اس امر کو دوست نہیں رکھتا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس وقت اپنی جگہ پر ہیں، ان کو کوئی ایسا کانٹا چبھے جو تکلیف دے اور میں اپنے گھر میں بیٹھا رہوں۔''

یہ سن کر ابوسفیان نے کہا:

''میں نے لوگوں میں سے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ وہ کسی ایسے کو دوست رکھتا ہو جیسے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب کی محبت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ہے۔''

پھر زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نطاس نے قتل کیا ـــــ قریش نے حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کسی کو بھیجا تا کہ ان

(صفحہ گزشتہ کا بقیہ حاشیہ) تم سے پہلے ان مقتولین نے بھی نماز پڑھی تھی۔ ان کی نماز نے ان کو کچھ نفع نہیں دیا ـــــ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جب میں نے نماز پڑھ لی تو وہ شخص میرے پاس آیا تا کہ مجھے قتل کرے۔ میں نے یاارحم الراحمین کہا ـــــ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اس شخص نے ایک آواز سنی کہ اسے قتل نہ کر ـــــ اس آواز نے اسے ڈرایا۔ وہ وہاں سے نکلا اور آواز دینے والے کو ڈھونڈنے لگا لیکن اسے کچھ نظر نہ آیا ـــــ وہ میری طرف پلٹ کے آیا ـــــ میں نے پھر یاارحم الراحمین کہہ کر آواز دی ـــــ اور تین بار ایسا کیا۔ اچانک میں نے ایک گھڑ سوار کو دیکھا جس کے ہاتھ میں ایک لوہے کا حربہ تھا۔ اس حربہ کے سرے پر آگ کا شعلہ تھا۔ اس نے اس حربہ سے اس شخص کو ایسا کونچہ دیا کہ اس کی پیٹھ سے باہر نکال دیا اور وہ مرا ہوا گرا ـــــ پھر اس سوار نے حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ جس وقت تم نے پہلی بار یاارحم الراحمین کہہ کے پکارا، میں ساتویں آسمان پر تھا ـــــ دوسری بار تم نے یاارحم الراحمین کہہ کے پکارا، میں دنیا کے آسمان میں تھا ـــــ جب تم نے تیسری بار یاارحم الراحمین کہہ کے پکارا تو میں تمہارے پاس آ گیا۔

۲۶۰ - روایت ہے کہ سب سے پہلے جس صحابی نے یہ کہا تھا کہ میں رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پائے مبارک میں ایک کانٹا بھی چبھے نہیں دینا چاہتا، وہ زید بن الدثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

کے جسم کی کوئی شے لائے جس سے ان کی پہچان ہو سکے۔۲۶۱
بریدہ بن سفیان کی روایت میں ہے کہ جب عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کیے گئے تو ہذیل نے ارادہ کیا کہ ان کا سر لے کر سلافہ بنت سعید کو بیچ ڈالیں ــــــ سلافہ، مسافع اور جلاس طلحۃ العبدری کی ماں ہے ــــــ یہ دونوں حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں یوم احد میں مارے گئے تھے ــــــ ان کی ماں سلافہ نے نذر مانی تھی کہ اگر عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر میرے ہاتھ لگا تو ان کی کھوپڑی میں شراب پیوں گی اور جو شخص عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر لائے گا، اسے سو اونٹ دوں گی ــــــ جو لوگ حضرت عاصم کا سر لینے کے لیے گئے تھے، انہیں حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شہد کی مکھیوں نے باز رکھا ــــــ وہ لوگ ان کے جسم سے کچھ نہیں پا سکے ــــــ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد چاہا تھا کہ انہیں کوئی مشرک نہ چھوئے اور نہ وہ کسی مشرک کو ہاتھ لگائیں ــــــ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر ملی۔ وہ یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مومن بندے کی حفاظت اس کی وفات کے بعد کرتا ہے۔ جیسا کہ مومن بندہ کو اس کی حیات میں محفوظ رکھا تھا ــــــ عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی کہ مشرکین سے ان کے گوشت کو محفوظ رکھا۔۲۶۲ اور اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل سے نہیں منع کیا جبکہ اللہ تعالیٰ نے شہادت سے ان کے اکرام کا ارادہ فرمایا ــــــ ان کی کرامت یہ ہے کہ ان کے گوشت کے کاٹنے سے ان کی ہتک حرمت ہوتی ــــــ اللہ تعالیٰ نے ان کی حمایت کی۔

سریہ منذر بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ / سریۃ القراء / سریہ بیر معونہ:

بیر معونہ بلاد ہذیل میں مکہ اور عسفان کے درمیان ایک گاؤں ہے۔ یہ واقعہ ہجرت کے ۳۶ ویں مہینہ کے آغاز اور جنگ احد کے چار ماہ کے شروع میں ماہ صفر میں ہوا ــــــ بیر معونہ کے پاس وقوعہ ہونے سے یہ سریہ بیر معونہ سے منسوب ہے۔ یہ غزوہ رعل اور ذاکون کے ساتھ ہوا ــــــ رعل اور ذکوان بن سلیم کی مختلف شاخیں ہیں۔ اہل رعل، رعل بن عوف بن مالک سے منسوب ہیں ــــــ جبکہ اہل ذکوان، ذکوان بن ثعلبہ سے متعلق ہیں ــــــ یہ غزوہ سریۃ القراء کے نام سے بھی مشہور ہے۔

ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے اس کا پس منظر یہ بیان کیا ہے کہ ابو براء بن عامر بن مالک بن جعفر المعروف ملاعب الاسنہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا ــــــ آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی لیکن اس نے اسلام قبول نہیں کیا اور اس نے اسلام سے دوری بھی ظاہر نہیں کی بلکہ یہ کہنے لگا:

"اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)! اگر آپ اپنے اصحاب میں سے کچھ ساتھی اہل نجد کی طرف بھیجیں گے تو میں اہل نجد کو آپ کے پیغام کی طرف بلاؤں گا ــــــ مجھے امید ہے کہ وہ آپ کے پیغام کو قبول کر لیں گے۔"

---

۲۶۱ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوم بدر میں قریش کے سرداروں میں سے عقبہ بن ابی معیط لعین کو قتل کیا تھا ــــــ غزوہ بدر سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عقبہ کے ہاتھ پیر باندھ کر قتل کیا تھا۔

۲۶۲ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا مانگی تھی کہ "یا اللہ! میں نے تیرے دین کی حمایت اول دن میں کی ہے تو میرے گوشت کی حمایت آخر دن میں فرما"۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے اہل نجد سے اپنے اصحاب کے لیے خدشہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ انہیں نقصان پہنچائیں گے۔''

ابو براء نے کہا:

''میں آپ کے اصحاب کا ہمسایہ اور ذمہ دار ہوں، آپ انہیں بھیج دیں۔''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت منذر بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مطلب سلمی کو بھیجا تا کہ ان کو راستہ بتا دیں۔ حضرت منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سربراہی میں متعدد قاری حضرات تھے ـــــ ان کی تعداد مختلف ہے:

☆ ستر قاری حضرات ☆ چالیس قاری حضرات ☆ تیس قاری حضرات

قتادہ نے اپنی روایت میں کہا ہے یہ قاری حضرات دن میں لکڑیاں جمع کرتے تھے اور رات میں نماز پڑھایا کرتے تھے ـــــ ثابت کی روایت میں ہے کہ لکڑیوں کے بدلے اہل صفہ کے لیے غلہ خرید لیا کرتے تھے اور رات میں قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔

یہ اصحاب روانہ ہوئے تو بیر معونہ کے پاس جا کر ٹھہرے ـــــ انہوں نے حرام بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خط مبارک کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کے دشمن عامر بن الطفیل العامری کے پاس بھیجا۔ یہ عامر بن الطفیل کافر ہے۔ یہ عامر بن الطفیل الاسلمی صحابی نہیں ہے ـــــ حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ عامر کے پاس آئے۔ عامر نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خط مبارک کو نہیں دیکھا بلکہ اس نے سفیر پر ظلم وستم کر کے اسے شہید کر دیا ـــــ

ان قاریوں نے بنی عامر سے انصاف چاہا ـــــ بنی عامر نے ان کی بات نہیں مانی بلکہ یہ کہا کہ:

''ہم ابو براء کا وعدہ نہ توڑیں گے ـــــ ابو براء نے ان قاریوں کے لیے وعدہ کیا ہے اور ذمہ لیا ہے اور ہمسائیگی کا وعدہ کیا ہے۔''

پھر عامر بن الطفیل نے بنی سلیم کے قبائل بنی عصیہ اور بنی رعل سے مشورہ کیا۔ ان لوگوں نے اس کے موقف کو سنا پھر بنی عصیہ اور بنی رعل نے نکل کر قاریوں کو گھیر لیا اور جہاں ان کا قیام تھا، وہاں ان کا گھیراؤ کر لیا ـــــ جب قاریوں نے یہ صورتحال دیکھی تو انہوں نے اپنی اپنی تلواریں نکال لیں اور ان سے جنگ کی، یہاں تک کہ سب شہید ہو گئے۔ سوائے حضرت کعب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے، وہ سخت زخمی حالت کے باوجود بچ نکلے ـــــ پھر آپ یوم الخندق میں شہید ہوئے ـــــ عمرو بن امیۃ الضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قید کر لیے گئے۔ انہوں نے انہیں بتایا کہ وہ بنی مضر سے ہیں ـــــ عامر بن الطفیل نے انہیں اس خیال سے اپنی تحویل میں لے لیا کہ میری والدہ کے ذمہ ایک غلام کو آزاد کرنا ہے۔ چنانچہ اس کے بدلے عمرو کو آزاد کر دیا ـــــ

ان قاریوں کی شہادت کی خبر جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا:

''اس کا ذمہ دار ابی براء ہے۔ اس نے ان لوگوں کو اپنی پناہ میں لیا تھا۔ اس لیے مجھے کراہت محسوس ہوتی تھی اور خدشہ تھا۔''

یہ خبر جب ابو براء کو ملی کہ اس کے بھتیجے عامر بن الطفیل نے کیا کچھ کیا ہے، وہ اس کے افسوس سے ہی مر گیا۔۔۔۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس دوران شہید کیے گئے۔ انہیں ملائکہ نے دفن کیا، ان کا جسم نہیں مل سکا۔

ابن سعد نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اہل بیر معونہ پر بہت حزن وغم کیا۔ اس سے پہلے آپ نے کسی کا ایسا حزن نہیں کیا۔۔۔۔ صحیح مسلم میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب بیر معونہ کے قاتلوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تیس (۳۰) دن تک صبح کو ان پر بددعا کی تھی۔۔۔۔ آپ بنی رعل، بن لحیان اور بنی عصیہ پر دعا کرتے تھے۔ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بیر معونہ کے شہداء کے بارے میں ارشاد باری کا نزول ہوا۔۔۔۔ ہم نے اسے پڑھا لیکن اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی۔ البتہ اس کا معنی باقی رہ گیا۔ وہ یہ ہے:

بلغوا قومنا۔۔۔۔ ہماری قوم کو پہنچا دو۔

انا قد لقینا ربنا۔۔۔۔ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کی۔

فرضی لنا۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو گیا۔

و رضینا عنہ۔۔۔۔ اور ہم اپنے رب سے راضی ہو گئے۔

یہ وہم کیا جاتا ہے کہ بنی لحیان ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے یوم بیر معونہ میں قاریوں کو شہید کیا ہے۔۔۔۔ جبکہ ایسا نہیں ہے، قراء کو بنی رعل، بن ذکوان اور بنی عصیہ اور ان لوگوں نے شہید کیا ہے کہ جن کے ہمراہ بنی سلیم تھے۔۔۔۔ بنی لحیان وہ لوگ ہیں جنہوں نے لشکر رجیع کو شہید کیا تھا۔۔۔۔ ان تمام کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نہیں آئی مگر دونوں وقوعات یعنی بیر معونہ اور مقام رجیع میں جو اصحاب کرام شہید ہوئے، ان کی خبر ایک ہی وقت میں آئی۔۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں پر ایک ہی دعا فرمائی جنہوں نے آپ کے اصحاب کرام کو دو مقامات پر شہید کیا تھا۔۔۔۔ واللہ اعلم

غزوۂ بنی نضیر:

بنی نضیر یہودیوں کا ایک بڑا قبیلہ ہے۔ ہجرت کے چوتھے سال ماہ ربیع الاول میں یہ غزوہ ہوا۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ عامر بن طفیل نے اہل بیر معونہ کو شہید کیا تو اپنی ماں کی نذر کے بدلے میں عمرو بن امیہ کو آزاد کر دیا۔۔۔۔ عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ کا رخ کیا۔ راہ میں بنی عامر کے دو افراد ملے۔ ان کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عہد تھا، عمرو کو اس بات کا علم نہ تھا۔۔۔۔ عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو۔۔۔۔ انہوں نے بتلایا کہ وہ دونوں بنی عامر سے ہیں۔۔۔۔ وہ دونوں جب سو گئے تو عمرو نے انہیں ہلاک کر دیا اور یہ گمان کیا کہ میں نے اپنے ساتھیوں کے بدلہ پر کامیابی پائی۔۔۔۔ عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو اپنی کامیابی کے بارے میں بتایا۔۔۔۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ان کا میرے ساتھ عہد تھا۔۔۔۔ تم نے دو ایسے قتیلوں کو قتل کیا ہے جن کی دیت میں دوں گا۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بنی نضیر کی طرف تشریف لے گئے تاکہ بنی عامر کے جن دو آدمیوں کو عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہلاک کیا ہے، بنی نضیر سے ہونے والے پیمان کی وجہ سے اس سلسلہ میں مدد چاہیں ـــــ بنی نضیر اور بنی عامر کے درمیان حلفیہ معاہدہ تھا ـــــ جبکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں مرنے والوں کی دیت میں بنی نضیر سے مدد چاہیں ـــــ بنی نضیر نے کہا:

''اے ابوالقاسم! جس بات کو آپ دوست رکھتے ہیں اور جس مقصد کے لیے آپ ہم سے تعاون چاہتے ہیں، ہم تعاون کریں گے۔''

ان میں سے بعض نے بعض کے ساتھ اکیلے یہ سازش کی کہ

''تمہیں اس وقت جو موقع ہے، اس کی طرح تم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو ہرگز ہرگز نہ پاؤ گے۔''

اس وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بنی نضیر کے مکانوں کی ایک دیوار کے پہلو میں تشریف رکھتے تھے ـــــ انہوں نے آپس میں کہا:

''کون جوان اس مکان پر چڑھ کر یہ بڑا پتھر آپ پر ڈالتا ہے ـــــ اور آپ کو قتل کر کے ہمیں آپ کی طرف سے راحت دیتا ہے؟''

اس کام کے لیے عمرو بن حجاش بن کعب نے جھٹ خود کو پیش کرتے ہوئے کہا:

''اس کے لیے میں ہوں۔''

وہ مکان پر چڑھا تاکہ آپ پر پتھر پھینک دے ـــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس وقت اپنے چند اصحاب میں تھے، جن میں حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے ـــــ ابن سعد نے کہا کہ سلام بن مشکم یہودی نے یہود سے کہا:

''ایسا نہ کرو ـــــ تم نے جو ارادہ کیا ہے واللہ! محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا رب آپ کو ضرور خبر کر دے گا ـــــ اور یہ فعل اس عہد کا توڑنا ہے جو ہمارے اور آپ کے درمیان ہے۔''

ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے کہا کہ جس چیز کا یہودیوں نے ارادہ کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آسمان سے اس کی خبر آئی ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ سے ایسے اٹھ کھڑے ہوئے کہ جیسے قضائے حاجت کو ظاہر کر رہے تھے ـــــ اپنے اصحاب کو ان کی جگہ میں چھوڑ دیا اور مدینہ کی طرف جلد پلٹ آئے۔ صحابہ کرام نے جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے واپس آنے میں تاخیر محسوس کی تو آپ کی تلاش کے لیے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے ـــــ اور آپ کی جستجو میں آپ تک پہنچ گئے ـــــ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کے غدر کے ارادہ سے صحابہ کرام کو مطلع فرمایا ـــــ اس بارے میں یہ ارشاد باری نازل ہوا:

یاایھا الذین امنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذھم قوم ان یبسطوا الیکم ایدیھم O .... آخر آیت تک

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہود سے جنگ کے لیے تیاری فرمائی اور ان کی طرف جانے کے لیے حکم دیا ـــــ

ابن ہشام نے کہا ہے کہ مسلمانوں کو نماز پڑھانے کے لیے ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ میں عامل مقرر فرمایا۔۔۔۔ محاذ جنگ مدینہ سے دو میل کے فاصلے پر تھا۔ پھر لشکر کے ہمراہ یہودیوں کا محاصرہ کر لیا۔۔۔۔ محاصرہ کی مدت میں اختلاف پایا جاتا ہے:

☆ چھ راتیں ☆ پندرہ دن ☆ بیس دن قدرے (تیمی)

☆ تئیس دن (ابن الطلاع) ☆ پچیس راتیں (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ آپ کی تشریف آوری سے یہودی قلعوں میں بند ہو کے رہ گئے۔۔۔۔ آپ نے ان کے درخت کاٹنے کے لیے ابالیلی مازنی اور عبداللہ بن سلام کو ارشاد فرمایا اور درختوں کو جلا دیا اور مکان ویران کر دیئے گئے یعنی درخت کٹ جانے سے یہودی بے روزی ہو گئے۔۔۔۔ یہود نے پکار کے کہا:

''اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ فساد کرنے سے دوسروں کو منع کرتے تھے۔۔۔۔ اور فساد کرنے والے کی مذمت فرماتے تھے۔۔۔۔ ان درختوں کے کاٹنے اور انہیں جلا دینے کا کیا حال ہے؟ (یہ فساد ہے یا اصلاح ہے) ۲۶۳

عوف بن خزرج کا ایک گروہ تھا۔ ان میں عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ یہ سب منافق تھے۔۔۔۔ انہوں نے بنی نضیر کے پاس آدمی بھیجے اور ان سے کہا:

''تم سب اپنی جگہ ثابت قدم رہو اور مسلمانوں کو دفع کرو۔۔۔۔ ہم تمہیں ہرگز حوالے نہ کریں گے۔۔۔۔ اگر تم سے قتال کیا جائے گا تو ہم تمہارے ساتھ رہ کر مسلمانوں سے قتال کریں گے۔۔۔۔ اور اگر تم یہاں سے نکل کر جاؤ گے تو ہمیں تمہارے ساتھ نکلیں گے۔''

منافقین نے اس کا انتظار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے سردار کعب بن اشرف کی ہلاکت سے بنی نضیر کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔۔۔۔ منافقین نے بنی نضیر کی کوئی مدد نہیں کی۔۔۔۔ یہود نے جب منافقین کا یہ معاملہ دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کہلا بھیجا:

''ہمیں ہماری سرزمین سے جلاوطن کر دیں اور آپ ہمارے خون سے باز رہیں۔''

ابن سعد نے اس کا حال اس طرح سے بیان کیا ہے کہ جس وقت یہود نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غدر کا ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے مطلع فرما دیا تو آپ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہود کی طرف بھیجا اور

---

۲۶۳ اہل تاویل نے کہا ہے کہ بعض مسلمانوں کے دلوں میں یہودیوں کی اس بات سے کچھ شبہ واقع ہو گیا جس پر وحی نازل ہوئی۔ **ماقطعتم من لینة ولنجزی الفاسقین** تک (یعنی تم نے پھل کی اقسام سے جو شے کاٹی ہے یا اس کو اس کی جڑ پر قائم چھوڑ دیا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کاٹا ہے اور اسی کے حکم سے اسے چھوڑ دیا ہے۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ ان کے کاٹنے کے حکم سے فاسقین یعنی یہود کو رسوا کرے گا)

لینة۔۔۔۔ عجوہ برنی کے سوا اقسام کھجور سے ہیں۔۔۔۔ اس آیت میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہود کے درختوں میں سے وہ درخت نہیں جلائے جن سے انسان کو قوت ہوتی ہو۔۔۔۔ یہود کا عجوہ سے قوت تھا۔۔۔۔ اور حدیث میں ہے کہ عجوہ جنت سے ہے۔ اس کی کھجور احسن غذا ہے۔۔۔۔ برنی بھی ایسی ہی کھجور ہے کہ اس سے قوت پاتے تھے۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد میں **ماقطعتم من لینة** فرمایا ہے اور **ماقطعتم من نخلة** عمومیت سے نہیں فرمایا۔۔۔۔ یہ تنبیہ اس وجہ سے ہے کہ دشمن کے وہ درخت جن سے قوت اور غذا ہوتی ہے، اسے کاٹنا مکروہ ہے۔ جس وقت یہ امید ہو کہ وہ درخت مسلمانوں کو پہنچیں گے۔

فرمایا:

''یہود سے کہو کہ میرے شہروں سے نکل جاؤ ـــــ اور ان شہروں میں تم رہائش نہ کرو ـــــ تم نے جس شے کا ارادہ غدر سے کیا، اس کا ارادہ کیا ـــــ تم کو دس دن کی مہلت ہے ـــــ اس کے بعد تم میں سے جو کوئی دکھائی دے گا، اس کی گردن مار دی جائے گی۔''

اس پر یہود کچھ دن ٹھہرے رہے اور اپنا سامان تیار کرتے رہے اور جو اونٹ بہت بہادر ہوتا، لوگوں سے وہ کرایہ پر لیے ـــــ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول نے سویدا اور داعس کو یہود کی طرف یہ کہہ کر بھیجا:

''تم اپنے شہروں سے نہ نکلو بلکہ اپنے قلعوں میں ٹھہرے رہو ـــــ میرے ساتھ دو ہزار عرب ساتھی ہیں۔ وہ تمہارے قلعوں میں داخل ہوں گے اور بنی قریظہ اور تمہارے حلیف بنی غطفان تمہیں مدد دیں گے۔''

ابن ابی سلول نے مدد کے سلسلے میں جو کچھ کہہ کر بھیجا تھا، بنی قریظہ کے سردار حیّ بن اخطب نے لالچ کیا اور اپنے بھائی جدی کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کہلا بھیجا:

''ہم اپنے شہروں سے نہیں نکلیں گے، جو آپ کو کرنا ہے کیجیے۔''

حیّ کا پیغام سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کہی ـــــ آپ کی تکبیر کے ساتھ صحابہ کرام نے بھی آواز کو تکبیر بلند کیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھیوں سمیت یہود کی طرف تشریف لے گئے ـــــ آپ نے عصر کی نماز بنی نضیر کے میدان میں پڑھی ـــــ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم آپ کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے ـــــ یہود نے جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو وہ تیر اور پتھر لیے اپنے قلعوں پر کھڑے ہو گئے ـــــ اس لمحے ابن ابی سلول یہود سے کنارہ کر گیا اور ان کی مدد نہیں کی ـــــ یہود کے حلیف بنی غطفان نے بھی ایسا ہی کیا اور انہوں نے بھی یہود کی کوئی مدد نہیں کی ـــــ اس صورت حال سے بنی نضیر ان کی مدد سے مایوس ہو گئے ـــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہود کا محاصرہ کر کے ان کے درخت کاٹ ڈالے ـــــ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہود سے فرمایا:

''مدینہ سے نکل جاؤ، تمہارے ـــــ وہ اموال معاف ہیں جن کو اونٹ اٹھالیں ـــــ لیکن زرہیں اور ہتھیار لے جانے کی اجازت نہیں۔''

اس عہد پر یہود اپنے قلعوں سے اترے ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پندرہ دن تک یہود کا محاصرہ کیا ـــــ یہود نے اپنے ہاتھوں سے اپنے مکان ویران کیے، پھر انہیں مدینہ سے نکال دیا گیا ـــــ ان کے نکالے جانے کا اختیار محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا گیا ـــــ یہود نے عورتوں اور بچوں کو اونٹوں پر سوار کرایا اور سامان وغیرہ چھ سو اونٹوں پر لاد کر خیبر میں پہنچ گئے ـــــ وہاں منافقوں نے یہود سے شدید غم کا اظہار کیا۔ آخر کو ان کے بھائی بند تھے ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اموال لے لیے، ہتھیاروں سے پچاس زرہیں، پچاس خود اور تین سو چالیس (۳۴۰) تلواریں لیں۔

بنی نضیر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سہم صفی وقف ہوا تاکہ زمانہ تنگی میں اس سے مدد ملے ـــــ آپ ـــــ

اس سے کسی کو حصہ نہیں دیا۔ اس لیے کہ مسلمانوں نے اس کی فتح میں نہ گھوڑوں کو حرکت دی تھی اور نہ تکلیف اٹھائی تھی اور نہ اونٹوں پر سفر کیا تھا۔ سوائے اس کے کچھ نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کے دل میں رعب ڈال دیا اور وہ اپنے مکان چھوڑ کر خیبر کی طرف نکل گئے ـــــ ان کا خیبر کی طرف نکل جانا اس وجہ سے نہیں ہوا کہ مسلمانوں نے ان سے قتال کیا ہو۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وہ مال مہاجرین کے درمیان تقسیم کر دیا تاکہ انصار جو کچھ مشقت مہاجرین کی امداد سے اٹھا رہے ہیں، وہ اس تقسیم سے رفع ہو جائے ـــــ اس لیے کہ انصار نے اپنے اموال اور مکانات مہاجرین میں تقسیم کر دیئے تھے ـــــ حضرت ابو دجانہ اور حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ان کے فقر کے اظہار کی وجہ سے ان کی حاجت روائی کے لیے حصہ عطا فرمایا اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلام بن ابی الحقیق کی تلوار عنایت فرمائی ـــــ یہ تلوار لوگوں میں بہت معروف تھی۔

غزوہ ذات الرقاع:

اس غزوہ کے سال اور مہینے میں اختلاف ہے:

☆ غزوہ بنی نضیر کے بعد چوتھے سال ربیع الآخر کے مہینہ میں ـــــ (ابن اسحاق)

☆ چوتھے سال ہجرت ماہ جمادی الاول۔

☆ پانچویں سال ماہ محرم ـــــ (ابن سعد و ابن حبان)

☆ بنی قریظہ کے بعد پانچویں سال ماہ ذی قعدہ ـــــ (ابو معشر)

اس حساب سے غزوہ ذات الرقاع پانچویں سال کے آخر اور سنہ کے اول میں ہے جو اس سے ملا ہوا ہے ـــــ بقول حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ قابل یقین بات یہ ہے کہ یہ غزوہ بنی قریظہ کے بعد ہوا ہے، اس لیے کہ صلوٰۃ خوف غزوہ خندق میں شروع نہیں ہوئی بلکہ صلوٰۃ خوف کا وقوع غزوہ ذات الرقاع میں ثابت ہوا ہے ـــــ وقوع صلوٰۃ خوف نے اس کے آخر ہونے پر دلالت کی ہے، لہٰذا یہ غزوۂ خندق کے بعد ہے۔

اس غزوہ کے منسوب ہونے میں بھی کئی روایتیں ہیں:

☆ اس غزوہ کا نام ذات الرقاع اس لیے ہے کہ مسلمانوں نے اس غزوہ میں اپنے جھنڈوں میں پیوند لگائے تھے ـــــ (ابن ہشام)

☆ اس کا نام ذات الرقاع اس لیے ہے کہ جس مقام پر یہ غزوہ ہوا، وہاں اس نام کا ایک درخت تھا۔[۲۶۴]

☆ مسلمان جہاں اترے تھے، اس جگہ کا نام ذات الرقاع ہے، ایک جگہ سیاہ تھی اور ایک جگہ سفید تھی۔ گویا اس زمین میں مختلف پیوند لگائے تھے، اس لیے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع ہوا۔

☆ ان لوگوں کے گھوڑوں میں سیاہی اور سفیدی تھی، اس لیے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع ہوا ـــــ (ابن حبان)

---

۲۶۴ عرب لوگ اس درخت کی عبادت کرتے تھے۔ عربوں میں سے جس شخص کو کوئی حاجت ہوتی تو اس درخت سے کپڑے کا ایک ٹکڑا باندھ دیتا تھا۔

☆ اس جگہ ایک پہاڑ ہے، اس میں بہت سے مقامات ہیں، اس لیے ذات الرقاع نام رکھا گیا ہے ۔۔۔۔۔ (واقدی)

☆ اس غزوہ کا نام ذات الرقاع اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس میں صلوٰۃ الخوف واقع ہوئی ہے ۔۔۔۔۔ (داؤدی)

☆ اس غزوہ کا نام ذات الرقاع اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس میں صلوٰۃ کی ترقیع ہوئی ہے ۔۔۔۔۔ ترقیع کے معنی ہیں پیوند لگانا ۔۔۔۔۔ بعض صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے منفرد ہو کر بعض نماز ادا کی ۔۔۔۔۔ اس نے کپڑے کے خلل کی اصلاح سے مشابہت پیدا کی ۔۔۔۔۔ گویا پہلے گروہ کے انفراد کو بمنزل پیوند کے گردانا اور دوسرے گروہ کے قیام اور اتمام صلوٰۃ کو جلوس کی حالت میں بمنزل دوسرے پیوند کے گردانا

☆ ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے۔ (ایک روایت میں ہے کہ ہم غازیوں میں گئے) ہم چھ افراد تھے، ہمارے درمیان ایک اونٹ تھا۔ ایک کے بعد دوسرا سوار ہوتا تھا اور پیادہ پا چلتے تھے کہ قدم گھس گئے اور میرے قدم گھس گئے اور میرے پاؤں کے ناخن چلتے چلتے گر پڑے۔ ہم اپنے پیروں پر کپڑے لپیٹ لیتے تھے۔ اس لیے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع رکھا گیا ہے کہ ہم اپنے پیروں پر کپڑے کی پٹی باندھ لیتے تھے۔

ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نجد کا ارادہ فرمایا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی تھی کہ بنی محارب اور بنی ثعلبہ جو غطفان سے ہیں، انہوں نے مختلف گروہوں کو جمع کیا ہے ۔۔۔۔۔ اس اطلاع پر آپ چار سو صحابہ کرام کے ہمراہ روانہ ہوئے ۔۔۔۔۔ (ایک دوسری روایت میں ہے کہ صحابہ کرام کی تعداد سات سو ہے) ۔۔۔۔۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ پر عامل مقرر فرمایا۔ (ایک دوسری روایت حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ملتا ہے) ۔۔۔۔۔ یہاں تک کہ غطفان کی زمین میں مقام نخل پر اترے۔ مقام نخل نجد کا ایک گاؤں ہے ۔۔۔۔۔

ابن سعد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وہاں کوئی مرد نہیں پایا بلکہ عورتیں پائیں، انہیں پکڑ لیا ۔۔۔۔۔ ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ان لوگوں میں ایک جماعت ملی، وہ اور صحابہ کی جماعت ایک دوسرے کے قریب آئے لیکن ان کے درمیان جنگ نہیں ہوئی۔ بعض آدمیوں نے بعض کو ڈرایا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو صلوٰۃ خوف پڑھائی ۔۔۔۔۔ ابن سعد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ اول صلوٰۃ خوف تھی جسے آپ نے ادا فرمایا ۔۔۔۔۔ اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پندرہ راتیں مدینہ سے باہر رہے۔

صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوہ ذات الرقاع میں تھے ۔۔۔۔۔ اچانک ہم ایک ایسے درخت کے پاس آئے جو بہت سایہ دار تھا۔ ہم نے یہ درخت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آرام فرمانے کے لیے چھوڑ دیا ۔۔۔۔۔ مشرکین میں سے ایک شخص آیا۔ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار درخت سے لٹک رہی تھی ۔۔۔۔۔ اس شخص نے آپ کی تلوار نیام سے نکالی۔ آپ اس وقت سو رہے تھے، بیدار ہو گئے۔ اس نے آپ سے پوچھا:

''کیا آپ مجھ سے ڈرتے ہیں؟''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''میں خوف نہیں کرتا۔''

اس نے کہا:

''آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''میرا اللہ بچائے گا۔''

اس اطمینان، اس شکوہ وسطوت اس جاہ وجلال کی عظمت وہیبت سے تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی ــــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے وہ تلوار لے لی اور فرمایا:

''مجھے تو میرے اللہ نے بچالیا، اب تجھے میرے ہاتھوں کون بچائے گا؟''

اس نے کہا:

''مجھے چھوڑ دیں، قتل نہ کریں۔''

آپ نے اسے دعوت اسلام دیتے ہوئے فرمایا:

''تو کلمہ شہادت اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھدان محمداً عبدہ و رسولہ کہو۔''

اس اعرابی نے کہا:

''میں یہ شہادت نہ دوں گا لکہ آپ سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ سے قتال نہ کروں گا اور قتال میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ نہ رہوں گا۔''

آپ نے اسے جانے دیا ــــــ وہ اپنے قبیلے میں آیا اور ان سے کہنے لگا:

''میں تمہارے پاس خیر الناس کے پاس سے آیا ہوں۔''

بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس اعرابی کو سزا نہیں دی، جو حرکت اس نے کی، اس پر باز پرس نہیں کی بلکہ اسے معاف فرما دیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو کفار کو معاف کرنے میں نہایت درجہ آرزو تھی تاکہ وہ اسلام میں داخل ہوں۔

ابوالیمان کی روایت میں بخاری کے نزدیک جہاد میں یہ ہے کہ اس شخص نے تلوار لے کر تین بار آپ سے یہ کہا:

''مجھ سے کون شخص آپ کو منع کرے گا؟''

یہ انکاری سوال ہے جس کا معنی یہ ہے کہ مجھ سے آپ کو کوئی شخص منع نہ کرے گا ــــــ یہ کہتے ہوئے اعرابی آپ کے سر پر کھڑا ہوا تھا اور آپ کے پاس کوئی تلوار نہیں تھی یعنی خالی ہاتھ تھے ــــــ اعرابی نے آپ کے ساتھ تین بار یہ کلام کیا یعنی:

"مجھ سے کون شخص آپ کو منع کرے گا۔"

اس سے یہ اخذ کیا جاتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس سے بچایا ورنہ اور کون سا امر ہے کہ جس نے اعرابی کو کلام کے پلٹانے کی طرف حاجت مند کیا۔ باوجود اس کے کہ اسے سنہری موقع تھا کہ آپ کے قتل کے سبب اپنی قوم کے نزدیک اس کا بڑا رتبہ ہوتا، بڑا مقام ہوتا ــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد میں جو اس شخص کے جواب میں لفظ اللہ تھا ــــ یعنی مجھے تجھ سے اللہ تعالیٰ منع کرے گا، اسی امر کی طرف اشارہ ہے کیونکہ مشیت ایزدی کچھ اور تھی، وہ نہ تھی جس کا ارادہ اعرابی لے کر آیا۔ اسی لیے اعرابی نے جب اپنی بات کو دہرایا کہ مجھ سے آپ کو کون منع کرے گا اور آپ نے اس کے جواب میں صرف اللہ فرمایا، اس پر کچھ زیادہ نہیں کیا، اس میں آپ کی بے پروائی مگر بھرپور اعتماد پایا جاتا ہے۔

واقدی نے کہا ہے کہ وہ شخص مسلمان ہو گیا اور اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کے گیا۔ اس کے سبب سے کثیر خلق نے ہدایت پائی ــــ ہاں جس وقت اس شخص نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا ارادہ کیا تو وہ درد کمر میں مبتلا ہو گیا۔ اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی یا نکل گئی اور اعرابی زمین پر گر پڑا ــــ بخاری میں اس اعرابی کا نام غورث بن الحارث ہے۔ ۲۶۵ے

اس غزوہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لوٹنے میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اونٹ نے چلنے میں سستی کی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سر پر یا پہلو میں لکڑی سے ٹھوکا دیا۔ جو اونٹ اس کے سامنے جا رہے تھے، وہ ان سے آگے آگے چلنے لگا ــــ پھر آپ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

"کیا یہ اونٹ تم مجھے فروخت کرتے ہو؟"

آپ نے ان سے اونٹ خرید کر لیا اور ان سے فرمایا:

"مدینہ تک اس کی پیٹھ تمہارے لیے ہے، تم اس پر سوار ہو کر چلو۔"

جب آپ مدینہ پہنچے تو جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اونٹ کی قیمت ادا فرما دی بلکہ اس کی طے شدہ قیمت سے زیادہ عنایت فرما دیا۔ اس سے بڑھ کر وہ اونٹ بھی انہی کو بخش دیا۔ سبحان اللہ!!

غزوہ بدر الاخیرہ:

غزوہ بدر الاخیرہ غزوہ الصغریٰ ہے اور اس کا نام بدر الموعد ہے یعنی یوم احد میں ابو سفیان کے ساتھ اس کا وعدہ ہوا تھا ــــ یہ

۲۶۵ جعفر اور خطابی نے غویرث تصغیر سے حکایت کیا ہے اور غزوہ غطفان میں بیان ہو چکا ہے کہ وہ غزوہ ذی امر ہے جو کہ نجد کے نواح میں واقع ہوا ــــ خطابی نے اس قصہ کی مثل ایک شخص کی حکایت بیان کی ہے جس کا نام دعثور ہے اور وہ شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر تلوار لے کر کھڑا ہو گیا تھا اور اس نے آپ سے کہا تھا:

"کون شخص مجھ سے آپ کو منع کرے گا"

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ــــ "اللہ!" ــــ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس کے سینہ پر دھکا دیا۔ اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور وہ مسلمان ہو گیا۔

عیون الاثر میں ہے کہ بظاہر یہ ہے کہ یہ دونوں واقعات ایک ہیں ــــ لیکن دیگر محققین نے کہا ہے کہ دو الگ الگ واقعات ہیں ــــ اس قصہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی فرط شجاعت اور آپ کی قوت یقین اور تکلیف اٹھانے پر قوت صبر اور آپ کی قوت حلم و تحمل ثابت ہوتی ہے۔

غزوہ ماہ شعبان میں غزوہ ذات الرقاع کے بعد ہوا ہے۔

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غزوہ ذات الرقاع سے جب مدینہ تشریف لائے تو جمادی الاول سے آخر رجب تک مدینہ میں قیام فرمایا۔۔۔۔۔ پھر ماہ شعبان میں ابوسفیان کی معیاد کی وجہ سے بدر کی طرف تشریف لے گئے۔

ابوسفیان نے یوم احد میں کہا تھا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان وعدہ کردہ (موعد) بدر آئندہ سال ہے۔۔۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کرام میں سے ایک صحابی سے فرمایا:

''ابوسفیان سے کہہ دو کہ بہتر، ہمارے اور تمہارے درمیان وہی موعد ہے۔''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے پندرہ سو صحابہ کرام کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ آپ کے لشکر کے ساتھ صرف دس گھوڑے تھے۔۔۔۔۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ پر خلیفہ مقرر فرمایا۔۔۔۔۔ آپ نے اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ بدر میں قیام فرمایا اور ابوسفیان کے انتظار میں رہے۔

ابوسفیان مکہ سے نکل کر امر الظہر ان کے ناحیہ میں واقع مقام مجنہ میں آیا۔۔۔۔۔ ابوسفیان کو لوٹ جانے میں عافیت نظر آئی۔ اس نے قریش سے کہا:

''اے قریش والو! تم کو راحت نہیں دے سکتا اور سفر کی مشقت زائل نہیں کر سکتا مگر وہ سال جس میں سرسبزی اور ارزانی ہو، تم اپنے جانوروں کو اس سال میں درختوں کے پتے کھلاؤ اور اپنے جانوروں کا دودھ پیو۔۔۔۔۔ تمہیں معلوم ہے کہ تمہارا یہ سال خشکی کا سال ہے، بارش نہیں ہے۔ زمین خشک ہے۔۔۔۔۔ میں لوٹنے والا ہوں، تم بھی لوٹ چلو۔''

یہ سن کر اس کے سارے ساتھی بھی پلٹ گئے۔۔۔۔۔ اہل مکہ نے ان کے لشکر کا نام ''جیش السویق'' رکھا۔ اہل مکہ ان سے کہتے تھے کہ تم مکہ سے نکلے ہی نہیں، تم تو ستو پیتے رہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مقام بدر میں آٹھ دن تک قیام فرمایا۔ صحابہ کرام کے ساتھ جو کچھ مال تجارت تھا، انہوں نے اسے وہاں فروخت کیا اور ایک درہم کے دو دو درہم نفع پایا۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے حق میں الذین استجابو اللہ والرسول۔۔۔۔۔ فانقلبو بنعمة من اللہ وفضل لم یمسسھم سوء۔۔۔۔۔ آخر آیت تک نازل فرمایا۔۔۔۔۔ اور یہ صحیح ہے کہ یہ آیت شریفہ حمراء الاسد کی شان میں نازل ہوئی۔

غزوہ دومۃ الجندل:

مدینہ سے پندرہ یا سولہ راتوں کی مسافت پر دومہ ایک شہر ہے۔ دومہ شہر سے دمشق پانچ راتوں کے فاصلے پر ہے۔۔۔۔۔ ابو عبید البکری نے کہا ہے کہ دومہ کا نام دومی بن اسماعیل کے نام پر ہے کہ دومی وہاں ٹھہرے تھے۔ یہ غزوہ ہجرت کے ۴۹ ویں مہینے کے آغاز پر ماہ ربیع الاول میں ہوا۔

اس غزوہ کا سبب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ اطلاع ملی تھی کہ دومہ میں ایک کثیر جماعت ہے جو پاس

سے گزرنے والوں پر ظلم و ستم کرتے ہیں ـــــ ماہ ربیع الاول کی پانچ راتیں رہ گئی تھیں جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک ہزار ساتھیوں کے ہمراہ روانہ ہوئے ـــــ آپ رات میں سفر کرتے جبکہ دن میں قیام فرماتے ـــــ مدینہ پر سباع بن عرفطہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ مقرر کیے گئے۔ جب مسلمانوں کا لشکر دومہ شہر کے قریب پہنچا تو وہ لوگ غائب تھے مگر ان کے اونٹ، بکریاں، گائے موجود تھے۔ ان کے چوپائے اور چرواہے قابو کر لیے گئے۔ ان میں سے جو بھاگ سکا، وہ بھاگ گیا ـــــ اہل دومہ کو جب اس کی خبر ملی تو وہ بکھر گئے ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے میدان میں اترے، وہاں کوئی مدمقابل نہ آیا۔ وہاں چند دن قیام فرمایا، سریوں کو وہاں سے پھیلا دیا اور متفرق کر دیا ـــــ پھر سب اصحاب آپ کے ساتھ پلٹ آئے۔ نہ ادھر سے کوئی زخمی یا شہید ہوا اور نہ ہی کفار میں سے کوئی مارا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں میں سے ایک شخص صحابہ کرام کے ہاتھ آ گیا ـــــ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ:

''اہل دومہ کہاں ہیں؟''

اس نے کہا:

''ان لوگوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ آپ نے ان کے اونٹ اور دیگر جانور پکڑ لیے ہیں تو وہ بھاگ گئے۔''

وہ شخص مسلمان ہو گیا ـــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیس ربیع الاخر کو مدینہ میں داخل ہوئے ـــــ اس حساب سے آپ مدینہ سے پچیس دن باہر رہے ـــــ لیکن راستہ کے سفر کے حساب سے تیس دن بنتے ہیں اور دومہ میں قیام کی کم سے کم مدت تین دن ہے۔

غزوہ مریسیع / غزوہ بنی مصطلق:

مریسیع بن خزاعہ کے ایک پانی کا نام ہے۔ مریسیع اور مدینہ کے نواحی گاؤں مقام فرع کے درمیان دو دن کا راستہ ہے ـــــ اسے غزوہ بنی مصطلق بھی کہتے ہیں۔ مصطلق، خذیمہ بن سعد بن عمرو کا لقب ہے۔ مصطلق بنی خزاعہ کا ایک بطن ہے ـــــ

اس کے سال میں اختلاف ہے:

- ☆ ہجرت کا پانچواں سال ـــــ (امام بخاری)
- ☆ ہجرت کا چھٹا سال ـــــ (ابن اسحاق)
- ☆ ہجرت کا چوتھا سال ـــــ (موسیٰ بن عقبہ)

شعبان کی دو راتیں گزرنے پر دوشنبہ کے دن یہ غزوہ ہوا۔

غزوہ مریسیع کا سبب یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی تھی کہ بنی مصطلق کا رئیس حارث بن ابی ضرار اپنی قوم اور جن عربوں سے اس کی علیک سلیک ہے، انہیں رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جمع کر رہا ہے اور ان سب نے اس پر بالاتفاق تہیہ کر لیا ہے ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریدہ بن الحصیب الاسلمی کو بھیجا

تاکہ صورتحال کا جائزہ لے سکیں ــــ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جا کر حارث بن ابی ضرار سے ملے۔ اس سے بات چیت کی اور جائزہ لے کر لوٹ آئے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خبر کی۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ کو مدینہ پر خلیفہ مقرر فرمایا۔ آپ نے تیزی سے منافقین پر حملہ کیا۔ آپ کے ہمراہ تیس گھڑ سوار تھے ــــ اس غزوہ میں حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی آپ کے ہمراہ تھیں ــــ حارث اور اس کے ساتھیوں کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے سخت خوف محسوس ہوا اور انہیں اپنے جاسوس کے مارے جانے کی بھی خبر ملی ــــ عربوں میں سے جو لوگ اس کے لشکر میں شامل تھے، وہ بھی بکھر گئے ــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مریسیع پہنچ کر جنگ کے لیے صحابہ کرام کی صف بندی کی۔ آپ نے

☆ مہاجرین کا جھنڈا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عنایت فرمایا اور

☆ انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا۔

پہلے کچھ دیر تیر اندازی ہوتی رہی۔ پھر آپ نے صحابہ کو حکم دیا اور انہوں نے ایک دم اس طرح حملہ کیا کہ جیسے ایک آدمی کا حملہ تھا۔ ان کے دس آدمی مارے گئے اور باقی قید کر لیے گئے ــــ یہ قیدی سات سو سے زیادہ تھے۔ عورتوں، بچوں اور مردوں کو غلام بنا لیا گیا اور ان کے چوپائے، اونٹ، گائے، بکریاں ہانک لائے ــــ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ مسلمانوں میں سے ایک شہید ہوا۔

اس غزوہ میں تیمم کی آیت نازل ہوئی ہے اور صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بعض سفروں میں گئے ــــ اس غزوہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قصہ افک ہوا ہے۔ اس کی ابتداء یہ ہوئی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہار گر گیا تھا ــــ کہا گیا ہے کہ اس سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہار دو بار گرا ہے۔ اس لیے دو مختلف قصے ہیں۔ جیسا کہ ان دونوں قصوں کے سیاق سے ظاہر ہے ــــ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ میرے ہار کا امر جو کچھ تھا، وہ تھا اور اہل افک نے جو کچھ کہا، وہ بتایا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دوسرے غزوہ میں گئی، میرا ہار پھر گر گیا۔ یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے اور آپ کی وجہ سے ہار ڈھونڈنے کے لیے آدمی بھی بیٹھ گئے۔ مجھ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ "اے میری بیٹی! تو ہر ایک سفر میں لوگوں کے لیے پریشانی کا باعث ہو جاتی ہے۔" اللہ تعالیٰ نے تیمم کے بارے میں رخصت نازل کی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "میری بیٹی تو ضرور مبارک ہے۔"

اس غزوہ میں ابن ابی بن سلول رئیس المنافقین نے کہا کہ ہم جب مدینہ کی طرف لوٹ جائیں گے تو مدینہ سے اس شخص کو جو زیادہ عزیز ہے، زیادہ ذلیل شخص ضرور نکال دے گا (یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے مدینہ سے نکال دیں گے ــــ ابن ابی کی یہ بات حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو نہایت ضابط اور صاحب حفظ تھے سنی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم کے حضور میں گوش گزار کیا۔۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابن ابی اور اس کے ساتھیوں سے اس بارے میں دریافت فرمایا۔۔۔۔ آنحضرت نے حلفیہ کہا کہ ہم نے ایسا نہیں کیا۔۔۔۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی منافقت کو ظاہر فرما دیا۔ اذا جاء ك المنافقون ۔۔۔۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن ارقم سے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے تمہیں سچا کیا۔''

اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے اٹھارہ دن باہر رہے۔

غزوہ خندق/غزوہ احزاب:

احزاب، حزب کی جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں گروہ، جماعت۔۔۔۔ اس غزوہ کا نام غزوہ احزاب اس لیے ہے کہ مسلمانوں کے خلاف مشرکین کے کئی گروہوں نے مشترکہ طور پر لشکر کشی کی۔ ان میں قریش، غطفان، یہود اور وہ لوگ تھے جو ان کے ساتھ تھے۔

☆ قریش کا امیر لشکر ابوسفیان بن حرب تھا۔

☆ غطفان کا امیر عینہ بن حض بنی فرازہ میں تھا۔

☆ بنی المرہ میں حارث بن عوف المری امیر تھا۔

اس غزوہ کا نام غزوہ خندق اس لیے ہے کہ مسلمانوں نے مدینہ کے گرد خندق کھودی تھی اور مدینہ میں رہ کر کافروں کا سامنا کیا۔ خندق کھودنا اہل عرب میں نہیں تھا۔ اس کا مشورہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا۔ انہوں نے کہا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہم فارس والوں کا جنگ کا یہ طریقہ ہے کہ جس وقت دشمن ہمارا محاصرہ کرتے، ہم اپنے گرد خندق کھود لیتے۔''

عرب والوں کے لیے یہ ایک نئی بات اور قابل عمل تھی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پسند فرمایا اور خندق کھودنے کے لیے حکم دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس قصہ میں سورہ احزاب میں صدر کو نازل فرمایا۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب میں اپنا ارشاد یاایھا الذین امنوا اذکرو انعمة الله علیکم .... قویا عزیزا تک نازل فرمایا۔۔۔۔ صدر کا نام اس لیے رکھا کہ باقی سورۃ جو اس کے علاوہ ہے، یہ اس سے مرتفع ہے کہ اس صدر میں مومنوں کے فضل اور ان کے ثبات اور منافقین کی خباثت اور ان کی دشمنی پر دلالت کرتا ہے۔۔۔۔ ''مصباح'' میں ہے کہ صدر مجلس اس کی اونچی جگہ ہے۔

اس غزوہ کی تاریخ میں اختلاف ہے۔

☆ ماہ شوال ہجرت کے چوتھے سال میں ۔۔۔۔ (موسیٰ بن عقبہ)

☆ ماہ شوال ہجرت کے پانچویں سال میں ۔۔۔۔ (ابن اسحاق)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ کم عمری کے باعث رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے

انہیں جنگ احد میں شامل ہونے سے منع فرما دیا تھا۔ اس وقت ان کی عمر چودہ برس تھی ــــ لیکن غزوہ خندق میں شامل ہونے کی اجازت فرما دی تھی کہ اس وقت وہ پندرہ برس کے ہو گئے تھے ــــ ان دونوں غزوات کے درمیان ایک سال ہے ــــ غزوہ احد ۳ ہجری میں ہوا ــــ اس حساب سے غزوہ خندق ہجرت کے چوتھے سال میں ہوا۔

اس غزوہ کا سبب یہ ہے کہ خیبر سے یہودیوں کا ایک گروہ مکہ میں قریش کے پاس پہنچا اور انہیں یقین دلایا کہ ہم آئندہ تمہارے ساتھ ہوں گے تاکہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کا خاتمہ کر دیا جائے ــــ قریش اس پر رضامند ہو گئے اور یہود سے وعدہ کیا کہ ہم فلاں وقت میں تمہارے ساتھ جائیں گے ــــ پھر وہ یہود قریش سے غطفان کے پاس آئے۔ غطفان جو قیس غیلان سے ہیں، انہوں نے غطفان کو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جنگ کے لیے اکسایا اور انہیں یہ بھی بتایا کہ قریش بھی ہمارے ساتھ شامل ہو گئے ہیں۔

دونوں لشکروں کی تعداد کے بارے میں دو روایتیں ہیں:

☆ مشرکین دس ہزار اور مسلمان تین ہزار تھے ــــ (ابن اسحاق)

☆ مشرکین چار ہزار مسلمان ایک ہزار تھے ــــ (فتح)

ابن سعد نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ چھتیس گھوڑے تھے ــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خندق کی کھدائی کے لیے خود بھی کام کیا اور تکلیف اٹھائی تاکہ مسلمانوں کو اجر وثواب کے لیے شوق اور تحریک ہو۔ آپ نے اور مسلمانوں نے خندق کھودنے میں کمال کوشش کی ــــ اس عمل میں منافقین شامل نہیں ہوئے اور ضعف کا اظہار کر کے مسلمانوں کو چھوڑ دیا۔

بخاری شریف میں غزوہ خندق کا ذکر:

(۱) صحیح بخاری میں سہیل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث ہے کہ ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خندق میں تھے۔ دوسرے صحابہ کرام خندق کھودتے تھے اور ہم اپنے کندھوں اور پیٹھ پر مٹی اٹھاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللھم لاعیش الا عیش الآخرۃ فاغفر للمھاجرین والانصار

''اے میرے اللہ! دنیا کی کوئی عیش دائمی نہیں لیکن آخرت کی عیش جسے ہمیشگی ہے، تو مہاجرین اور انصار کی مغفرت فرما۔''

(۲) بخاری کے بعض نسخوں میں یہ ہے کہ ہم خندق کی مٹی اپنے جگر پر اٹھاتے تھے۔ مراد یہی ہے کہ پہلو پر رکھتے تھے ــــ چونکہ جگر پہلو سے ملا ہوا ہے، اس لیے جگر اٹھانے کو کہا ہے۔

(۳) بخاری ہی کی تیسری حدیث حمید علیہ الرحمہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خندق کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ مہاجرین اور انصار خندق کھود رہے ہیں۔ صبح کا وقت اور سردی کا موسم ہے ــــ انصار مہاجرین کے غلام نہیں تھے کہ ان کے لیے خندق کھودتے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تکلیف اور بھوک دیکھی تو فرمایا:

اللھم لاعیش الاعیش الآخرۃ فاغفر الانصار والمھاجرۃ

صحابہ کرام جو مہاجرین اور انصار سے تھے، انہوں نے آپ کے جواب میں عرض کیا:

نحن الذین بایعوا محمدا علی الجھاد مابقینا ابدا

''یعنی ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جہاد پر بیعت کی ہے۔ جب تک ہم باقی رہیں گے ہمیشہ جہاد کریں گے'' ــــــ ابن بطال نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان اللھم لاعیش الاعیش الآخرۃ ابن رواحہ صحابی کا قول ہے۔ آپ نے اُس کے ساتھ تمثیل فرمائی تھی۔

(۴) حارث بن ابی اسامہ کے نزدیک طاؤس بن کیان مانی۔ تابعی کی مرسل حدیث ہے جس میں اس جز کے آخر میں یہ زیادہ لکھا ہے:

والعن آلھی تمضلا والقارۃ ھم کلونا لبنقل الحجارۃ

''اے اللہ! عضل اور قارہ پر لعنت بھیج کہ انہوں نے ہمیں پتھر اٹھانے کی تکلیف دی ہے۔''

(۵) بخاری میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ میں نے یوم احزاب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خندق کی مٹی اٹھا رہے تھے۔ یہاں تک کہ مٹی کے غبار نے آپ کے بطن مبارک کی جلد مجھ سے چھپا دی تھی۔ آپ کے شکم مبارک پر کثیر بال تھے۔۲۶۶ میں نے سنا کہ آپ ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام سے رجز پڑھ رہے ہیں، مٹی اٹھا رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں:

اللھم لولا انتما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

''اے میرے اللہ! اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ ہم تیرے نام پر صدقہ دیتے اور نہ ہی نماز پڑھتے ــــــ''

ایک اور روایت میں تصقدنا کی جگہ لفظ صمنا آیا ہے یعنی ''نہ ہم روزہ رکھتے اور نہ نماز پڑھتے۔''

فانزل سکینۃ علینا وثبت الاقدام ان لاقینا

''اے اللہ! تو ہم پر سکینہ نازل فرما کہ ہمارے دلوں کو قرار ہو۔ اگر ہم دشمن سے جنگ کریں تو ان کے مقابلہ میں ہمیں ثابت قدم رکھ یعنی ہمارے قدموں کو قوی کرتا کہ دشمن کے مقابلہ میں اپنی جگہ جمے رہیں۔''

ان الاولی قدر غبوا علینا وان ارادو فتنہ ابینا

ان لوگوں نے جو گروہ در گروہ ہیں، ہمیں ڈرایا ہے۔ ان لوگوں نے ہم سے جنگ کے لیے رغبت کی ہے اور اگر ان لوگوں نے فتنہ کا ارادہ کیا ہے تو ہم نے انکار کیا ہے کہ نہ فتنہ کریں گے اور نہ اس فتنہ سے بھاگیں گے ــــــ اگر ابینا کی بجائے لفظ اتینا کہا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ ان لوگوں نے جنگ کا ارادہ کیا ہے تو ہم بھی آگئے اور اپنے دشمن پر یہ سب کیا ــــــ براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ ان اشعار کو پڑھتے وقت آپ آخر میں اپنی آواز کو کھینچتے تھے۔

۲۶۶ صحیح یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ مبارک پر بال کثیر نہیں تھے اور نہ ہی شکم مبارک پر ــــــ بلکہ سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی ایک لکیر تھی اور وہ مجتمع تھی، بکھری ہوئی نہیں تھی۔ چنانچہ وہ بال باریک ہونے کے باوجود کثیر تھے۔

(۲) بخاری کی روایت میں یہ ہے:

ان الاولی قد بغوا علینا اذا ارادوا فتنه ابینا

سلیمان التیمی کی حدیث میں جو ابی عثمان الہندی سے ہے، یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خندوق کھودنے کی ابتداء میں فرمایا:

بسم الله له وبه بدینا ولو عبدنا غیره شقینا

حبذا ربا وحبذدینا

''اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے ہم آغاز کرتے ہیں۔ نہ اپنی قوت اور طاقت سے۔ اگر اس الٰہ کی غیر کی ہم عبادت کریں گے تو ہمیں شقاوت ہوگی۔ کیا اچھا وہ رب ہے اور کیا اچھا ہمارا دین ہے۔''

غزوہ خندق میں معجزات:

خندق کھودنے میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی نشانیوں سے بہت سی نشانیاں واقع ہوئی ہیں۔ ان نشانیوں میں سے صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ یوم خندق میں ہم خندق کھود رہے تھے۔ پتھر کا ایک سخت قطعہ نکل آیا ـــــ جو اصحاب خندق کھود رہے تھے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا:

''خندق میں سخت پتھر کا قطعہ ظاہر ہو گیا ہے۔''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ آپ کے شکم مبارک پر پتھر بندھے ہوئے تھے ـــــ اور ہماری یہ حالت تھی کہ تین دن سے ہم نے کوئی شے چکھی نہ تھی، پیٹ بھر کھانا کہاں میسر ہوتا ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کدال لیا اور اس پتھر پر مارا۔ وہ پتھر ریت کی طرح بکھر گیا۔

ایک اور روایت میں اھیل کی جگہ لفظ اھیم آیا ہے۔ اھیل اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے معنی میں کہا گیا ہے۔ فشاربون شرب الھیم ـــــ اس سے وہ ریت مراد ہے جسے کوئی پانی سیراب نہیں کر سکتا۔

امام احمد اور نسائی نے اس قصہ کو براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح روایت کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خندق کھودنے کے لیے حکم فرمایا۔ کھدائی کے دوران خندق میں ایک ایسا عظیم پتھر ظاہر ہوا جس پر کدال اثر نہیں کرتا تھا۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی شکایت کی۔ آپ تشریف لائے اور کدال لیا۔ آپ نے

☆ بسم اللہ کہہ کر ایک ایسی ضرب لگائی کہ اس کا تیسرا حصہ بکھر آ گیا ـــــ آپ نے فرمایا:

اللہ اکبر اعطیت مفاتیح الشام ـــــ یعنی مجھے ملک شام اور خزانوں کی کنجیاں دی گئیں۔ واللہ میں اس گھڑی شام کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں۔

☆ پھر دوسری بار کدال مارا اور اس پتھر کا دوسرا ثلث کاٹ دیا۔ آپ نے فرمایا:

اللہ اکبر اعطیت مفاتیح فارس ـــــ یعنی مجھے فارس کی کنجیاں دی گئیں۔ واللہ اس وقت میں مدائن کا سفید محل

دیکھ رہا ہوں۔

☆ پھر آپ نے تیسری ضرب لگائی، باقی پتھر بھی کٹ گیا۔ آپ نے فرمایا:

اللہ اکبر اعطیت مفاتیح الیمن ـــــ مجھے یمن کی کنجیاں دی گئیں۔ واللہ میں اس وقت اپنی اس جگہ پر صنعا کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت کی نشانیوں میں سے وہ نشانی ہے جو صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ہے کہ یوم خندق میں قلیل کھانا کثیر ہو گیا۔

خندق کی کھائی میں جتنا عرصہ لگا، اس بارے میں مختلف روایتیں ہیں:

☆ اصحاب خندق کے کام میں بیس راتوں کے قریب ٹھہرے رہے ـــــ (موسیٰ بن عقبہ)

☆ چوبیس دن ـــــ (واقدی) ☆ پندرہ دن ـــــ (نووی)

☆ اصحاب نے خندق کھودنے میں ایک ماہ قیام کیا ـــــ (ابن القیم)

خندق کی کھدائی کے بعد صف آرائی:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم خندق کھودنے سے جب فارغ ہو گئے تو مشرکین کا لشکر آیا۔ قریش جہاں سیلاب جمع ہوتے ہیں، اپنے دس ہزار حلیفوں اور بنی کنانہ، تہامہ کے جو لوگ ان سے مل گئے، ان میں اترے ـــــ عیینہ بن حصن غطفان اور اہل نجد کے ان لوگوں کے ساتھ احد کی جانب اترا جو اس کے تابع تھے ـــــ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور مسلمانوں میں سے جو آپ کے ہمراہ گئے تھے، سب نے اپنی پیٹھ سلع پہاڑ کی طرف کر دی ـــــ آپ کے ساتھ تین ہزار جانباز تھے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا لشکر وہاں قائم کیا اور خندق آپ کے اور مشرکین کے درمیان رہی۔

☆ مہاجرین کا جھنڈا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور

☆ انصار کا جھنڈا حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔

بنی قریظہ کی بدعہدی:

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو بنی قریظہ کے فتنہ کا خوف ذریت پر تھا ـــــ اس لیے آپ حراست کرنے والوں کو مدینہ کی طرف بھیجا کرتے تھے۔

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دشمن حیی بن اخطب صبح اپنی جگہ سے نکلا اور کعب بن اسد القرظی جو صاحب پیمان اور عہد بنی قریظہ تھا، اس کے پاس آیا ـــــ کعب نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اپنی قوم کے لیے صلح کر لی تھی اور وعدہ کیا تھا ـــــ کعب نے حیی پر اپنے قلعہ کا دروازہ بند کر دیا اور اس کے لیے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا اور کہنے لگا:

''اے حیی! تو منحوس آدمی ہے۔ چلا جا ـــــ میں نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ عہد کیا ہے۔ میرے اور ان

کے درمیان جو عہد ہے، میں اس عہد کو توڑنے والا نہیں ہوں۔ میں نے آپ جیسا صدق و وفا میں نہیں دیکھا۔"

حیی نے کعب سے کہا:

"تیری خرابی اور ہلاکت ہو تو قلعہ کا دروازہ کھول دے۔"

حیی دروازہ کھلوانے کے لیے اصرار کرتا رہا، اڑا رہا یہاں تک کہ کعب کو حیی کے لیے دروازہ کھولنا پڑا۔ حیی نے کعب سے کہا

"تیری ہلاکت ہو، میں تیرے پاس زمانہ کی عزت کو لایا ہوں۔ وہ عزت قریش ہیں۔ میں نے انہیں سیلابوں کے جمع ہونے کی جگہ پر اتارا ہے ــــــ قریش کے علاوہ غطفان بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ انہوں نے میرے ساتھ معاہدہ کیا ہے کہ ہم اپنی جگہ سے نہیں ٹلیں گے۔ یہاں تک کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کا استیصال کر دیں گے۔"

حیی اصرار کرتا رہا حتیٰ کہ کعب نے اپنا عہد توڑ دیا اور اس کے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان جو پیمان تھا، وہ اس سے بری ہو گیا۔

بنی قریظہ کی غداری کی تصدیق:

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ یوم الاحزاب میں میں اور عمرو بن ابی مسلمہ عورتوں کے ساتھ حسان کے سنگ بستہ قلعہ میں تھے ــــــ یکایک میں نے اپنے والد زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ گھوڑے پر سوار بنی قریظہ کی طرف جاتے ہیں اور آتے ہیں۔ وہ دو یا تین بار گئے اور آئے جبکہ میں حسان کے قلعہ سے اپنے مکان کی طرف پلٹ کے گیا۔ میں نے زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

"اے بابا! میں نے آپ کو جاتے آتے دیکھا۔"

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

"میرے پیارے بیٹے! کیا تو نے مجھے دیکھا؟"

میں نے کہا ــــــ "ہاں میں نے دیکھا۔"

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کون شخص بنی قریظہ کے پاس جا کر ان کی خبر لاتا ہے۔ میں بنی قریظہ کی خبر لینے گیا تھا جبکہ میں پلٹ کے آیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے اپنے والدین کو جمع کیا اور فرمایا **فداك ابی و امی** ــــــ میرا باپ اور ماں تجھ پر فدا ہوں۔" [۲۶۷]

اصحاب مغازی کی روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس خبر پہنچی تو آپ نے حضرت سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ، ابن رواحہ اور خوات بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا تا کہ خبر کو پہچانیں ــــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے احوال کے بارے میں جو خبر ملی تھی، صحابہ کرام نے انہیں اس خبر سے اخبث احوال پر پایا۔ ان لوگوں نے کہا:

---

۲۶۷ اس حدیث کی روایت شیخین نے کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

''رسول اللہ کون ہیں؟''

اور وہ لوگ آپ کے پیمان اور عہد سے بری ہو گئے۔ پھر دونوں سعد اور ان کے ساتھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو خبر کے لیے گئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا:

''جیسے غدر عضل اور قارہ نے اصحاب رجیع (یعنی خبیب اور ان کے ساتھی) کے ساتھ کیا تھا، وہ غدر انہوں نے کیا ہے۔''

اس خبر کے پہنچنے سے بلا عظیم ہو گیا اور خوف شدید ہو گیا کہ مسلمانوں کا دشمن ان کے فوق سے آیا یعنی مشرق کی طرف سے اعلیٰ وادی سے غطفان آئے ــــ اور مغرب کی جانب سے اسفل وادی سے قریش آئے۔ یہاں تک کہ مومنوں نے ہر قسم کا گمان کیا یعنی نصرت و یاس کا گمان کیا۔

منافقین کی راہ فرار:

بعض منافقین سے نفاق ظاہر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

واذیقول المنافقون ، الذین فی قلوبھم مرض ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غروراً ــــ

منافقین اور جن لوگوں میں ضعف اعتقاد تھا، انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول نے کامیابی اور دین کی بلندی کا جو وعدہ فرمایا ہے، وہ وعدہ باطل ہے ــــ منافقین اور جن لوگوں میں ضعف اعتقاد تھا، ان کے نفاق کا اس آیت شریفہ میں اجمال تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تفصیل اپنے اس ارشاد میں فرمائی۔ **وقال رجال ممن معہ یا اھل یثرب لامقام لکم** ــــ ان مردوں میں سے جو آپ کے ساتھ تھے، انہوں نے کہا کہ اہل یثرب! تمہارے لیے نہ ٹھہرنا ہے اور نہ جگہ ہے۔ **فارجعوا** تم اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔

اوس بن قیظی نے کہا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہمارے مکانات غیر مضبوط ہیں۔ ہم دشمن سے ان مکانوں پر خوف کرتے ہیں۔ آپ ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اپنے مکانوں کو لوٹ جائیں۔ وہ مدینہ سے خارج ہیں۔''

ان کی غرض جنگ سے فرار تھا۔

جنگ کا آغاز:

ابن عائذ نے کہا ہے کہ نوفل بن عبداللہ بن المغیرۃ المخزومی اپنے گھوڑے پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے ارادے سے آیا۔ اس نے چاہا کہ اپنے گھوڑے کو خندق پار کرائے لیکن وہ خندق میں گر پڑا ــــ اللہ تعالیٰ نے اسے قتل کر دیا تھا ــــ مشرکین پر نوفل کا مر جانا عظیم ہوا ــــ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ کہلا کر کسی کو بھیجا:

''ہم نوفل کی دیت آپ کو اس شرط پر دیتے ہیں کہ آپ نوفل کی لاش کو ہمیں دے دیں، ہم اسے دفن کر دیں گے۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کو جواب دیا:

''نوفل خبیث تھا، کافر مرا۔ وہ خبیث الدیت ہے (یعنی اس کی دیت حلال نہیں ہے) اللہ تعالیٰ نے اس پر اس کی دیت پر

لعنت کی ہے۔۔۔۔ اور ہم تمہیں اسے دفن کرنے سے نہیں روکتے، ہمیں اس کی دیت کی حاجت نہیں۔"

ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمان خندق پر ٹھہرے کہ ان کے دشمن ان کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور ان کے درمیان قتال نہیں تھا مگر تیراندازی جاری تھی۔ ایک جگہ سے خندق کا پاٹ قدرے کم تھا۔ ایک عرب پہلوان عمرو بن عبدود العامری اور اس کے ساتھیوں عکرمہ، ہیرہ بن ابی وہب المخزومی اور ضرار بن الخطاب نے اپنے اپنے گھوڑے وہاں سے مسلمانوں کی طرف ایڑ لگا کر لے گئے۔ یہاں کے خندق اور سلع پہاڑ کے درمیان شورہ دار زمین میں اترے۔۔۔۔

☆ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو سے جنگ کی اور اسے ہلاک کر دیا۔

☆ نوفل بن عبداللہ بن المغیرہ لڑنے کے لیے نکلا تو حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا۔

باقی اپنے ساتھیوں کا حشر دیکھ کر بھاگ گئے۔۔۔۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک تیر لگا جس سے ان کی شہ رگ کٹ گئی۔ یہ تیر ابن العرفتہ بن عامر ابن لوی نے مارا تھا۔ اس نے تیر مارتے ہوئے کہا:

"مجھ سے یہ تیر لے اور جان لے کہ میں ابن العرفتہ ہوں۔"

سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

عرق اللہ وجھك فی النار

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عرق اللہ وجھك فی النار

پھر سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا مانگی:

"یا اللہ! اگر تو نے قریش کی جنگ کچھ باقی رکھی ہے تو مجھے اس کے لیے باقی رکھ۔۔۔۔ جس قوم نے تیرے رسول کو تکلیف دی اور تیرے رسول کو جھٹلایا، مجھے اس قوم سے بڑھ کر کوئی دوست نہیں جس کے ہمراہ میں جہاد کروں۔"

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انیس (۱۹) راتیں ٹھہرے رہے۔۔۔۔ حضرت نعیم بن مسعود الاشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگی حکمت کے پیش نظر حیلہ کیا۔ اپنا اسلام چھپا کر دشمن کے لشکر میں چلے گئے اور ایک گروہ کو دوسرے سے گمراہ کر دیا اور یوں ان میں پھوٹ پڑ گئی۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد الحرب خدعة قریش، قریظہ اور غطفان کے کلمات باہم مختلف ہو گئے۔ ایک نے کچھ کہا، دوسرے نے کچھ کہا اور سب ایک بات پر متفق نہ رہے۔

اللہ کی نصرت:

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے لیلۃ الاحزاب میں اپنے آپ کو ایسے حال میں دیکھا کہ ابوسفیان اور اس کے ساتھی ہمارے اوپر تھے اور بنی قریظہ ہمارے پچھلی طرف تھے۔ ان سے ہمیں اپنے بال بچوں کا خوف تھا۔۔۔۔ اور اس رات ہم پر کوئی رات اس رات سے زیادہ تاریک اور زیادہ آندھی نہیں آئی۔۔۔۔ منافقین عذر بہانے تراش کر

ساتھ چھوڑ گئے تھے اور آپ کے ساتھ تین سو حضرات تھے ــــ میں بھوک، سردی اور خوف سے اپنے زانو پر بیٹھا ہوا تھا ــــ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا:

''تم جاؤ اور مشرکوں کی خبر لاؤ''

حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آپ نے میرے لیے دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے میری سردی اور خوف کو دفع کر دیا۔ میں ان کے لشکر میں داخل ہوا۔ یکا یک میں نے لشکر میں تند و تیز ہوا پائی جو ان کے لشکر سے ایک بالشت تجاوز نہیں کرتی تھی یعنی وہ ہوا ان کے لشکر سے باہر نہیں جاتی تھی بلکہ لشکر ہی میں چل رہی تھی ــــ جب میں وہاں سے لوٹا تو میں نے اپنے راستہ میں سواروں کو دیکھا۔ ان سواروں نے مجھ سے کہا:

''تم اپنے صاحب کو خبر کر دو کہ اللہ نے آپ کو مشرکین سے ہوا اور لشکروں سے کفایت کی۔''

ایک دوسری روایت میں مزید یہ ہے کہ ابوسفیان کہہ رہا تھا:

''اے لشکر قریش! جس مقام پر تم نے پڑاؤ ڈالا ہے، یہ تمہارے ٹھہرنے کے قابل نہیں ــــ یہاں تمہارے اونٹ اور گھوڑے ہلاک ہو گئے ــــ ہمارا بنی قریظہ سے اختلاف ہو گیا ہے۔ انہوں نے جنگ سے انکار کر دیا ہے ــــ اور جو کچھ تم اس ہوا سے دیکھ رہے ہو، ہم نے وہ دیکھا کہ نہ ہماری ہنڈیا چولہوں پر ٹھہرتی ہے اور نہ ہی آگ جلتی ہے ــــ لہٰذا تم کوچ کرو ــــ میں بھی کوچ کر رہا ہوں۔''

اتنا کہہ کر ابوسفیان اپنے اونٹ پر کود کے بیٹھ گیا۔ ابھی اونٹ کے ہاتھ کی رسی بندھی ہوئی تھی کہ ابوسفیان اونٹ پر قائم ہو گیا ــــ اس رات جو ہوا چلی، اس نے ان کے خیموں کی میخیں اکھاڑ ڈالیں۔ ان کے ڈیرے ان پر گرا دیئے۔ ان کی ہانڈیاں چولہوں پر اوندھی ہو گئیں۔ ان پر وہ مٹی اڑائی کہ الامان! ان پر کنکریاں برسیں۔ ایک نفانفسی اور افراتفری کا عالم تھا، جانور رسیاں تڑوا کر بھاگ رہے تھے اور اپنے ہی لشکریوں کو روندتے کچلتے بھاگتے چلے گئے ــــ مشرکین نے اپنے لشکر کے اطراف میں تکبیر اور ملائکہ کے ہتھیاروں کی آواز سنی ــــ مشرکین نے اسی رات بھاگتے ہوئے کوچ کیا اور اپنے سامان سے جو شے انہیں بوجھ لگتی تھی، اسے چھوڑ دیا ــــ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فارسلنا علیهم ریحا و جنودا لم تروها

''ہم نے احزاب پر بادِ صبا اور ایسے لشکر بھیجے کہ تم نے نہیں دیکھے۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعائیں:

(۱) بخاری میں عبداللہ بن اوفی کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے احزاب پر بددعا فرمائی۔ وہ دعا یہ ہے:

اللهم منزل الکتاب سریع الحساب اهزم الاحزاب اللهم اهزمهم وزلهم

''اے میرے اللہ! اے قرآن نازل کرنے والے! اے حساب میں تیزی کرنے والے! ــــ احزاب کو بھگا دے ــــ

یااللہ! تو ان مشرکوں کو بھگا دے اور انہیں متزلزل کردے کہ جنگ کے وقت ثابت قدم نہ رہیں۔''

(۲) احمد نے ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم نے یوم خندق میں عرض کیا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کیا آپ کچھ دعا کرتے ہیں۔ ہماری یہ حالت ہے کہ ہمارے قلوب ہمارے حلقوم میں پہنچ گئے ہیں۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک میں دعا کرتا ہوں: اللھم اسعر عورا تنا و آمن روعاتنا۔۔۔۔۔

یااللہ! ہمارے عیبوں اور ہماری خطاؤں اور جس چیز کا اظہار ہمیں برا لگتا ہے تو اسے چھپا دے۔۔۔۔۔ اور ہمارے خوف کو امن دے۔''

ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دشمنوں کے چہروں پر ہوا کو مارا، ہوا نے ان کے منہ پھیر دیئے۔

(۳) ابن ظفر کے ینبوع میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی:

یاصریخ المکروبین یا مجیب المضطربین اکشف همی وغمی وکربی فانك تری مانزل بی وبا صحابی

آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ کو یہ بشارت دی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان لوگوں پر آندھی اور لشکروں کو بھیجتا ہے (وہ ملائکہ ہیں)۔۔۔۔۔ آپ نے اپنے اصحاب کو اس کی اطلاع کی اور آپ نے دونوں ہاتھ ایسے حال میں اٹھائے کہ آپ شکراً شکراً فرما رہے تھے۔

(۴) بخاری شریف میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یوم الخندق میں یہ دعا فرمائی:

ملاء اللہ بیوتھم وقبورھم نارا

''اے اللہ! مشرکین کے مکانوں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔''

دوران جنگ جو نماز قضا ہوئی:

مشرکین نے آپ کو عصر کی نماز نہیں پڑھنے دی حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو گیا۔۔۔۔۔ صحیح مسلم میں ابن مسعود سے روایت ہے کہ آپ کو مشرکین نے عصر کی نماز سے روکا یہاں تک آفتاب سرخ ہو گیا۔۔۔۔۔ یا راوی نے یہ کہا ہے کہ آفتاب زرد ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ مشرکین نے صلوٰۃ وسطیٰ سے ہم کو روک رکھا۔۔۔۔۔ گویا نماز کا وقت بالکل خارج نہیں ہوا تھا۔۔۔۔۔ شیخ تقی الدین بن الدقیق العبد نے کہا کہ نماز سے روک دینے کی انتہاء آفتاب کی سرخی یا زردی تک ہے۔

بخاری شریف میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ یوم خندق میں آئے اور مشرکین قریش کو برا کہنے لگے اور کہا:

''یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) قریب نہ تھا کہ میں نماز عصر پڑھوں۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہونے کے قریب ہوگیا۔'' (یعنی غروب کے وقت میں نے نماز پڑھی۔)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''واللہ! میں نے نماز عصر نہیں پڑھی۔''

ہم لوگ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بطحان میں اترے۔ آپ نے وضو کیا، ہم نے بھی نماز کے لیے وضو کیا۔ غروب آفتاب کے بعد آپ نے عصر کی نماز پڑھی اور عصر کی نماز کے بعد مغرب کی نماز ادا فرمائی ـــــ یہ امر کہ مغرب سے پہلے نماز نہیں پڑھی گئی، یہ امر اسباب نماز کے اشتغال کی وجہ سے ہو یا اسباب نماز کے غیر کے سبب ہو۔ جیسے دشمن کے پلٹنے کا خوف غروب سے پہلے ہو۔

اس مشہور روایت کے مطابق سوا عصر کے کوئی نماز فوت نہیں ہوئی جبکہ:

☆ ظہر اور عصر دونوں وقت کی نمازیں فوت ہوگئیں۔ (موطا)

☆ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یوم خندق میں چار نمازیں نہیں پڑھنے دیں۔

(عبداللہ ابن مسعود۔ ترمذی شریف)

ابن العربی نے کہا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ جو نماز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں پڑھی، وہ صرف عصر کی نماز ہے۔

امام نووی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ان روایات کے درمیان اکٹھا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جنگ خندق کئی دن تک رہی ـــــ اور یہ امر کہ مسلمانوں نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی یا ظہر وعصر دونوں وقتوں کی نماز نہیں پڑھی، یہ امر بعض دنوں میں ہوا ـــــ اور چار نمازوں کی تاخیر بعض دنوں میں ہوئی ہو۔

امام نووی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے غروب آفتاب تک نماز عصر کی تاخیر کی۔ اس تاخیر کے یہ اسباب ہو سکتے ہیں:

☆ یہ امر صلوٰۃ خوف کے نازل ہونے سے پہلے تھا۔

☆ آپ نے یہ نماز جان بوجھ کر تاخیر کی کہ آپ دشمن کے ساتھ مشغول تھے۔

☆ آپ نے نسیان کی وجہ سے تاخیر کی ہو کہ آپ دشمن کے ساتھ مشغول تھے۔

نماز خوف کے نازل ہونے سے پہلے یہ امر نماز میں تاخیر کا عذر ہوگا لیکن دشمن اور جنگ کی وجہ سے آج کے دن (یوم خندق) نماز کا وقت ہونے پر نماز کی تاخیر جائز نہیں ہے بلکہ نماز خوف تو موجودہ صورت حال کے مطابق ادا کی جائے گی۔

صلوٰۃ وسطیٰ کے تعین میں اختلاف:

صلوٰۃ وسطیٰ سے کونسی نماز مراد ہے۔ اس میں اختلاف کیا گیا ہے ـــــ اس بارے میں حافظ دمیاطی نے ایک مفرد تالیف جمع

کی ہے جس کا نام

"کشف المغطیٰ عن الصلوٰۃ الوسطیٰ"

رکھا ہے۔ اس میں انیس (۱۹) قول ہیں کہ صلوٰۃ وسطیٰ ـــــ نماز صبح ہے یا نماز ظہر ـــــ یا نماز عصر ہے یا نماز مغرب ـــــ یا جمع نمازیں ہیں ـــــ اس لیے ارشاد باری تعالیٰ حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطیٰ پر اظہار خیال کیا گیا ہے ـــــ اس لیے کہ یہ فرمان الٰہی فرائض اور نوافل کو شامل ہے کہ وسطیٰ کو صلوٰۃ پر عطف کیا ہے۔ (حافظ ابن البر)

☆ یا پھر صلوٰۃ جمعہ ہے کہ جمعہ میں مسلمانوں کا اجتماع اور خطبہ ہوتا ہے ـــــ وسطیٰ سے مراد جمعہ ہے۔ قاضی حسین نے اپنی تعلیقات "کتاب صلوٰۃ الخوف" میں اسے صحیح کہا ہے۔

☆ یا عام دنوں میں ظہر کی نماز ہے اور جمعہ کے دن نماز جمعہ ـــــ یا نماز عشا ہے کہ عشا کی نماز ان دو نمازوں کے درمیان ہے جو قصر نہیں کی جاتی ہیں ـــــ ۲۶۸ (ابن التین، قرطبی)

☆ یا صبح اور عشا دونوں وقتوں کی نمازیں ہیں۔ ۲۶۹ (امام واحدی)

☆ یا صبح اور عصر دونوں وقت کی نمازیں ہیں۔ اس وجہ سے کہ ان دونوں کے بارے میں قوی دلیلیں ہیں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نماز وسطیٰ ہے ـــــ ظاہر قرآن شریف صبح کی نماز ہے اور سنت کی نص عصر ہے۔

☆ یا صلوٰۃ وسطیٰ، صلوٰۃ جماعت یا وتر ہیں ـــــ یا صلوٰۃ الخوف ہے ـــــ یا صلوٰۃ عیدالاضحیٰ ہے ـــــ یا صلوٰۃ عیدالفطر ہے ـــــ یا پانچ نمازوں میں سے ایک نماز غیر معین ہے ـــــ یا صبح کی نماز ہے ـــــ یا عصر کی نماز ہے۔

یہ قول سابق کے قول کے مخالف ہے یا تعین میں توقف کیا جانا بہتر ہے۔ اس لیے کہ ہر ایک کے وقت کی دلیلوں میں تعارض ہے اور ترجیح دشوار ہے۔

غزوہ خندق قریش کی آخری جنگ:

ذیقعد میں سات راتیں باقی رہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غزوہ خندق سے چار شنبہ کے دن واپس تشریف لائے ـــــ آپ نے خندق میں پندرہ دن قیام فرمایا ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا:

"قریش اس سال کے بعد تمہارے ساتھ ہرگز ہرگز قتال نہ کریں گے۔"

اس ارشاد عالی میں علامات نبوت سے ایک علامت ہے۔ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جس سنہ میں قریش نے آپ کو بیت اللہ سے روک دیا تھا، عمرہ کا ارادہ فرمایا تھا اور قریش کے درمیان صلح ہوگئی تھی۔ یہاں تک کہ انہوں نے اس

---

۲۶۸ اکحل وسط ذراع میں ایک رگ ہے ـــــ خلیل نے کہا ہے کہ اکحل حیات کی رگ ہے ـــــ ہر عضو میں اکحل کا ایک شعبہ ہے ـــــ ہاتھ میں جو رگ ہے، وہ اکحل ہے ـــــ پیٹھ میں جو رگ ہے، وہ ابہر ہے ـــــ ران میں جو رگ ہے، وہ نساء ہے ـــــ جس وقت وہ رگ کٹ جاتی ہے تو خون نہیں رکتا۔

۲۶۹ نماز عشاء سونے کے وقت واقع ہوتی ہے۔ اس لیے اس کی محافظت کے لیے حکم کیا گیا ہے۔

عہد کو توڑ ڈالا۔۔۔۔۔ عہد کا یہ توڑنا فتح مکہ کا سبب بنا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا، ایسا ہی ہوا۔

دوسری روایت جو حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''اس کے بعد قریش تم سے کبھی جنگ نہ کریں گے لیکن تم ان سے جنگ کرو گے۔''

غزوہ بنی قریظہ:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام یوم چہار شنبہ کو مدینہ میں داخل ہوئے اور اپنے ہتھیار رکھ دیئے۔۔۔۔۔ غزوہ بنی قریظہ کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں:

☆ حضرت جبرائیل علیہ السلام استبرق کا عمامہ باندھے ہوئے بغلہ شہبا پر سوار تھے جس پر دیباج قطفہ تھا یعنی دیبا کی چادر تھی۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم غزوہ خندق سے واپس تشریف لائے اور ہتھیار رکھ دیئے، غسل فرمایا۔ آپ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ آپ نے ہتھیار رکھ دیئے ہیں۔۔۔۔۔ واللہ ہم نے ہتھیار نہیں رکھے، آپ مشرکین کی طرف جائیں۔ یہ کہہ کر بنی قریظہ کی طرف اشارہ کیا۔ (بخاری شریف)

☆ جبرئیل علیہ السلام نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ بنی قریظہ کی طرف جائیں۔ میں ان کی طرف ارادہ کرنے والا ہوں۔ ان کے قلعوں کو ہلا دینے والا ہوں۔۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے منادی کرنے والے کو حکم دیا، اس نے یوں پکار دیا:

''جو شخص سنتا اور مطیع ہے، وہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں پڑھے۔''۔۔۔۔۔ (ابن اسحاق)

☆ جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا کہ آپ اٹھئے اور اپنے جسم پر اپنے ہتھیار لگایئے۔۔۔۔۔ واللہ میں بنی قریظہ کو اس طور پر کچل ڈالوں گا جیسے انڈا صاف پتھر پر کچلا جاتا ہے۔۔۔۔۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس دن منادی کرنے والے کو بھیجا۔ اس نے یہ ندا کی:

''یاخیل اللہ راکبی۔۔۔۔۔ اے اللہ کے سوارو! گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ۔''۔۔۔۔۔ (ابن عایذ)

☆ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مقدمہ پر بھیجا اور ان کے پیچھے آپ تشریف لے گئے۔۔۔۔۔ (حاکم، بیہقی)

ابن سعد نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تین ہزار صحابہ کرام کے ہمراہ بنی قریظہ کی طرف تشریف لے گئے۔

مسلمانوں کے پاس (۳۶) گھوڑے تھے۔۔۔۔۔ ماہ ذیقعد میں سات دن باقی تھے جب یہ غزوہ ہوا اور چہار شنبہ کا دن تھا۔

آپ نے مدینہ پر ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عامل مقرر فرمایا۔۔۔۔۔ اور آپ نے زرہ مغفر پہنا، کمان لگائی اور اپنے گھوڑے لحیف پر سوار ہوئے اور بنی قریظہ کے کنوؤں میں سے ایک کنوئیں پر اترے۔۔۔۔۔ یہاں لشکر والے آ کر آپس میں ملحق ہو گئے۔۔۔۔۔

ان میں سے بہت سے صحابہ عشاء آخر کے وقت آئے کہ انہوں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی۔ اس لیے کہ آپ نے روانگی سے پہلے فرما دیا تھا کہ کوئی شخص عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں ـــــ انہوں نے عصر کی نماز عشا کے بعد بنی قریظہ میں پڑھی ـــــ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی کتاب میں عیب نہیں لگایا کہ انہوں نے عشا آخر کے بعد عصر کی نماز ادا کی ہے ـــــ اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سبب سے ان پر ناراضگی کا اظہار فرمایا کیونکہ یہ تو آپ کے ارشاد کے عین مطابق تھا۔

بخاری شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بعض مسلمانوں کو راستے میں عصر کا وقت آ گیا ـــــ بعض نے کہا کہ ہم نماز نہ پڑھیں گے۔ یہاں تک ہم بنی قریظہ میں آ جائیں گے اور بعض نے کہا، ہم راستہ میں نماز پڑھ لیں گے ـــــ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے یہ ارادہ نہیں فرمایا کہ ہم نماز نہ پڑھیں۔ بلکہ آپ کا ارشاد اس غرض سے تھا کہ ہم بنی قریظہ کی طرف جانے میں تیزی کریں۔ یہ معاملہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا گیا، آپ نے ان میں سے کسی کو نہیں ڈانٹا یعنی نماز پڑھنے والوں اور نماز نہ پڑھنے والوں دونوں گروہوں کو کچھ ملامت نہیں کی کہ تم نے نماز کیوں نہیں پڑھی اور تم نے نماز کیوں پڑھی ـــــ

بنی قریظہ کے محاصرے کے بارے میں مختلف روایات ہیں:

☆ پچیس راتیں ـــــ (ابن اسحاق)

☆ پندرہ راتیں ـــــ (ابن سعد)

☆ انیس راتیں ـــــ (ابن عقبہ)

یہاں تک کہ حصار میں ان کی مشقت کی نہایت ہوگئی ـــــ وقذف اللہ فی قلوبھم الرعب ۔ "اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا"۔

رئیس بن قریظہ کا صلاح مشورہ:

یہود کے رئیس کعب بن اسد نے ان کے روبرو ظاہر کیا کہ تم لوگ ایمان لے آؤ اور ان سے کہا:

"اے گروہ یہود! اس امر سے جو شے تم پر نازل ہوئی، تم اسے دیکھتے ہو اور میں تمہارے سامنے تین خصلتیں پیش کرتا ہوں۔ ان تینوں میں سے جس خصلت کو چاہو اختیار کرو۔"

یہود نے کعب سے پوچھا:

"وہ کیا خصلتیں ہیں؟"

کعب نے کہا:

"ہم اس مرد کے تابع ہو جائیں اور اس کی نبوت کی تصدیق کریں ـــــ واللہ یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ ضرور نبی مرسل ہے ـــــ اور یہ مرد وہی ہے جس کا ذکر تم اپنی کتاب تورات میں پاتے ہو ـــــ جب تم یہ امور اختیار کر لو گے تو اپنے خون، اپنے اموال، اپنی اولاد اور اپنی عورتوں پر امن پاؤ گے۔"

یہود نے اسے اختیار کرنے سے انکار کر دیا۔ کعب نے یہود سے کہا:

''جس وقت تم نے اس سے انکار کیا تو آؤ ہم تم پہلے اپنی اولاد اور اپنی عورتوں کو قتل کر ڈالیں ـــــ پھر ہم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحاب کی طرف ننگے پاؤں جائیں اور اپنی تلواریں کھینچتے ہوئے ہوں ـــــ اور اپنے پیچھے کسی قسم کا بوجھ نہ چھوڑیں، پھر جنگ کریں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے درمیان فیصلہ کر دے ـــــ اگر ہم مارے جائیں تو اپنے پیچھے وہ شے نہ چھوڑیں گے جس پر ہمیں کوئی خوف ہو۔''

یہود نے کعب سے کہا:

''اگر تمہارا اس رادے سے بھی انکار ہے تو سنو! آج کی رات شنبہ کی رات ہے ـــــ مجھے یقین ہے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحاب کو اس رات میں ہماری طرف سے اطمینان ہوگا کہ شنبہ کی رات یہود کوئی گڑبڑ نہ کریں گے ـــــ تم لوگ قلعوں سے اترو شاید ہم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے اصحاب کو غفلت میں جالیں۔''

یہود نے کعب کو جواب دیا:

''اگر ہم ایسا کریں گے تو اپنے شنبہ کو فاسد کریں گے اور ہم وہ نئی بات پیدا کریں گے کہ ہم سے پہلے جو لوگ ہو گزرے، انہوں نے ایسا نہیں کیا مگر جس نے بھی شنبہ میں کوئی نئی بات پیدا کی تو تجھے پتہ ہے کہ اس کی صورت مسخ ہو گئی اور تجھ سے یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے۔''

فرمان نبی میں زیادتی پر ابولبابہ کی خود کو سزا:

یہود نے کسی کی زبانی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کہلا بھیجا کہ آپ ہماری طرف ابولبابہ کو بھیج دیں ـــــ ابولبابہ رفاعہ بن عبدالمنذر ہیں، ہم ان سے اپنے بارے میں مشورہ کریں گے ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیج دیا ـــــ

یہود نے جب ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو مردوں کے علاوہ عورتیں اور بچے بھی ان کے گرد کھڑے ہو گئے ـــــ لڑکے اور عورتیں ان کے سامنے رونے لگے۔ ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل اس صورتحال پر نرم ہو گیا ـــــ جو مرد ابولبابہ کے پاس آئے تھے، انہوں نے پوچھا:

''اے ابولبابہ! کیا تم مناسب دیکھتے ہو کہ ہم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم سے اپنے قلعوں سے اتر آئیں؟''

حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''بے شک مناسب ہے، تم اتر آؤ۔''

اور اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا کہ آپ کا حکم تم لوگوں کے حق میں ذبح ہے۔ ۲۷۰

۲۷۰ صحیح حدیث میں ہے کہ صبح اور عشاء کی نماز منافقین پر زیادہ بھاری ہے۔

ابولبابہ نے کہا:

''واللہ میرے قدم اپنی جگہ پر تھے (یعنی وہاں سے حرکت نہیں کی تھی) کہ مجھے معلوم ہوا کہ میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی خیانت کی۔۔۔۔ میں اپنے اس کہنے پر نادم ہوا اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہا۔۔۔۔ اور میں یہود کے پاس سے اترا۔۔۔۔ میری داڑھی آنسوؤں سے تر تھی اور آدمی میرے لوٹنے کا انتظار کر رہے تھے۔۔۔۔ میں نے قلعہ کے پیچھے سے دوسرا راستہ اختیار کیا یہاں تک کہ مسجد کی طرف آیا۔''

پھر ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدھے چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نہیں آئے اور اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون سے باندھ دیا اور اپنے دل میں کہا:

''میں اس جگہ سے نہ ٹلوں گا یہاں تک کہ میں مرجاؤں گا۔۔۔۔ یا اللہ اس فعل سے میری توبہ نازل کرے گا جو میں نے کیا ہے۔۔۔۔ اور یہ عہد کیا کہ میں بنی قریظہ میں کبھی نہ جاؤں گا اور جس شہر میں میں نے اللہ اور اس کے رسول کی خیانت کی ہے، اسے کبھی نہ دیکھوں گا۔''

ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خبر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی جبکہ ابولبابہ جس کام سے بھیجے گئے، انہوں نے آ کر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع کرنا تھی۔۔۔۔ لیکن شرمندگی کے مارے وہ حاضر خدمت نہ ہوئے۔۔۔۔ یوں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آنے میں بھی دیر کی۔۔۔۔ آپ نے فرمایا:

''اگر ابولبابہ میرے پاس آتا تو میں اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے مغفرت چاہتا لیکن جس وقت اس نے جو فعل کیا، وہ کیا، میں وہ نہیں ہوں کہ اس کو اس کی جگہ سے رہا کروں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ نازل کرے۔''

راوی نے کہا ہے کہ ابولبابہ چھ راتیں کھجور کے تنے سے بندھے رہے۔ ان کی بیوی ہر نماز کے وقت اور نماز کے لیے کھول دیتی۔۔۔۔ پھر وہ اپنی جگہ لوٹ آتے اور ان کی بیوی ان کو اسی تنے سے باندھ دیتی۔ شدید گرمی تھی، نہ کچھ کھاتے تھے، نہ پیتے تھے۔

ایک دوسری روایت میں بیوی کی بجائے بیٹی لکھی ہے۔۔۔۔ اور یہ کہ ابولبابہ انیس (۱۹) راتیں بھاری زنجیر سے بندھے رہے۔۔۔۔ اس مشقت میں ان کی سماعت جاتی رہی اور وہ سن نہیں سکتے تھے اور ان کی بینائی بھی متاثر ہوئی۔۔۔۔

عبداللہ بن قسیط رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت ہے کہ ابولبابہ کی جب توبہ قبول ہوئی تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان میں تھے۔ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے صبح کو سنا کہ آپ ابولبابہ کی توبہ قبول ہونے کی فرحت سے ہنس رہے تھے۔''

آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ کس بات سے ہنس رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہنساتا رہے۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ابولبابہ کی توبہ قبول کی گئی۔''

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے پوچھا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کیا میں ابولبابہ کے پاس نہ جاؤں اور انہیں بشارت نہ دوں'' ـــــ یا یہ کہا کہ ''ابولبابہ کے پاس جاؤں اور انہیں بشارت دوں۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک تم جاؤ اور ان کو بشارت دو، اگر تم چاہتی ہو۔''

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حجرہ کے دروازہ پر کھڑی ہوئیں۔ یہ امر اس سے پہلے تھا کہ ازواج مطہرات کا پردہ کیا جائے ـــــ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

''اے ابولبابہ! تمہیں بشارت ہو، اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کی۔''

یہ سن کر لوگ تیزی سے ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے تاکہ ان کو کھول دیں۔ ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''واللہ مجھے کوئی شخص نہ کھولے۔ یہاں تک کہ وہ شخص اپنے ہاتھ سے مجھے کھولے کہ وہ رسول اللہ ہی ہوں۔''

آپ کے دست اقدس سے کھلنے میں ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعظیم اور حصول برکت کی امید تھی تاکہ وہ ایسے افعال کی جانب پھر نہ لوٹ سکیں ـــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز کے لیے جب گھر سے نکل رہے تھے، ابولبابہ کو جا کر کھول دیا۔

بیہقی نے ''دلائل النبوۃ'' میں لکھا ہے کہ فرمان الٰہی و آخرون اعترفوا بذنوبھم میں جس شخص کے گناہ کے اعتراف کا ذکر ہے، وہ ابولبابہ ہیں ـــــ اس لیے کہ ابولبابہ نے بنی قریظہ سے کہا، جو کچھ کہا اور اپنے حلق کی طرف اس طور پر اشارہ کیا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہیں ذبح کریں گے۔[171] اگر تم ان کے حکم پر قلعوں سے اترو گے ـــــ

آپ کے زمانہ میں صحابہ کرام کا اجتہاد:

بنی قریظہ کا جب محاصرہ سخت ہو گیا تو انہوں نے عاجزی کی اور اس بات پر راضی ہو گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر اپنے قلعوں سے اتریں۔ آپ نے ان کے معاملہ میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاکم بنایا ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنی اسلم کی رفیدہ نامی عورت کے خیمہ میں رکھا تھا۔ اے۲ یہ عورت زخمیوں کا علاج کرتی تھی ـــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں جب حکم بنایا تو ان کی قوم بنی اوس آئی اور گدھے پر چمڑے کی گدی بچھا کر انہیں بٹھایا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جسیم مرد تھے۔ پھر بنی اوس ان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ جب سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر

---

۱۷۱ یہی اشارتی بات فرمان نبوی میں زیادہ تھی۔

مسلمانوں کے پاس پہنچے تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اپنے سید (سردار) کے پاس اٹھ کر جاؤ اور انہیں اتارو۔''

مہاجرین آپس میں کہنے لگے:

''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے لیے شاید فرمایا ہے۔''

انصار نے کہا:

''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس ارشاد سے عام مسلمانوں کو خطاب فرمایا ہے۔''

حاضرین نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں تمہارے غلاموں کے امر کا حاکم مقرر فرمایا ہے۔ آپ ان کے حق میں فیصلہ فرمائیں۔''

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''میں ان کے حق میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ مرد قتل کیے جائیں۔ اموال تقسیم کیے جائیں اور ان کی عورتیں اور اولادیں غلام بنا لیے جائیں۔''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے ساتھ تم نے ان کے حق میں فیصلہ کیا ہے جو سات آسمانوں کی بلندی سے نازل ہوتا ہے۔''

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ابن عایذ کے نزدیک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اے سعد! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کے حق میں تم فیصلہ دو۔''

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''اللہ اور اس کے رسول فیصلہ دینے میں زیادہ حق رکھتے ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم ان کے حق میں حکم کرو۔''

اس قصہ میں یہ مسئلہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اجتہاد جائز تھا۔ یہ وہ مسئلہ ہے جس میں اہل اصول فقہ نے اختلاف کیا ہے۔۔۔۔ مختار مذہب یہ ہے کہ آپ کے زمانہ میں اجتہاد جائز تھا۔۔۔۔ آپ کے حضور میں وہ اجتہاد ہوتا یا آپ کے حضور میں نہ ہوتا، دونوں صورتیں برابر ہیں اور مانع بعید نہیں ہوا مگر اس لیے کہ اعتماد کا وقوع اس گمان پر ہے جس کی طرف اجتہاد موؤدی مع امکان قطع کے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سوال کی وجہ سے۔ لیکن یہ نقصان دہ اس لیے نہیں کہ آپ کو اس کا علم ہو گیا اور اپنے اس اجتہاد کو اس کے حال پر برقرار رکھا اور آپ نے اس اجتہاد پر سکوت فرمایا۔۔۔۔ یا اس اجتہاد کے خلاف وحی نازل نہیں ہوئی، لہٰذا وہ اجتہاد باوجود ظنی ہونے کے قطعی ہو جائے گا۔۔۔۔ اس لیے کہ اگر وہ اجتہاد

باطل ہوتا تو ضرور اس کے خلاف وحی آجاتی ـــــ چنانچہ اجتہاد کا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں ہونا ثابت ہو گیا۔

دمیاطی نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پنج شنبہ کے دن ذی الحجہ کی سات راتیں گزری تھیں کہ بنی قریظہ کی طرف سے مدینہ میں تشریف لے آئے۔

بنی قریظہ کے لیے فیصلہ پر عمل درآمد:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بنی قریظہ کے لیے حکم فرمایا، وہ لوگ مدینہ میں لائے گئے۔ ان کے لیے بازار میں ایک نالی کھودی گئی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ تشریف فرما ہوئے ـــــ بنی قریظہ لائے گئے اور ان کی گردنیں ماردی گئیں ـــــ وہ لوگ چھ سو تا سات سو کے درمیان تھے ـــــ دوسری روایت میں ان کی تعداد آٹھ سو اور نو سو کے درمیان بیان کی گئی ہے۔

بی بی ریحانہ سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بنی قریظہ سے اپنے نفس کریمہ کے لیے ریحانہ کو اختیار اور پسند فرمایا اور ان کے ساتھ نکاح فرمایا ـــــ دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ریحانہ سے ملک یمین کے سبب وطی کرتے تھے یعنی آپ ان کے مالک ہو گئے تھے ـــــ اور اثبت قول یہ ہے کہ آپ نے ریحانہ کو آزاد کر کے ان کے ساتھ نکاح فرمایا تھا اور وہ پردہ میں رکھی گئی تھیں۔

بنی قریظہ سے مال غنیمت:

پھر آپ نے مال غنیمت کے لیے ارشاد فرمایا۔ وہ سب اشیاء جمع کی گئیں ـــــ پھر سامان اور غلاموں سے خمس نکالا گیا ـــــ پھر آپ نے باقی سامان اور غلاموں کے لیے حکم فرمایا ـــــ جس چیز یا جس شخص کے لیے آپ نے ارادہ فرمایا، وہ فروخت کیے گئے اور ان کی قیمت مسلمانوں کے درمیان تقسیم کی گئی ـــــ یہ تقسیم تین ہزار بہتر (۳۰۷۲) حصوں پر تھی ـــــ گھوڑے کے لیے دو حصے اور اس کے سوار کے لیے ایک حصہ نکالا گیا۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس خمس سے جو سب سے پہلے نکالا گیا تھا، میں سے جو غلام وغیرہ تھے جسے چاہتے آزاد فرما دیتے اور جس کو چاہتے بخش دیتے ـــــ اور جس شخص سے خدمت کا ارادہ فرماتے، اس سے خدمت لیتے تھے ـــــ اسی طرح سامان میں آپ تصرف فرماتے تھے۔ جو پرانا عام استعمال کا اور گھٹیا ہوتا تو وہ خمس میں آپ کی طرف آجاتا تھا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زخم جاری ہو گیا۔ وہ ایسے حال میں اللہ کو پیارے ہوئے کہ شہید تھے ـــــ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا مانگی:

اللھم انك تعلم انه لیس احد احب الی اجاھد ھم فیك من قوم كذبوا رسولك اللھم انی اظن انك قد وضعت الحرب فافجرھا واجعل موتی فیھا

چونکہ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بڑی رگ میں ابن عرفہ نے تیر مارا تھا، وہ کٹ گئی تھی۔ ہاتھ سے سینہ تک ورم بڑھ گیا تھا۔ ان کی دعا سے ہنسلی سے زخم کا خون جاری ہو گیا۔ مسجد میں بنی غفار[۲۷۲] کی ایک عورت کا خیمہ تھا۔ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خیمہ میں رکھے گئے تھے۔ جب ان کا زخمی جاری ہوا تو خون نے مسجد والوں کو خوف زدہ کر دیا کیونکہ خون بہنے کا رخ اہل مسجد کی طرف تھا۔ اہل مسجد نے پوچھا:

"اے خیمہ والو! یہ کیسا خون ہے کہ تمہاری طرف سے ہماری طرف آرہا ہے۔"

اچانک انہوں نے سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ ان کا زخم خون بہہ رہا ہے ـــــ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس زخم سے اللہ کو پیارے ہو گئے ـــــ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ گمان کیا تھا کہ وہ شہید ہیں۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زخم جاری ہونے کا سبب یہ ہے کہ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ چت لیٹے ہوئے تھے کہ ایک بھیڑ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئی۔ ان کے سینے کی جگہ اُس کا کھر لگ گیا جس سے ان کا زخم جاری ہو گیا۔ خون بہنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ان کے جنازہ میں ستر ہزار فرشتے حاضر ہوئے اور ان کی موت سے عرش الٰہی نے استہزاز کہا ـــــ اس حدیث کو شیخین نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث دس صحابیوں سے ثابت ہوئی ہے۔

شہادت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عرش الٰہی کا جھومنا:

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر عرش الٰہی نے خوشی سے وجد کیا ـــــ عرش کا حرکت کرنا حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح کے آنے سے فرحت سے ہوا ـــــ اللہ تعالیٰ نے عرش میں وہ تمیز پیدا کی ہے جس سے یہ تحرک حاصل ہوا۔ اس تحرک سے عرش کو رُکنے والی کوئی شے نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وان منھا لما یھبط خشیۃ اللہ

"اور بعض پتھر ایسے ہیں کہ اللہ کے خوف سے بلندی سے پستی میں اتر آتے ہیں۔"

دیگر علماء نے کہا ہے کہ اس جھومنے سے مراد خوش ہونا اور قبول کرنا ہے۔ اسی جھومنے (اھتزاز) سے اہل عرب کا قول ہے۔ فلان یھتز للمکارم یعنی فلاں شخص اچھے اوصاف سے خوش ہوتا ہے ـــــ جھومنے سے اس شخص کے جسم کی بے چینی اور حرکت کا ارادہ نہیں کیا جاتا بلکہ وہ شخص اچھے اوصاف سے شادمانی کرتا ہے اور اہل عرب اس سے ارادہ کرتے ہیں ـــــ عرش کا حرکت کرنا تعظیم شان وفات سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عبارت ہے۔ اہل عرب معظم شے کو اعظم الاشیاء کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اظلمت لموت فلان الارض ـــــ یعنی فلاں کے مرنے سے زمین تاریک ہو گئی ـــــ یا ـــــ وقامت له القیامة

---

۲۷۲ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ خندق میں تیر لگنے سے زخمی ہو گئے تھے۔

اور اس کی موت کی وجہ سے قیامت قائم ہوگئی۔

ایک روایت یہ ہے کہ عرش کے جھومنے سے مراد حاملان عرش کا جھومنا ہے۔

سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حسن عاقبت:

حدیث پاک ہے کہ جب سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ اٹھایا گیا تو منافقین نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہا:

''سعد کا جنازہ کس قدر ہلکا تھا''

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اسے ملائکہ جو اٹھا رہے تھے۔''

براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حریر کا ایک حلہ بھیجا گیا۔ آپ کے اصحاب اس پر ہاتھ پھیر کر اس کی نرمی سے تعجب کرنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''کیا تم اس حلہ کی نرمی سے تعجب کرتے ہو۔ جنت میں سعد بن معاذ کے دستی رومال اس سے اچھے ہیں اور زیادہ نرم ہیں۔''

ابن سعد اور ابونعیم نے لکھا ہے کہ کسی نے سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے روز ان کی قبر کی مٹی ایک مٹھی اپنے ہاتھ میں لے لی اور وہ اسی کو لے گیا۔ پھر اس کے بعد اس نے اس مٹی کو دیکھا کہ یکا یک وہ مٹی مشک ہوگئی ـــــ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفن کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تعجب سے دو بار سبحان اللہ فرمایا۔ یہاں تک کہ وہ حیرانی آپ کے چہرۂ اقدس سے پہچانی گئی ـــــ آپ نے الحمد للہ فرما کے فرمایا:

''اگر کوئی شخص قبر کے بھینچنے سے نجات پانے والا ہوتا تو اس بھینچنے سے سعد نجات پاتے ـــــ ان کو ایک بار بھینچا گیا کہ زمین ان سے مل گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے زمین کے مل جانے کو دور کر دیا۔ بحالت خود ہوگئی۔''

ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جن لوگوں نے سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے قبر کھودی تھی، ان میں میں بھی تھا۔ جس وقت ہم اس قبر کو کھود رہے تھے، ہم لوگوں پر مشک کی بو مہک رہی تھی۔

مشرکین مکہ سے صلح کا عرصہ:

جنگ خندق کے بعد مسلمانوں اور قریش کے درمیان کوئی ایسی جنگ واقع نہیں ہوئی کہ جس کی ابتدا ارادی طور پر مشرکین کی طرف سے ہوتی ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کی تیاری کی لیکن مشرکین نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور قریب تھا کہ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان جنگ واقع ہو جائے مگر جنگ واقع نہیں ہوئی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وھو الذی کف ایدیھم عنکم وایدیکم عنھم ببطن مکۃ من بعد ان اظفر کم علیھم

پھر صلح واقع ہوگئی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ آئندہ سال کیا یعنی دس سال تک صلح رہی اور ساتویں

سال میں آپ نے عمرہ فرمایا۔۔۔۔ آخرکار مشرکین نے صلح کے معاہدے کو توڑ دیا۔ آپ مشرکین کی طرف جہاد کے ارادہ سے متوجہ ہوئے۔۔۔۔ ۸ ہجری میں مکہ فتح کیا گیا۔۔۔۔ فتح مکہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مشرکین سے جنگ کا ارادہ تھا جبکہ مشرکین ایسا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

الآن نغزھم ولا یغزونا

''یعنی مشرکین سے ہم جہاد کریں گے، مشرکین ہم سے نہ لڑیں گے۔''

حج کی فرضیت:

حافظ مغلطائی وغیرہ نے کہا ہے کہ اس سنہ میں حج فرض کیا گیا۔۔۔۔ اگرچہ حج کی فرضیت کے بارے اور بھی روایتیں ہیں:

☆ ہجرت کے چھٹے سال حج فرض کیا گیا۔

☆ ہجرت کے ساتویں سال حج فرض کیا گیا

لیکن ترجیح اسی کو ہے کہ حج ۸ ھ میں فرض کیا گیا۔

سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ سریہ ہجرت کے چھٹے سال یعنی انسٹھ (۵۹) ماہ کے آغاز پر ماہ محرم کی دس راتیں گزرنے پر بھیجا گیا۔۔۔۔
بنی بکر بن کلاب کا ایک بطن قرطاء ہے۔۔۔۔ بنی قرطاء ضربہ کے ناحیہ میں بکرات میں اترتے ہیں۔۔۔۔ ضربہ اور مدینہ کے درمیان سات راتوں کا راستہ ہے۔

اس سریہ بھیجے جانے کا پس منظر نہیں معلوم ہو سکا۔۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیس شتر سواروں پر امیر بنا کر روانہ کیا۔۔۔۔ یہ لوگ بنی قرطاء پر ٹوٹ پڑے۔ ان میں سے کچھ مارے گئے اور باقی بھاگ گئے۔۔۔۔ مسلمانوں نے ان کے اونٹ اور بکریاں ہانک لیں۔۔۔۔

محرم کی ایک رات باقی رہ گئی تھی کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ لوٹ آئے۔۔۔۔ بنی قرطاء کا سردار ثمامہ بن اثال الحنفی قیدی بن کر آیا۔۔۔۔ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے ثمامہ کو لوگوں نے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون سے باندھ دیا۔۔۔۔ بعدازاں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ثمامہ کو چھوڑ دیا گیا۔۔۔۔ ثمامہ نے غسل کیا اور مسلمان ہوگیا۔ اس نے کہا:

''اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) واللہ روئے زمین پر آپ کے چہرہ سے کوئی چہرہ ابغض میرے نزدیک نہیں تھا لیکن آپ کا چہرہ واللہ اب میرے نزدیک احب الوجوہ ہوگیا ہے۔

آپ کے دین سے واللہ کوئی دین ابغض نہیں تھا، آپ کا دین اب میرے لیے کل دینوں سے احب الادیان ہوگیا ہے۔

واللہ آپ کے شہر سے کوئی شہر میرے نزدیک ابغض نہیں تھا لیکن آپ کا شہر اب میرے لیے احب البلاد ہوگیا۔۔۔۔

ایسے حال میں کہ میں عمرہ لانے کا ارادہ کرتا تھا کہ آپ کے سواروں نے مجھے پکڑ لیا۔ کیا آپ مناسب دیکھتے ہیں کہ میں عمرہ کے لیے جاؤں یا آپ کے پاس رہوں۔"

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ثمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دنیا وآخرت کی خیر کی بشارت دی اور ثمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عمرہ کے لیے اجازت دے دی۔

ثمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مکہ میں آئے تو کسی نے کہا:

"تو صابی ہو گیا۔"

یعنی ایک دین سے خارج ہو کر دوسرے دین میں داخل ہو گیا ــــ ثمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

"ایسا نہیں ہے بلکہ میں نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ان کے دین میں موافقت کی ہے۔"

ایک دوسری روایت میں ہے کہ "میں نے اچھے دین کا اتباع کیا ہے کہ وہ دین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا دین ہے ــــ واللہ میں تمہارے دین کی طرف رجوع نہ کروں گا اور نہ تمہاری رفاقت کروں گا اور نہ تمہارے غلہ کے قافلہ کو چھوڑوں گا ــــ واللہ تمہارے پاس ثمامہ سے گندم کا ایک دانہ نہ آئے گا۔ یہاں تک کہ گندم کے بارے میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اجازت نہ دیں۔

غزوہ بنی لحیان:

اس غزوہ کے وقوع سے متعلق مختلف روایات ہیں:

☆ ماہ ربیع الاول ہجرت کے چھٹے سال میں ہوا ــــ (ابن سعد)

☆ ماہ جمادی الاول میں بنی قریظہ کی فتح کے چھٹے مہینے کے آغاز میں ہوا ــــ (ابن اسحاق)

☆ یہ غزوہ سن ۵ ہجری میں ہوا ــــ (ابن حزم)

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیر معونہ میں شہید ہونے والے حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے دس اصحاب پر شدید غم فرمایا ــــ آپ نے دو سو صحابہ کا لشکر تیار کیا جس میں بیس گھوڑے تھے ــــ مدینہ پر عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ کیا ــــ پھر روانگی میں جلدی کی اور بطن غران تک پہنچے ــــ جوامج اور عسقان کے درمیان ایک وادی ہے۔ بطن غران اور عسفان کے درمیان پانچ میل کا فاصلہ ہے۔

آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ وہاں پہنچے جہاں اہل الرجیع یعنی جو لوگ بیر معونہ میں شہید ہوئے تھے۔ آپ نے انہیں رحم اللہ فرمایا اور ان کی مغفرت کے لیے دعا فرمائی ــــ بنی لحیان نے آپ کے تشریف لانے کی خبر جو سنی تو وہ لوگ پہاڑوں کی چوٹیوں بھاگ گئے اور ان میں کوئی آپ کے سامنے نہیں ہوا ــــ آپ نے وہاں ایک دو دن قیام فرمایا ــــ وہاں سے آپ ہر طرف سریہ بھیجتے رہے ــــ پھر آپ وہاں سے عسقان میں تشریف لائے ــــ یہاں سے آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دس سواروں کے ساتھ بھیجا تا کہ قریش ان کے آنے کی خبر سنیں اور ڈر جائیں۔ یہ لوگ کراع الغمیم تک آئے ــــ

یہ ایک وادی ہے جو عسقان کے سامنے آٹھ میل پر ہے۔۔۔۔ پھر یہ لوگ وہاں سے پلٹ گئے اور کسی سے نہیں لڑے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ کی طرف لوٹ آئے۔ آپ مدینہ سے چودہ راتیں باہر رہے۔۔۔۔ آپ نے کسی قسم کی جنگ نہیں کی۔ آپ یہ الفاظ فرماتے تھے:

☆ آیبون۔۔۔۔ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف عبادت سے رجوع کرنے والے ہیں۔

☆ تآیبون۔۔۔۔ تقصیر عبادت سے توبہ کرنے والے ہیں۔۔۔۔ آپ نے یہ تواضعاً فرمایا ہے یا امت کی تعلیم کے لیے فرمایا ہے۔

☆ عابدون۔۔۔۔ جس کی ذات عبادت کے لائق ہے، ہم اس کی عبادت کرنے والے ہیں۔ وہ کون ہے ہمارا رب ہے۔

☆ حامدون۔۔۔۔ ہم اس کی حمد کرنے والے ہیں۔

غزوۂ الغابہ/غزوۂ ذی قرد:

ذی قرد ایک پانی ہے جو مدینہ سے تقریباً بارہ کوس کی مسافت پر ہے۔۔۔۔ یہ غزوہ سن ۶ ہجری ماہ ربیع الاول میں حدیبیہ سے پہلے ہوا۔

اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیس اونٹنیاں دودھ والی جو عنقریب جننے والی تھیں، غابہ کے مقام پر چرا کرتی تھیں۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اونٹنیوں کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے۔۔۔۔ عینیہ بن حصص الفرازی نے چہار شنبہ کی رات میں چالیس سواروں سمت چھاپہ مارا اور وہ اونٹنیاں ہانک کر لے گئے اور ابن ابو ذر کو قتل کر ڈالا۔۔۔۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ان اونٹنیوں میں ایک مرد بنی غفار کا ایک اور عورت تھی۔ انہوں نے مرد کو قتل کر دیا اور عورت کو غلام بنا کر لے گئے۔

وہ عورت رات کے وقت ان کو غافل پا کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اونٹنی پر سوار ہو کر نکل آئی۔ اس نے یہ نذر کی:

"اگر میں ان لوگوں سے نجات پاؤں گی تو اس اونٹنی کو ذبح کروں گی۔"

وہ عورت بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی اور اس نذر کے بارے آپ سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا:

لا نذر فی معصیة ولا لاحد فیھا لا یملك

یعنی "کسی معصیت میں کوئی نذر نہیں ہے اور جس شے کا کوئی مالک نہ ہو، اس میں کسی کو نذر کرنا جائز نہیں ہے۔"

اور یا خیل اللہ ارکبی کی ندا کی گئی یعنی "اے سواران خیل اللہ! سوار ہو جاؤ۔"

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ پانچ سو سوار ہوئے۔۔۔۔ دوسری روایت میں تعداد سات سو ہے۔۔۔۔ مدینہ پر ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا اور سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین سو حضرات میں اپنے پیچھے چھوڑا۔ یہ

لوگ مدینہ کی حراست کرتے تھے۔۔۔۔ حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ان کا نیزہ جھنڈا قائم کیا اور ان سے فرمایا:

''تم چلے جاؤ یہاں تک کہ تم سے سوار آملیں گے اور میں تمہارے پیچھے آتا ہوں۔ تم دشمن کے پیچھے رہ جانے والوں کو پا لو۔''

ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسعدہ کو قتل کیا۔۔۔۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مسعدہ کے ہتھیار اور گھوڑے ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیئے۔۔۔۔ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابان بن عمرو کو قتل کیا۔۔۔۔ مسلمانوں میں سے حضرت محرز بن نضلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کیے گئے۔۔۔۔ انہیں مسعدہ نے شہید کیا۔۔۔۔ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار کو جالیا۔ وہ پیدل چل رہے تھے اور انہیں تیر مارتے ہوئے یہ کہتے جاتے تھے:

خذھا وانا ابن الاکوع والیوم یوم الرضع

''اس تیر کو لے اور تو جان لے کہ میں ابن الاکوع ہوں۔ جو فن تیر اندازی میں معروف زمانہ ہے۔ آج کا دن لئیموں کے قتل کا دن ہے۔''[۲۷۳]

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے لشکر کے سواروں اور پیدل جوانوں سے عشاء کے وقت جا ملے۔۔۔۔ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! وہ لوگ پیاسے ہیں۔ اگر آپ مجھے ایک سو جوانوں کے ساتھ بھیجیں گے تو چرنے والے جانور جو ان کے ہاتھوں میں ہیں، ان کو چھڑا لاؤں گا اور ان لوگوں کی گردنیں پکڑ لوں گا۔'' (یعنی انہیں قتل اور قید کروں گا۔)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تم ان کے مالک ہوگئے۔ ان کے ساتھ نرمی اور سہولت کرنا، ان کے ساتھ سختی نہ کرنا۔ ان میں نکابت حاصل ہوگئی ہے۔ وہ دشمن قتل کیے گئے ہیں۔ وللہ الحمد''[۲۷۴]

پھر آپ نے فرمایا:

''وہ لوگ ضرور غطفان میں ٹھہریں گے۔''

انہوں نے بنی عمرو بن عوف سے استغاثہ کیا۔ ان کی مدد کے لیے سوار، پیدل اور شتر سوار آئے۔ وہ مدد کے لیے آنے

---

۲۷۳ گزشتہ سطور میں مصنف نے بنی سلیم لکھا ہے۔

۲۷۴ عربوں کا قول ہے لیئم راضع یعنی۔۔۔ کے پیٹ میں ملامت کا دودھ پینے والا۔۔۔۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ جسے چھوٹی عمر سے حرب (جنگ) نے دودھ پلایا ہے، وہ حرب کے ساتھ خوگر اور حریص ہے اور اپنے غیر کو پہچانتا ہے۔ وہ آج کے دن پہچانا جاتا ہے۔ ایک اور معنی یہ بیان کیا گیا ہے کہ آج کا دن تم لوگوں پر سخت ہے۔ دودھ پلانے والی نے جسے دودھ پلایا ہے، وہ آج کے دن اسے چھوڑ دے گی اور دودھ پینے والا اس دودھ پلانے والی کو نہ پائے گا۔ وہ لوگ بھاگ گئے اور ان کے سرداروں میں عیینہ اور مسعدہ ایک جماعت میں قتل کیے گئے اور ان کے ہتھیار لے لیے گئے۔

والے بنی عوف سے تھے۔ وہ لوگ ذی قرد میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچ گئے۔ مسلمانوں نے ان سے دس اونٹنیاں چھین لیں اور باقی دس اونٹنیاں لے کر وہ لوگ غائب ہو گئے ـــــ ذیقرد میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن اور ایک رات قیام فرمایا۔ ذیقرد میں صلوٰۃ خوف پڑھی گئی اور مدینہ واپس تشریف لے گئے۔ آپ مدینہ سے پانچ راتیں باہر رہے ـــــ آپ نے ہر ایک سو اصحاب میں ایک اونٹ تقسیم فرمایا۔ وہ اسے ذبح کرتے تھے۔

سریہ عکاشہ بن محصن الاسدی / سریۃ الغمر:

عمر ذوق بنی اسد کا ایک پانی ہے جو فید سے دوراتوں کے فاصلہ پر ہے۔ ہجرت کے چھٹے سال ماہ ربیع الاول میں یہ سریہ گیا۔ چالیس نفوس پر مشتمل یہ سریہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے روانہ ہوا۔ یہ لشکر تیزی سے گیا۔ وہ لوگ ان کے ڈرے بھاگ گئے۔ ان کے مکان خالی تھے، کوئی آدمی نہیں تھا۔ مسلمان ان کے اعلیٰ بلاد میں اترے اور دوسو اونٹ ہانک لائے۔ وہ اونٹ لے کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ گئے۔ جنگ نہیں ہوئی۔

سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ذی القصہ ایک گاؤں ہے جو مدینہ سے چوبیس میل کے فاصلے پر ہے۔ ہجرت کے چھٹے سال ماہ ربیع الاول میں دس آدمی محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ بنی ثعلبہ کی طرف گئے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں سمیت وہاں رات کو پہنچے۔ وہ لوگ گھات میں رہے کہ یہ لوگ سو گئے ـــــ مسلمانوں کو انہوں نے گھیر لیا۔ وہ ایک سو افراد تھے۔ رات باہم تیراندازی کرتے رہے۔ پھر عربوں نے مسلمانوں پر نیزوں سے حملہ کیا اور انہیں شہید کر ڈالا۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی پڑے رہے، شہادت نہیں ہوئی ـــــ عربوں نے مسلمانوں کے کپڑے اتار لیے ـــــ ایک مسلمان محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب سے گزرا۔ اس نے انہیں مردہ سمجھ کر انا للہ وانا الیہ راجعون کہا۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی آواز سن کر حرکت کی۔ اس نے انہیں اٹھا لیا اور زخمی حالت میں مدینہ لے آیا۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ماہ ربیع الاخر میں جہاں مسلمان شہید ہوئے تھے، چالیس مجاہدوں کے ساتھ بھیجا۔ انہوں نے ان کی لوٹ کھسوٹ کی اور انہیں پہاڑوں میں بھاگنے پر مجبور کر دیا ـــــ ابو عبیدہ نے ان میں سے ایک کو پالیا۔ وہ مسلمان ہو گیا۔ آپ نے اسے چھوڑ دیا۔

ان لوگوں کے اونٹوں سے ایک اونٹ پایا جسے ہانک لائے۔ ان کے سامان سے پرانا سامان ملا۔ اسے مدینہ لے آئے ـــــ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سے خمس لیا اور باقی سامان ان پر تقسیم کر دیا۔

سریہ زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ / سریہ بن سلیم (۶ ہجری):

مدینہ سے چار میل دور بطن نخل کا ایک ناحیہ مقام جموع ہے۔ یہاں بنی سلیم کی طرف یہ سریہ ہجرت کے چھٹے سال ماہ ربیع الاخر میں گیا ـــــ سریہ والوں نے بنی مزینہ کی حلیمہ نامی ایک عورت کو پالیا۔ اس عورت نے بنی سلیم کی جگہوں میں سے ایک جگہ بتائی۔ انہوں نے اونٹ، بکریاں اور اسیر یہاں پائے ـــــ ان اسیروں میں حلیمہ مزنیہ کا شوہر بھی تھا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ

عنہ یہ سب لے کر مدینہ میں پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حلیمہ کو اس کی جان اور اس کا شوہر بخش دیا۔

سریہ زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ / سریہ موضع عیص:

عیص مدینہ سے چار میل پر ایک گاؤں ہے۔ یہ سریہ ہجرت کے چھٹے سال ماہ جمادی الاولیٰ میں گیا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ستر شتر سوار تھے۔ یہ سریہ اس لیے گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر ملی تھی کہ ملک شام سے قریش کا ایک قافلہ غلہ لایا ہے۔ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی روک ٹوک کریں ـــــ وہ قافلہ اور جو کچھ اس میں تھا، وہ سب زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لے لیا ـــــ صفوان بن امیہ کی بہت سی چاندی ان کے ہاتھ لگی ـــــ قریش کے بہت سے آدمی اسیر کیے گئے۔

اسیران قریش میں ابو العاصی ابن الربیع تھا ـــــ زید اس سمیت تمام قیدیوں کو مدینہ لے آئے ـــــ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابو العاصی کو پناہ دے دی ـــــ مکہ کے دنوں سے اس کی زوجہ تھیں ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فجر کی نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پکار کر کہا کہ:

''میں نے ابو العاصی کو پناہ دی ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ:

''مجھے اس کا کچھ علم نہیں ہے (تم سب مومنین اس وقت جو سن رہے ہو، میں نے بھی سنا ہے) جس کو زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے پناہ دی ہے، ہم نے اس کو پناہ دی ہے۔''

اس بنا پر ابوالعاصی کا جو سامان مسلمانوں نے لیا تھا، وہ انہیں لوٹا دیا گیا۔

ابن عقبہ نے کہا ہے کہ ابو العاصی حدیبیہ کے بعد ابو بصیر کے ہاتھوں قید ہوا جبکہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابوالعاصی کے قید ہونے سے پہلے مدینہ ہجرت فرمائی تھی اور ابوالعاصی کو اس کے شرک پر چھوڑ دیا تھا ـــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابوالعاصی کے اسلام لانے کے بعد حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پہلے نکاح پر پھیر دیا ـــــ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابوالعاصی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں سن ۶ ہجری کے بعد اور ان کی عدت ختم ہونے سے پہلے بھجوا دیا ـــــ عمرو بن شعیب کی روایت میں ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نکاح جدید کے بعد ابوالعاصی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شریک حیات کر دیا۔

سریہ زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ / سریہ طرف:

طرف مدینہ سے چھتیس (۳۶) میل پر ایک پانی ہے۔ ہجرت کے چھٹے سال جمادی الاخر میں زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں یہ سریہ روانہ ہوا۔ آپ پندرہ مجاہدین پر امیر تھے۔ انہوں نے بنی ثعلبہ کا رخ کیا۔ اونٹ اور بکریاں پائیں جبکہ اعراب بھاگ گئے۔

زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیس اونٹوں سمیت راتوں رات مدینہ پہنچ گئے۔ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مہم میں چار راتیں مدینہ سے باہر رہے۔

سریہ زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ/ سریہ حسمی:

موضع حسمی ذات القریٰ کے اس طرف ہے۔ یہ سریہ سن ۶ ہجری جمادی الآخر میں گیا تھا۔

اس کا سبب یہ تھا کہ قیصر روم نے حضرت دحیہ بن خلیفہ الکلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صلہ اور خلعت دیا تھا۔۔۔۔۔ بنی جزام سے ہنید نامی ایک شخص نے چند لوگوں سے مل کر حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوٹ لیا۔۔۔۔۔ اس کی خبر بنی جنیب کے کچھ لوگوں کو ملی۔ انہوں نے لٹیروں سے دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مال و متاع چھڑا کے حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا۔

دحیہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ آپ کے گوش گزار کیا۔۔۔۔۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ پانسو مجاہدوں کو بھیجا۔ لشکر کے ہمراہ دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔

زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات میں سفر کرتے اور دن میں قیام کرتے۔۔۔۔۔ حسمی پہنچ کر انہوں نے صبح سویرے بنی جزام پر حملہ کر دیا۔ ان کی لوٹ کھسوٹ کی۔ کثرت سے قتال ہوا۔ اس سریہ میں ہنید اپنے بیٹے سمیت مارا گیا۔ زید کچھ اونٹ، ایک ہزار بکریاں، ایک سو عورتیں اور بچے لے آئے۔

زید بن رفاعۃ الجزامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آٹھ نو آدمیوں کے ہمراہ مدینہ آئے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وہ خط آپ کی خدمت میں پیش کیا جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس وقت لکھ کر دیا تھا جب زید بن رفاعہ نے اسلام قبول کیا تھا۔۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھیجا اور انہیں یہ حکم فرمایا کہ زید بن رفاعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قوم، ان کے حرم اور ان کے اموال کو چھوڑ دیا جائے۔۔۔۔۔ زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رفاعہ کی قوم سے جو کچھ لیا تھا، وہ سب ان کو لوٹا دیا۔

سریہ زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ/ سریہ وادی القریٰ:

یہ سریہ ماہ رجب سن ۶ ہجری میں گیا۔ مسلمان بنی فزارہ سے لڑ پڑے۔ مسلمانوں میں سے بہت سے شہید ہو گئے۔ معرکہ جنگ سے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت زیادہ زخمی حالت میں لائے گئے۔ آپ میں تھوڑی سی جان باقی تھی۔

سریہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ/ سریہ دومۃ الجندل:

یہ سریہ ماہ شعبان سن ۶ ہجری میں دومۃ الجندل کی طرف گیا۔۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر انہیں اپنے روبرو بٹھایا۔۔۔۔۔ پھر اپنے دست مبارک سے ان کے سر پر عمامہ باندھا اور ان سے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے مبارک نام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرو۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کریں، ان سے قتال

کرو ــــ اور کسی سے بے وفائی نہ کرو ــــ جنگ کے دوران لڑکے کو قتل نہ کرو۔"

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سات سو مجاہدوں کے ہمراہ بنی کلب کی طرف دومتہ الجندل بھیجا ــــ لشکر کی روانگی کے وقت آپ نے ان سے فرمایا:

"اگر بنی کلب تمہاری اطاعت کریں اور مسلمان ہو جائیں تو تم ان کے سردار کی بیٹی سے بیاہ کر لینا۔"

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ دومتہ الجندل جا پہنچے ــــ وہاں تین دن ٹھہرے رہے۔ ان لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے رہے ــــ بنی کلب کا رئیس اصبغ بن عمرو الکلبی جو عیسائی تھا، تیسرے دن اسلام میں داخل ہو گیا تھا ــــ اصبغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ان کی قوم کے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے ــــ اور جو شخص جزیہ دینے پر ٹھہرا رہا، وہ ٹھہرا رہا ــــ

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تماضر بنت اصبغ سے بیاہ کیا اور انہیں مدینہ لے آئے ــــ تماضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابا سلمہ کو جنم دیا۔

سریہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

سن ۶ ہجری ماہ شعبان میں یہ سریہ بنی بکر کی طرف روانہ کیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ ایک سو جانثار تھے۔

اس سریہ کا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ اطلاع ملی تھی کہ بنی سعد بن بکر اس ارادے سے لوگوں کو اکٹھا کر رہے ہیں کہ خیبر کے یہودیوں کی طاقت بڑھائیں اور ان کی مدد کریں ــــ فدک اور خیبر کے درمیان مسلمانوں سے ان کا سامنا ہوا ــــ مسلمانوں نے ان کے پانچ سو آدمی قیدی کر لیے اور دو ہزار بکریاں ہاتھ آ گئیں' بنی سعد فرار ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی مدینہ لوٹ آئے اور کوئی جنگ نہیں ہوئی۔

سریہ زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ / سریہ وادی القریٰ:

وادی القریٰ میں پہلا سریہ ماہ رجب سن ۶ ہجری میں واقع ہوا ــــ جبکہ دوسرا معرکہ ماہ رمضان سن ۶ ہجری میں حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سربراہی میں ہی واقع ہوا۔

یہ سریہ وادی القریٰ کے ناحیہ میں ام قرفہ بنت ربیعہ بنت زید الفزاری کی طرف گیا۔ یہ مقام مدینہ سے سات میل پر ہے۔

اس سریہ کا سبب یہ تھا کہ حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجارت کے لیے ملک شام کی طرف گئے تھے۔ ان کے ہمراہ بہت سے صحابہ کرام کی پونجی (مال ومتاع) تھی ــــ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ وادی القریٰ میں پہنچے تو اہل قرارہ جو بنی بدر سے تھے، انہوں نے حضرت زید اور ان کے ساتھیوں کو مارا اور جو مال ومتاع تھا، سب لوٹ کر لے گئے۔

یہ لوگ لٹے پٹے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا بیان کیا ــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لشکر دے کر بنی قرارہ کی طرف روانہ فرمایا اور فرمایا:

"دن میں قیام کرو اور رات میں چلو۔"

زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق رات میں سفر کرتے اور دن میں قیام ــــ یہ لوگ بنی فزارہ میں صبح کے وقت پہنچے اور سب نے نعرہ تکبیر بلند کیا ــــ بنی فزارہ کے جو لوگ موجود تھے، انہیں گھیر کر قتل کر دیا ــــ بنی فزارہ کی رئیسہ ام قرفہ گرفتار کر لی گئی ــــ ام قرفہ کی بیٹی جاریہ بن مالک بن حذیفہ بن بدر کو بھی پکڑ لیا ــــ قیس بن المحسر نے ام قرفہ جو کہ بڑی عمر کی بڑھیا تھی، کو یہ سزا دی کہ اس کے دونوں ہاتھ رسی سے باندھ کر دو اونٹوں کے درمیان باندھ دیا۔ پھر ان اونٹوں کو ہانک دیا۔ وہ ایسے گئے کہ ام قرفہ کو چیر ڈالا۔

زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے گئے تھے، ویسے ہی لوٹ آئے ــــ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ ایسے حال میں تھے کہ برہنہ تھے اور اپنا کپڑا کھینچ رہے تھے۔ زید کے پاس تشریف لائے۔ آپ نے زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معانقہ فرمایا اور انہیں بوسہ دیا۔ ان سے خبر دریافت فرمائی ــــ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس شے پر اللہ تعالیٰ نے انہیں کامیابی عطا فرمائی تھی، آپ کو اس کی خبر دی۔

سریہ عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ سریہ ابو رافع سلام بن ابی الحقیق عبداللہ یہودی کے خاتمہ کے لیے گیا ــــ اس بدبخت نے یوم خندق میں گروہوں کو اکٹھا کیا تھا۔

اس سریہ سے متعلق مختلف روایات ہیں:

☆ یہ سریہ ماہ رمضان سن ۶ ہجری میں گیا تھا۔

☆ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سریہ ماہ ذی الحجہ سن ۵ ہجری میں بنی قریظہ کے واقعہ کے بعد بھیجا ــــ (ابن سعد)

☆ جمادی الاخر ہجرت کے تیسرے سال میں بھیجا گیا۔

☆ بخاری میں ہے کہ کعب بن اشرف یہودی کے قتل کے بعد بھیجا ــــ (زہری)

اس سریہ میں حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ یہ صحابہ تھے:

☆ عبداللہ بن انیس ☆ ابو قتادہ

☆ اسود بن خزاعی ☆ مسعود بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہما

ابو رافع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا پہنچاتا تھا اور لوگوں کی آپ کے خلاف مدد کرتا تھا ــــ مجاہدین خیبر کی طرف گئے اور چھپ رہے۔ جب کچھ سکون ہوا تو آگے بڑھے۔

آفتاب غروب ہو چکا تھا اور لوگ اپنے چرنے والے جانور لے جا چکے تھے ــــ عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہودیوں کی بولی جانتے تھے ــــ عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

''تم لوگ اپنی جگہ بیٹھ جاؤ میں جاتا ہوں اور دربان کے ساتھ بات کرتا ہوں۔ یقین ہے کہ میں قلعہ کے اندر داخل

ہو سکوں گا۔''

عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازہ کے قریب ہوئے۔ انہوں نے اپنے کپڑے سے ڈھاٹا باندھا' گویا وہ قضائے حاجت کرتے ہیں ____ لوگ اس وقت قلعہ میں جا چکے تھے ____ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دربان نے آواز دی:

''اے عبداللہ[۲۷۵] اگر تم قلعہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے ہو تو داخل ہو جاؤ ____ ورنہ میں یہ ارادہ کرتا ہوں کہ قلعہ کا دروازہ بند کر دوں۔''

عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں قلعہ میں داخل ہو گیا اور میں چھپ رہا۔ جب آدمی قلعہ میں داخل ہو گئے تو دربان نے قلعہ کا دروازہ بند کر کے کنجیاں لٹکا دیں ____ میں کنجیوں کی طرف گیا اور انہیں لے کر دروازہ کھول دیا۔

ابو رافع کے پاس رات میں قصے کہانیاں کہی جاتی تھیں۔ وہ اپنے بالاخانے پر رہا کرتا تھا۔ جب اس کے پاس سے قصہ کہانی کہنے والے چلے گئے۔ میں اس کی طرف چڑھا۔ میں ایک دروازہ کھولتا تو اندر سے میں اپنے اوپر دروازہ بند کر دیتا تھا ____ ایک اور روایت میں ہے کہ میں نے دروازہ کھولنے کے بعد کہا کہ میں ابو رافع کے لیے ہدیہ لایا ہوں ____ ابو رافع کی بیوی نے ان کے لیے دروازہ کھول دیا۔ اس عورت نے جب ہتھیار دیکھے تو شور کرنا چاہا لیکن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے تلوار کے اشارہ سے خاموش رہنے کے لیے کہا' وہ ساکت ہو گئی ____

میں ابو رافع تک پہنچ گیا ____ اچانک میں نے اسے ایک تاریک مکان میں پایا۔ اس کے جسم پر مصری سپید چادر کی وجہ سے اسے پہچانا ____ میں نے ابو رافع کہہ کر آواز دی۔ اس نے کہا یہ کون شخص ہے؟ ____ میں نے آواز کی سمت ہو کر اس پر تلوار سے ایک ضرب لگائی لیکن وہ قتل نہیں ہوا۔ اس نے چیخ ماری میں مکان سے باہر نکل آیا اور تھوڑی دور جا کر ٹھہر گیا ____ پھر میں ابو رافع کے پاس داخل ہوا ____ گویا اس کی مدد کے لیے میں نے آواز بدل کر کہا:

''اے ابو رافع! یہ کیسی آواز ہے؟''

اس نے اپنا خادم سمجھتے ہوئے کہا:

''تیری ماں پر افسوس ہے' اس سے پہلے کسی شخص نے اس گھر میں میرے تلوار ماری۔''

عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے ایک اور ضرب لگائی جس سے مجھے یوں لگا کہ میں نے اسے ست کر دیا ____ حال یہ تھا کہ میں نے اسے قتل نہیں کیا تھا ____ پھر میں اس سے دور ہٹ گیا اور پھر آیا اور اب میں نے اپنی تلوار کی نوک اس کے پیٹ پر رکھی یہاں تک کہ اس کی پیٹھ تک پہنچ گئی ____ اس وقت وہ بدبخت قتل ہوا۔

اس کے بعد میں ایک ایک دروازہ کھولتا گیا یہاں تک کہ تمام دروازے کھول کر اس کے مکان کی سیڑھی تک پہنچا۔ میں نے اپنا پاؤں رکھا اور میں یہ گمان کر رہا تھا کہ میں زمین تک پہنچ گیا ہوں ____ چاندنی رات میں گر پڑا۔ میری پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ میں نے اپنے عمامہ سے اس پر پٹی باندھ لی۔ جب مرغ نے اذان دی تو موت کی خبر دینے والے نے قلعہ کی دیوار پر کھڑے ہو کر پکارا:

---

۲۷۵ عام طور پر ہر شخص کو عبداللہ کہتے ہیں۔

''ابو رافع! تاجر حجازی مارا گیا۔''

میں اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور ان سے کہا:

''جلدی سے نکل چلو' تحقیق اللہ تعالیٰ نے ابو رافع کی جان لے لی۔''

پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا اور آپ سے واقعہ بیان کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

''تم اپنا پاؤں پھیلا دو۔''

میں نے پاؤں پھیلا دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا ــــ میں نے جانا کہ میری ٹانگ میں کبھی کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔

سریہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہود خیبر نے ابورافع سلام بن ابی الحقیق گستاخ کے قتل کے بعد اسیر بن زرام الیہودی کو اپنا امیر مقرر کیا ــــ اسیر بنی غطفان وغیرہ قبائل میں جا کر انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کے لیے جمع کرنے لگا ــــ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی۔ آپ نے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین ساتھیوں سمیت ماہ رمضان سن ۶ ہجری میں مخفی طور پر بھیجا ــــ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسیر سے متعلق معلومات لینے گئے تھے اور وہاں کا جائزہ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اس کے بارے میں آپ کو خبر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیس مجاہدوں پر امیر بنا کے روانہ فرمایا۔

یہ لوگ اسیر کے پاس آئے اور جنگی حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے اسے کہا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں تیرے پاس اس لیے بھیجا ہے کہ تو آپ کے پاس آئے ــــ تجھے خیبر پر عامل بنایا جائے گا اور تیرے ساتھ احسان اور نیکی کریں گے۔''

وہ ان کی باتوں میں آ گیا ــــ وہ تیس آدمیوں کے ساتھ اونٹوں پر سوار نکلا ــــ مسلمان پیدل گئے تھے' ہر اونٹ سوار یہودی کے پیچھے ایک مسلمان بیٹھ گیا ــــ خیبر سے چھ میل دور مقام قرقرہ پر جب یہ پہنچے ــــ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسیر یہودی کی بے وفائی پر اسے ضرب لگائی۔ اسیر اپنے اونٹ سے گر پڑا ــــ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسیر کے ساتھیوں پر پل پڑے اور انہیں ہلاک کر دیا۔

پھر یہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور اپنی کامیابی کی خبر دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے تمہیں ظالم قوم سے نجات دی۔''

سریہ کرز ابن جابر الفہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ / سریہ عرینین:

عرینین دو قبیلے ہیں' قضاعہ اور بجیلہ ـــــ سریہ عرینین کو بخاری نے خیبر سے پہلے اور حدیبیہ کے بعد ذکر کیا ہے۔ سریہ حدیبیہ ماہ ذیقعدسن ۶ ہجری میں تھا۔

بخاری میں کتاب المغازی میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بنی عکل اور بنی عرینہ کے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کلمۂ توحید پڑھ کر اپنا اسلام ظاہر کیا۔ ان لوگوں نے عرض کیا:

''یا نبی اللہ! ہم اونٹ بکریاں وغیرہ دودھ دینے والے جانور رکھتے تھے ـــــ ہم کھیتی باڑی نہیں کرتے تھے۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے آٹھ دس اونٹ اور ایک چرواہا عنایت فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پئیں ـــــ یہ لوگ گئے اور انہوں نے ان کا دودھ اور پیشاب پیا اور تندرست ہو گئے' موٹے ہو گئے اور ان کا رنگ و روغن پھر لوٹ آیا ـــــ حالات بدلنے پر ان کی نیت بھی بدل گئی۔ اسلام لانے کے بعد وہ کافر ہو گئے اور مقام حرہ کے ناحیہ میں چرواہے کو قتل کر ڈالا اور اونٹ ہانک کر لے گئے۔

اس کی مزید تفصیل صحیح مسلم میں ملتی ہے کہ یہ سریہ انصار کے بیس سواروں کا تھا ـــــ ابن مردویہ نے سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک غلام یسار تھا۔ آپ نے اسے دیکھا کہ وہ اچھے طور سے نماز پڑھتا ہے۔ آپ نے اسے آزاد کر دیا اور اپنی اونٹنیوں کے ساتھ مقام حرہ میں بھیج دیا۔

ایک گروہ نے جو عرینہ سے تھا' اسلام ظاہر کیا اور آپ کی خدمت میں جب آئے تو وہ بخار میں مبتلا تھے' ان کے پیٹ بڑھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی حالت دیکھ کر حکم فرمایا کہ وہ اونٹنیوں میں چلے جائیں۔ جب وہ تندرست ہو گئے تو یسار کو قتل کر دیا اور اس کی دونوں آنکھوں میں کانٹے چبھوئے اور اونٹ ہانک کر لے گئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے پیچھے مسلمان سوار بھیجے۔ ان سواروں کے امیر کرز بن جابر الفہری تھے۔ کرز انہیں پکڑ کر لے آئے اور آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ کے حکم سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے۔ ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں ـــــ سلائیاں قصاص کے طور پر پھیری گئیں کیونکہ انہوں نے چرواہے کی آنکھیں کانٹوں سے پھوڑ ڈالی تھیں۔

سریہ عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ سریہ مکہ ابوسفیان بن حرب کی طرف گیا ـــــ ابوسفیان نے غدر سے ایک شخص کو بھیجا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر ڈالے ـــــ اس شخص کے پاس خنجر تھا تاکہ دھوکہ سے آپ پر وار کرے ـــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھ کر فرمایا:

''یہ شخص غدر کا ارادہ کرتا ہے۔''

السید بن الحضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے اندرون تہمد کو پکڑ کے کھینچا تو خنجر موجود پایا۔ وہ شخص شرمندہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"تو مجھے سچ بتا کہ تو کون ہے؟"

اس نے کہا:

"اگر میں سچ کہوں تو کیا میرے لیے امن ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"بے شک مجھے امن ہے۔"

اس شخص نے ابوسفیان کی سازش سے آگاہ کیا ـــــ آپ نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابوسفیان کی طرف بھیجا۔ سلمہ بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ہمراہ تھے ـــــ دوسری روایت میں خیار بن صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ہے ـــــ آپ نے ان دونوں سے فرمایا:

"تم دونوں ابوسفیان کو غافل پاؤ تو اسے قتل کر ڈالو۔"

وہ دونوں مکہ داخل ہوئے۔ عمرو بن امیہ چلے گئے۔ رات کو جب وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے معاویہ بن ابوسفیان نے ان کو دیکھا ـــــ قریش کو اس کی خبر کی۔ قریش کو عمرو سے خوف محسوس ہوا ـــــ دور جاہلیت میں عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اچانک آدمی کو مار ڈالتے تھے ـــــ اہل مکہ نے عمرو بن امیہ کے لیے لوگوں کو اکٹھا کیا۔ یہ اطلاع ملنے پر عمرو بن امیہ اور سلمہ بن اسلم دونوں مکہ سے فوری نکل گئے۔

عمرو بن امیہ کو عبداللہ بن مالک التیمی سے ملے اور اسے ہلاک کر دیا پھر اور شخص کو قتل کیا ـــــ قریش کے دو قاصد انہیں ملے ـــــ خبر کے تجسس میں نکلے تھے۔ ایک کو عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیر سے قتل کر ڈالا اور دوسرے کو قید کر کے اپنے ساتھ مدینہ لے گئے۔ عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی کارکردگی سے آگاہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوشی کا اظہار فرمایا۔

مقام حدیبیہ:

حدیبیہ ایک کنواں ہے' اس کنویں کے نام پر اس جگہ کا بھی حدیبیہ رکھا گیا ـــــ ایک روایت میں حدیبیہ ایک درخت کا نام ہے ـــــ مقام حدیبیہ مکہ سے نو میل کے فاصلے پر ہے اس مقام کا بیشتر حصہ حرم شریف میں ہے اور کچھ مقام حل میں۔

ہجرت کے بعد پہلے عمرے کے لیے روانگی:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سن ۶ ہجری ماہ ذیقعد دوشنبہ کے دن عمرہ کے لیے تشریف لے گئے ـــــ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ ایک ہزار چار سو (۱۴۰۰) صحابہ کرام بھی آپ کے ہمراہ تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ پر ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خلیفہ مقرر فرمایا ـــــ آپ کے ساتھ کوئی خاص ہتھیار نہیں تھے لیکن مسافر کے ہتھیار جیسے کہ تلواریں نیاموں میں تھیں ـــــ جب آپ ذوالحلیفہ میں تھے تو آپ نے قربانی کے اونٹوں کی گردنوں میں قلادے ڈالے اور قربانی کی علامت کے لیے ان کے کوہان چیر دیے اور وہاں احرام باندھا

____ صحابہ کرام نے بھی وہاں اپنے قربانی کے اونٹوں کے قلاوے ڈالے اور ان کے کوہان چیرے۔

قریش کے بارے خبر:

بخاری کی ایک روایت ہے کہ آپ نے ذوالحلیفہ سے عمرہ کے لیے احرام باندھا____ آپ کا ایک جاسوس بنی خزاعہ سے تھا۔ آپ نے اسے قریش کی خبر لانے کے لیے بھیجا۔ حدیبیہ کے بالمقابل ایک جگہ غدیر اشطاط ہے۔ آپ وہاں تشریف لے گئے ____ اتنے میں وہ جاسوس خبر لے کر آ گیا۔ اس نے بتایا کہ قریش نے آپ کے لیے ہر ایک قبیلہ کے گروہ کو جمع کیا ہے۔ قریش کے حلیفوں میں بنی الہول بن خذیمہ اور بنی الحارث بن عبد مناۃ اور خزاعہ سے بنی المصطلق تھے ____ اور یہ بتایا کہ قریش:

☆ آپ سے جنگ کرنے والے ہیں' اور

☆ بیت اللہ شریف سے آپ کو روکنے والے ہیں اور

☆ مکہ سے آپ کو منع کرنے والے ہیں۔

صحابہ کرام سے مشورہ:

یہ سن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''اے لوگو! تم مجھے مشورہ دو ____ قریش ہمیں بیت اللہ سے روکنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ کیا تم مناسب سمجھتے ہو کہ میں ان کے عیال اور ان کی اولاد کی طرف جھک پڑوں۔''

اسی حدیث میں ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ بیت اللہ کے ارادہ سے مدینہ سے نکلے ہیں۔ نہ آپ کسی کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں نہ کسی جنگ کا ____ آپ بیت اللہ کی طرف متوجہ ہوں' جو لوگ بیت اللہ سے روکیں گے ہم ان سے لڑیں گے۔''

یہ سن کر آپ نے فرمایا:

''اللہ کے نام پر چلے جاؤ۔''

امام احمد نے اس حدیث پر یہ اضافہ کیا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے:

''میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر اپنے اصحاب سے مشورہ کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔''

یعنی آپ فرمان الٰہی و مشاورھم فی الامر ____ اپنے اصحاب سے بکثرت مشورہ فرماتے تھے۔

بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ جس وقت صحابہ کرام ابھی راستہ ہی میں تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''خالد بن ولید مقام غمیم میں قریش کے سواروں میں مقدمۃ الجیش ہے۔ تم لوگ خالد کے دائیں جانب کا راستہ لو'' ____ ۲۷۶ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ خالد کو اصحاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ اصحاب لشکر خالد کے غبار

---

۲۷۶ غمیم، رابغ اور جحفہ کے درمیان مکہ سے قریب ایک گاؤں ہے۔

میں یکا یک موجود تھے ـــــ خالد اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر چلے گئے ـــــ گھوڑے کو ایڑ لگائی اور قریش کا لشکر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ڈرانے کے لیے چلے گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے تشریف لے گئے۔

مشیت ایزدی:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ٹیلے کی راہ پر پہاڑ کی طرف راستہ میں تھے کہ آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر بیٹھ گئی۔

ساتھیوں نے کہا:

''حل حل،[۲۷۷] لیکن آپ کی اونٹنی اپنی جگہ سے نہیں ہلی ـــــ صحابہ نے دوبارہ خلاتٔ القصوا کہا ـــــ قصوی یعنی آپ کی اونٹنی پھر بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹی۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''قصوا نے سرکشی نہیں کی۔ اس لیے کہ سرکشی اس کی خلقت میں نہیں ہے لیکن قصوا کو حابس الفیل نے روکا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا ہے جیسا کہ ہاتھی کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔''

ہاتھی (فیل) کے ساتھ اس کی مناسبت یوں ہے کہ اگر صحابہ اس صورت میں مکہ میں داخل ہوتے اور قریش انہیں روکتے تو ان کے درمیان خونریزی ہونے کا شدید امکان تھا ـــــ قریش کے اموال لوٹے جاتے۔ جیسا کہ اگر فیل اور اصحاب فیل کا مکہ میں داخل ہونا تقدیر کیا جاتا۔ یوں اصحاب فیل قتل عام کرتے اور اہل مکہ کے اموال لوٹتے لیکن یہ اللہ کریم کو علم تھا کہ اہل مکہ سے ایک خلق اسلام میں داخل ہوگی اور ان کی نسل سے وہ لوگ ہوں گے جو اسلام میں داخل ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کریں گے اس لیے وہ مکہ میں داخل نہیں ہوئے ـــــ پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' قریش مجھ سے کسی ایسے بڑے کام کا سوال نہ کریں گے جس میں اللہ تعالیٰ کے حرمات کی تعظیم کرتے ہیں ـــــ مگر میں ان کو وہ خاص کام عطا کر دوں گا۔''

پھر آپ نے قصوا کو ڈانٹا وہ کود کر کھڑی ہوگئی ـــــ آپ نے قریش سے رخ موڑ لیا۔

حدیبیہ میں معجزہ:

آپ حدیبیہ کی انتہا پر ایسے تھوڑے پانی کے گڑھے پر اترے کہ صحابہ چلوؤں سے تھوڑا تھوڑا پانی لیتے تھے ـــــ دیکھتے دیکھتے گڑھا خالی ہوگیا ـــــ سخت پیاس تھی' پانی بھی اچھی طرح سے دستیاب نہ ہوا ـــــ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی ـــــ

آپ نے اپنے تیر دان سے ایک تیر کھینچا اور صحابہ سے حکم دیا کہ اس تیر کو اس گڑھے میں گاڑ دیں ـــــ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی! کہ وہ پانی سیرابی سے جوش مارتا تھا۔ پانی کی فراوانی کے باعث صحابہ اس سے ہٹ گئے۔

بدیل بن ورقا کی صلح کے لیے کوشش:

بدیل بن ورقاء الخزاعی بنی خزاعہ کے تین چار آدمیوں کے ساتھ آیا ـــــ یہ لوگ اہل تہامہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

---

۲۷۷ جب اونٹ چلتے چلتے رک جائے، عرب لوگ اس وقت یہ کلمہ بولتے ہیں۔

علیہ وآلہ وسلم کے امانت راز کے لیے ایسے محافظ تھے جیسے جامہ دان لباس کے لیے محافظ ہوتا ہے ـــــ یعنی آپ کے اسرار کو محفوظ رکھتے تھے ـــــ بدیل نے کہا:

''میں کعب بن لوئی اور عامر بن لوئی کو چھوڑ کر آ رہا ہوں ـــــ وہ حدیبیہ کے ان پانیوں پر اترے ہیں جو منقطع نہیں ہوئے۔ ان کے ساتھ دودھ دینے والی اور بچے والی اونٹنیاں ہیں تاکہ ان کے دودھ سے بھوک مٹائیں ـــــ انہوں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ وہ آپ سے جنگ کریں گے اور آپ کو بیت اللہ سے ضرور روکیں گے۔ وہ یوں نہیں لوٹیں گے ـــــ وہ لوگ طویل قیام کے ارادہ سے اپنی عورتوں اور بچوں کو ساتھ لائے ہیں تاکہ ان کے دل میں بھاگنے کا خیال نہ آئے۔''

بدیل اس گفتگو کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ہم کسی جنگ کے لیے نہیں آئے بلکہ عمرہ کے لیے آئے ہیں ـــــ قریش کی یہ حالت ہے کہ جنگ نے ان کو ضعیف اور لاغر کر دیا ہے اور ان کو نقصان پہنچایا ہے ـــــ اگر قریش چاہتے ہیں میں اپنے اور ان کے درمیان ایک مدت مقرر کرنا چاہتا ہوں اور میرے اور کفار عرب وغیرہ کے درمیان راستہ خالی رہے بشرطیکہ وہ یہ چاہتے ہوں۔

اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس دین کو ظاہر کیا اور قوت دی ـــــ اور اگر قریش چاہیں کہ میری اطاعت میں داخل ہوں جیسے کہ اور لوگ میری اطاعت میں داخل ہوئے ہیں' وہ یہ کریں ـــــ اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس دین کو ظاہر نہیں کیا تو قریش جنگ سے امن میں ہوں گے اور اگر قریش ان امور سے انکار کریں گے تو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں ان سے اپنے دین کے لیے ضرور جنگ کروں گا یہاں تک کہ میں تنہا رہ جاؤں اور قتل کیا جاؤں اور پھر اللہ تعالیٰ جو چاہے اپنا امر نافذ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ باتیں سن کر بدیل نے کہا:

''آپ نے جو کچھ فرمایا' میں قریش کو پہنچا دوں گا۔''

یہ کہہ کر بدیل چلا گیا اور قریش کے پاس پہنچا اور ان سے کہا:

''میں تمہارے پاس اس ذات سے آیا ہوں اور ہم نے اس ذات سے یہ سنا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ ہم تمہارے روبرو پیش کریں تو ہم پیش کرتے ہیں۔''

قریش کے سفہا یعنی عکرمہ بن ابی جہل اور حکم بن العاصی نے کہا:

''ہمیں کوئی حاجت نہیں کہ تم ہمیں آپ کی طرف سے کسی شے کی خبر دو۔''

قریش میں سے جو شخص ذی رائے تھا' اس نے بدیل سے کہا:

''جو بات آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہتے ہیں اور تم سن کے آئے ہو' بیان کرو۔''

بدیل نے کہا:

''میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سنا ہے' آپ ایسا ایسا کہتے ہیں۔''

جو کچھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدیل سے فرمایا تھا' قریش سے بیان کیا۔

عروہ بن مسعود قریش کا سفیر:

بدیل کی بات سن کر عروہ بن مسعود کھڑا ہو گیا اور اس نے قریش سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''اے قوم! کیا تم میرے والد کی جگہ نہیں ہو ـــــ یعنی جیسی شفقت باپ بیٹے پر کرتا ہے' تم ویسی شفقت نہیں کرتے ہو۔''

قریش نے کہا:

''بے شک ہم باپ کی طرح ہیں'' ـــــ عروہ نے کہا:

''کیا میں بیٹے کی جگہ نہیں ہوں ـــــ یعنی جیسے بیٹا باپ کا خیر خواہ ہوتا ہے میں تمہارا خیر خواہ نہیں ہوں۔'' ـــــ قریش نے کہا:

''بے شک تم بیٹے کی جگہ ہو'' ـــــ عروہ نے کہا:

''کیا تم لوگوں نے مجھے تہمت کے ساتھ منسوب کیا ہے؟ ـــــ قریش نے کہا:

''ہم نے کبھی تم پر تہمت نہیں لگائی'' ـــــ عروہ نے کہا:

''کیا تم نہیں جانتے کہ تمہاری نصرت کے لیے میں نے اہل عکاظ کو بلایا جبکہ اہل عکاظ نے تمہاری نصرت سے انکار کیا ـــــ تو میں تمہارے پاس اپنے اہل وعیال اور ان لوگوں کو جنہوں نے میری اطاعت کی' تمہارے پاس لے آیا۔''

قریش نے کہا:

''بے شک ایسا ہی ہے'' ـــــ عروہ نے کہا:

''اس ذات (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تم لوگوں کے سامنے خیر وصلاح کی دعوت پیش کی ہے' تم اسے قبول کر لو اور مجھے چھوڑ دو کہ میں ان کے پاس جاتا ہوں۔''

قریش نے کہا ـــــ ''جاؤ!''

عروہ بن مسعود آنحضرت صلی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بات کرنے لگا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بدیل سے جو فرمایا تھا ویسا ہی عروہ سے ارشاد فرمایا۔ عروہ نے آپ کے اس ارشاد پر کہ ''میں قریش سے جنگ کروں گا۔'' اس نے کہا:

''اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ مجھے یہ بتائیں کہ کیا آپ اپنی قوم کو بالکل ہلاک کر دیں گے ـــــ کیا آپ نے عربوں سے کسی کو سنا ہے کہ اس نے آپ سے اپنے اہل یا اپنے اصل کو ہلاک کیا ہو ـــــ اور اگر آپ کے دشمنوں یعنی قریش آپ پر غالب آ گئے تو مجھے آپ پر امن کی امید نہیں ہے ـــــ واللہ میں قریش کے سرداروں کو دیکھتا ہوں اور پھر آپ کے صحابہ کرام میں اخلاط الناس کو دیکھتا ہوں کہ وہ اس لائق ہیں کہ جنگ میں آپ کے پاس سے بھاگ جائیں اور آپ کو چھوڑ دیں۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے' عروہ کی بات سن کر سخت غصہ آیا اور اسے ملامت کرتے ہوئے فرمایا:

''امصص بضر اللات ــــ تو لات بت کی شرمگاہ میں جو ٹکڑا ہے اسے جا کے چوس ــــ کیا ہم آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس سے بھاگ جائیں گے؟ ــــ کیا ہم آپ کو چھوڑ دیں گے؟''۲۷۸

عروہ نے چونکہ صحابہ کرام کو فرار کی طرف نسبت دی تھی' اس بات نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ لفظ کہنے پر مجبور کیا ــــ عروہ نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ لفظ سنا تو پوچھنے لگا:

''یہ شخص کون ہے؟''

صحابہ کرام نے فرمایا:

''ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔''

عروہ نے کہا:

سن لو! قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے ــــ اگر مجھ پر تمہارا وہ احسان نہ ہوتا جس کا بدلہ میں نہیں چکا سکا' میں تمہیں اس کا جواب ضرور دیتا۔''۲۷۹

راوی لکھتا ہے کہ عروہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باتیں کرنے لگا تو دوران گفتگو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک پکڑ لیتا ــــ یہ گفتگو باہم جاری تھی تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک کے پاس اس طرح کھڑے تھے کہ ان کے ہاتھ میں تلوار تھی اور ان کے سر پر مغفر تھا' عروہ جب اپنا ہاتھ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک کی طرف بڑھاتا تو مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تلوار کی کوتھی اس کے ہاتھ پر مار دیتے اور کہتے تھے:

''اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک سے ہٹا۔''۲۸۰

عروہ کو جب تلوار کی کوتھی مارنے کی وجہ سے زیادہ تکلیف ہوئی تو اس نے سر اٹھا کر صحابہ سے پوچھا:

''یہ شخص کون ہے؟''

صحابہ کرام نے فرمایا:

---

۲۷۸ علماء نے کہا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے عروہ کو برا کہنے میں مبالغہ ہے۔ اس لیے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عروہ کے معبود لات بت کو عروہ کی ماں کی جگہ قائم کیا ــــ عرب مذمت کرنے کی جگہ یہ کہتے ہیں۔ امصص بظر امک یعنی تو اپنی ماں کی شرم گاہ کا پارۂ گوشت چوس ــــ بظر گوشت کا وہ ٹکڑا ہے جو ختنہ کرنے کے بعد عورت کی اندام نہانی میں باقی رہ جاتا ہے۔

۲۷۹ عروہ کے ذمہ دیت تھی، ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس اونٹ دیئے تھے۔

۲۸۰ علماء نے کہا ہے کہ عرب کی یہ عادت تھی کہ مرد جس شخص سے کلام کرتا، اس کی داڑھی پکڑتا تھا۔ خصوصاً ملاطفت کے وقت ــــ اور اکثر موقعوں پر اپنے ہم مرتبہ کے ساتھ یہ نہیں کرتا لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عروہ کی تالیف قلبی اور استمالت کی وجہ سے اس سے تغافل اور سکوت فرماتے تھے جبکہ مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عروہ کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اجلال اور تعظیم کے سبب منع کرتے تھے۔

''مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔''

عروہ بن مسعود کہنے لگا:

''او بے وفائی کرنے والے! کیا میں تیری جنایت کے شر کے دفع کرنے میں کوشش نہیں کرتا تھا اور اپنا مال نہیں خرچ کرتا تھا۔''

واقعہ یہ تھا کہ عہد جاہلیت میں مغیرہ ایک قوم کے دوست اور ان کے ساتھ ہو گئے۔ پھر مغیرہ نے انہیں قتل کر ڈالا اور ان کے اموال لے لیے اور مدینہ آ کر مسلمان ہو گئے ـــــ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مغیرہ سے فرمایا:

''میں تمہارا اسلام قبول کرتا ہوں لیکن تمہارے مال سے مجھے کوئی واسطہ نہیں۔''

اس لیے کا کفار کا مال امن کی حالت میں لیا ہے کہ وہ تمہارے دوست تھے۔

صحابہ کی وارفتگی کا عینی شاہد:

عروہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کو دونوں آنکھوں سے دیکھنے لگا ـــــ راوی نے کہا ہے کہ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ:

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سینہ یا ناک کا پانی نہیں پھینکا مگر صحابہ میں سے کسی کے ہاتھ میں گرا تو اس نے اس پانی کو اپنے منہ یا اپنے جسم کی جلد پر مل دیا۔

☆ جس وقت آپ نے ان کو کسی کام کے لیے ارشاد فرمایا تو اسے کرنے کے لیے وہ جلدی سے دوڑے' اور

☆ جس وقت آپ نے وضو کیا تو آپ کے وضو کے بچے ہوئے پانی پر صحابہ اس طرح لپک پڑے کہ کوئی قطرہ زمین پر گرنے نہ پاتا اور شوق اور وارفتگی کا یہ عالم کہ اس سعادت کے لیے شاید قتال ہو جائے' اور

☆ جس وقت آپ کلام فرماتے' صحابہ کرام آپ کے حضور اپنی آوازیں پست کر دیتے تھے اور ادب و تعظیم کے باعث آپ کی طرف نگاہ اٹھا کے نہیں دیکھتے تھے۔

فتح الباری میں کہا ہے کہ اصحاب کے اس فعل میں عروہ کی اس بات کے رد کی طرف اشارہ ہے کہ صحابہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مصیبت میں تنہا چھوڑ کر فرار ہو جائیں گے ـــــ صحابہ کرام نے گویا زبان حال سے کہا کہ جو لوگ جس شخص سے اس درجہ محبت رکھتے ہیں اور اتنی بلند تر تعظیم سے باعث تعظیم و تکریم سمجھتے ہیں' ان لوگوں پر کیوں یہ گمان کیا جائے کہ اس شخص کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے اور اسے دشمن کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں گے بلکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام ان قبائل سے جو مجرد رحم کے سبب بعض کے ساتھ رعایت کرتے ہیں' آپ اور آپ کے دین اور آپ کی نصرت کے ساتھ تعلق اور پکڑ میں سخت ہیں۔

عروہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ کے آیا اور کہنے لگا:

''اے لوگو! واللہ میں ملوک کے پاس گیا ـــــ اور قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے پاس گیا ـــــ واللہ! میں نے ہرگز کسی بادشاہ

کو نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی تعظیم مکہ کے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب‘ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی کرتے ہیں ۔۔۔۔۔ واللہ)

☆ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رینٹ یا تھوک اور بلغم پھینکتے ہیں تو وہ آپ کے اصحاب میں سے ایک کے ہاتھ میں گرتا ہے ۔۔۔۔ اور وہ صحابی اس رینٹ اور تھوک یا بلغم کو اپنے منہ اور جسم کی جلد پر ملتا ہے‘ اور

☆ جس وقت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اپنے صحابہ کو کوئی حکم دیتے تو اس کی تعمیل کے لیے صحابہ دوڑتے ہیں‘ اور

☆ جس وقت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) وضو کرتے ہیں تو وہ لوگ اس کے قریب ہوتے ہیں کہ وضو کے بقیہ پانی کے لیے آپس میں لڑ مریں‘ اور

☆ جس وقت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) بات کرتے ہیں تو صحابہ اپنی آوازیں آپ کے پاس پست کر لیتے ہیں‘ اور

☆ آپ کی تعظیم کی وجہ سے آپ کی طرف تیز نگاہی سے نہیں دیکھتے ہیں اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے تم لوگوں پر ہدایت کا بڑا کام ظاہر کیا ہے‘ تم لوگ اسے قبول کر لو۔“

بنی کنانہ سے سفیرِ قریش:

یہ گفتگو سن کر بنی کنانہ کے ایک شخص نے کہا:

”مجھے جانے دو میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جاتا ہوں۔“

اہل قریش نے اس سے کہا ۔۔۔۔ ”جاؤ“

چنانچہ وہ شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے پاس آیا اسے دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”یہ فلاں شخص ہے اور یہ اس قوم سے ہے کہ قربانی کے اونٹوں کی تعظیم کرتے ہیں۔ اس کے پاس قربانی کے اونٹ بھیجو۔“ (تاکہ وہ یہ دیکھ کر اعتبار کرے کہ ہم جنگ کا ارادہ نہیں رکھتے)۔“

وہ اونٹ اس کے پاس بھیجے گئے۔ صحابہ نے اس کا استقبال لبیک کہتے ہوئے کیا۔ اس شخص نے یہ دیکھ کر کہا:

”سبحان اللہ! ان لوگوں کے لائق نہیں کہ انہیں بیت اللہ سے روکا جائے۔“

وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ کے گیا اور ان سے جا کے کہنے لگا:

”میں نے قربانی کے اونٹ دیکھے ہیں‘ ان کی گردنوں میں قلاوے ڈالے گئے ہیں اور ان کے کوہان چیر دیے گئے ہیں ۔۔۔۔ میں یہ مناسب نہیں سمجھتا کہ انہیں بیت اللہ سے روکا جائے۔“

قریش کے درمیان مکرز بن حفص نامی ایک شخص تھا ۔۔۔۔ وہ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا:

''مجھے اجازت دو میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جاتا ہوں۔''

مکرز بن حفص جب نبی پاک کے صحابہ کے پاس پہنچا تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''یہ مکرز بن حفص ہے۔ یہ مرد فاجر ہے۔''

مکرز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باتیں کرنے لگا۔

سہیل بن عمرو کی صلح کے لیے آمد:

مکرز جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باتیں کر رہا تھا کہ یکایک سہیل بن عمرو القرشی العامری قریش کا خطیب آیا۔۔۔ سہیل کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اب تمہارے لیے تمہارا کام آسان ہوگیا۔''

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ قریش نے سہیل بن عمرو کو بلایا اور اسے کہا:

''تم اس مرد (نبی پاک) کے پاس جاؤ اور اس سے صلح کرلو۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سہیل کو جب سامنے آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

''قریش نے اس شخص کو صلح کے ارادے سے بھیجا ہے۔''

سہیل جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا تو دو زانو بیٹھا۔ جبکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مربع تشریف فرما ہوئے۔۔۔ حضرت عبادہ بن بشر اور سلمہ بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ زرہ مغفر پہنے ہوئے آپ کے سر پر کھڑے ہوئے اور دیگر صحابہ آپ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور سہیل کے درمیان اس پر صلح واقع ہوگئی۔

صلح کی شرائط:

صلح کے لیے یہ شرائط طے کی گئیں:

- ☆ مسلمانوں اور قریش کے درمیان دس سال تک جنگ موقوف رکھی جائے۔
- ☆ بعض ان کا بعض کو امن دے۔
- ☆ مسلمان اس سال واپس لوٹ جائیں۔
- ☆ آپ کے پاس ہمارا کوئی آدمی نہ آئے گا اگرچہ وہ آپ کے دین پر ہو' آپ اسے ہماری طرف لوٹا دیں گے۔

مسلمانوں نے یہ آخری شرط سن کر کہا:

''سبحان اللہ! مسلمان اسلام کی حالت پر آیا ہو تو اسے مشرکین کی طرف کیونکر پھیر دیا جائے گا؟''

صلح نامہ کی تحریر:

سہیل نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ:

''ہمارے اور آپ کے درمیان جو صلح ہوئی ہے اس کے لیے کچھ ایسا ہو کہ وہ تاکید میں آ جائے ـــــ اپنے اور ہمارے درمیان ایک تحریر لکھ دیجئے۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کاتب کو بلایا ـــــ کاتب حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ انہوں نے اصل صلح نامہ لکھا اور سہیل کے لیے اس کی نقل محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی ـــــ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کاتب سے فرمایا:

''بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھو۔''

سہیل نے کہا:

''رحمٰن اور رحیم کو واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ یہ الفاظ کیا ہیں ـــــ لہٰذا آپ **باسمك اللهم** لکھئے جیسے کہ آپ لکھا کرتے تھے۔''

مسلمانوں نے کہا:

''واللہ ہم **باسمك اللهم** نہیں لکھیں گے۔ ہم **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** لکھیں گے۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کاتب سے فرمایا:

'**باسمك اللهم** لکھو ـــــ **هذا ما قاضى عليه محمد رسول الله**۔''

یہ وہ شے ہے جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تفصیل سے حکم دیا ہے ـــــ عبداللہ بن مغفل کی حدیث میں ہے کہ آپ نے یہ لکھا:

هذا ما صالح عليه محمد رسول الله اهل مكة

سہیل نے کہا:

''واللہ اگر ہم یہ جانتے ہوتے کہ آپ رسول اللہ ہیں تو ہم آپ کو بیت اللہ سے نہیں روکتے اور نہ آپ سے جنگ کرتے لیکن آپ محمد بن عبداللہ لکھئے۔''

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''واللہ میں ضرور رسول اللہ ہوں۔ اگرچہ تم لوگوں نے مجھے جھٹلایا ہے لیکن تمہارا جھٹلانا میری رسالت کے لیے نقصان دہ نہیں۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعظیم رسول:

بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''لفظ رسول اللہ مٹا دو۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''میں وہ نہیں جو اسے مٹا دوں۔''
علماء نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فعل ادب مستحب کی قسم سے ہے۔ اس لیے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یہ نہیں سمجھا کہ لفظ رسول اللہ مٹا دینا میرے نفس پر واجب ہے۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے عدم محو کو اوپر نہیں سمجھا اور اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم یہ سمجھ لیتے کہ اس کا مٹا دینا میرے نفس پر واجب ہے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا ترک کرنا جائز نہ ہوتا۔
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:
''جس جگہ لفظ رسول اللہ لکھا ہوا ہے وہ جگہ مجھے دکھاؤ۔''
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی جگہ دکھائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لفظ کو مٹا دیا اور اس کی جگہ لفظ ابن عبداللہ لکھا۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کتابت کے بارے میں اختلاف:

کتاب المغازی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کتاب لے لی اور آپ لکھ نہیں سکتے تھے۔ آپ نے یہ لکھا:

هذا ما قاضى عليه محمد بن عبدالله

اس حدیث کو نسائی اور احمد نے بھی روایت کیا ہے اور اس حدیث کا لفظ یہ ہے کہ:
''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتاب لے لی۔ حال یہ تھا کہ آپ لکھ نہیں سکتے تھے' آپ نے لفظ رسول اللہ کی جگہ **هذا ما قاضى عليه محمد بن عبدالله** لکھا۔''
فتح الباری میں کہا ہے کہ ابوالولید الباجی نے اس روایت کے ظاہر کے ساتھ تمسک کیا ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس کے بعد لکھا کہ آپ نہیں لکھ سکتے تھے ـــــ علمائے اندلس نے ایسا کہنے پر الباجی پر عیب لگایا اور ان کی برائی ان کے زمانہ میں کی اور زندقہ کے ساتھ ان کو منسوب کیا اور کہا:
''الباجی نے جو بات کہی ہے' وہ قرآن شریف کے مخالف ہے۔''
یہاں تک کہ ان علماء میں سے ایک کہنے والے نے کہا:

برئت ممن شرى دنيا بآخرة وقال رسول الله قد كتبا

یعنی ''میں اس شخص سے بری ہو گیا جس نے آخرت کے عوض دنیا کو خرید لیا اور یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لکھا ہے'' ـــــ
اندلس کے امیر نے ان علماء کو جمع کیا۔ الباجی کو جو کچھ معرفت تھی' اس کے ساتھ ان علماء پر الباجی نے مدد چاہی اور امیر سے الباجی نے کہا:

حدیث سے جو لیا گیا ہے کہ "آپ نے لکھا" قرآن شریف کا منافی نہیں ہے بلکہ یہ قرآن کے مفہوم سے لیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ نفی کتابت کی قید قرآن شریف کے ورود سے پہلے ہے ـــــ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وما کنت تتلو من قبله کتاب ولا تخطه بیمینك ـــــ اس کے بعد آپ کی امیت متحقق ہوگئی اور اس کے ساتھ آپ کا معجزہ مقرر ہوگیا اور اس بارے میں شک سے امن ہوگیا اور اس سے کوئی مانع نہیں رہا کہ اس کے بعد تعلیم کے بغیر کتابت پہچانی جائے' چنانچہ اس وقت کتابت دوسرا معجزہ ہوگی۔"

ابن وحید نے کہا ہے کہ علماء سے ایک جماعت نے اس پر کہ "آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے" ـــــ الباجی کی موافقت کی ہے ـــــ ان علماء میں سے

☆ الباجی کے شیخ ابوذر لہروی ☆ ابوالفتح نیشاپوری

اور دوسرے علماء افریقہ ہیں ـــــ اور ان علماء میں سے بعض نے اس کے لیے اس حدیث کے ساتھ احتجاج کیا ہے۔ جس کی روایت ابن شیبہ نے کی ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات نہیں پائی یہاں تک کہ لکھا اور پڑھا۔"

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حروف خط کی معرفت:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ بہت سے آثار ایسے وارد ہوئے ہیں جو یہ دلالت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حروف خط کی معرفت تھی اور ان حروف کی اچھی صورت بناتے تھے۔ جیسے کہ آپ نے اپنے کاتب سے فرمایا:

"تو اپنا قلم اپنے دائیں کان میں رکھ اس لیے کہ اس سے یاد کی کثرت ہوتی ہے۔"

آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا جو فتح عام کے بعد اکثر کتابت کیا کرتے تھے:

"الق الدواة یعنی سیاہی درست کرو' اس میں لیقہ ڈالو یعنی سوف ڈالو ـــــ وحرف القلم اور قلم کو ٹیڑھا خط دو (اس لیے کہ محرف قلم سے لکھنے میں زیادہ مدد ملتی ہے اور دائیں طرف سے بائیں طرف جاتی ہے اور دائیں طرف سے لکھا جاتا ہے) ـــــ واقم الباء اور با کو سیدھا لکھو یا اس کو تھوڑا طول دو' اس لیے کہ با الف اسم کے عوض ہے ـــــ وفرق السین اور سین کے دندانے مفصل لکھو تاکہ آپس میں نہ مل جائیں ـــــ ولاتعور المیم اور میم کا دائرہ اندھا نہ کرو۔"

اور اس کے علاوہ اور چیزوں کے لکھنے میں آپ نے اپنے کاتب کو تعلیم فرمائی ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ان آثار سے جو یہ ذکر ہوا ہے کہ ـــــ "آپ نے لکھا ہے" ـــــ اس لیے کہ یہ جائز ہے کہ آپ نے حروف کی صورت یا بناوٹ سماعت سے پہچانی ہو ـــــ لیکن یہ عقل سے دور نہیں کہ وضع کتابت کا علم آپ کو نصیب ہوا ہو' اس لیے کہ آپ کو ہر شے کا علم دیا گیا تھا ـــــ جمہور علماء نے جواب دیا ہے کہ یہ احادیث ضعیف ہیں اور ان احادیث میں کوئی حجت نہیں ہے ـــــ اور جمہور علماء نے حدیبیہ کے قصہ سے اس طور پر جواب دیا ہے کہ ایک ہی قصہ ہے اور کاتب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ـــــ

جبکہ بخاری میں ہے کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صلح نامہ لکھا ہے ـــــ راوی کے قول میں نکتہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کتاب ایسے حال میں لے لی کہ آپ لکھ نہیں سکتے تھے۔ یہ آپ کے ارشاد کے بیان کے لیے ہے کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ:

''مجھے اس کی جگہ دکھاؤ کہ کہاں لکھا ہے؟''

جو کلمہ مٹانے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے انکار کیا تھا آپ نے اس کلمہ کی جگہ دیکھنا چاہی' یہ ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ آپ لکھ نہیں سکتے تھے ـــــ اور اوپر کے مطلب کے بعد حدیث کے راوی نے یہ کہا فکتب فیہ ـــــ اس کا معنی یہ ہے کہ اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اس لکھے ہوئے کو آپ نے مٹا دیا اور صلح نامہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوٹا دیا ـــــ چنانچہ انہوں نے اس کو لکھا کتب ـــــ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے لکھنے کے لیے امر فرمایا جیسے قائل کا یہ کہنا کہ کتب الی کسریٰ و قیصر ـــــ اس کا معنی یہ ہے کہ کسریٰ اور قیصر کو خط لکھنے کے لیے حکم فرمایا ـــــ اگر اس لفظ کو اس کے ظاہر پر قیاس کریں کہ آپ نے اپنا نام مبارک اس دن ایسے حال میں لکھا کہ آپ لکھنا نہیں جانتے تھے' اس سے یہ لازم نہ ہوگا کہ آپ کتابت کے ساتھ عالم ہو جائیں گے اور اپنے امی ہونے کے وصف سے خارج ہو جائیں گے ـــــ اس لیے کہ بہت سے ان لوگوں میں سے ہیں کہ لکھ نہیں سکتے ہیں اور بعض الفاظ یا کلمات کی صورتیں پہچانتے ہیں اور ان کلمات کی شکل اپنے ہاتھ سے بنا سکتے ہیں' خاص کر ناموں کو لکھ سکتے ہیں۔ ایسے لوگ اس قدر لکھ لینے سے امی ہونے سے خارج نہیں ہو سکتے ـــــ جیسے بادشاہوں سے کثیر لوگ ہیں جو لکھنا نہیں جانتے لیکن اپنا نام لکھ لیتے ہیں اور لوگ انہیں امی کہتے ہیں ـــــ اور یہ احتمال ہوتا ہے کہ اس وقت کہ کتاب لکھی جاتی تھی' آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا دست مبارک کتابت کے ساتھ رواں ہو گیا ـــــ حال یہ تھا کہ آپ لکھ نہیں سکتے تھے لیکن جو کچھ آپ نے لکھا وہ لکھا ہوا مراد کے مطابق نکل آیا ـــــ چنانچہ آپ کا دوسرا معجزہ اس وقت خاصۃً ہوگا اور اس کے باعث آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے امی ہونے سے خارج نہ ہوں گے۔

صلح میں قریش سے موافقت میں حکمت:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا کاتب سے یہ فرمانا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھو اور سہیل کا یہ کہنا کہ رحمٰن اور رحیم کو واللہ میں نہیں جانتا ہوں بلکہ آپ باسمک اللھم لکھئے ـــــ علماء نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی بجائے باسمک اللھم لکھ کر ان لوگوں کی موافقت فرمائی ـــــ اسی طرح لفظ رسول اللہ کی بجائے محمد بن عبداللہ لکھ کر ان کی موافقت فرمائی ـــــ یہ اس بڑی مصلحت کی وجہ سے تھا جو صلح کے باعث حاصل ہوئی ـــــ حالانکہ ان تبدیلیوں میں بظاہر کوئی نقصان دہ بات نہ تھی کیونکہ بسم اللہ اور باسمک اللھم جو دو لفظ ہیں' ان دونوں کا معنی ایک ہی ہے اور اسی طرح محمد بن عبداللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں فرق نہیں ہے ـــــ بخاری کی ایک روایت میں انا رسول اللہ و انا عبداللہ ہے ـــــ اللہ تعالیٰ کا وصف اس جگہ لفظ رحمٰن اور رحیم کے ترک

کرنے میں وہ شے نہیں ہے جو اس وصف کی نفی کرے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف اس جگہ رسالت سے ترک کرنے میں وہ شے ہے جو رسالت کی نفی کرے۔

لہٰذا جو شے ان لوگوں نے طلب کی اس میں کوئی نقصان والی بات نہیں' اس لیے ان کی موافقت کی گئی ــــ بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ نے هذا ما قاضى عليه محمد بن عبدالله لکھا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اس شرط پر کہ تم لوگ ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان حائل نہ ہو' چنانچہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں۔''

سہیل نے کہا:

''آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان واللہ ہم راستہ نہ چھوڑیں گے' اس لیے کہ عرب لوگ باتیں کریں گے کہ ہم مجبور کر دیئے گئے ــــ لیکن یہ بات کہ ہم آپ کو بیت اللہ کے طواف سے نہ روکیں' یہ آئندہ سال سے ہوگا۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے لکھ دیا ــــ

فتح مکہ کے لیے راہ ہموار ہوئی:

اگر یہ اعتراض اٹھایا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شرط پر سہیل کی موافقت کی ان لوگوں میں سے آپ کے پاس کوئی شخص نہ آئے۔ اگرچہ وہ شخص دین اسلام پر ہو مگر آپ اسے مشرکوں کو واپس کر دیں گے ــــ اس میں کیا حکمت تھی؟ ــــ

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مصلحت کہ اس صلح کی تکمیل پر اثر انداز ہوئی۔ اس کے نتائج اور فوائد دور رس تھے ــــ اور اس کا انجام یہ ہوا کہ مکہ فتح ہو گیا اور سارے مکہ والے مسلمان ہو گئے اور لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوئے ــــ صلح سے پہلے مکہ والے مسلمانوں کے ساتھ میل جول نہیں رکھتے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے امور سے وہ لوگ (کہ بعض امر میں بعض معاونت کرتا) واقف نہیں ہوتے تھے اور جو لوگ آپ کے حالات مفصل طور پر جانتے تھے اہل مکہ انہیں آنے نہیں دیتے تھے ــــ لیکن جب حدیبیہ کی صلح ہو گئی تو مکہ والوں نے مسلمانوں سے میل جول کیا ــــ مکہ والے مدینہ آئے ــــ اور مسلمان مدینہ سے مکہ گئے ــــ انہوں نے اپنے دوستوں اور واقف کاروں سے تبادلہ خیال کیا۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے احوال' آپ کے معجزات اور نبوت کی علامات' آپ کا حسن سیرت یعنی طرز زندگی اور حسن معاملات کا سنا ــــ اپنے آپ کا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مختلف پہلوؤں سے موازنہ کیا ــــ چنانچہ مکہ والوں کے دل ایمان کی طرف مائل ہو گئے۔ حتیٰ کہ مکہ والوں میں سے اکثر نے فتح مکہ سے پہلے اسلام کی طرف رجوع کیا۔ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان مسلمان ہو گئے جیسے خالد بن ولید اور عمرو بن العاص وغیرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ــــ اور دوسروں نے اسلام کی طرف رجحان زیادہ کیا جس روز یوم فتح تھا' وہ سارے مسلمان ہو گئے اس لیے کہ ان کے لیے اسلام کی طرف جو جھکاؤ تھا' اس کا آغاز ہو چکا تھا۔

قریش کے علاوہ عرب لوگ جو دیہاتوں میں رہتے تھے' وہ اسلام کے لیے قریش کے اسلام کے منتظر تھے۔[۴۸۱] چنانچہ یہ ہوا

۴۸۱ اس لیے کہ ان کا خیال تھا کہ قریش میں قوت اور رائے ہے اور ان کا یہ خیال تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی قوم یعنی قریش زیادہ جانتی ہے

کہ جب قریش مسلمان ہوئے تو عرب بھی مسلمان ہو گئے ـــــ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اذا جاء نصر اللہ اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس وقت اللہ کے دشمنوں پر ـــــ والفتح فتح مکہ' اس پر کل علماء کا اتفاق ہے جیسا کہ آپ کا ارشاد عالی ہے لاھجرۃ بعد الفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا ـــــ افواج وہ جماعتیں ہیں جن کو عرب لوگ فتح مکہ کے بعد اقطار ارض سے رغبت کی حالت میں لائے ہیں ـــــ چنانچہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول اس حکمت بالغہ سے زیادہ عالم ہیں جس میں سے یہ ہے کہ مسلمان بیت اللہ سے روک دیئے گئے تھے ـــــ ظاہر میں یہ امر شکستگی تھی لیکن باطن میں مسلمانوں کے لیے عزت تھی' بڑائی تھی اور قوت تھی ـــــ جبکہ مشرکین نے عزت کا ارادہ کیا تو ذلیل ہوئے اور غلبہ کا ارادہ کیا تو قہر کی لپیٹ میں آئے۔ وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین

ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معاملہ:

بخاری کی روایت میں ہے کہ جب صلح حدیبیہ کے لیے اصحاب نبی اور اہل مکہ کے درمیان شرائط طے ہو رہی تھیں کہ قریش کے سفیر سہیل بن عمرو کے بیٹے ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ایمان لانے کی سزا کاٹ رہے تھے' قید خانہ سے کسی طرح نکل آئے ' وہ بیڑیوں میں بندھے آہستہ آہستہ چل رہے تھے' انہوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے سامنے ڈال دیا ـــــ ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں سہیل بن عمرو نے کہا:

"اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) یہ وہ پہلی شرط ہے جس کا محاکمہ میں آپ سے کرتا ہوں' آپ اسے میری طرف لوٹا دیجئے۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سہیل سے فرمایا:

"ابھی تو ہم کتابت سے بھی فارغ نہیں ہوئے۔"

سہیل نے کہا:

"اس وقت میں کسی شے پر آپ سے ہرگز صلح نہیں کروں گا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سہیل سے فرمایا:

"تو میرا فعل اس کے حق میں نافذ کر' مجھے اس کی اجازت دے' میں اسے تیری طرف نہیں پھیروں گا۔"

سہیل نے کہا:

"میں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔"

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ہاں تو اجازت دے۔"

اس نے کہا:

"میں اس کی اجازت دینے والا نہیں ہوں۔"

مکرز نے کہا:

''بلکہ ہم نے آپ کو اس کی اجازت دی۔''

ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''اے گروہ مسلمانو! میں مسلمان آیا ہوں اور اس حال میں پھر مشرکین کی طرف واپس کر دیا جاؤں ـــــ کیا تم نے وہ شے نہیں دیکھتے ہو جسے میں نے دیکھا ہے۔''

ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ کے معاملہ میں سخت عذاب دیا گیا تھا ـــــ ابن اسحاق نے اس روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''اے ابوجندل) تو صبر کر اور اللہ کریم سے ثواب اور بدلے کی امید رکھ ـــــ ہم بے وفائی نہیں کرتے ہیں۔'' ـــــ (کہ تمہارے آنے سے پہلے صلح پوری ہوگئی ہے) ـــــ مزید فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اور ان لوگوں کے لیے جو ضعیف ہیں اور تمہارے ساتھ ہیں' کشائش اور رہائی عطا فرمانے والا ہے۔''

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جست کر کے کھڑے ہوگئے اور جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک طرف ٹہل رہے تھے اور یہ کہتے تھے:

''تم صبر کرو یہ لوگ مشرکین ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا خون کتے کے خون کی مانند ہے۔''

خطابی نے کہا ہے کہ جو شے ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصہ میں واقع ہوئی ہے۔ علماء نے اس کی تاویل دو وجوہات پر کی ہے:

☆ ان میں ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے تقیہ کو جائز کیا ہے ـــــ جس وقت مسلمان کو ہلاکت کا خوف ہو اور مسلمان کو اس کی رخصت دی ہے کہ وہ کفر کے کلمہ کے ساتھ گفتگو کرے ـــــ اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ اپنا ایمان چھپا کے رکھے اگر مسلمان کو توریہ ممکن نہ ہو یعنی مسلمان توریہ کو نہیں پہچانتا ہے ـــــ ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشرکین کی طرف لوٹا دینا اس لیے نہیں تھا کہ وہ ہلاکت کے لیے سپرد کیے گئے بلکہ موت سے ان کی خلاصی کے لیے تقیہ ہی راہ نجات تھی یعنی تقیہ کر کے موت سے نجات پا سکتے تھے۔

☆ دوسری وجہ یہ ہے کہ ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے باپ کی طرف نہیں لوٹایا اور غالب گمان یہ تھا کہ باپ ابوجندل کو ہلاکت تک نہیں پہنچائے گا ـــــ باپ اگر ان کو عذاب دے گا یا قید کرے گا' ان کے لیے تقیہ کے ساتھ بھی وسعت ہے (کہ وہ ظاہری طور پر مشرکین کے ساتھ کفر پر موافقت کرلیں اور ان کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن رہے۔ لہٰذا ہلاکت اور عذاب سے سلامت رہیں گے) ـــــ لیکن ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فتنہ کا جو خوف کیا جاتا تھا' فتنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہے جس سے وہ اپنے مومن بندوں کی آزمائش کرتا ہے۔

علماء نے اس امر میں اختلاف کیا ہے کہ کیا مشرکین کے ساتھ اس شرط پر صلح جائز ہے کہ جو شخص مشرکین کے پاس سے اسلام کی حالت میں آئے اور مشرکین کی طرف واپس کر دیا جائے۔ اس شرط سے صلح جائز ہے یا جائز نہیں ہے ــــ اس میں دو آراء ہیں:

☆ بے شک جائز ہے' اس طریق پر ابوجندل اور ابوبصیر کے قصہ دلالت کی ہے۔
☆ صلح جائز نہیں ہے اور اس قصہ میں جو امر ہوا ہے وہ منسوخ ہے اس کی ناسخ یہ حدیث ہے انا بری من مسلم بین مشرکین یعنی میں اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین کے درمیان قیام رکھتا ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی رائے ہے ــــ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ ہے کہ عاقل کے درمیان' مجنوں اور لڑکے کے درمیان تفصیل جائے کہ عاقل کا قبیلہ اگر اس کی حمایت کر سکتا ہو تو عاقل کو رد کر دینا جائز ہے ــــ جبکہ مجنوں اور لڑکا نہیں لوٹائے جائیں گے ــــ

بعض شافعیہ نے کہا ہے کہ رد کے جواز کا ضابطہ یہ ہے کہ مسلمان اس طور پر ہو کہ اسے دار الحرب سے ہجرت واجب نہ ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان جلالت:

بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے:

''یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کیا آپ اللہ تعالیٰ کے نبی برحق نہیں ہیں؟''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک میں اللہ تعالیٰ کا برحق نبی ہوں۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا:

''کیا ہم مسلمان حق پر نہیں ہیں اور ہمارا دشمن باطل نہیں ہے؟''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ــــ ''بے شک!''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''جب آپ نبی برحق ہیں اور ہم حق پر ہیں اور دشمن باطل پر ہے تو ہم کس لیے اپنے دین میں ذلیل حالت اختیار کریں۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جواب دیا:

''میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ میرا ناصر ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے پھر استفسار کیا:

''کیا آپ ہم سے نہیں فرماتے تھے کہ ہم بیت اللہ میں آئیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک ہم کہا کرتے تھے ـــــ تم بتاؤ کہ کیا میں نے تمہیں یہ خبر دی تھی کہ ہم بیت اللہ میں اس سال آئیں گے۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ اس سال میں آئیں گے۔''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تم بیت اللہ کو آؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔''

پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور اُن سے کہا:

''اے ابوبکر! کیا یہ اللہ کے نبی برحق نہیں ہیں؟''

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''بے شک اللہ تعالیٰ کے نبی برحق ہیں۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا:

''کیا ہم لوگ حق پر نہیں ہیں اور ہمارا دشمن باطل نہیں ہے؟''

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''بے شک ہم حق پر ہیں اور ہمارا دشمن باطل پر ہے۔''

پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استفسار کیا:

''جس وقت یہ ہے تو ہم کس لیے اپنے دین میں ذلیل حالت اختیار کریں۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''اے عمر! رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ضرور رسول اللہ ہیں اور آپ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کا ناصر ہے۔ تم آپ کی رکاب پکڑے رہو۔ ۲۸۲

اللہ کی قسم! آپ حق پر ہیں۔''

پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

''کیا آپ ہم سے یہ نہیں فرماتے تھے کہ ہم بیت اللہ کو آئیں گے اور بیت اللہ کا طواف کریں گے۔'' ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''ہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا۔''

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''تم بیت اللہ کو آؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔''

---

۲۸۲ یعنی تم رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے وابستہ رہو اور آپ سے خلاف نہ کرو، اس شخص کی طرح کہ سوار کی رکاب پکڑے رہتا ہے اور اسے چھوڑتا نہیں ہے۔

علماء نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوالات اور ان کی گفتگو کسی شک میں مبتلا نہیں تھی۔ بلکہ ان کا مقصود اس مصلحت کے کشف کے لیے تھا جو ان سے اوجھل تھا اور وہ سوال کفار کو ذلیل کرنے اور اسلام کے ظہور پر تحریک دینے کے لیے تھا ـــــ جیسا کہ یہ امر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت میں اور ان کی دین میں شدت' دین کی نصرت اور باطل لوگوں کو ذلیل کرنے میں پہچانا گیا تھا ـــــ اس سارے معاملے میں اس بات کا جواز ہے کہ علم میں یہاں تک بحث کی جائے کہ اصل معنی ظاہر ہو جائے ـــــ لیکن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جواب کی مانند جو حرف بہ حرف جواب دیا یہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضل عظیم اور علم بارع اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے احوال پر ان کی زیادتی معرفت اور ان کے رسوخ اور ان امور میں ان کو اپنے غیر پر جو زیادتی تھی' اس پر دلائل ظاہرہ ہیں۔

بیعت رضوان:

قریش اور مسلمانوں کے درمیان صلح دس سال تک تھی اور صلح لڑائی موقوف کرنے پر اس طور پر تھی کہ آدمیوں کو اس میں امن ہو جائے گا اور بعض ان کا بعض سے باز رہے ـــــ نہ قتل کرے نہ مال لوٹے ـــــ اور صلح اس پر تھی کہ بیت اللہ میں آئندہ سال داخل ہوں اور تین دن قیام کریں۔ جب مکہ میں داخل ہوں تو تلواریں نیام کی ہوئی جلباب میں رہیں ـــــ یہ شرط اس لیے تھی کہ علامت اور نشانی صلح کے لیے ہو۔ اس لیے کہ مسلمانوں کا داخل ہونا صلح سے تھا ـــــ مکی ابن ابی طالب القیروانی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ آدمیوں کو صلح کی تحریر دے کر قریش کے پاس بھیجا اور سہیل بن عمرو کو اپنے پاس روک رکھا۔ مشرکین نے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روک لیا' اس پر مسلمان بڑے غضب ناک ہوئے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ عثمان قتل کیے گئے ـــــ چنانچہ آپ نے صحابہ کرام کو بیعت رضوان کے لیے شجرہ کے نیچے بلایا۔۲۸۴ مسلمانوں نے آپ سے موت پر بیعت کی اور یہ عہد کیا کہ دشمن سے مقابلہ میں پشت نہ دکھائیں گے ـــــ بیعت رضوان میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھا اور فرمایا:

"یہ عثمان کی طرف سے ہے۔"

بخاری میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ سے فرمایا:

"یہ عثمان کی بیعت ہے۔"

اس دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر مارا ـــــ مشرکین نے بیعت کو سنا تو ڈر گئے اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مسلمانوں کی جماعت کو بھیج دیا اور اس بیعت میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا:

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ یداللہ فوق ایدیھم ...... لقد رضی اللہ عن المؤمنین

---

۲۸۳ جلباب چمڑے کا ہوتا ہے اور جراب سے مشابہ ہوتا ہے جس میں تلوار نیام کی ہوئی رکھی جاتی ہے۔
۲۸۴ شجرہ سمرہ کا درخت ہے یا ام خیلاں ہے یعنی ببول کا درخت ـــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کے نیچے سایہ لینے کو اترے تھے۔

مسلمانوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سر منڈائے اور حدیبیہ میں اپنے قربانی کے اونٹ ذبح کیے ــــ مغلطائی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی ہوا کو بھیج دیا جس نے قربانی کے ان اونٹوں کے بال اٹھائے اور انہیں حرم شریف میں ڈال دیا۔

سورہ فتح کا نزول:

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ میں انیس یا بائیس دن قیام فرمایا ــــ جب آپ حدیبیہ سے واپس ہوئے تو بعض مسلمانوں کے دل میں فتح نہ ہونے کے باعث کچھ شبہ تھا ــــ اللہ تعالیٰ نے سورہ فتح نازل فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اس سورہ سے مسلمانوں کی تسلی فرماتا ہے اور انہیں اپنی نعمتیں یاد دلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **انا فتحنا لك فتحاً مبینا** ۔۲۸۵

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد **و اثابهم فتحا قریبا** صحیح روایت پر اس سے مراد خیبر کی فتح ہے۔ اس لیے کہ خیبر کی فتح میں مسلمانوں کو کثیر غنیمتیں واقع ہوئی ہیں ــــ مجمع بن جاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ میں حدیبیہ میں حاضر ہوا جب ہم لوٹے تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عسفان سے آگے ایک وادی کراع الغمیم کے پاس کھڑا پایا ــــ صحابہ آپ کے پاس جمع تھے۔ آپ نے ان کے سامنے **انافتحنالك فتحامبینا** پڑھا ــــ ایک صحابی نے پوچھا:

''یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کیا یہ فتح ہے؟''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' یہ صلح البتہ فتح ہے''۔

سعید بن منصور نے صحیح اسناد سے شعبی سے روایت کی ہے کہ **انا فتحنالك فتحامبینا** حدیبیہ کی صلح ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت کی یعنی اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے آپ کی عصمت فرمائی ــــ آپ کے گناہوں کے درمیان عصمت حائل ہوگئی ــــ غفر کا معنی چھپاتا ہے وہ بندہ اور گناہوں کے درمیان ہے۔ انبیاء کرام کے ساتھ یہی لائق ہے اور صحابہ نے بیعت رضوان اور خیبر کے خرموں کو پیوند لگائے ــــ اہل روم فارس پر غالب ہوئے اور مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی نصرت پر فرحت کی ــــ اللہ تعالیٰ کے ارشاد **اذاجاء نصر الله والفتح** اور فرمان نبوی **لاهجرة بعدالفتح** بالاتفاق اس سے مراد فتح مکہ ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کی طرف پلٹ آئے اور اس سنہ میں آفتاب کو کسوف ہوا ــــ اوس بن صامت نے اپنی عورت خولہ سے اظہار کیا اور کہا **انت علی کظهر می** ــــ اسی سال میں ماہ رمضان میں پانی کے لیے دعا کی گئی اور صحابہ پر پانی برسا ــــ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''آدمی دو قسم کے ہو گئے ہیں ــــ ایک وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور ستاروں کے ساتھ کفر کیا ہے ــــ اور دوسرے قسم اس کے برعکس ہیں''۔

۲۸۵ حضرت ابن عباس، حضرت انس اور حضرت براء بن العازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہے کہ فتح سے مراد اس جگہ فتح حدیبیہ ہے اور صلح اس کے بعد ہوئی۔ منافقین کو یہ گمان تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین اپنے گھر والوں کی طرف کبھی پھر کے نہ جائیں گے بلکہ قتل کیے جائیں گے۔

خمر کی حرمت:

دمیاطی نے قطعی طور پر اپنی سیرت میں کہا ہے کہ خمر کی تحریم حدیبیہ کے سنہ میں ہوئی ہے ـــــ جس دن خمر حرام کی گئی' اس دن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساقی تھے ـــــ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دس برس کی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے۔ تحریم کے وقت چودہ سال عمر تھی۔

نسائی اور بیہقی نے صحیح سند سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ خمر کی تحریم انصار کے دو قبیلوں پر نازل ہوئی ہے۔ انہوں نے خمر پی جس وقت انہیں نشہ ہو گیا تو بعض نے بعض کے ساتھ ایسی حرکات کیں جیسے کوئی کھیلتا ہے اور بعض میں بعض مخلوط ہو گئے ـــــ جب ان کا نشہ اتر گیا تو ہر شخص اپنے چہرہ اور سر کو دیکھنے لگا اور یہ کہنے لگا:

''میرے ساتھ یہ فعل میرے اس بھائی نے کیا ہے۔''

وہ لوگ آپس میں قرابت دار اور بھائی تھے جن کے دلوں میں کینہ نہیں تھا اور بعض زخمی یہ کہتے تھے:

''اگر میرا بھائی میرے ساتھ رافت کرتا رحم کرتا' میرے ساتھ یہ نہ کرتا۔''

حتیٰ کہ ان کے دلوں میں کینہ پیدا ہو گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت **یا ایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر منتھون** تک نازل فرمائی ـــــ اکثر آدمی جو بحث میں مبالغہ کرتے تھے' انہوں نے کہا:

''خمر پلیدی ہے اور فلاں فلاں کے پیٹ میں ہے۔ حال یہ ہے کہ وہ یوم احد میں قتل کیا گیا جیسے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے **لیس علی الذین امنوا وعملوا الصلحت جناح فیما طعموا** **محسنین** تک نازل فرمایا ـــــ تحریم خمر کی آیت فتح کے سال میں فتح سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

لفظ خمر مصدر ہے۔ محاورہ میں خمرہ کہتے ہیں۔ جس وقت کسی شے کو کوئی شے چھپا دے ـــــ اس کے ساتھ انگور کے شیرہ کا نام رکھا گیا ہے جس وقت وہ شدید ہو جاتا ہے اور ابل آتا ہے گویا وہ شیرہ عقل کو چھپا دیتا ہے جیسا کہ مسکر نام رکھا جاتا ہے اس لیے کہ وہ سکر کرتی ہے یعنی عقل کو ادراک سے منع کرتی ہے اور خمر مطلقاً حرام ہے (خواہ نشہ کرے' خواہ نہ کرے) ـــــ اسی طرح ہر وہ شے جو مسکر کرے اکثر علماء کے نزدیک وہ حرام ہے۔

امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ نقیع زبیب اور تمر جس وقت پکایا جائے یہاں تک کہ اس کے دو ثلث جل جائیں پھر وہ تیز ہو جائے۔ اس کا اس قدر پینا حلال ہے کہ نشہ نہ کرے ـــــ امام مالک اور امام شافعی علیہ الرحمہا نے کہا ہے کہ جس وقت حنفی اسے پیئے تو اس کو حد کی جائے۔

حشیش (بھنگ) کی حرمت:

حشیش کہ جس کا نام قنب ھندیہ' حیدریہ اور قلندریہ ہے ـــــ اس کے متعلق چاروں اماموں نے کلام نہیں کیا ہے اور ان ائمہ کے علاوہ دیگر علمائے سلف نے کچھ لکھا ہے۔ اس لیے کہ یہ چیز ان ائمہ اور علماء سلف کے زمانہ میں نہ تھی ـــــ یہ چھٹی صدی

ہجری کے آخر میں ظاہر ہوئی ـــــ ساتویں صدی کے آغاز میں اور علمائے متاخرین نے ان کے بارے میں اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ چیزیں مسکر ہیں۔ چنانچہ ان میں حد واجب ہوگی ـــــ کیونکہ یہ چیزیں عقل کو ماؤف کرنے والی ہیں۔ لہٰذا سزا واجب ہوگی ـــــ اطباء نے بھی اجماعی طور انہیں مسکرہ قرار دیا ہے۔

ابن تیمیہ حنبلی نے کہا ہے کہ حیدریہ شراب کی طرح نشہ لانے والی ہے۔ اس کے کھانے والے اس سے نشہ کرتے ہیں' اس لیے اس کو کھاتے ہیں۔ بخلاف بنج وغیرہ کے کہ بنج نہ نشہ کرتی اور نہ اشتہا پیدا کرتی ہے۔

علماء نے اپنی کتابوں میں ان نباتات کی تصریح کی ہے کہ یہ مسکرہ ہیں یعنی نشہ لانے والی ہیں اور یہ نباتات کلام میں فساد ڈالنے والی ہیں ـــــ صحیح مسلم میں ہے کل مسکر حرام ـــــ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ویحرم علیھم الخبابت یعنی اور کونسی خبیث شے اس سے بڑھ کر ہے کہ وہ شے ان عقلوں کو فاسد کرتی ہے۔ جملہ قوموں اور شریعتوں نے ان کے قبول وحفظ پر اتفاق کیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص حشیش کھاتا پیتا ہے' حشیش سے اس کے اس انتظام فعل میں اور اس کے قول میں تبدیلی ظاہر ہوتی ہے جس کے کمال کی مدد عقل کے نور سے لی گئی ہے ـــــ ابوداؤد میں دیلم الحمیری سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہم لوگ سرد علاقے میں رہتے ہیں۔ ہم اس سرزمین میں سخت کام کرتے ہیں۔ ہم گیہوں کی شراب بنا کر استعمال کرتے ہیں ـــــ اس شراب سے ہم اپنے کاموں اور علاقے کی سردی میں قوت پکڑتے ہیں۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا:

''کیا وہ شراب نشہ کرتی ہے؟''

میں نے عرض کیا: ''بے شک نشہ کرتی ہے۔''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اس سے خود کو بچاؤ۔''

میں نے عرض کیا:

''لوگ اسے ترک کرنے والے نہیں ہیں۔''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اگر لوگ شراب کو ترک نہ کریں تو تم ان سے جنگ کرو۔''

گویا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس بدعات پر تنبیہ فرمائی ہے جس کی وجہ سے مرز (جوار اور جو سے بنی شراب) حرام کی گئی ہے ـــــ چنانچہ یہ واجب ہوا کہ جو شے اس شراب کا عمل کرے یعنی شراب کی مانند بے خود کر دے اور

شراب کی طرح اثر کرے' اس کی تحریم واجب ہے ــــــ اور اس میں شک نہیں کہ حشیش شراب کا عمل کرتی ہے اور اس سے بڑھ کر اثر کرتی ہے ــــــ لہٰذا جو اشیاء ایسا عمل یا اثر کرتی ہیں' ان کی تحریم واجب ہے ــــــ مسند احمد اور سنن ابوداؤد میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے نشہ کی ہر چیز اور عضا میں سستی پیدا کرنے والی چیز سے منع فرمایا ہے ــــــ

علماء نے کہا ہے کہ مفتر نشے کی ہر ایک وہ چیز ہے جو ہاتھ پاؤں میں سستی پیدا کرتی ہے اور انہیں ڈھیلا کرتی ہے ــــــ یہ حدیث حشیش وغیرہ کی تحریم پر جو مخدرات سے ہیں' زیادہ دلیل ہے۔ اگر حشیش مسکرہ نہیں ہے مگر جسم میں سستی اور اعضاء میں ڈھیلا پن پیدا کرتی ہے اس لیے حشیش کے استعمال سے خواب کی کثرت ہوتی ہے۔ اس کے بخارات دماغ میں پہنچتے ہیں' ان کے ذریعے حشیش کا استعمال کرنے والوں کے سر بھاری ہو جاتے ہیں۔ حشیش کی تحریم پر اکثر علماء نے اجماع کیا ہے۔

ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ جس نے حشیش کو حلال کیا وہ کافر ہو گیا' جبکہ زرکشی نے اس کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حشیش کی تحریم دین سے نہیں معلوم ہوئی۔ ہم نے یہ ضرور تسلیم کر لیا ہے کہ حشیش حرام ہے لیکن ہم کفر کو تسلیم نہیں کرتے ــــــ ''شرح المہذب'' میں امام نووی نے لکھا ہے کہ وہ تھوڑی حشیش جو نشہ نہیں کرتی' اس کا کھانا حرام نہیں جبکہ خمر کا وہ قلیل حصہ جو نشہ نہیں کرتا' حرام ہے ــــــ خمر اور حشیش میں فرق یہ ہے کہ حشیش طاہر ہے اور خمر ناپاک ہے۔ لہٰذا نجاست کے سبب خمر کا تھوڑا حصہ پینا جائز نہیں ــــــ زرکشی کا کہنا ہے کہ حدیث پاک میں ہے کہ جس شے کا کثیر حصہ نشہ کرے اس کا قلیل حصہ حرام ہے۔ حشیش سے نہ قلیل جائز ہے نہ کثیر ــــــ ابن دقیق العبد نے کہا ہے کہ افیون خشخاس کا دودھ ہے اور فعل میں حشیش سے اقوی ہے۔ اس لیے کہ تھوڑی افیون حقیقی طور پر نشہ کرتی ہے۔ اسی طرح سے سیکران نشے کی چیز ہے اور خوشبودار جوز ہے۔ سیکران ایک بوٹی ہے جو ہمیشہ ہری رہتی ہے اور اس کا تخم کھایا جاتا ہے۔ باوجود اس کے بالاجماع وہ طاہر ہے۔ حرام اور نشہ آور ابن دقیق کے نزدیک ہے۔

بعض علماء نے حشیش کے بارے میں ایک سو بیس دینی اور بدنی نقصان شمار کیے ہیں ــــــ بعض علماء نے کہا ہے کہ ہر ایک وہ شے مذمومات کی قسم سے جو خمر میں ہے' وہ حشیش میں موجود ہے اور خمر سے زیادہ ہے۔ اس لیے کہ خمر کا اکثر نقصان دین میں ہے نہ بدن میں' جبکہ حشیش کا نقصان دین اور بدن دونوں میں ہے۔

ان نقصانات میں سے یہ ہیں:

☆ حشیش سے عقل فاسد ہو جاتی ہے۔

☆ مروت نہیں رہتی ہے۔

☆ آدمی برہنہ ہو جاتا ہے' ستر عورت نہیں کر سکتا۔

☆ نماز ترک کر دیتا ہے۔

☆ محرمات میں واقع ہو جاتا ہے۔

یہ دینی نقصانات تھے جبکہ بدنی نقصانات بھی ہیں جن میں دین بھی مشترک ہے:

☆ حشیش استعمال کرنے والے کی نسل منقطع ہو جاتی ہے۔
☆ برص ہو جاتا ہے' جذام میں مبتلا ہو جاتا ہے۔
☆ اور بیماریوں اور رعشہ اور علت ابنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔
☆ اس کے منہ سے بدبو آتی ہے
☆ اس کی آنکھوں سے پلکیں گر جاتی ہیں۔
☆ اس کے دانتوں میں گڑھے پڑ جاتے ہیں اور دانت سیاہ ہو جاتے ہیں۔
☆ ضیق النفس کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔
☆ اس کا رنگ زرد پڑ جاتا ہے
☆ کبد کو ریزہ ریزہ کر دیتی ہے۔
☆ شیر کو جعل کی مانند کر دیتی ہے۔
☆ جسم میں کسل پیدا کر دیتی ہے۔
☆ نامردی اور عزت دار کو ذلیل کر دیتی ہے۔
☆ صحیح کو علیل' فصیح کو گونگا اور ذکی کو کلام سے مجبور کر دیتی ہے۔
☆ سعادت کو لے جاتی ہے۔
☆ شہادت کو بھلا دیتی ہے۔
☆ جسم کے رطوبات خشک کر دیتی ہے۔
☆ نسیان پیدا کر دیتی ہے۔
☆ سر میں درد اور منی کو خشک کر دیتی ہے۔
☆ نگاہ تاریک کر دیتی ہے۔
☆ اچانک موت پیدا کرتی ہے۔
☆ دق اور سل اور استسقاء پیدا کرتی ہے۔
☆ فکر کو فاسد کر دیتی ہے۔
☆ راز کو فاش کراتی ہے۔
☆ حیا جاتی رہتی ہے' غیرت نہیں رہتی۔
☆ کیسہ کو تلف کرتی ہے یعنی روپیہ برباد جاتا ہے۔

☆ اسے استعمال کرنے والا ابلیس کا دوست ہوتا ہے۔

☆ خون میں حرکت پیدا کرتی ہے اور فطنت کو لے جاتی ہے۔

☆ حشیش کا استعمال کرنے والا سنت سے دور ہے۔

☆ جنت سے راندہ ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت کا موعود ہے یہاں تک کہ ندامت سے اپنے دانتوں پر مارے اور توبہ کرے ــــ اللہ تعالیٰ سے قبول توبہ میں اپنا گمان نیک کرے۔

کہنے والے نے کیا اچھا کہا ہے:

قل لمن یاکل الحشیشۃ جھلا　　　یاخبیثا عشک شرمعیشۃ

جو شخص جہالت سے حشیش کھاتا ہے' اس سے کہہ دو کہ اے خبیث تو نے زندگی بری کی ہے۔

دیۃ العقل بدرۃ فلما ذا　　　یا سفیھا بعتھا بحشیشۃ

عقل کی دیت ایک بدرہ ہے' چنانچہ اسے کمینے! تو نے حشیش کے بدلے بیچ ڈالا۔

غزوۂ خیبر:

خیبر ایک بڑا شہر ہے جس میں بہت سے قلعے ہیں' باغات ہیں' درخت ہیں' خیبر کے یہ قلعے ہیں:

☆ نطاۃ	☆ حصن الصعب بن معاذ	☆ حصن ناعم
☆ شق	☆ حصن ابی الحقیق	☆ حصن البریٔ
☆ حصن القوص	☆ حصن وطیح	☆ حصن سلالم

☆ حصن قلعۃ الزبیر بن العوام (زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حصہ میں ملا)

خیبر شام کی طرف آٹھ برد چار منزل پر ہے ــــ شامی نے کہا ہے کہ مدینہ منورہ سے تین دن کے راستہ پر ان حاجیوں کے بائیں طرف واقع ہے جو ملک شام کے ہیں۔ شاید تین دن کے راستہ پر تیز چلنے کی حالت میں ہے۔

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس وقت حدیبیہ سے واپس تشریف لائے۔ مدینہ منورہ میں ذی الحجہ اور ماہ محرم کا کچھ حصہ قیام فرمایا پھر سنہ ۷ ہجری میں خیبر کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ نے وہاں قیام فرمایا اور انیس راتیں خیبر کا محاصرہ کیا ــــ اور آخرکار ماہ صفر میں خیبر کو فتح کر لیا۔

غزوہ خیبر میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چودہ سو پیدل صحابہ کرام اور دو سو سوار مجاہد تھے۔ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی آپ کے ساتھ تھیں۔

خیبر میں حدیٔ خوانی:

بخاری شریف میں سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے

ساتھ خیبر کی طرف گئے۔ ہم رات کے وقت سفر کر رہے تھے ہم میں سے ایک مجاہد نے عامر سے کہا کہ کیا تم ہمیں اپنے اشعار نہ سناؤ گے۔ عامر بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاعر تھے۔ وہ اپنے اونٹ سے اتر پڑے اور لشکر میں حدیٰ خوانی شروع کر دی۔ وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

اللھم لولا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

''اے میرے اللہ! اگر تیرا فضل نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ تیری تصدیق کرتے اور نہ نماز پڑھتے۔''

فاغفر فداءً لك ما ابقینا وثبت الاقدام ان لاقینا

''اے اللہ! تجھ پر ہماری جان فدا ہے تو ہمارے وہ گناہ بخش دے ہم نے تیرے جو اوامر ترک کیے ہیں یا یہ معنی ہے کہ وہ گناہ جو ہم نے اپنے پیچھے چھوڑے ہیں اور ان سے ہم نے توبہ نہیں کی ہے تو ان کو بخش دے اور اگر ہم دشمن سے مقابل ہو جائیں تو ہمارے قدم ثابت رکھ اور انہیں جنبش نہ دے۔

والقین سکینة علینا انا اذا صیح بنا اتینا

''اے اللہ! ہم لوگوں پر تو سکینہ کو نازل فرما۔ جس وقت لوگ ہمیں پکارتے ہیں تو ہم فوراً قتال کے لیے موجود ہو جاتے ہیں یا حق کے لیے موجود ہو جاتے ہیں ـــــ '' ایک روایت میں اتینا کی جگہ ابینا بائے موحدہ سے آیا ہے یعنی اگر کوئی شخص امر باطل میں مدد کے لیے ہمیں پکارتا ہے تو ہم انکار کر دیتے ہیں کہ امر باطل کی ہم مدد نہ کریں گے۔

وبالصیاح عولوا علینا

اور وہ لوگ جو ہمیں مدد کے لیے پکارتے ہیں۔ اپنی پکار سے ہم پر بھروسا کرتے ہیں کہ ہم ان کی مدد کریں گے ـــــ ایاس بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں جو انہوں نے اپنے باپ سے کی ہے' احمد کے نزدیک اس رجز میں اضافہ ہے جو کہ یہ ہے:

ان الذین قد بغوا علینا اذا ارادو فتنةً ابینا

''وہ لوگ جنہوں نے ہم سے بغاوت کی ہے جس وقت انہوں نے فتنہ کا ارادہ کیا ہم نے انکار کیا ـــــ اور ابینا کی جگہ اتینا بھی آیا ہے۔ یعنی ان لوگوں نے جب فتنہ کا ارادہ کیا ہم ان کی طرف آئے اور ہم نے اقدام کیے۔

ونحن عن فضلك ما استغنینا

اور ہم تیرے فضل سے بے نیاز نہیں ہیں۔ ہمارے احوال پر تیرا فضل ہمیشہ رہے۔

عامر بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی بشارت:

بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا:

''یہ اونٹوں کو چلانے والا کون شخص ہے؟''

صحابہ کرام نے عرض کیا:

''عامر بن الاکوع ہیں۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے یرحمہ اللہ فرمایا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''اے نبی اللہ! عامر کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ آپ نے کس لیے عامر کے باقی رہنے کی دعا نہیں فرمائی کہ ہم عامر کی شجاعت سے نفع اٹھاتے۔''

حدیث میں ہے کہ آپ جسے یرحمہ اللہ فرما دیتے وہ شہادت پاتا تھا۔ اسی لیے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا کہا۔۔۔۔

اور احمد کی روایت میں ہے کہ عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رجز پڑھنے لگے اور اونٹوں کو چلا رہے تھے۔ یہ عربوں کی عادت تھی کہ جس وقت راہ چلتے میں اونٹ کو نشاط میں لانے کا ارادہ کرتے' ان میں سے بعض اونٹ سے اتر پڑتا اور اونٹوں کو چلاتا اور اس حالت میں حدیٰ کہتا۔

عامر بن الاکوع کے اشعار کا تجزیہ:

شاعر کا کہنا اللھم لو لا انت ما اھتدینا ایسی ہی روایت ہے اور علماء نے کہا ہے کہ اس مصرع کا ثواب یہ ہے' لاھم ہے یا تاللہ ہے۔۔۔۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے۔۔۔۔ اور شاعر کا کہنا فداء لك' مازری نے کہا ہے کہ یہ لفظ مشکل ہے اس لیے کہ باری تعالیٰ کو فدیتك نہیں کہا جاتا ہے۔ اس لیے کہ یہ لفظ کسی ایسے مکروہ میں استعمال نہیں ہوتا کہ کسی شخص کے ساتھ اس مکروہ کے حلول کی توقع ہوتی ہے۔ چنانچہ دوسرا شخص یہ اختیار کرتا ہے کہ وہ مکروہ مجھ پر نازل ہو جائے اور اس شخص کی طرف سے وہ اپنے آپ کو فدا کر دے۔

مازری نے کہا ہے کہ شاید یہ لفظ اس طور پر واقع ہوا ہو کہ اس کے معنیٰ کی حقیقت کا ارادہ نہیں کیا گیا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے قاتلہ اللہ ما افصحہ۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ اسے قتل کرے کس درجہ فصیح شخص ہے۔۔۔۔ اس لفظ کے ساتھ اس شخص پر بددعا کی حقیقت کا ارادہ نہیں کیا جاتا بلکہ اس کی فصاحت سے تعجب کا اظہار اور اس کے امر کی تعظیم ہوتی ہے۔۔۔۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے:

''تربت یداك۔۔۔۔ تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔

تربت یمینك۔۔۔۔ تیرا دایاں ہاتھ خاک آلود ہو۔''

اس سے بددعا مراد نہیں۔۔۔۔ بلکہ ان الفاظ میں استعارہ کی قسم ہے' اس لیے کہ فدا ہونے والا شخص جس پر فدا ہوتا ہے جس وقت وہ اپنا نفس کسی مکروہ کی وجہ سے اس کی طرف سے فدا کرنے تو وہ اس کی رضا طلبی میں مبالغہ کرنے والا ہوتا ہے۔۔۔۔ چنانچہ شاعر کی مراد یہ ہے کہ میں تیری رضا میں اپنا نفس فدا کروں۔ بہرحال اگرچہ معنیٰ کا صحیح جہت کی طرف لوٹانا ممکن ہوا۔ جیسا کہ اس جہت مذکورہ میں ہے۔۔۔۔ لیکن اس لفظ کا اطلاق' اس کا استعارہ اور اس کا جائز ہونا اس امر کا محتاج ہے کہ اس لفظ کی اجازت کے لیے شرع وارد ہوئی ہو۔ (شرع وارد نہیں ہوئی) لہٰذا یہ جواب خوب نہیں۔

اور کبھی کہا جاتا ہے کہ شارع علیہ السلام نے اس لفظ کو سماعت فرما کے سکوت کیا اور شاعر کو یرحمہ اللہ دعا دی تھی۔۔۔۔

مارزی نے کہا ہے کہ کبھی قائل کی مراد اپنے قول فداء لك سے وہ ذات ہوتی ہے جس سے وہ خطاب کرتا ہے اور اس لفظ سے اس کی مراد فصل کلام ہوتی ہے تو قائل اس لفظ کا استعمال کرتا ہے ــــ پھر شاعر نے پہلے کلام کے تمام کی طرف واپسی کی اور ما ابقینا کہا ــــ مارزی نے کہا ہے کہ اس تاویل سے لفظ اور معنی دونوں صحیح ہوتے ہیں اگر اس تاویل میں کلام کے راستہ سے باہر چلا جانا نہ ہوتا تو ہم کو مارزی کے کلام کی تصحیح اس کی تاویل کی طرف بے قرار کرتی ــــ لہٰذا اس بے جادہ روی کے سبب ہم مارزی کے کلام کو صحیح کرنے کی طرف متوجہ نہیں ہوتے ہیں۔

اور کہا گیا ہے کہ شاعر اس شعر کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو مخاطب کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے حق میں اور آپ کی نصرت میں ہم سے جو کوتاہی ہوئی ہے' اس کی باز پرس آپ ہم سے نہ کیجئے بلکہ بخش دیجئے ــــ اس صورت پر جو ہم نے بیان کیا ہے' شاعر نے اپنے قول اللھم کے ساتھ دعا کا ارادہ نہیں کیا بلکہ اس نے اس کلمہ سے اپنے کلام کا آغاز کیا ہے اور شاعر کے قول لوء لا انت کے ساتھ مخاطب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں ــــ لیکن اس کے بعد

وانزلن سکینہ علینا　　　وثبت الاقدام ان لاقینا

کا عطف (یعنی موڑنا) اوپر کے شعر پر ہوتا ہے۔ یہ شعر اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ جب دعا اللہ تعالیٰ سے ہے تو اس سے اوپر کے شعر کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مخاطب نہیں ہو سکتے ــــ اور یہ احتمال ہوتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو:

''اے نبی اللہ! آپ اپنے رب سے یہ سوال کیجئے کہ ہم پر سکینہ نازل کرے اور جب ہم دشمن سے مقابلہ کریں تو ہمارے قدموں کو جمارکھے' ہمارے قدم ڈگنے نہ پائیں۔''

اس صورت میں اوپر کے شعر پر عطف نہ ہوگا۔ واللہ اعلم ــــ

شاعر کا کہنا اذا صیح بنا اتینا یعنی جس وقت قتال یا مکروہات کے لیے ہمیں پکارا گیا' ہم چلے آئے اور ہم نے قتال اور مکروہات سے تاخیر نہیں کی ــــ ایک اور روایت میں ابینا ہے باء مواحدہ کے ساتھ' بجائے تاء مثناۃ یعنی فرار سے ہم نے انکار کیا ــــ اور شاعر کا یہ مصرع وبالصیاح عولوا علینا اور انہوں نے بلند آواز سے پکارا اور ہمارا ارادہ کیا اور ہم سے مدد چاہی اور ہم کو قتال کے لیے بے چین کیا گیا کہ عولوا العویل علی الشیء سے ہے یعنی اس شے پر اعتماد کرنا ــــ کہا گیا کہ عولوا ــــ عویل سے بنے۔ اس کا معنی ہے آواز ــــ

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد کہ ''یہ اونٹوں کو چلانے والا کون شخص ہے؟'' ــــ صحابہ نے کہا ــــ ''عامر ہیں'' ــــ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''یرحمہ اللہ'' ــــ صحابہ میں سے ایک نے کہا:

''عامر کے لیے شہادت ثابت ہوگئی اور قریب میں واقع ہوگی۔''

صحابہ کو یہ معلوم تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جس شخص کے لیے یہ دعا ایسے موقع پر کی' وہ شہید ہو گیا ــــ صحابہ کرام نے عرض کیا:

"کاش آپ ہمیں عامر سے کچھ فائدہ اٹھانے دیتے یعنی ہمیں ان کی مصاحبت کا کچھ زمانے تک موقع ملتا اور ان کی شہادت میں کچھ تاخیر فرمائی ہوتی۔"

خیبر میں تشریف آوری:

بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خیبر میں رات کو تشریف لائے ــــ آپ کی عادت شریف یہ تھی کہ جس وقت کسی قوم کی طرف رات میں جاتے' صبح تک ان پر حملہ کرنے میں جلدی نہیں کرتے تھے ــــ جب صبح ہوئی تو یہودی زمین کھودنے کے آلات مساۃ اور مکتل لے کر نکلے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو آپس میں کہنے لگے:

"یہ محمد ہیں! ــــ اے واللہ! یہ محمد ہیں!! ــــ خمیس یعنی لشکر آپ کے ساتھ آیا ہے۔"

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"خیبر ویران ہوگیا ــــ انا اذا انزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذرین"

بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور یہ فرمایا:

"اللہ اکبر خربت خیبر" ۲۸۶

اس حدیث سے شگون لیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب ڈھانے کے آلات دیکھے تو یہ پہچانا کہ یہود کا شہر ویران ہو جائے گا ــــ یہ احتمال ہوتا ہے کہ آپ نے خربت خیبر یعنی خیبر ویران ہوگیا' بطریق وحی کہا ہو ــــ اس کی تائید آپ کا وہ ارشاد عالی کرتا ہے جو اس کے بعد ہے:

انا اذا انزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذرین

اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز تاریکی میں اول وقت میں خیبر کے وقت پڑھی۔ پھر فرمایا:

اللہ اکبر خربت خیبر انا اذا انزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذرین

مغلطائی وغیرہ نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جھنڈے تقسیم فرمائے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا علم سیاہ تھا جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی چادر سے بنایا گیا تھا۔

فاتح خیبر:

بخاری میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے' ان کی آنکھیں آ گئی تھیں پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ کر مل گئے۔ جب ہم لوگوں نے وہ رات بسر کی جس کی صبح کو خیبر فتح کیا گیا' آپ

---

۲۸۶ لشکر کا نام خمیس اس لیے رکھا گیا ہے کہ لشکر پانچ حصوں پر تقسیم کیا جاتا ہے ــــ مقدمہ اور ساقہ آگے اور پیچھے کا فوجی حصہ ــــ میمنہ اور میسرہ دائیں اور بائیں جانب کا حصہ ــــ اور قلب فوج کا درمیانی حصہ ہے۔

نے اس رات فرمایا:

''کل کے روز میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جسے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول دوست رکھتے ہیں۔''

یا یہ فرمایا کہ:

''یہ جھنڈا کل کے دن وہ شخص ضرور لے گا جس کو اللہ تعالیٰ اور اللہ کا رسول دوست رکھتے ہیں۔''

ایک اور روایت میں مزید یہ ہے:

''جس کے ہاتھ اللہ تعالیٰ خیبر کو فتح کرے گا۔''

صبح جب بیدار ہوئے تو سب لوگ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہوئے اور اس امید پر کہ آپ انہیں جھنڈا عطا کریں گے ـــــ آپ نے دریافت فرمایا:

''علی ابن ابی طالب کہاں ہیں؟''

صحابہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ان کو آنکھوں کی شکایت ہے۔''

آپ نے فرمایا:

''ان کے پاس کسی آدمی کو بھیجو۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی دونوں آنکھوں میں لعاب دہن ڈال دیا اور ان کے لیے دعا فرمائی' وہ صحت یاب ہو گئے گویا انہیں آنکھوں کے درد کی شکایت ہی نہیں تھی۔ آپ نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جھنڈا عنایت فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا:

''یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کیا میں ان لوگوں سے یہاں تک لڑوں کہ وہ ہماری طرح مسلمان ہو جائیں؟''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تم آہستگی اور وقار سے چلے جاؤ یہاں تک کہ تم ان کے میدان میں اترو ـــــ پھر انہیں اسلام کی طرف بلاؤ اور اسلام میں ان پر اللہ تعالیٰ کا جو حق واجب ہے' انہیں اس سے خبر دو ـــــ (اگر تمہاری اطاعت نہ کریں تو ان سے قتال کرو) قسم ہے اللہ تعالیٰ کی ـــــ! اللہ تعالیٰ اگر کسی ایک شخص تمہارے سبب ہدایت کرے تو تمہارے لیے سرخ رنگ کے اونٹوں سے اچھا ہوگا۔''

خیبر کا پہلا شہید:

صحابہ کرام نے جنگ کے لیے صفیں باندھیں۔ حضرت عامر بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکلے' ان کی تلوار چھوٹی تھی۔ انہوں نے ایک یہودی کی پنڈلی پر تلوار مارنے کا ارادہ کیا لیکن ان کی تلوار کی دھار پلٹ گئی اور ان کے گھٹنے میں لگی ـــــ عامر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ خیبر سے لوٹے تو اس زخم سے شہید ہو گئے۔ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ نبوت میں عرض کی:

''یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' ساتھیوں نے یہ گمان کیا ہے کہ عامر کا عمل باطل ہو گیا۔''

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص نے یہ کہا ہے وہ غلطی پر ہے' عامر کے لیے دو اجر ہیں۔

ایک اجر جہاد اور طاعت کا' دوسرا اجر جہاد فی سبیل اللہ کا'' ـــــ پھر آپ نے اپنی دو انگلیاں جمع کیں اور فرمایا:

''عامر ضرور مجاہد ہے۔''

یزید بن عبید سے روایت ہے کہ میں نے سلمہ کی ساق پر تلوار کی ضرب کا اثر دیکھا۔ میں نے ان سے پوچھا:

''یہ کیسی چوٹ ہے جو پنڈلی میں لگی ہے؟''

سلمہ نے کہا:

''یہ وہ چوٹ ہے جو یوم خیبر میں لگی تھی۔ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ نے اس پر تین بار پھونک دیا۔ اس گھڑی تک میں نے اس چوٹ کی شکایت نہیں کی۔''

ایک دوزخی مجاہد:

بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ ہم خیبر میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو جو آپ کے ساتھیوں میں سے تھا اور اسلام کا دعویٰ کرتا تھا' کے بارے میں فرمایا:

''یہ اہل نار سے ہے۔''

جب جنگ ہوئی تو اس مجاہد نے شدید قتال کیا یہاں تک کہ اس کے زخم کثیر ہو گئے ـــــ ان کی شدید لڑائی اور شدید زخمی ہونے پر ساتھی شاید فرمان نبوی میں شک کرتے کہ یہ اہل نار سے ہے ـــــ اس مجاہد سے زخموں کی تکلیف برداشت نہ ہو سکی۔ ہاتھ بڑھا کر اپنے تیردان سے ایک تیر نکالا اور اس تیر سے اپنے نفس کو ذبح کر ڈالا ـــــ صحابہ میں سے اکثم الخزاعی نے تیزی سے بارگاہ نبوی میں پہنچ کر عرض کیا:

''یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کی بات کو سچا کیا۔ فلاں نے اپنے آپ کو ذبح کیا اور اپنے نفس کو قتل کر ڈالا۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سن کر بلال سے فرمایا:

''اٹھو اور آدمیوں کو آگاہ کرو لایدخل الجنۃ الامؤمن [۲۸۷] وان اللہ یوید ھذا الدین بالرجل الفاجر یعنی مومن کے سوا جنت میں داخل نہ ہو گا اور اللہ تعالیٰ اس دین کو مرد فاجر سے تائید دیتا ہے۔ [۲۸۸]

---

۲۸۷ اس میں اشارہ ہے کہ وہ مرد مسلوب الایمان تھا۔

بخاری کے نزدیک ایک روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت فرمایا:

''ایک شخص جس شے کو ظاہر کرتا ہے' اس میں اہل جنت کا عمل کرتا ہے اور معاصی سے اہل نار کے عمل کے ساتھ متلبس ہوتا ہے ____ اور ایک شخص اہل نار کا عمل اس شے میں کرتا ہے جس کو وہ ظاہر کرتا ہے' وہ اہل جنت سے ہوتا ہے۔''

مسلمانوں نے اہل خیبر سے قتال کیا اور اہل خیبر نے مسلمانوں سے شدید قتال کیا ____ مسلمانوں میں سے پندرہ مرد شہید ہوئے ____ شامی نے کہا ہے کہ چونتیس مسلمان شہید ہوئے۔ جبکہ یہود میں سے ترانوے مارے گئے۔ لعنھم اللہ ____ اور اللہ تعالیٰ نے خیبر کا ایک ایک حصن فتح کیا۔

آل ابی الحقیق کا وہ خزانہ جو گدھے کے چمڑے میں رکھا گیا تھا' لے لیا گیا ____ یہود نے اس خزانہ کو ایک ویرانہ میں غائب کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنے رسول کی رہبری فرمائی' آپ نے اسے نکال لیا۔

خیبر کا دروازہ:

خیبر کا دروازہ بڑی مشقت کے بعد ستر آدمیوں نے ہلایا تھا جبکہ شیر خدا حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تنہا اسے اکھاڑ ڈالا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ خیبر میں ایک دروازہ اٹھا لیا۔ اس کے بعد اس دروازہ کی آزمائش کی گئی' چالیس مرد اسے نہیں اٹھا سکے۔

بیہقی کی روایت ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حصن تک پہنچے تو اس کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھینچ لیا اور اسے زمین پر ڈال دیا۔ ہم لوگوں میں سے ستر آدمی اس دروازہ پر جمع ہو گئے' ان ستر مردوں کی یہ کوشش تھی کہ دروازہ کو اس کی جگہ لوٹا دیں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی:

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہود کے بادشاہوں سے ایک بادشاہ کی بیٹی تھی ____ بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب کے ساتھ بیاہ کیا ____ صفیہ کا شوہر کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق قتل کیا گیا تھا۔ صفیہ اس وقت دلہن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حسن و جمال کا ذکر کیا گیا۔ آپ نے انہیں اپنے نفس کے لیے اختیار فرمایا۔ سد صہبا تک پہنچنے پر آپ حیض سے پاک ہو گئیں اور آپ کو حلال ہو گئیں۔ آپ ان کے پاس تشریف لائے پھر آپ نے ایک چھوٹے چمڑے میں حیس بنایا اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''جو لوگ تمہارے اطراف ہیں' ان کو آگاہ کر دو۔''

یہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ولیمہ تھا ____ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر ہم مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت صفیہ کے لیے اپنے اس طرف عبا سے پردہ بناتے

---

۲۸۸ رجل سے مراد وہی مقتول ہے یا مطلق مرد فاجر بدکار مراد ہے۔

تھے پھر آپ اپنے اونٹ کے پاس بیٹھ جاتے اور اپنا گھٹنا رکھ دیتے۔ حضرت صفیہ اپنا پاؤں آپ کے گھٹنا پر رکھ دیتی تھیں یہاں تک کہ اونٹ پر سوار ہو جاتی تھیں۔

بخاری شریف میں حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت ہے کہ مسلمانوں نے آپس میں کہا:

''حضرت صفیہ امہات المومنین سے ہیں یا لونڈی ہیں جو غنیمت میں آئی ہیں اور آپ ان کے مالک ہو گئے ہیں ــــ اگر آپ نے ان کا پردہ کیا تو امہات المومنین سے ہیں اور اگر آپ نے انہیں نہ چھپایا تو لونڈی ہیں۔''

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کوچ فرمایا تو ان کے لیے اونٹ پر اچھا بستر بچھایا اور پردہ تان دیا ــــ

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کے بعد یہود کی اولادوں کو بردہ بنایا اور غلاموں میں حضرت صفیہ بھی تھیں ــــ وہ دحیۃ الکلبی کی طرف حصہ میں گئیں ــــ پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف گئیں۔ آپ نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح فرمایا اور ان کے عتق کو ان کا مہر ٹھہرایا۔

بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دحیہ سے فرمایا کہ:

''غلاموں میں سے کوئی لونڈی غیر صفیہ کے لے لو۔''

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت دحیہ سے سات غلاموں کے لیے بدلے لیا تھا ــــ بخاری کی روایت میں ہے کہ تم کسی لونڈی کو غلاموں میں سے غیر صفیہ کے لیے لے لو۔ اس لیے کہ اس جگہ نفی زیادتی پر کوئی دلالت نہیں ہے ــــ اللہ تعالیٰ واقع سے زیادہ عالم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس لیے لیا کہ وہ یہود کے بادشاہوں سے ایک بادشاہ کی بیٹی تھیں ــــ اور حضرت صفیہ ان عورتوں میں سے نہیں تھیں کہ دحیہ کو بخش دی جاتیں ــــ اس لیے کہ صحابہ دحیہ کی طرح اور دحیہ سے فوق مرتبہ میں کثرت سے تھے ــــ لیکن صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مانند نفاست نسب اور حسن و جمال میں غلاموں میں قلیل عورتیں تھیں ــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اگر دحیہ کو حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ مخصوص فرماتے تو بعض صحابہ کے تغیر خاطر کا امکان تھا ــــ چنانچہ یہ امر مصلحت عامہ سے تھا کہ حضرت صفیہ حضرت دحیہ سے واپس لے لی جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اختصاص حضرت صفیہ کے ساتھ ہوا اس لیے کہ اس میں جمیع صحابہ کی رضامندی تھی۔

یہ امر کہ آپ نے صفیہ کو دحیہ کو دے دیا اور پھر ہبہ سے آپ سے رجوع کیا ــــ یہ امر ہبہ سے رجوع کرنے میں کچھ نہیں ہے یعنی صفیہ دحیہ کو ہبہ کی گئی تھیں پھر واپس لے لی گئیں۔ گویا ہبہ سے رجوع ہوا اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں ہبہ سے لوٹایا جانا نہیں ہے بلکہ اسباب مذکورہ علت ہیں' وہ اسباب یہ ہیں:

☆ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تقسیم میں شامل نہیں ہوئی تھیں' لہٰذا ہبہ بھی نہ ہوگا۔

☆ دوسرے صحابہ حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل تھے' ان کی دل شکنی ہوتی۔

☆ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ملک زادی تھیں' دحیہ ان کے لائق نہ تھے۔

مغلطائی نے کہا ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خواب میں دیکھا کہ ان کی آغوش میں چاند اترا ہے۔۔۔۔۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے شادی کو خواب کی تعبیر خیال کرتی تھیں۔ ۲۸۹

گدھے کے گوشت کی حرمت:

اسی غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے گدھے کا گوشت حرام قرار دیا۔۔۔۔۔ جیسا کہ بخاری میں ہے کہ جس دن مسلمانوں کو خیبر پر فتح حاصل ہوئی اس دن کی رات میں مسلمانوں نے کثیر آگ روشن کی۔۔۔۔۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''یہ کیسی آگ ہے' تم لوگ کس شے پر یہ آگ جلا رہے ہو۔''

صحابہ نے عرض کیا۔

''یہ آگ پر گوشت جلا رہے ہیں۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا:

''کس قسم کے گوشت پر؟''

صحابہ نے عرض کیا:

''گدھے کے گوشت پر۔''

بیس یا تیس گدھے ذبح کیے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''یہ گوشت پھینک دو اور ہانڈیاں توڑ ڈالو۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا:

''ہم یہ گوشت پھینک دیتے ہیں اور ہانڈیاں دھو ڈالتے ہیں۔''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''بلکہ یہ کرو' (یعنی گوشت پھینک دو اور ہانڈیاں دھو ڈالو)

ہانڈیاں توڑنے میں مال کا نقصان تھا' اس لیے دھونے کے لیے حکم فرمایا۔

بخاری کی ایک اور روایت میں جو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یوم خیبر میں لہسن کھانے سے منع فرمایا اور گدھے کے گوشت سے بھی منع فرمایا۔ (لہسن میں بدبو ہوتی ہے اور اس کی تحریم خصائص نبویہ سے ہے)

ابن ابی اوفیٰ نے کہا ہے کہ ہم نے گروہ اصحاب میں کہا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے گدھے کے گوشت سے

---

۲۸۹ حاکم نے کہا ہے کہ ایسا ہی جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے جاری ہوا ہے۔۔۔۔ جویریہ بنت الحارث ام المومنین بنی مصطلق سے ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے تین دن خواب میں دیکھا تھا کہ یثرب سے ایک چاند آرہا ہے اور ان کی آغوش میں اترا ہے۔

اس لیے منع فرمایا ہے کہ اس میں خمس ۲۹۰ نہیں لیا گیا تھا ــــــ بلکہ حقیقت یہ ہے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے گدھے کی نجاست کی وجہ سے ہانڈیاں دھونے کے لیے حکم فرمایا تھا ــــــ اس لیے کہ گدھا گندگی کھاتا ہے' وہ نجس اور محرم ہے ــــــ پہلے آپ نے ہانڈیاں توڑ ڈالنا مناسب دیکھا پھر آپ نے اپنے اجتہاد میں تبدیلی فرما دی یا اس بارے میں آپ کی طرف وحی آئی کہ ہانڈیاں دھولی جائیں۔

گھوڑے کے گوشت کی حرمت:

امام شافعی علیہ الرحمہ اور جمہور علمائے سلف اور خلف کا مذہب یہ ہے کہ گھوڑے کا گوشت کھانا جائز (مباح) ہے۔ اس میں کراہت نہیں ہے ــــــ اس کے ساتھ حضرت عبداللہ بن زبیر' حضرت انس بن مالک اور حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہے (صحیح مسلم میں حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد میں ہم نے ایک گھوڑا ذبح کیا' ہم نے اسے کھایا' اس وقت ہم مدینہ میں تھے ــــــ دار قطنی کی روایت میں ہے کہ ہم نے اور اہل بیت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے کھایا۔

فتح الباری میں ہے کہ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس ارشاد سے کہ اس وقت ہم مدینہ میں تھے' یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ گھوڑے کے گوشت کا مباح ہونا جہاد فرض ہونے کے بعد تھا ــــــ لہٰذا جس شخص نے اس علت کی وجہ سے کہ گھوڑے آلات جہاد سے ہیں' گھوڑوں کے گوشت کی تحریم کی ہے ــــــ اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث سے اس شخص پر رد کیا جائے گا ــــــ اور اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس ارشاد میں کہ:

''اہل بیت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے گھوڑے کا گوشت کھایا۔''

یہ اس شخص پر رد ہے جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس بارے میں کوئی حدیث نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس پر مطلع ہوئے ہیں ــــــ باوجود اس کے کہ حدیث وارد ہے اگر حدیث وارد نہ ہوتی تب بھی آل ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ یہ گمان نہیں کیا جاتا کہ آل ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ شدت سے میل جول رکھتے تھے اور وہ آپ سے جدا نہیں ہوتے تھے ــــــ آل ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کچھ کرتے تھے' وہ اس کے جواز کو جانتے تھے۔ اس کے باوجود یہ رجحان تھا کہ صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے احکام میں کثرت سے سوال کرتے تھے ــــــ یہاں یہ امر پسندیدہ ہے کہ جس وقت کسی صحابی نے کہا کہ:

''ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد میں ایسا کرتے تھے۔''

اسے باز رہنے (رفع) کا حکم ہوگا۔ (یعنی اس حدیث کو مرفوع کہیں گے) ــــــ اس لیے کہ ظاہر امر یہ ہے کہ صحابی کے فعل کی آپ کو اطلاع ہوئی ہے اور آپ نے اسے برقرار رکھا ہے اور جس وقت یہ امر مطلق صحابہ میں ہوگا تو آل ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ یہ کیوں کر نہ ہوگا (کہ وہ ہر وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس حاضر رہتے تھے)

---

۲۹۰ مال غنیمت کا پانچواں حصہ جو غرباء اور لاوارثوں کے لیے وقف کیا جائے۔

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ گھوڑے کا گوشت کھانا مکروہ ہے ـــــ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت متواتر نہیں، بلکہ خبر احاد سے ہے ـــــ ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ شیخین کی شرط پر عطا بن یسار سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ تمہارے سلف ہمیشہ گھوڑے کا گوشت کھاتے تھے ـــــ ابن جریج نے ان سے پوچھا:

''کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب گھوڑے کا گوشت کھاتے تھے؟''

انہوں نے کہا: ہاں ـــــ عطا بن یسار تابعین کے طبقہ وسطیٰ سے تھے۔ انہوں نے جمیع صحابہ کو نہیں پایا ـــــ بلکہ انہوں نے ان لوگوں سے خبر دی ہے جنہوں نے بعض صحابہ کو دیکھا تھا ـــــ

امام مالک کا مذہب ہے کہ گھوڑا مکروہ ہے ـــــ فاکہانی مالکی نے بھی گھوڑے کو مکروہ کہا ہے ـــــ امام مالک نے گھوڑے کا گوشت کھانے کو جو مکروہ کہا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ گھوڑے اکثر جہاد میں استعمال کیے جاتے ہیں اگر اس کی کراہت نہ ہوتو اس کا استعمال کھانے میں کثیر ہو جائے گا ـــــ اور اگر کھانے میں اس کا استعمال کثیر ہو جائے گا تو گھوڑے فنا ہو جائیں گے۔ چنانچہ گھوڑوں سے دشمن کو ڈرانا اور وہ شے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ومن رباط الخیل ترھبون به عدواللہ وعدوکم میں امر وارد ہوا ہے، نقص کی طرف رجوع کرے گا، لہٰذا اس صورت پر کراہت سبب کی وجہ سے خارج ہوگی ـــــ خارج کا سبب بحث میں نہیں ہے اس لیے کہ وہ حیوان جس کی شرعی طور پر اجازت ہے، اس پر علماء کا اتفاق ہے جیسے اونٹ۔

بعض منع کرنے والوں کا یہ کہنا کہ اگر گھوڑے حلال ہوتے تو ان سے قربانی جائز ہوتی۔ یہ قول اس سے منتقض ہو جاتا ہے کہ برے حیوان کی قربانی نہیں کی جاتی اور اس کی قربانی کا شرعی حکم نہیں ـــــ ابوداؤد اور نسائی میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا ہے۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس حدیث کا اگر ثبوت تسلیم کر لیا تو یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث کا معارضہ نہ کرے گی جو گھوڑے کے گوشت کے جواز پر دلالت کرتی ہے ـــــ جبکہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے موافق حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے ـــــ بعض علماء نے یہ خیال کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث تحریم پر دلالت کرتی ہے، اس لیے کہ انہوں نے کہا کہ گھوڑے کے بارے میں رخصت دی گئی ہے۔ اس رخصت کا معنی یہ ہے کہ ممنوع کا مباح مع قیام جو حکم اصلی سے ہو ـــــ یعنی یہ رخصت خاص تھی، عام نہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر میں صحابہ کو شدید بھوک کی وجہ سے رخصت دی تھی اور یہ رخصت مطلق حلال ہونے پر دلالت نہیں کرتی یعنی جو بات نزاع کا باعث ہے اس کے حل پر دلالت نہیں کرتی۔

اس کا جواب اس طور پر دیا گیا ہے کہ اکثر روایتیں لفظ ''اذن'' کے ساتھ آئی ہیں جیسا کہ مسلم نے روایت کیا ہے ـــــ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں یہ ہے کہ:

''ہم نے خیبر کے زمانہ میں گھوڑے اور گدھے کے گوشت کھائے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں گدھے کے گوشت سے منع فرمایا۔''

اس حدیث میں گھوڑے کا ذکر نہیں ہے۔ چنانچہ اس حدیث نے گھوڑے کے گوشت کے جائز ہونے پر دلالت کی ہے اور اس میں یہ ہے کہ گھوڑے کا ذکر نہ ہونا دلیل نہیں ـــــ جبکہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث یہ ہے کہ:

''نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں گدھے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا اور گھوڑوں کے گوشت کھانے کے لیے حکم فرمایا۔''

یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ راوی کا یہ کہنا کہ ''رخصت دی'' ـــــ رخصت سے اذن مراد ہے ـــــ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں گھوڑے کے گوشت کی جو تحریم ہے' اس میں بھی احتجاج کا نقص گھوڑے کے گوشت کے اذن کے ساتھ کیا گیا ہے ـــــ اگر گھوڑے کے گوشت کی رخصت بھوک کی وجہ سے تھی تو گدھے کا گوشت اس اذن کے اولیٰ تھا کہ کھایا جاتا کہ اس وقت گدھے کثیر تھے اور گھوڑے قلیل ـــــ حاصل کلام یہ ہوا کہ:

''گھوڑے کا گوشت کھانے میں اذن نہیں تھا مگر اس کی اجازت عام نہ تھی بلکہ خاص ضرورت کی وجہ سے اجازت دی گئی۔''

امام مالک اور دیگر علماء جو گھوڑے کے گوشت کی تحریم کے قائل ہیں۔ انہوں نے فرمان الٰہی کے ساتھ احتجاج کیا ہے کہ یہ فرمان منع کے لیے ہے **والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ**

یعنی ''یہ حیوانات سواری اور زینت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔''

اس کی وضاحت اور تشریح بہت وجوہ سے کی گئی ہے:

☆ ایک وجہ یہ ہے کہ آیت شریف **لترکبوھا** میں لام تعلیل کے لیے ہے، لہٰذا لام نے اس پر دلالت کی ہے کہ یہ حیوانات سواری اور زینت کے علاوہ کاموں کے لیے نہیں پیدا کیے گئے۔ اس لیے کہ جو علت ظاہری طور پر ہو' حصر کا فائدہ دیتی ہے ـــــ چنانچہ ان حیوانوں کے کھانے کی اجازت بظاہر آیت کے خلاف ہے۔

☆ دوسری وجہ یہ ہے کہ لفظ **بغال** اور **حمیر** ' **خیل** پر عطف کیا گیا ہے ـــــ اس نے اس امر پر دلالت کی ہے کہ گھوڑوں' خچروں اور گدھوں کے ساتھ حکم تحریم میں مشترک ہے ـــــ چنانچہ جس شخص نے خیل کو منفرد کر لیا ہے' وہ اس شے کے حکم کے لیے جو خیل پر عطف کی گئی ہے' دلیل کا محتاج ہے۔

☆ تیسری وجہ یہ ہے کہ اس آیت کا سیاق امتنان کی جگہ کیا گیا ہے ـــــ اگر ان حیوانوں سے کھانے میں انتفاع کیا جاتا تو البتہ کھانے کے ساتھ اعظم امتنان ہوتا ـــــ حال یہ ہے کہ حکیم ادنیٰ نعمتوں سے امتنان نہیں کرتا کہ وہ سواری اور زینت ہے اور اعلیٰ نعمتیں چھوڑ دیتا ہے۔ خاص کر ایسی حالت میں کہ ان حیوانوں کے ذکر سے پہلے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد **ومن الانعام و منھا تاکلون** میں جن حیوانوں کا ذکر کیا گیا ہے' ان کے کھانے کے ساتھ امتنان واقع ہوا ہے۔

☆ چوتھی وجہ یہ ہے کہ اگر ان حیوانوں کا کھانا مباح کیا جاتا تو جو فائدہ ان حیوانوں سے سواری اور زینت میں ہے اور اس کے ساتھ امتنان واقع ہوا ہے وہ فائدہ نہ ہوتا ـــــ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ سورہ نحل بالاتفاق مکی ہے جبکہ

گھوڑے کا گوشت کھانے کی اجازت مکہ سے ہجرت کرنے کے بعد دی گئی ـــــ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آیت سے گھوڑے کا گوشت کھانا منع سمجھا ہوتا تو اس کے کھانے کی اجازت نہ دیتے ـــــ اور یہ بھی جواب ہے کہ سورہ نحل کی آیت گھوڑے کا گوشت نہ کھانے میں صریح نہیں ہے جبکہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث گھوڑے کا گوشت جائز ہونے میں صریح ہے ـــــ اور یہ بھی جواب ہے کہ جب یہ تسلیم کر لیا کہ آیت والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا میں لام تعلیل کے لیے ہے لیکن یہ امر تسلیم نہیں کرتے کہ سواری اور زینت میں فائدہ پہنچانے کا حصر ہے۔ اس لیے کہ گھوڑوں سے سواری اور زینت اور کھانے کے علاوہ نفع لیا جاتا ہے اس پر سب علماء کا اتفاق ہے جیسے:

☆ گھوڑوں پر سامان لادا جاتا ہے۔
☆ ان سے پانی بھرتے ہیں۔
☆ ان سے غلہ پیسا جاتا ہے۔

اور آیت کریمہ میں لفظ "رکوب" اور "زینت" کا ذکر نہیں ہے لیکن اس لیے کہ گھوڑوں سے جو اشیاء طلب کی جاتی ہیں ان اشیاء سے زیادہ تر سواری اور زینت ہے ـــــ اس کی مثال گائے کی وہ حدیث ہے جو صحیحین میں بیان ہوئی ـــــ جس وقت اس گائے نے اپنے سوار کو خطاب کر کے کہا تھا:

"میں سواری کے لیے نہیں پیدا کی گئی بلکہ کھیتی کے لیے پیدا کی گئی ہوں۔"

یہ حدیث اس کے باوجود حصر میں زیادہ صریح ہے' اس کے ساتھ اغلب امر کا ارادہ نہیں کیا جاتا۔ ورنہ گائے کھائی جاتی ہے ـــــ اور گائے سے کھیتی کے علاوہ بہت سی اشیاء میں نفع لیا جاتا ہے ـــــ بیضاوی علیہ الرحمہ نے کہا ہے سورہ نحل کی آیت کے ساتھ گھوڑے کے گوشت کی حرمت پر استدلال کیا گیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں حرمت کے ثبوت کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے اس لیے کہ فعل کی تعلیل سے جس شے کے ساتھ ارادہ کیا جاتا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا فعل سے غیر اس کا اصلاً ارادہ نہ کیا جائے۔

غزوہ خیبر میں مزید ممنوعات:

اس غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سباع یعنی درندوں میں سے ہر ایک جانور جو دانتوں سے پھاڑنے والا ہے' اس کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

یوم خیبر میں مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے فروخت کے لیے منع فرمایا ہے ـــــ اور اس بات سے بھی منع فرمایا ہے کہ کسی کنیز یا لونڈی سے تب تک ملاپ نہ کرو جب تک کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے۔

خیبر میں ایک یہودیہ نے آپ کو زہر دیا:

اس غزوہ میں زینب بنت الحارث سلام بن مشکم کی یہودی عورت نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دیا۔ جیس

کہ بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے ـــــ

اس حدیث میں یہ ہے کہ جب خیبر فتح کیا گیا' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایک ایسی بکری ہدیہ بھیجی گئی جس میں زہر تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''یہود سے جو لوگ یہاں ہیں' انہیں میرے پاس جمع کرو۔''

وہ سب آپ کے پاس جمع کیے گئے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہود سے فرمایا:

''میں تم سے ایک بات پوچھنے والا ہوں۔ کیا تم مجھے اس کا سچ بیان کرو گے؟''

یہود نے کہا:

''اے ابوالقاسم! بے شک ہم سچ کہیں گے۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا:

''تمہارا باپ کون ہے؟''

یہود نے کہا ـــــ ''ہمارا باپ فلاں شخص ہے۔''

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تم نے جھوٹ کہا بلکہ تمہارا باپ فلاں ہے یعنی اسرائیل یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔''

یہود نے کہا:

''آپ نے سچ فرمایا اور آپ اپنے قول میں سچے ہیں۔''

پھر آپ نے یہود سے فرمایا:

''کیا تم میرے ساتھ کسی بات میں سچ کہنے والے ہو اگر میں تم سے اس شے کے بارے میں پوچھوں۔''

انہوں نے کہا:

''بے شک اے ابوالقاسم ہم سچ کہیں گے۔ اگر ہم آپ سے جھوٹ بولیں گے تو آپ ہمارا جھوٹ پہچان لیں گے۔ جیسے کہ آپ نے ہمارے باپ کے بارے میں ہمارا جھوٹ پہچان لیا۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہود سے پوچھا:

''اہل نار کون لوگ ہیں؟''

یہود نے کہا:

''ہم لوگ دوزخ میں تھوڑا عرصہ رہیں گے' پھر آپ لوگ دوزخ میں ہمارے قائم مقام ہوں گے۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تم لوگ دوزخ میں ذلت و خواری سے مستقل قیام کرو گے ـــــ واللہ ہم لوگ دوزخ میں تمہارے قائم مقام کبھی نہ ہوں

گے ــــــ‘‘

پھر آپ نے یہود سے فرمایا ــــــ کیا تم لوگ مجھ سے کسی شے میں سچ کہو گے اگر میں تم لوگوں سے اس شے کے بارے میں پوچھوں۔‘‘

انہوں نے کہا ــــــ ’’بے شک ہم سچ کہیں گے۔‘‘

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا:

’’کیا تم لوگوں نے بکری میں زہر ملایا ہے؟‘‘

یہود نے کہا ــــــ ’’بے شک ہم نے زہر ملایا ہے۔‘‘

آپ نے یہود سے پوچھا:

’’اس امر کے لیے تمہیں کس بات نے اکسایا؟‘‘

یہود نے کہا:

’’ہم نے ارادہ کیا کہ اگر آپ جھوٹے ہوں گے تو ہم آپ سے آرام پالیں گے ــــــ اور اگر آپ نبی ہوں گے تو کو زہر نقصان نہ دے گا۔‘‘

ابوداؤد میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں لکھا ہے کہ یہودیہ زینب‘ مرحب کی بہن ہے ــــــ جبکہ بیہقی نے اسے مرحب کی بھتیجی لکھا ہے ــــــ ابوداؤد کے غیر کی روایت میں ہے کہ زینب بنت الحارث ابن مشکم کی عورت لوگوں سے پوچھنے لگی:

’’بکری میں کونسی شے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ پسند ہے۔‘‘

لوگوں نے بتایا کہ آپ کو دستی زیادہ پسد ہے ــــــ اس نے ایک بکری ذبح کر کے اسے بھونا ــــــ پھر اس نے ایسے زہر کا ارادہ کیا جو کہ فوراً مار ڈالے ــــــ اس نے یہود سے زہروں کے بارے میں مشورہ کیا کہ کون سا زہر مار ڈالنے میں تیزی سے اثر کرتا ہے ــــــ زینب نے یہود کے مشورہ پر بکری میں زہر ملایا‘ شانے اور دستیوں میں زہر زیادہ ملا دیا ــــــ پھر اس نے وہ زہر آلود بکری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تحفۃً بھیجی۔ آپ نے وہ لے لی۔ آپ کے پاس تین اصحاب موجود تھے‘ ان اصحاب میں حضرت بشر بن البراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے ــــــ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دستی اٹھائی اور اس میں سے دانتوں سے گوشت کاٹا۔ حضرت بشر بن البراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسری ہڈی لی ــــــ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لعاب دہن کے ساتھ گوشت کا وہ حصہ جو دانتوں سے کاٹا‘ نگل لیا ــــــ جو گوشت حضرت بشر بن البراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ میں تھا‘ انہوں نے اسے نگل لیا‘ دوسروں نے بھی کھایا ــــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’اس کے کھانے سے اپنے ہاتھ اٹھالو‘ اس لیے کہ یہ دستی مجھے خبر دے رہی ہے کہ زہر آلود ہے۔‘‘

اس حدیث میں ہے کہ بشر بن البراء ایک سال کے بعد مر گئے ــــــ بعض نے کہا ہے کہ اسی وقت فوت ہو گئے ــــــ

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو یہودیہ کے پاس بھیجا اور اس سے دریافت فرمایا:

''تو نے اس میں زہر ملایا ہے؟''

اس یہودیہ نے کہا:

''آپ کو کس نے خبر دی کہ یہ زہر آلود ہے؟''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''یہ دستی جو میرے ہاتھ میں ہے' اس نے خبر دی۔''

اس یہودیہ نے کہا:

''بے شک ہم نے زہر ملایا ہے ـــــ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر یہ شخص نبی ہے تو زہر اسے نقصان نہ دے گا' اگر نبی نہیں ہے تو ہم لوگ آرام پائیں گے۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس یہودیہ کو معاف کر دیا ـــــ

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس گوشت کے سبب جو بکری میں سے کھایا تھا' اپنے دونوں شانوں کے درمیان پچھنے لگوائے ـــــ زہری نے کہا ہے کہ وہ یہودیہ مسلمان ہوگئی ـــــ بیہقی نے کہا ہے کہ احتمال ہوتا ہے کہ پہلے اس یہودیہ کو آپ نے چھوڑ دیا ہو لیکن جب بشر بن البراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ لقمہ کھانے سے اللہ کو پیارے ہوگئے تو اسے قتل کیا ہو ـــــ سہیلی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے نفس مبارک کے لیے انتقام نہیں لیتے تھے' اسے بشر بن البراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصاص کے طور پر قتل کیا ہو۔

خیبر میں آپ کی نماز فجر قضا ہوگئی:

اور بھی غریب یہ امر ہے کہ اس غزوہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے نماز فجر نہیں پڑھی اور سو گئے ـــــ جبکہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کام پر مقرر کیا کہ نماز فجر کے وقت آپ کو بیدار کر دیں جیسا کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں مسلم کے نزدیک ہے ـــــ

وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جس وقت غزوہ خیبر سے واپس تشریف لائے تو تمام رات سفر میں رہے یہاں تک کہ آپ کو اونگھ آ گئی ـــــ آپ آخر رات میں اترے اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''آج کی رات تم ہماری حفاظت کرو۔''

بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قدر نماز پڑھی جس قدر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کی توفیق دی ـــــ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے دیگر صحابہ کرام سو گئے۔ جب فجر قریب ہوئی تو بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فجر کے مقابلہ میں اپنی سواری کے اونٹ کے ساتھ بیٹھ کر ٹیک لگا لی۔ ان پر بھی نیند نے غلبہ کیا' آخر وہ بھی رات سفر کرتے رہے تھے ـــــ وہ بھی سو گئے ـــــ

نہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بیدار ہوئے اور نہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیدار ہوئے اور نہ آپ کے دیگر صحابہ

کرام میں سے کسی کی آنکھ کھلی ــــــ

جب سورج کی شعاعیں اور دھوپ لگی تو سب سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے' آپ نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آواز دی:

''اے بلال!''

بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' میرے نفس پر اللہ تعالیٰ نے غلبہ کیا جیسے کہ آپ کے نفس پر غلبہ کیا'' ــــــ یا یہ معنی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے مجھ کو سلا دیا جیسے کہ آپ کو سلا دیا۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اونٹوں کو چلاؤ۔''

صحابہ کرام نے اپنی اپنی سواری کے اونٹ تھوڑی دور تک چلائے پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اقامت کے لیے فرمایا ــــــ انہوں نے اقامت کہی ــــــ آپ نے صحابہ کو نماز پڑھائی جبکہ آپ نے نماز قضا کر لی اور فرمایا:

''جو شخص نماز کو بھول جائے جس وقت اسے یاد آئے' اسے چاہئے کہ نماز پڑھ لے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اقم الصلوٰۃ لذکری'' اس غزوہ میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی جو حبشہ ہجرت کر گئے تھے' آ ملے۔

خیبر کی غلبہ سے فتح:

خیبر کی فتح میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ ''کیا غلبہ سے فتح ہوا یا صلح سے فتح ہوا'' ــــــ عبدالعزیز بن صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں جو انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے' اس طرح واضح بیان کیا ہے کہ خیبر غلبہ سے فتح کیا گیا۔

جس نے یہ کہا ہے کہ خیبر صلح سے فتح ہوا ہے' اسے ان دو قلعوں سے شبہ ہوا جو وطیح اور سلالم ہیں ــــــ ان قلعہ والوں نے اپنی جانیں بچانے کے لیے یہ قلعے سونپ دیئے تھے ــــــ یہ صلح کی ایک قسم ہے لیکن یہ واقعہ نہیں ہوا بلکہ یہود کو محصور کرنے سے اور ان کے ساتھ قتال کرنے سے قلعے ہاتھ آئے۔

وادی القریٰ کی فتح:

غزوہ خیبر کے بعد جمادی الآخر میں وادی القریٰ کو فتح کیا گیا۔ آپ نے وہاں چار دن قیام فرمایا ــــــ محاصرہ کے دوران آپ کے ایک غلام مدعم کو ایک تیر لگا وہ جاں بحق ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا:

''وہ شملہ جو اس نے خیبر میں خیانت سے لیا ہے' وہ ضرور اس پر آتش دوزخ بھڑکائے گا۔''

اہل تیما نے آپ سے جزیہ دینے پر صلح کر لی ــــــ یہ حافظ مغلطائی نے کہا ہے۔

سریہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

مقام تربہ مکہ سے دو منزل پر واقع ہے ــــ یہ سریہ شعبان ۷ ہجری میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں گیا ــــ آپ کے ساتھ تیس مجاہد تھے ــــ آپ کے ہمراہ بنی ہلال کا ایک رہبر بھی تھا ــــ آپ رات میں سفر کرتے اور دن میں چھپ رہتے تھے۔ ہوازن کے لوگ جو مقام تربہ میں تھے' انہیں آپ کے آنے کی خبر ملی تو وہ بھاگ گئے ــــ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی جگہوں کی طرف آئے۔ وہاں ان میں سے کوئی نہیں تھا۔ وہ اپنے اموال وغیرہ اونٹ بکریاں سب ساتھ لے گئے ــــ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ لوٹ آئے۔

سریہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

نجد میں بنی کلاب کی طرف ایک قریہ ضربہ ہے جو بصرہ کے راستہ پر مکہ سے قریب ہے۔ یہ سریہ شعبان ۷ ہجری میں گیا ــــ کہا جاتا ہے کہ یہ سریہ بنی فزارہ کی طرف گیا ــــ مسلمانوں نے ایک جماعت کو غلام بنا لیا اور دوسرے مارے گئے ــــ صحیح مسلم میں فزارہ کی طرف بھیجا جانا وارد ہوا ہے' یہی قول صحیح ہے۔

سریہ بشیر بن سعد الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

خیبر میں ایک گاؤں فدک ہے۔ اس کے اور مدینہ کے درمیان سات میل کا فاصلہ ہے۔ یہ سریہ شعبان سات ہجری میں بنی مرہ کی طرف حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سربراہی میں گیا۔ آپ کے ہمراہ تیس مجاہد تھے ــــ جنگ ہوئی۔ حضرت بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت زخمی ہو گئے ــــ یہ دیکھنے کے لیے کہ یہ زندہ ہیں یا شہید ہو گئے ــــ علیہ بن زید الحارثی ان لوگوں کی خبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے ــــ علیہ کے بعد بشیر بن سعد بھی حاضر ہو گئے ــــ آپ مقتولین میں سے اٹھ کر فدک تک پہنچے' یہود کے ہاں ٹھہرے رہے پھر بیماری سے اٹھے اور مدینہ میں آئے۔

سریہ غالب بن عبداللہ اللیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

نجد کے ناحیہ میں مدینہ سے آٹھ میل پر میفعہ واقع ہے۔ ماہ رمضان المبارک ۷ ہجری میں دو سو تیس مجاہدوں کا لشکر میفعہ پہنچا۔ انہوں نے ان کے مکانوں کا محاصرہ کر لیا جو لوگ سامنے آئے انہیں ہلاک کر ڈالا۔ ان کے اونٹ' گائے بکریاں مدینہ کی طرف ہانک لائے۔

اہل مغازی نے کہا ہے کہ اس سریہ میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص نہیک بن مرداس کو قتل کیا حالانکہ قتل سے پہلے اس نے لاالہ الا اللہ کہا تھا ــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ نے اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا تو حضرت اسامہ نے کہا:

''اس نے جان کے خوف سے لاالہ الا اللہ کہا تھا۔''

آپ نے فرمایا:

"کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا؟"

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت پشیمان ہوئے اور افسوس سے کہنے لگے:

"میں کسی سے جنگ نہ کروں گا جو لاالہ الا اللہ کی شہادت دے۔"

بخاری میں ابی ظبیان سے روایت ہے کہ میں نے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حرقہ کی طرف بھیجا۔ ہم ان لوگوں کے پاس صبح کے وقت اچانک جا پہنچے ـــــ ہم نے انہیں شکست دی ـــــ میں اور ایک انصاری مجاہد ان لوگوں میں سے ایک شخص کے پاس جا پہنچے جب ہم اس کے پاس آئے تو اس نے لاالہ الا اللہ کہا ـــــ میرا ساتھی انصاری تو اس سے باز رہا لیکن میں نے اپنے نیزے سے اسے مارا۔ حتیٰ کہ اسے ہلاک کر دیا ـــــ جب ہم مدینہ میں آئے تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس شخص کے قتل کی خبر پہنچی۔ آپ نے مجھ سے پوچھا:

"اے اسامہ! کیا تم نے اس کے بعد اس شخص کو قتل کیا تھا کہ اس نے لاالہ الا اللہ کہا تھا؟"

میں نے عرض کیا:

"وہ قتل سے پناہ مانگ رہا تھا۔"

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کلمہ کو بار بار فرماتے تھے:

"اسامہ تم نے اسے لاالہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کیا۔" یہاں تک کہ میں نے اس وقت یہ تمنا کی کہ:

"آج کے دن سے پہلے میں مسلمان نہ ہوا ہوتا۔"

یعنی میں نے جتنے اعمال صالحہ کیے تھے' اس قتل کی وجہ سے میرے نزدیک بے کار ہو گئے تھے' اس کا سخت الم ہوا ـــــ اسی لیے انہوں نے کہا:

"آج کے دن سے پہلے میں مسلمان نہ ہوا ہوتا تو بہتر ہوتا ـــــ اور آج کے دن میں مسلمان ہوا ہوتا تا کہ میرے ذمہ اس کے قتل کا الزام نہ ہوتا۔"

سریہ بشیر بن سعد الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

سرزمین غطفان جو یمن اور جبار کی طرف ہے ـــــ دوسری روایت میں بنی فرارہ اور بنی عذرہ کی سرزمین ہے۔ یہ سریہ ماہ شوال ۷ ہجری میں گیا۔ حضرت بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ تین سو افراد تھے ـــــ بنی غطفان نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے لوگوں کو جمع کیا تھا۔

مسلمان رات میں سفر کرتے تھے اور دن میں چھپ جاتے تھے۔ بنی غطفان کو جب حضرت بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنے کی خبر ملی تو بھاگ گئے ـــــ بہت سے اونٹ' گائے اور بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ آئے' دو افراد کو اسیر کر لیا۔ انہیں لے کر جب مدینہ پہنچے تو ان دونوں قیدیوں نے اسلام قبول کر لیا۔

عمرۃ القضا:

اس عمرہ کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قریش سے معاہدہ کیا تھا۔۔۔۔ یہ عمرہ اس عمرہ کی قضا نہیں ہے جس سے آپ کو روکا گیا تھا۔ اس لیے کہ وہ عمرہ فاسد نہیں ہوا تھا تاکہ اس کی قضا واجب ہوتی بلکہ وہ عمرہ عمرۂ تامہ تھا' اس لیے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چار عمرے گنتی کیے ہیں۔

دوسرے علماء نے کہا ہے یہ عمرہ' عمرۂ اولیٰ کی قضا تھا اور عمرہ حدیبیہ کو عمروں میں شمار کیا ہے۔ اس وجہ سے کہ اس عمرہ میں اجر کا ثبوت ہے۔ نہ یہ ہے کہ یہ عمرہ کامل کیا گیا۔۔۔۔ عمرۃ القضا کے نام کے سبب اس اختلاف پر مبنی ہے کہ جس نے عمرہ کا ارادہ کیا اور اسے بیت اللہ سے روک دیا گیا اس پر اس عمرہ کی قضا واجب ہے۔۔۔۔ ۲۹۱ جمہور علماء نے کہا ہے کہ جس شخص کو عمرہ سے روکا گیا ہے۔ اس پر قربانی واجب ہے' قضائے عمرہ واجب نہیں۔۔۔۔ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے اس کے برعکس روایت ہے۔۔۔۔ امام احمد علیہ الرحمہ سے ایک روایت یہ ہے کہ اس پر نہ قربانی لازم آتی ہے اور نہ قضائے عمرہ۔۔۔۔ دوسری روایت یہ ہے کہ اس پر قربانی اور قضائے عمرہ دونوں لازم ہیں۔۔۔۔ جمہور علماء کی حجت اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان فان احصرتم فما استیسر من الھدیٰ ہے یعنی

"اگر تم حج یا عمرہ سے منع کیے جاؤ تو جو شے قربانی سے تم پر آسان ہو' واجب ہے۔۔۔۔ ایک بکری ذبح کرو یا اس سے اعلیٰ ذبح کرو' قضا واجب نہیں ہے۔"

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی حجت یہ ہے کہ عمرہ شروع کرنے سے لازم ہوتا ہے۔۔۔۔ اگر عمرہ کے لیے آنے والا روک دیا جائے تو اسے عمرہ کی تاخیر جائز ہے۔۔۔۔ لہٰذا جس وقت روک دینا زائل ہو جائے تو عمرہ کرے اور دو احراموں کے درمیان حلال ہونے سے قضا کا ساقط ہونا لازم نہیں ہوتا (امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی یہ دلیل عقلی ہے)

اور اس شخص کی حجت جس نے قربانی اور قضا دونوں کو واجب کیا ہے وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو واقع ہوا ہے۔۔۔۔ صحابہ جس وقت روک دیئے گئے تو انہوں نے اونٹ ذبح کیے اور انہوں نے آئندہ سال عمرہ کیا اور قربانی کعبہ کو بھیج دی۔۔۔۔ اور جس شخص نے قربانی اور قضا دونوں کو واجب نہیں کیا ہے' اس کی حجت یہ ہے کہ صحابہ کرام کا حلال ہونا روک دینے کے سبب اونٹ ذبح کرنے پر موقوف نہیں ہوا تھا بلکہ یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا تھا کہ جس شخص کے ساتھ قربانی ہے' وہ اسے ذبح کرے اور جس شخص کے ساتھ قربانی نہیں وہ اپنا سر منڈائے۔

حاکم نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب ۷ ہجری میں ذیقعد کا چاند دیکھا تو اپنے صحابہ کرام کو یہ حکم فرمایا کہ مشرکین نے حدیبیہ میں جس عمرہ سے انہیں روک دیا تھا' اس کی قضا کے لیے عمرہ کریں اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو صحابہ کرام حدیبیہ میں حاضر ہوئے تھے' ان میں سے کوئی شخص رہنے نہ پائے۔ صحابہ کرام میں سے کوئی پیچھے نہ رہا۔ سوائے ان کے جو خیبر میں شہید ہو گئے تھے یا جو قضائے الٰہی سے وصال فرما گئے۔۔۔۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ دو ہزار

---

۲۹۱ عام طور سے روکنا اور خاص طور پر روکنا یکساں ہے۔۔۔۔ اور عمرۃ الاسلام ہو یا غیر عمرۃ الاسلام برابر ہیں۔

مرد گئے۔ عورتیں، بچے ان کے علاوہ تھے ــــ آپ نے ابورہم غفاری کو مدینہ پر خلیفہ کیا ــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کے لیے مختلف قسم کے ساٹھ جانور جن میں اونٹ گائے وغیرہ شامل ہیں، لے لیے ــــ ہتھیار، مغفر اور زرہیں اور نیزے ساتھ لیے ــــ ایک سو گھوڑے بھی ہمراہ تھے ــــ ذی الحلیفہ پہنچ کر آپ نے گھوڑوں کو اپنے آگے کیا اور ان پر محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرمایا ــــ ہتھیار والوں کو آگے فرمایا اور ان پر حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عامل ٹھہرایا ــــ پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے احرام باندھا اور لبیک کہا۔ صحابہ کرام بھی آپ کے ساتھ لبیک کہتے تھے ــــ محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑوں کے ساتھ الظہر ان تک گئے۔ انہیں وہاں قریش کے چند آدمی ملے، ان قریشوں نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

''گھوڑے لانے کا کیا سبب ہے؟''

محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے ہیں، انشاء اللہ کل صبح تک اس منزل پر پہنچ جائیں گے۔''

وہ قریشی مکہ میں آئے۔ اہل قریش ان کی خبر سن کر ڈر گئے ــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مراۃ لظہران میں اترے ــــ اور بطن یاجج کی طرف جو مکہ سے قریب ایک گاؤں ہے، جو لوگ حرم کی حدود میں ہوتے ہیں وہ اس جگہ سے نظر آتے ہیں۔

عمرہ کے لیے طریق کار:

آپ نے ہتھیار آگے بھیج دیئے اور اپنی حفاظت کے لیے اوس بن خولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دو سو جانثاروں سمیت پاس رکھا ــــ باقی حضرات عمرہ کے مناسک کے لیے گئے۔ اسی طرح ایک گروہ گیا اور ایک گروہ آپ کی حفاظت کرتا رہا ــــ قریش کے اشراف اس دوران مکہ سے نکل کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے ــــ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے اونٹ قصویٰ پر جب تشریف لے گئے تو مسلمانوں نے اپنی تلواریں اپنی گردنوں میں لٹکا لیں اور رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو گھیرے میں لے کر لبیک کہہ رہے تھے ــــ آپ مکہ میں اس ٹیکری سے داخل ہوئے جو حجوں پر نکلتی ہے۔ ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے اونٹ کی مہار تھام رکھی تھی ــــ

ابن رواحہ کے اشعار:

ترمذی شریف میں شمائل میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عمرۃ القضا میں مکہ میں ایسے حال میں داخل ہوئے کہ ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ساتھ چل رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے ۔

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ　　　اليوم نضر بکم علی تنزیلہ

اے کفار کی اولاد! آپ کے راستہ سے دور ہو جاؤ ــــ آپ کے مکہ تشریف لانے کی وجہ سے آج کے دن ہم تمہیں ماریں گے ــــ اگر تم لوگ ہمیں روکو گے تو ہم پلٹ کے نہ جائیں گے۔ جیسے حدیبیہ کے سال میں پلٹ گئے تھے ــــ یا تمہیں

تنزیل قرآن کے حکم پر ماریں گے۔

ضربا یزیل الهام عن مقیله ویذهل الخلیل عن خلیه

ہم ایسی ضرب لگائیں گے کہ سروں کو ان کی آرام گاہ یعنی گردنوں سے جدا کر دے گی اور اس ضرب سے دوست اپنے دوست کو بھول جائے گا یعنی مرنے والا زندہ کو اور زندہ مرنے والے کو بھول جائے گا۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

"اے ابن رواحہ! تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے شعر پڑھتے ہو۔"

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"اے عمر! اسے چھوڑ دو' تم اسے مت روکو ــــــ اس لیے کہ یہ اشعار یا کلمات قریش کی ایذا میں تیر مارنے سے زیادہ تیزی رکھتے ہیں۔"

اس حدیث کو عبدالرزاق نے دو وجوں سے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے بھی روایت کیا ہے۔ اس لفظ سے

خلوا بنی الکفار عن سبیله قد انزل الرحمن فی تنزیله

"اے کفار کی اولاد! آپ کی رہ گزر سے دور ہو جاؤ۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے' وہ یہ ہے:

بان خیبر القتل فی سبیله نحن قتلنا کم علی تاویله

خیبر القتل یعنی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد اس کے دشمنوں کے اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کی تشریح جیسی کہ ہم نے سمجھی اور تم نے اس تشریح سے انکار کیا ــــــ ہم تم سے اس تشریح کے انکار پر جنگ کریں گے۔

کما قتلنا کم علی تنزیله

"جیسا کہ ہم نے اس کے نازل ہونے پر تم سے جنگ کی یعنی قرآن پاک آپ کی نبوت کی دلیل ہے' تم نے اسے نہ مانا' اس لیے ہم نے تم سے جنگ کی۔"

اس حدیث کی روایت طبرانی اور بیہقی نے دلائل میں کی ہے:

الیوم نضربکم علی تنزیله ضربا یزیل الهام عن مقبله

ویذهل الخلیل عن خلیله یارب انی مؤمن بقیله

اور ابن عقبہ کے نزدیک مغازی میں ابن رواحہ کے اشعار کے بعد یہ شعر ہے:

قد انزل الله فی تنزیله فی صحف تتلی علی رسوله

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی تنزیل میں ان صحیفوں کو نازل کیا ہے جو اس کے رسول پر پڑھے جاتے ہیں ــــــ ابن عقبہ نے لیکن اس روایت میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر نہیں کیا ــــــ ابن اسحاق نے ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار کے اس شعر کا اضافہ کیا ہے:

یارب انی مؤمن بقیلہ انی رایت الحق فی قبولہ

''اے میرے رب! میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے ساتھ ایمان لانے والا ہوں۔ آپ کا فرمان قبول کرنے میں میں نے حق کو دیکھ لیا ہے۔''

ابن ہشام نے کہا ہے کہ ابن رواحہ کا یہ ارشاد انا ضربنا کم علی تاویلہ آخر تک عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شعر ہے' عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے غزوہ حنین میں کہا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لبیک فرماتے جاتے تھے یہاں تک کہ رکن یعنی حجر اسود کو اپنے اس عصا سے بوسہ دیا جس کا سر ٹیڑھا تھا ـــــ آپ اپنے احرام کی چادر مبارک اس طوز پر اوڑھے ہوئے تھے کہ دائیں ہاتھ کی بغل سے سینہ مبارک اور بائیں مونڈھے پر ڈالے ہوئے تھے ـــــ آپ نے اپنی سواری کے اونٹ پر طواف کیا۔ صحابہ کرام بھی آپ کے ساتھ طواف کر رہے تھے۔ انہوں نے بھی آپ کی طرح احرام کی چادریں اوڑھ رکھی تھیں۔

مشرکین کا گمان اور صحابہ کی شان:

بخاری شریف میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مشرکین نے کہا:

''تمہارے پاس ایک ایسے حال میں آئی ہے کہ انہیں یثرب کے بخار نے سنت کر دیا ہے۔''

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کی یہ بات سن کر صحابہ کرام سے فرمایا:

''تمام لوگ بیت اللہ کے تین پھیرے دوڑ کر پورے کریں۔''

اور صحیح یہ ہے کہ مشرکین نے کہا:

''تمہارے پاس ایسی قوم آئی ہے جسے یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو دوڑ کر طواف کرنے کے لیے حکم فرمایا اور یہ فرمایا:

''دونوں رکنوں کے درمیان آہستہ چلیں۔''

جمیع طوافوں میں جو اصحاب نہیں دوڑے' ان کے امر سے آپ کو کسی شے نے منع نہیں کیا مگر ان کے ساتھ شفقت فرمائی کہ تھک جائیں گے' کمزور ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا: دوڑو ـــــ تاکہ مشرکین صحابہ کرام کی قوت دیکھیں ـــــ اس وقت مشرکین جبل قیقعان کی طرف تھے ـــــ دونوں رکنوں کے درمیان جو لوگ چلتے تھے' انہیں قیقعان پر مشرکین نظر نہیں آتے تھے ـــــ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صفا اور مروہ کے درمیان اپنی سواری کے اونٹ پر طواف کیا جبکہ فارغ ہونے کے وقت ساتواں طواف تھا ـــــ اس وقت قربانی کے اونٹ مروہ کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے ـــــ آپ نے فرمایا:

''یہ ان کے ذبح کرنے کی مستحب جگہ ہے اور مکہ کا ہر ایک وسیع راستہ ذبح کرنے کی جگہ ہے۔''

چنانچہ مروہ کے نزدیک انہیں ذبح کیا ـــــ اور اس جگہ آپ نے سر منڈایا اور اسی طرح تمام مسلمانوں نے کیا کہ اپنے

اونٹ ذبح کیے اور وہیں اپنے سر منڈائے۔

عمرہ سے فارغ ہونے والوں کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے پاس بطن یا جج میں پہنچ جائیں اور ہتھیاروں کے پاس ٹھہرے رہیں اور دوسرے ساتھی جو ہتھیاروں کے پاس ہیں' وہ آ کر اپنی قربانیاں ادا کریں ـــــ وہ دو سو صحابہ کرام تھے جو طواف اور قربانی سے فارغ ہو کر گئے تھے ـــــ ان صحابہ کرام نے آپ کے ارشاد پر عمل کیا اور اسی طور پر دیگر صحابہ کرام نے عمل کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکہ میں تین دن قیام فرمایا ـــــ بخاری شریف میں براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ جب آپ مکہ میں داخل ہوئے' وقت معینہ گزر گیا تھا۔ قریش حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس آئے اور کہنے لگے:

''اپنے صاحب سے کہہ دو کہ آپ یہاں سے چلے جائیں ـــــ وقت مقررہ گزر چکا یعنی تین دن ہو چکے ہیں۔''

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی:

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ سے تشریف لے جانے لگے تو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی آپ کے پیچھے ہولی اور یاعم یاعم کہہ کر پکارنے لگی ـــــ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے لے لیا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا:

''اپنے چچا کی بیٹی کو لے لو۔''

انہوں نے اسے اٹھا لیا ـــــ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی کے لیے حضرت علی' حضرت زید اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھگڑا کیا ـــــ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''میں نے اسے لے لیا ہے وہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔''

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''وہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میری زوجہ ہے۔''

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''میرے بھائی کی بیٹی ہے۔''

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے لیے اس کی خالہ کو حکم دیا اور فرمایا:

''خالہ بمنزلہ ماں کے ہے۔''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مشرکین سے یہ شرط کرنے کے باوجود کہ آپ اہل مکہ سے کسی کو نہ لے کر جائیں اور وہ مکہ سے جانے کا ارادہ کریں ـــــ حضرت علی' حضرت زید اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی کے لیے اصرار رہا۔ یہ اس لیے تھا کہ کفار قریش نے حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی کو طلب نہیں کیا تھا اور آنحضرت صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ:

''خالہ بمنزلہ ماں کے ہے۔''

یعنی اس خاص حکم میں اس لیے کہ خالہ اپنی بہن کی اولاد سے مہربانی اور شفقت کرنے میں اور یہ کہ وہ اولاد کی اصلاح کرتی ہے' اس کی طرف ہدایت کرنے میں قریب ہے ــــــ یعنی خالہ پرورش کرنے میں پھوپھی پر مقدم ہے۔ اس لیے کہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت موجود تھیں اور جس وقت خالہ مقدم کی گئی باوجود اس کے کہ عورتوں میں عصبات میں پھوپھی اقرب ہے' لہٰذا خالہ غیر پھوپھی سے مقدم ہے ــــــ اس حدیث سے یہ اخذ ہوا کہ باپ کے رشتہ داروں پر ماں کے رشتہ داروں کی تقدیم ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح:

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایسے حال میں نکاح کیا کہ آپ محرم تھے اور ان کے پاس ایسے تشریف لائے کہ آپ ان پر حلال تھے۔

بخاری میں سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلطی کی ہے۔ اگرچہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی خالہ تھیں' آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حلال ہونے کے بعد ان سے نکاح کیا ــــــ مسلم میں یزید بن الاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے جب نکاح کیا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور میں دونوں مقام سرف میں حلال تھے۔

سریہ ابن ابی العوجاء اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ سریہ ماہ ذی الحجہ ہجرت کے ساتویں سال بنی سلیم کی طرف گیا۔ اس سریہ میں پچاس مجاہد تھے۔ انہیں چاروں طرف سے کفار نے گھیرے میں لے لیا' شدید جنگ ہوئی۔ حتیٰ کہ تمام مسلمان شہید ہوگئے۔ ابن ابی العوجاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہیدوں میں سخت زخمی پائے گئے ــــــ کفار انہیں بھی مقتول سمجھ کر چھوڑ گئے ــــــ ابن العوجاء بڑی مشقت اٹھا کر رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سن آٹھ ہجری ماہ صفر کے آغاز میں آئے ــــــ شافعیہ کے نزدیک احرام کی حالت میں آپ کو نکاح کرنا جائز ہے۔

سریہ غالب بن عبداللہ اللیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ سریہ بنی طوح کی طرف کدید میں گیا ــــــ قاموس میں ہے کہ کدید حرمین شریفین کے درمیان ایک پانی ہے۔ کدید کا معنی زمین کا بطن واسع اور موٹی سخت زمین جیسی کہ کدید ہے ــــــ یہ سریہ ماہ صفر سن ۸ ہجری میں گیا ــــــ غالب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اونٹ وغیرہ غنیمت لیے ــــــ اسی مہینہ میں خالد بن ولید' عثمان بن ابی طلحہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ آئے اور مسلمان ہوگئے۔

دوسرا سریہ غالب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ سریہ مصاب نامی گاؤں میں ہوا۔ مصاب کی طرف بشیر بن سعد کے اصحاب کی طرف فدک میں ماہ صفر سن ۸ ہجری میں گیا۔ غالب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ دو سو مجاہد تھے ـــــ انہوں نے صبح کے وقت اہل مصاب پر حملہ کیا' مصاب کے بہت سے لوگ مارے گئے۔ یہ غنیمت میں اونٹ بکریاں مدینہ لے کر آئے۔

سریہ شجاع بن وہب الاسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ سریہ عامر بنی عامر کی طرف مقام سیٔ میں جو ایک پانی مقام ذات عرق سے وجرہ کی طرف ہے' اور مکہ سے بصرہ تک تین منزل ہے جبکہ مدینہ سے پانچ منزل ہے ـــــ یہ سریہ ماہ ربیع الاول سنہ ۸ ہجری میں گیا ـــــ اس سریہ میں چوبیس مجاہد تھے جو ہوازن کے مجمع کی طرف گئے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت شجاع کو امارت کے لیے حکم فرمایا ـــــ شجاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو سفر کرتے اور دن میں قیام کرتے ـــــ وہاں صبح کے وقت پہنچے اور بہت سے لوگ مارے گئے۔ مال غنیمت میں اونٹ' بکریاں اور بچے آئے۔ یہ مال غنیمت مدینہ لایا گیا یہ لوگ پندرہ راتیں مدینہ سے باہر رہے۔

مال غنیمت میں سے ہر ایک کے حصہ میں پندرہ اونٹ آئے۔ تقسیم میں ایک اونٹ دس بکریوں کے برابر قرار دیا گیا۔

سریہ کعب بن عمیر الغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ذات القریٰ کے وراء ذات اطلاع ہے ـــــ یہ سریہ ماہ ربیع الاول میں سن ۸ ہجری میں ذات اطلاع کی طرف گیا۔ اس سریہ میں پندرہ مجاہد تھے ـــــ جب یہ ذات اطلاع تک پہنچے تو ان کے مدمقابل لوگوں کی تعداد کثیر تھی ـــــ صحابہ کرام نے سخت جنگ کی یہاں تک کہ سب شہید ہو گئے۔ مقتولین میں حضرت کعب شدید زخمی ہوئے اور شدید زخمی ہونے کی وجہ سے بچ گئے۔ رات ہونے پر وہ مشقت سے اٹھے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے اور آپ سے سارا واقعہ بیان کیا ـــــ صحابہ کرام کی شہادت سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سخت رنجیدہ ہوئے ـــــ آپ نے ان کی طرف لشکر بھیجنے کا ارادہ فرمایا پھر آپ کو یہ اطلاع ملی کہ کفار دوسری جگہ کی طرف چلے گئے ہیں چنانچہ آپ نے انہیں چھوڑ دیا۔

سریہ موتہ:

ملک شام میں عمل بلقا سے دمشق کے نزدیک موتہ ایک قریہ ہے ـــــ یہ سریہ جمادی الاول سن ۸ ہجری میں بھیجا گیا ـــــ اس کا سبب یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حارث بن عمیر الازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خط دے کر ملک بصریٰ کے پاس بھیجا تھا۔ حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شرجیل بن عمرو الغسانی سے سامنا ہوا۔ اس نے حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر ڈالا ـــــ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قاصدوں میں حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کوئی قاصد قتل نہیں کیا گیا۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین ہزار مجاہدوں پر امیر بنایا اور فرمایا:
''اگر زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شہید کیے جائیں تو جعفر بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) امیر ہوں ـــــ اگر جعفر شہید کیے جائیں تو عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) امیر ہوں ـــــ اور اگر عبداللہ شہید کیے جائیں تو مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے میں سے کسی ایک کو رضامندی سے اپنا امیر ٹھہرا لیں۔[۲۹۲]

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کے اس لشکر کے لیے سفید جھنڈا قائم کیا اور حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عنایت فرما دیا اور انہیں یہ ارشاد فرمایا کہ:
''جہاں حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے ہیں وہاں پہنچیں ـــــ اور جو لوگ وہاں مقیم ہیں' انہیں اسلام کی طرف بلائیں ـــــ اگر اسلام قبول کرلیں تو بہتر ورنہ ان پر اللہ تعالیٰ سے مدد چاہو اور ان سے جنگ کرو۔''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کی مشایعت کے لیے شہر سے باہر نکلے اور ثنیۃ الوداع پر جا کر ٹھہر گئے' وہاں سے انہیں رخصت کیا۔ جب یہ لوگ چل دیئے تو مسلمانوں نے انہیں یہ دعا دی:

دفع اللہ عنکم وردکم نماعین ـــــ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ شعر پڑھا:

لکنني سال الرحمن مغفرة　　وضربته ذات فرغ تقذف الزبدا

''لیکن میں رحمٰن سے مغفرت اور ایسی ضرب چاہتا ہوں جو وسیع ہو یعنی ایسا بڑا زخم ہو جس سے خون بکثرت جاری ہو اور اس خون میں جھاگ پیدا ہوں۔ جب خون کثرت سے نکلتا ہے تو اس کے جوش کے سبب اس پر جھاگ آ جاتے ہیں۔''

جب مسلمان مدینہ منورہ سے نکلے تو دشمن کو ان کے روانہ ہونے کی اطلاع ملی۔ انہوں نے مقابلے کے لیے گروہوں کو اکٹھا کیا ـــــ شرجیل بن عمرو نے ایک لاکھ سے زائد آدمی جمع کر لیے اور اپنے لشکر کے آگے دشمن کی خبر لانے والے بھیجے ـــــ مسلمان شام کے ایک گاؤں معان میں اترے ـــــ مسلمانوں کو دشمن کی کثرت اور ان کے گروہوں کے بارے میں پتا چلا کہ ہرقل سرزمین بلقا یعنی روم میں ایک لاکھ رومی مشرکین کے درمیان اترا ہے۔ مسلمانوں نے دو رات اس لیے قیام کیا کہ اس صورتحال کے بارے میں غور کریں اور آپس میں کہا:
''ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو لکھیں اور اس صورتحال سے انہیں آگاہ کریں۔''

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو ہوا دی' ان کی بہادری کو ہوا دی اور مسلمان موتہ تک آ گئے ـــــ ان کے مقابل مشرکین آئے ـــــ مشرکین اتنی کثرت سے آئے کہ کسی کو ان کے ساتھ مقابلہ کی طاقت نہ تھی ـــــ مشرکین اپنی شجاعت' مالداری اور شان وشوکت دکھانے کی غرض سے اپنے ساتھ ہتھیار اور گھوڑے اور دیباج اور ریشمی کپڑا اور سونا کثرت سے لائے۔

مسلمان اور مشرکین آپس میں مقابل ہوئے۔ اس دن مسلمانوں کے لشکر کے تین امیروں نے پیدل رہ کر کفار سے جنگ کی ـــــ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا لیا اور جنگ کی۔ ان کے ہمراہ مسلمانوں نے اپنی صفوں میں جنگ کی۔ حتیٰ

۲۹۲ گویا آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لشکر کی روانگی سے پہلے ہی ان صحابہ کی شہادت کی خبر دے دی۔

کہ زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیزہ لگنے سے شہید ہو گئے ـــــ پھر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا لیا اور اپنے گھوڑے شقراء سے اتر پڑے اور جنگ کرنے لگے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ ایک رومی نے انہیں ایک تلوار ماری اس ضرب نے انہیں دو ٹکڑے کر دیا ـــــ ان کے جسم کے دو ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑے میں اسی سے زیادہ زخم پائے گئے۔ ان کے جسم پر سامنے کی جانب تلوار اور نیزے کے بہتر زخم لگے تھے ـــــ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم میں نناوے سے زیادہ تلوار اور تیروں کے زخم تھے ـــــ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلوار اور نیزے کے پچاس کے درمیان زخم گنتی کیے۔ ان زخموں میں سے کوئی زخم ان کی پشت پر نہ تھا۔

ابن اسحاق نے روایت بیان کی ہے کہ بنی مرہ کے ایک شخص نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت وشہادت کا حال بیان کرتے ہوئے بتایا کہ واللہ گویا ضرور میں جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھ رہا ہوں جس وقت وہ اپنے گھوڑے شقراء سے کودے' انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں پھر وہ آگے بڑھے اور جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد جھنڈا حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لیا اور جنگ کی' آخرکار شہید ہو گئے ـــــ ان کے بعد ثابت ابن خرم العجلانی نے جھنڈا اٹھایا لیکن مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اتفاق کیا کہ جھنڈا وہ لیں ـــــ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا لے لیا۔ رومی بھاگے' بھاگڑ پڑ گئی' مشرکین ان کے پیچھے ہو لیے ـــــ مسلمانوں میں بہت شہید ہوئے ـــــ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشرکین سے زبردست جنگ کی' مشرکین بھاگ گئے اور مال غنیمت ہاتھ لگا۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے زمین اٹھا دی گئی۔ یہاں تک کہ کفار سے جنگ کی جگہ آپ نے ملاحظہ فرمائی ـــــ عباد بن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت میں حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال میں مزید یہ ہے کہ اس جنگ میں حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں ہاتھ بالکل کٹ گئے' پھر وہ شہید ہو گئے ـــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں ہاتھ جو کٹ گئے' ان کے بدلے میں ان کو دو بازو دیئے ـــــ وہ ان بازوؤں سے جنت میں اڑتے ہیں جس جگہ وہ چاہتے ہیں۔"

بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب ابن رواحہ' ابن حارث اور جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر آئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے ـــــ غم آپ کے چہرۂ انور سے جھلک رہا تھا ـــــ آپ نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

"تم گواہ رہو کہ تمہارا باپ ملائکہ کے ساتھ آسمان میں اڑتا ہے۔"

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہی روایت بیان کی ہے ـــــ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آج کی رات حضرت جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ملائکہ کے گروہ میں میرے پاس سے ایسے حال میں گزرے کہ ان کے دونوں بازو

رنگین تھے۔۔۔۔۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میں آج کی رات جنت میں داخل ہوا' میں نے جعفر بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دیکھا کہ ملائکہ کے ساتھ جنت میں اڑتے ہیں۔''۔۔۔۔۔

ایک اور روایت میں مزید تفصیل ہے:

جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جبرئیل اور میکائیل (علیہم السلام) کے ساتھ اڑتے ہیں' ان کے دو بازو ہیں۔ ان کے دونوں ہاتھوں کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو دو بازو دیئے ہیں۔''[۲۹۳]

جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں ہاتھ اس جنگ میں کٹ جانے سے اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے بدلے دو بازو دیئے۔ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دائیں ہاتھ میں جھنڈا لیا' وہ کٹ گیا۔۔۔۔۔ پھر انہوں نے بائیں ہاتھ میں جھنڈا لیا' وہ بھی کٹ گیا۔۔۔۔۔ انہوں نے جھنڈا اپنی بغل میں لے لیا' پھر وہ شہید کر دیئے گئے۔

موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں یہ ذکر کیا ہے کہ لیلیٰ بن امیہ اہل موتہ کی خبر لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''اگر تم چاہو تو مجھے خبر دو اور اگر تم چاہو تو میں تم کو خبر دوں۔''

لیلیٰ بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''حضور آپ ہی خبر دیجئے۔''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اہل موتہ کی خبر سے ان کو مطلع فرمایا۔ لیلیٰ بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سن کر کہا:

''قسم ہے اس ذات کی! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے' آپ نے ان لوگوں کی بات سے کوئی حرف نہیں چھوڑا جس کو آپ نے ذکر نہیں فرمایا۔''

جبکہ طبرانی نے ابوالبشر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ ابو عامر الاشعری وہ شخص ہے جس نے اہل موتہ کے قتل کی خبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دی ہے۔

سریہ عمرو بن العاصی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ سریہ ذات سلاسل کی طرف گیا۔ اس کا نام ذات السلاسل اس لیے ہے کہ مشرکین نے ایک کو دوسرے کے ساتھ اس

۲۹۳ سہیلی نے کہا ہے کہ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو بازو ایسے نہیں ہیں جیسے وہم کی طرف سبقت ہوتی ہے کہ وہ پرندوں کے بازوؤں اور پروں کی طرح ہیں۔ اس لیے کہ آدمی کی صورت سب صورتوں سے اشرف ہے اور کل صورتوں میں اکمل ہے' لہٰذا دونوں بازوؤں سے مراد صفت ملکیہ ہے اور قوت روحانیہ ہے جو جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تحقیق قرآن نے ازروئے توسع کے عوض سے جناح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں تعبیر کی ہے۔ والعـ[...] یدك الیٰ جناحك (اس آیت میں جناح پسلی سے مراد ہے یعنی اپنا ہاتھ اپنی بائیں پسلی سے ملا دو۔۔۔۔۔ یہ موسیٰ علیہ السلام سے خطاب ہے) علما[ء] نے ملائکہ کے بازوؤں کے بارے میں کہا ہے کہ وہ صفات ملکیہ ہیں۔ وہ صفات نہیں سمجھے جاتے مگر معائنہ سے۔۔۔۔۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کے چھ سو بازو ہیں اور عادتاً کسی پرندے کے تین بازو نہیں پہچانے جاتے۔ چہ جائیکہ ان سے اکثر ہوں اور جس وقت کوئی خبر ان صفات کی کیفیات کے بیان میں ثابت نہیں ہوتی تو اس کے بغیر باہم ان کی حقیقت میں بحث کریں۔ ان کے ساتھ ہم ایمان رکھتے ہیں۔

خوف سے باندھا تھا کہ جنگ کے وقت بھاگ جائیں گے ـــــ ذات السلاسل اس لیے بھی کہتے ہیں کہ اس جگہ ایک پانی ہے جس کو سلسل کہتے ہیں۔ یہ ذات القریٰ کی درا ہے اور مدینہ منورہ سے دس دن کے راستہ پر ہے ـــــ یہ سریہ ماہ جمادی الآخر سن ۸ ھ میں گیا تھا۔

اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر ملی تھی کہ قضاعہ کی جماعت حملہ کے لیے جمع ہوئی ہے۔ آپ نے عمرو بن العاصی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ایک سفید جھنڈا قائم کیا اور ایک سیاہ جھنڈا بھی ہمراہ کر دیا۔ ان کی سرکردگی میں مہاجرین اور انصار کے تین سو شرفاء اور نفیس مجاہد تھے ـــــ ان کے لشکر میں تیس گھوڑے تھے۔

عمرو بن العاصی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات میں سفر کرتے اور دن کو چھپ رہتے تھے۔ جب یہ قضاعہ سے قریب ہوئے یعنی ماء سلاسل تک پہنچ گئے ـــــ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ مدمقابل ایک کثیر جماعت ہے ـــــ انہوں نے رافع بن مکیث الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدد کے لیے بھیجا ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ دو سو مجاہد روانہ فرمائے۔ انہیں ایک پرچم عطا فرمایا۔ ان کے ہمراہ مہاجرین و انصار کے نفیس حضرات تھے۔ ان میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے ـــــ ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ عمرو بن العاصی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر مل جائیں اور دونوں متفق رہیں' باہم اختلاف نہ کریں ـــــ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ ارادہ کیا کہ صحابہ کی امامت کریں ـــــ لیکن عمرو بن العاصی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''تم مدد پر آئے ہو اور میں لشکر کا امیر ہوں۔''

ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس بات پر اتفاق کیا ـــــ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجاہدین کو نماز پڑھاتے تھے۔ عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے روانہ ہوئے ـــــ یہاں تک کہ دشمن یعنی بنی بلی اور بنی عذرہ تک پہنچ گئے۔ مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا' وہ بھاگ گئے اور متفرق ہو گئے ـــــ یہ لوگ زیادہ نہیں تھے' مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا۔ انہوں نے تھوڑی دیر جنگ کی' مسلمانوں نے انہیں بھگا دیا۔

حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ دن وہاں قیام کیا۔ آپ سواروں کو بھیج دیتے تھے' وہ اونٹ بکریاں وغیرہ لاتے' یہ انہیں ذبح کرتے اور کھا لیتے تھے ـــــ اس جنگ میں مال غنیمت نہیں تھا کہ تقسیم کیا جاتا۔

سریہ عبیدہ بن الجراح / غزوہ سیف البحر / سریہ خبط:

امام بخاری نے اس کا نام غزوہ سیف البحر رکھا ہے' یہ سریہ خبط کے نام سے بھی معروف ہے ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت میں تین سو مجاہد روانہ فرمائے ـــــ ان مجاہدین میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے تا کہ قریش کے قافلہ پر پہنچیں۔

اس لشکر کے دو مقصد تھے:

☆ ایک قریش کے قافلہ کا انتظار

☆ جہینہ کے ایک قبیلہ سے جنگ

یہ سریہ قریش کے جس قافلہ کے لیے گیا تھا' اس قافلہ میں اونٹوں پر غلہ وغیرہ اشیاء تھیں ــــ اس قافلے کا انتظار جہینہ میں کرنا تھا ــــ لشکر جہینہ کے قبیلہ کی طرف جو مقام قبیلہ میں تھا' گیا تھا۔ قبیلہ دریا کے کنارہ سے ملا ہوا ہے۔ مدینہ منورہ اور اس کے درمیان پانچ رات کا فاصلہ ہے۔

ابن سعد نے کہا ہے کہ یہ سریہ ماہ رجب سن ۸ ہجری میں گیا تھا ــــ اس قول میں نظر ہے اس لیے کہ قریش کے قافلہ پر پہنچنا متصور نہیں ہوتا ہے کہ اس مدت میں ہو۔ وہ لوگ اس وقت صلح میں تھے۔ بے شک یہ احتمال ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو قافلہ قریش کا انتظار کرنا قریش کی جنگ کے لیے نہیں تھا بلکہ قبیلہ جہینہ سے ان کے محفوظ رکھنے کے لیے انتظار تھا۔

مسلمانوں نے کسی سے قتال نہیں کیا بلکہ حدیث میں یہ ہے کہ مسلمان کم و بیش نصف ماہ ایک جگہ ٹھہرے رہے۔

اس سریہ کے مجاہدوں کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کھجوروں کا ایک توشہ دان زادراہ دیا تھا جبکہ کھجوریں ختم ہوگئیں تو مسلمانوں نے خبط یعنی درخت سلم کے پتے کھائے ــــ ابی زبیر کی روایت میں ہے کہ ہم اپنے عصاؤں سے سلم کے پتے جھاڑتے تھے اور انہیں پانی میں بھگو کو کھاتے تھے ــــ بخاری کی حدیث میں ہے کہ صحابہ نے کہا ہے کہ ہم تین سو مجاہد تھے ــــ ہمارا زادراہ ختم ہوگیا یہاں تک کہ ہم میں سے ہر ایک' ایک دن میں ایک کھجور کھاتا تھا ــــ پھر قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اونٹ خریدا اور اسے مسلمانوں کے لیے ذبح کیا ــــ پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے دریا سے ایک حیوان کو نکالا جس کا نام عنبر ہے[۲۹۴] مسلمانوں نے اس میں سے کھایا اور زادراہ بھی لے لیا' جنگ نہ ہوئی اور لوٹ آئے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو صحاح ستہ کی زینت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا' تین سو شتر سوار تھے۔ ہمارے امیر عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ ہم دریا کے کنارے ٹھہرے' ہمارا زادراہ ختم ہوگیا ــــ ہم نے درخت سلم کے پتے کھائے ــــ پھر دریا نے ہمارے لیے ایک حیوان کو پھینک دیا جس کا نام عنبر ہے۔ ہم نے اس مچھلی سے نصف ماہ کھایا' یہاں تک کہ ہمارے جسم درست ہوگئے ــــ ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مچھلی کی پسلیوں میں سے ایک پسلی لی اور اسے قائم کیا اور سب سے زیادہ طویل اونٹ اس پسلی کے نیچے سے گزر گیا۔

جب ہم مدینہ میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ ہم نے یہ واقعہ آپ سے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا:

''وہ رزق تھا جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے نکالا تھا ــــ کیا اس مچھلی کے گوشت میں سے تمہارے پاس کچھ ہے' ہمیں بھی کھلاؤ۔''

ہم نے اس مچھلی میں سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا' آپ نے اسے کھایا۔

---

۲۹۴ یہ ایک مچھلی ہے جس کی لمبائی پچاس ہاتھ ہوتی ہے۔

سریہ ابی قتادہ بن ربعی الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

نجد میں بنی محارب کی سرزمین میں خضرۃ ہے ـــــ یہ سریہ ماہ شعبان سن ۸ ہجری میں خضرۃ کی طرف گیا۔ ابی قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ پندرہ مجاہد غطفان کی طرف روانہ کیے گئے ـــــ انہیں ان میں سے جو شخص ملا' اسے ہلاک کر دیا ـــــ کثیر تعداد میں غنیمت لائے' دو سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں تھیں۔ غلام بھی بہت سے تھے ـــــ ابوقتادہ مدینہ سے پندرہ راتیں باہر رہے۔

دوسرا سریہ ابی قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ذی خشب اور ذی المروہ کے درمیان بطن الضم ہے جو مدینہ منورہ سے تین منزل پر ہے ـــــ یہ سریہ رمضان المبارک سن ۸ ہجری میں گیا۔

اس سریہ کا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ ارادہ فرمایا کہ اہل مکہ سے جہاد کریں' ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آٹھ مجاہدوں کے ہمراہ سریہ کے انداز میں بطن الضم روانہ فرمایا تاکہ گمان کرنے والا یہ گمان کرے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرف توجہ فرمائی ہے اور وہ لوگ یہ خبر لے جائیں کہ آپ اس طرف متوجہ ہوئے ہیں ـــــ تاکہ قریش غافل رہیں اور ایسا ہی ہوا کہ جس رات آپ مکہ میں داخل ہوئے' قریش کو اس رات خبر ہوئی۔

مسلمان عامر بن الرضبط سے ملے۔ عامر نے ان لوگوں سے اسلام کا سلام کیا۔[۲۹۵] محلم بن جثامہ نے عامر کو قتل کر ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا ـــــ

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ محلم بن جثامہ دو چادریں اوڑھے ہوئے آیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا تاکہ آپ اس کی مغفرت چاہیں ـــــ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لاغفر اللہ لک

محلم کھڑا ہو گیا اور رونے لگا' اپنے آنسو اپنی دونوں چادروں پر لیتا تھا یعنی اپنے آنسو پونچھتا تھا ـــــ محلم کو ساتواں دن نہیں گزرا کہ وہ مر گیا ـــــ دفن کے بعد زمین نے اسے پھینک دیا ـــــ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ محلم کو دوبارہ دفن کیا۔ جب اس کے قبیلہ والے تنگ آ گئے تو وہ اسے دو پہاڑوں کی طرف لے گئے' وہاں اسے پہلو پر لٹا کر اس پر پتھر رکھ دیئے یہاں تک کہ اسے چھپا دیا۔

لوگوں نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا:

''زمین تمہارے صاحب سے زیادہ بدآدمیوں کو قبول کرتی ہے (جیسے کفار اور مدعیان الوہیت ہیں) ـــــ لیکن اللہ تعالیٰ یہ ارادہ کرتا ہے کہ تمہیں نصیحت کرے۔''

---

۲۹۵ سلام سے مراد اسلام کا سلام ہے یا کلمہ شہادت کا انقیاد ہے۔

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ابن ابی حداد کے ساتھ دو سو نفوس غابہ کی طرف گئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جب یہ خبر ملی کہ غابہ میں رفاعہ بن قیس اپنی قوم قیس کو آپ سے جنگ کے لیے جمع کر رہا ہے تو مسلمانوں نے رفاعہ کو قتل کر ڈالا اور اس کے لشکر کو بھگا دیا اور اونٹ بکریاں غنیمت میں لائے۔

فتح مکہ ـــــ ایک پُرشکوہ موڑ:

''زادالمعاد'' میں ہے کہ فتح مکہ وہ عظیم الشان فتح ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین' اپنے رسول اور اپنے لشکر کو عزت عطا فرمائی جو انصار اللہ سے ہیں' اور ان لوگوں نے اس کے دین کی نصرت کے لیے اپنی جانیں خرچ کی ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایسے حرم کو کہ جس میں جو شخص داخل ہوتا ہے' امن پاتا ہے' کو عزت دی ہے' قوت دی ہے اور شوکت دی ہے ـــــ اس فتح سے اپنے شہر اور اپنے اس گھر کو کفار اور مشرکین کے ہاتھ سے چھڑایا ہے جسے تمام جہانوں کے لیے ہدایت قرار دیا ہے ـــــ یہ وہ فتح ہے جس سے اہل آسمان خوش ہوئے اور اس فتح کو اعلیٰ درجہ کی عزت اور عظمت حاصل ہوئی ـــــ اللہ کے دین میں لوگ گروہ در گروہ داخل ہوئے ـــــ اس فتح سے زمین کا چہرہ روشنی اور سرور سے نورانی ہو گیا۔

فتح مکہ کے محرکات:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کے لشکر اور رحمٰن کے مجاہد اس وجہ سے نکالے کہ قریش نے حدیبیہ میں جو معاہدہ کیا تھا' اسے توڑ دیا تھا ـــــ عہد میں یہ شرط واقع ہوئی تھی کہ:

''جو شخص اس امر کو دوست رکھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیمان اور عہد میں داخل ہو' وہ آپ کے عہد میں داخل ہو جائے ـــــ اور جو شخص اس امر کو دوست رکھے کہ قریش کے پیمان اور عہد میں داخل ہو' وہ ان کے عہد میں داخل ہو جائے۔''

اس کے بعد بنی بکر قریش کے پیمان اور عہد میں داخل ہو گئے اور بنی خزاعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیمان اور عہد میں داخل ہوئے ـــــ

حال یہ تھا کہ عہد جاہلیت میں بنی بکر اور بنی خزاعہ کے درمیان محاذ آرائی اور جنگ تھی۔ جب اسلام کا ظہور ہوا اور اس کا غلبہ ہوا یہ لوگ جنگ و جدل سے غافل ہو گئے۔ جب صلح تھی تو نوفل بن معاویۃ الدیلی' بنی بکر سے نکل کر بنی الدیل میں گیا۔ اس نے خزاعہ میں رات بسر کی ـــــ خزاعہ اس وقت اپنے پانی وتیرہ پر تھے ـــــ وتیرہ اسفل مکہ میں واقع ہے۔ نوفل کے خزاعہ کے ایک آدمی مبنہ کو قتل کر ڈالا ـــــ اس کے قتل سے بنی خزاعہ بنی بکر کے لیے غفلت سے بیدار ہوئے۔ ان سے یہاں تک جنگ کی کہ حرم میں داخل ہو گئے اور جنگ پھر بھی نہیں چھوڑی ـــــ قریش نے بنی بکر کی ہتھیاروں سے مدد کی اور بعض قریشیوں نے بنی بکر کے ساتھ رہ کر رات میں چھپ کر جنگ کی ـــــ ان میں سے:

☆ صفوان بن امیہ ☆ شیبہ بن عثمان ☆ سہیل بن عمرو ☆ حویطب بن عبدالعزیٰ

☆ مکرز بن حفص تھے۔

عمرو بن سالم الخزاعی چالیس شتر سواروں میں جو بنی خزاعہ سے تھے' نکلا۔ یہ لوگ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو اس مصیبت اور قتل کی خبر دی۔ وہ آپ سے نصرت چاہتے تھے ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ واقعات سن کر ایسے حال میں کھڑے ہو گئے کہ اپنی چادر مبارک کھینچ رہے تھے اور یہ فرماتے تھے:

''اگر میں لوگوں کو اس شے کے ساتھ نصرت نہ دوں گا جس شے کے ساتھ میں اپنے نفس کو نصرت دوں' میں نے نصرت نہیں دی۔''

طبرانی کی ''معجم صغیر'' میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے رات میں وضو کرنے کی جگہ میں سنا۔ آپ لبیك لبیك لبیك فرماتے تھے۔ یہ کلمہ تین بار فرمایا اور تین بار نصرت نصرت نصرت فرمایا۔ جب آپ وضو کرنے کی جگہ سے نکلے تو میں نے کہا:

''یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) میں نے آپ سے سنا' آپ نے وضو کی جگہ تین بار لبیك کہا اور تین بار نصرت فرمایا ـــــ گویا آپ کسی انسان سے کلام کر رہے تھے' کیا کوئی شخص آپ کے ساتھ تھا۔''

آپ نے فرمایا:

''بنی کعب کا یہ رجز کہنے والا مجھ سے فریاد رسی چاہ رہا ہے اور وہ یہ گمان کرتا ہے کہ قریش نے بنی کعب یعنی بنی خزاعہ پر بنی بکر کو مدد دی ہے۔''

پھر آپ تشریف لے گئے اور حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو حکم فرمایا کہ آپ کے سفر کا سامان تیار کریں اور کسی کو خبر نہ کریں ـــــ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور ان سے پوچھا:

''اے میری بیٹی! یہ کیا تیاری ہے؟''

حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے کہا:

''واللہ میں نہیں جانتی۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''واللہ یہ زمانہ بنی اصفر کے غزوہ کا نہیں ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں؟''

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا:

''واللہ مجھے علم نہیں ہے۔''

فتح مکہ میں رجزیہ اشعار:

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ تین دن ٹھہرے رہے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو صبح کی نماز پڑھائی۔ میں نے رجز پڑھنے والے سے سنا۔ آپ کے سامنے یہ اشعار پڑھتا تھا:

یارب انی ناشد محمدا حلف انبیاء وابیه الاتلدا

''اے رب! میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے باپ اور آپ کے باپ عبدالمطلب کی قدیم مناصرت یعنی باہمی مدد یاد دلاتا ہوں۔''

و زعموا ان لست تدعو احدا فانصر هداك نصرا ابدا

''قریش نے یہ گمان کیا ہے کہ ہماری نصرت کے لیے آپ کسی کو نہ بلائیں گے۔ آپ ہم کو ایسی نصرت دیجئے جس کا اثر منقطع نہ ہو اور ہمیشہ رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت کرے۔''

وادع عباد الله یاتوا مددا فیهم رسول الله قد تجردا

''تجرد کا معنی ہے کہ مہیا ہوئے اور آمادہ ہوئے ـــــ ایک روایت میں تجردا کی بجائے تحردا آیا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ غضب کیا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو بلائیں' وہ ایسے حال میں آئیں گے کہ وہ لشکر ہوں گے اور ہم کو نصرت دیں گے' قوت دیں گے ـــــ ان لشکروں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایسے حال میں ہوں گے کہ غضب ناک ہوں گے یا ان لوگوں کی جنگ کے لیے مستعد و آمادہ ہوں گے۔''

ان سیم خسفا وجهه تربدا

یعنی جن لوگوں نے آپ سے عہد کیا تھا اگر آپ ان کی ذلت کا ارادہ کریں گے تو آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہو جائے گا یہاں تک کہ آپ ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے لیے انتقام لیں گے جن کو آپ نے ذلیل کرنے کا ارادہ کیا ہوگا۔ خسفا بمعنی اولی 'تربد' بمعنی تغیر۔

ابن اسحاق نے ان اشعار پر یہ اضافہ کیا ہے:

هم بیتونا بالوتیر هجدا وقتلونا رکعا و سجدا

ان لوگوں نے رات میں ہمارا ارادہ کیا جب کہ ہم مقام وتیرہ میں سو رہے تھے اور ہمیں ایسے حال میں قتل کیا کہ ہم لوگ رکوع اور سجود میں تھے۔

وزعموا ان لست ادعو احدا وهم اذل واقل عددا

''اور ان لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ میں کسی کو فریاد رسی کے لیے نہ بلاؤں گا اور وہ زیادہ ذلیل اور تعداد میں بہت کم ہیں۔''

یہ اشعار سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اے عمرو بن سالم! تجھے نصرت دی گئی۔''

چنانچہ یہ وہ سبب تھا جس نے فتح مکہ کو حرکت دی ـــــ بزار نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے بعض مذکورہ بالا اشعار نقل کیے ہیں۔

قریش کی تجدید عہد کے لیے کوشش:

ابوسفیان بن حرب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس مدینہ میں آیا ـــــ وہ یہ چاہتا تھا کہ نیا معاہدہ کیا جائے اور مدت بھی بڑھا دی جائے ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ابوسفیان سے انکار کر دیا' وہ مکہ لوٹ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بغیر اس کے کہ کسی کو اس ارادہ پر مطلع کریں' سفر کا سامان تیار کر لیا۔

حاطب بن ابی بلتعہ کی اہل مکہ کو اطلاع:

حاطب نے ایک خط لکھ کر اسے مکہ کی طرف بھیجا اور اہل مکہ کو اس واقعہ کی خبر دی ـــــ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس کی اطلاع کر دی ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا:

''تم جاؤ' یہاں تک کہ تم لوگ روضہ خاخ میں پہنچو گے تو وہاں ایک ہودج نشین عورت ملے گی جس کے پاس ایک خط ہے' اس عورت سے وہ خط لے لو۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''ہم لوگ گئے' یہاں تک کہ روضہ خاخ میں آئے۔ یکا یک ہم نے ایک ہودج نشین عورت موجود پائی۔ ہم نے اسے کہا کہ خط نکال دے ـــــ اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ـــــ ہم نے کہا تجھے خط ضرور نکال کر دینا چاہیے یا ہم ضرور تیرے کپڑے اتار دیں گے'' ـــــ یہ سن کر اس نے اپنی چوٹی سے خط نکالا۔ ہم اس خط کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس لے آئے۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس خط میں یہ لکھا موجود پایا:

''یہ خط حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مکہ میں مشرکین میں سے جو آدمی ہیں' ان کی طرف ہے۔''

حاطب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعض امر سے ان لوگوں کو خبر دی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حاطب سے پوچھا:

''یہ کیا بات ہے؟''

حاطب نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ میرے معاملہ میں جلدی نہ فرمائیں ـــــ میری حقیقت یہ ہے کہ میں ایک ایسا شخص تھا جو قریش سے ملا ہوا تھا یعنی ان کا حلیف تھا ـــــ اور میں قریش میں سے نہیں تھا۔ مہاجرین میں سے جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں' ان کی قریش سے رشتہ داریاں ہیں ـــــ قریش ان کے عزیزوں اور اموال کی حفاظت کرتے ہیں جبکہ قریش سے امر نسبی مجھ سے فوت ہو گیا تو میں نے اس امر کو دوست رکھا کہ قریش کے نزدیک میں احسان ٹھہراؤں جس کے سبب قریش میرے عزیزوں کی حمایت کریں ـــــ میں نے یہ کام اپنے دین سے پھر جانے کے لیے نہیں کیا اور نہ ہی اسلام کے بعد

کفر کے ساتھ راضی ہوا ہوں۔"

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حاطب کی گفتگو سن کر فرمایا:

"تم لوگ سن لو! حاطب نے تحقیق تم سے سچ کہا ہے۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

"یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) مجھے اجازت دیجئے میں اس منافق کی گردن مار دیتا ہوں۔"

قریش کے حلیف سے اللہ تعالیٰ کی رعایت:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"حاطب بدر میں حاضر ہوا ہے۔ تمہیں کیا علم ہے کہ جو لوگ بدر میں حاضر ہوئے ہیں ___ تحقیق اللہ تعالیٰ ان کے احوال پر مطلع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی نسبت فرمایا ہے **اعملوما شیتم فقد غفرت** یعنی تم لوگ جو چاہو کرو' میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے ___ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے **یاایھا الذین امنوا لاتتخذو اعدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودة...... فقد ضل سواء السبیل** تک نازل فرمایا۔"

فتح الباری میں ہے کہ حاطب نے جس شے کے ساتھ عذر کیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی' اس کے باوجود عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

"یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! مجھے اجازت دیجئے میں اس منافق کی گردن مار دوں۔"

یہ اس وجہ سے تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک دین میں شدت تھی اور منافقین کے لیے نفرت و دشمنی تھی ___ انہوں نے یہ گمان کیا کہ جس شخص نے اس چیز کے خلاف کیا جس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے امر کیا' وہ قتل کا مستحق ہوگا لیکن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے ساتھ قطعاً یقین نہیں کیا تھا۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے حاطب کے قتل کے بارے میں اجازت چاہی تھی اور حاطب پر منافق کا اطلاق کیا تھا۔ اس وجہ سے حاطب نے جو امر ظاہر کیا تھا اس کے خلاف چھپایا تھا اور حاطب نے جو ذکر کیا کہ میرے عزیز مکہ میں تھے' مجھے ان کے لیے خوف تھا ___ حاطب نے یہ امر اس تاویل سے کیا تھا کہ اس میں کسی قسم کا نقصان نہیں ہے۔

یہ اس امر کو شامل ہے کہ ان لوگوں کو وہ حیثیت حاصل ہوگئی ہے جس کے سبب باری تعالیٰ نے ان کے پہلے گناہ بخش دیئے اور وہ اس کے اہل ہوگئے ہیں کہ لاحقہ گناہوں میں جو امر شروع کریں' ان کی مغفرت کی جائے گی ___ یعنی جنگ بدر کے بعد جو عمل وہ لوگ کریں گے ان کی مغفرت ہے۔ یہ ان کی خصوصیت مغفرت میں ہے ___ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص کے بارے میں جس شے کی خبر دی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب کی سچائی کو اس سے ظاہر کر دیا ہے۔ وہ لوگ ہمیشہ اہل جنت کے اعمال پر رہے ہیں یہاں تک کہ انہوں نے دنیا کو چھوڑا ___ اور اگر کسی سے کسی شے کا صدور تقدیر کیا گیا ہے' ضرور اس نے توبہ کی طرف سبقت کی ہے اور اس نے طریق حق کو لازم پکڑا ہے ___ جو شخص ان اصحاب کی سیرت پر

مطلع ہوا ہے' اس بات کو ان کے اموال سے قطعی طور پر جانتا ہے۔

حاطب کا خط:

یحییٰ بن سلام کی تفسیر میں ہے کہ وہ خط جو حاطب نے لکھا تھا' اس کا مضمون یہ ہے:

امابعد یا معشر قریش فان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جاء کم بجیش عظیم یسیر کالسیل فو اللہ لوجاء کم وحدہ لنصرہ اللہ وانجر لہ فانظر و الانفسکم والسلام ـــــ ایسا ہی اسے سہیلی نے روایت کیا ہے۔

واقدی علیہ الرحمہ نے مرسل سند سے یہ روایت کی ہے کہ حاطب نے سہیل بن عمرو اور صفوان بن امیہ اور عکرمہ کو یہ لکھا ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے آدمیوں میں غزوہ کے ساتھ اعلام کیا ہے اور میں آپ کو گمان نہیں کرتا ہوں کہ تمہارے غیر کا آپ ارادہ کرتے ہیں ـــــ اور میں نے اس امر کو دوست رکھا ہے کہ تمہارے نزدیک میری کوئی منت رہے۔''

دوست قبائل سے امداد طلبی:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے عرب سے جو لوگ آپ کے طرفدار تھے' ان کے پاس اپنے آدمی بھیجے' اپنے پاس حاضر ہونے کے لیے انہیں طلب فرمایا۔ وہ عرب:

☆ بنی اسلم	☆ بنی غفار	☆ بنی مزینہ
☆ بنی جہینہ	☆ بنی اشجع	☆ بنی سلیم

ہیں۔ ان قبائل میں سے وہ لوگ ہیں جو مدینہ میں آکر آپ سے ملے اور ان میں سے وہ لوگ ہیں جو راستہ میں لشکر اسلام میں شامل ہوئے۔

لشکر اسلام کی روانگی:

غزوہ فتح میں مسلمان دس سے بارہ ہزار صحابہ کرام تھے ـــــ جب لشکر روانہ ہوا اس وقت دس ہزار مجاہدین تھے' پھر دو ہزار راستے میں شامل ہوگئے ـــــ آپ نے مدینہ پر ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا ـــــ دوسری روایت میں ہے کہ ابورہم غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ پر خلیفہ ٹھہرایا ـــــ امام مسلم کے نزدیک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سولہ رمضان المبارک سن ۸ ہجری کو تشریف لے گئے ـــــ مغازی میں ہے کہ انیس تاریخیں گزر گئی تھیں کہ آپ مکہ میں داخل ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مقام کدید میں پہنچے جو قدید اور عسفان کے درمیان ایک پانی ہے' آپ نے افطار کیا اور افطار ہی میں رہے یہاں تک کہ رمضان المبارک کا سلخ ہوگیا۔

راستے میں قرابت داروں سے ملاقات:

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے پہلے اپنے اہل وعیال کے ساتھ اسلام اور ہجرت کی حالت میں نکلے تھے۔ رسول

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مقام جحفہ میں ملے' اس سے پہلے مکہ میں اپنی خدمت سقایہ پر ایسے حال میں مقیم تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان سے راضی تھے۔

اور جولوگ آپ سے راہ میں ملے تھے' ان میں سے:

☆ ابوسفیان بن الحارث' آپ کے چچا کے بیٹے اور آپ کے دودھ شریک بھائی انہوں نے بھی حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا تھا۔

☆ ابوسفیان کے بیٹے جعفر بن سفیان تھے۔

ابوسفیان نبوت سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے الفت رکھتے تھے اور آپ کو نہیں چھوڑتے تھے۔ جب آپ نبوت پر مبعوث ہوئے تو آپ سے دشمنی کی اور آپ کی ہجو کہی ___ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ان دونوں کی ملاقات مقام ابواء پر ہوئی اور مکہ میں داخل ہونے سے پہلے دونوں مسلمان ہو گئے ___

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابوسفیان اور عبداللہ بن ابی امیہ آپ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب کے فرزند نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مقام سقیا اور عرج کے درمیان ملاقات کی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں سے اعراض فرمایا۔ اس وجہ سے کہ ان دونوں سے سخت ایذا اور ہجو آپ دیکھا کرتے تھے ___ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا:

''آپ کے چچا اور آپ کے پھوپھی کے بیٹے کو آپ کے ساتھ اشقی الناس نہ ہونا چاہیے۔''

یعنی اگر آپ ان سے اعراض فرمائیں گے تو وہ اشقی الناس ہو جائیں گے۔

ابوعمر صاحب ''ذخائر العقبیٰ'' نے کہا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ابوسفیان سے کہا:

''تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آپ کے منہ کے سامنے سے آؤ اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جو یوسف علیہ السلام سے کہا تھا وہ آپ سے کہو یعنی تاللہ لقد آثرك الله علينا وان كنا لخاطئين ___ ۲۹۶ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خوشنود نہیں ہوتے کہ کوئی شخص قول میں آپ سے زیادہ اچھا ہو۔''

ابوسفیان نے یونہی کیا اور یہ آیت پڑھی، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لاتثريب عليكم اليوم يغفر الله لكم وهوا رحم الراحمين ۲۹۷

کہا جاتا ہے کہ جب سے ابوسفیان مسلمان ہوئے' انہوں نے حیا سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سر نہیں اٹھایا۔

---

۲۹۶ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی، تحقیق اے یوسف اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم لوگوں پر فضیلت دی اور ہم لوگ آپ کے امر میں گنہگار تھے، سو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے ہمیں ذلیل کیا۔

۲۹۷ یعنی آج کے دن تم پر کچھ عتاب نہیں ہے کہ تم اپنی خطا کا اقرار کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخشے، اللہ تعالیٰ زیادہ رحم فرمائے ___ تثریب بمعنی عتاب

اہل اسلام کی پیش قدمی:

پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آگے چل دیے جب آپ مقام قدید میں تھے' آپ نے قبائل کے لیے چھوٹے بڑے جھنڈے قائم کر کے مرحمت فرمائے ـــــ پھر آپ مرالظہر ان میں عشا کے وقت اترے اور اپنے صحابہ کرام کو حکم فرمایا ـــــ انہوں نے دس ہزار جگہ آگ جلائی اور قریش کو آپ کے آنے کی خبر نہیں پہنچی ـــــ قریش اس وجہ سے غمگین تھے کہ انہیں خوف تھا کہ آپ خاص ہم سے جہاد کریں گے۔ قریش نے ابوسفیان بن حرب کو بھیجا اور ان سے کہا:

''اگر تم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرو تو آپ سے ہمارے لیے امان لے لینا۔''

ابوسفیان بن حرب' حکیم بن خرام اور بدیل بن ورقہ قریش سے گئے یہاں تک کہ مرالظہر ان میں آئے۔ انہوں نے جب اسلام کا لشکر دیکھا تو اس لشکر کی ہیبت نے انہیں ڈرا دیا ـــــ بخاری میں ہے کہ یکا یک انہوں نے بہت سی آگ دیکھی۔ گویا وہ آگ مقام عرفہ کی تھیں۔ عرب عرفہ کی رات میں کثرت سے آگ جلایا کرتے تھے ـــــ ابوسفیان نے ان لوگوں کو دیکھ کر کہا:

''یہ کیا آگ ہے ـــــ البتہ گویا یہ آگ عرفہ کی آگ ہے۔''

بدیل بن ورقہ نے کہا:

''یہ بنی عمرو کی آگ ہے۔''

ابوسفیان نے کہا:

''بنی عمران لوگوں سے جنہوں نے آگ جلائی ہے' اقل ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جو آدمی حارس تھے' انہوں نے ابوسفیان وغیرہ کو دیکھا اور انہیں پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے۔ ابوسفیان مسلمان ہو گئے ۲۹۸ ابوسفیان جب روانہ ہونے لگے تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''ابوسفیان کو حطم الجبل کے پاس روک دو تاکہ مسلمانوں کی فوج دیکھے۔'' ۲۹۹

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روک لیا ـــــ صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قبائل ابوسفیان کے پاس سے لشکر در لشکر کے طور پر گزرنے لگے ـــــ ایک لشکر گزرا تو ابوسفیان نے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

''یہ کون لوگ ہیں؟''

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''یہ بنی غفار ہیں۔''

---

۲۹۸ گویا ابوسفیان دو ہوئے، ابوسفیان بن حارث اور ابوسفیان بن حرب، دونوں فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے۔

۲۹۹ حطم الجبل بمعنی پہاڑ کی ناک۔

ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''مجھے بنی غفار سے کیا سروکار!''

پھر بنی جہینہ گزرے۔ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے قبیلہ کی مانند پوچھا۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سردار قریش کو للکار:

یہاں تک کہ ایک ایسا لشکر گزرا جس کی مثل ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

''یہ کون لوگ ہیں؟''

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''یہ انصار ہیں' ان پر سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر ہیں ـــــ ان کے ساتھ ایک بڑا جھنڈا ہے۔''

یہ بڑا جھنڈا' پرچم نبوی تھا اور انصار کے ساتھ ہر ایک بطن میں ایک چھوٹا جھنڈا تھا ـــــ یہ سب لوہے میں چھپے ہوئے تھے' صرف آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں ـــــ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس وقت ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا:

''اے ابوسفیان! آج کا دن جنگ کا ہے' آج کا دن قتل کفار کا ہے' آج کے دن کعبہ حلال کر دیا جائے گا یعنی جس کا خون مباح کیا گیا ہے اگر آج کے دن وہ استار کعبہ کو بھی پکڑے گا تو وہ قتل کیا جائے گا ـــــ اگر اہل مکہ معارضہ کریں گے تو وہ قتل کیے جائیں گے ـــــ کعبہ سے بت نکال دیئے جائیں گے۔''

ابوسفیان نے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

''ہلاکت کا دن کیا اچھا ہے!''[۳۰۰]

ابوسفیان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آج کا دن کعبہ اور اہل کعبہ کے غضب کا دن ہے اور جو لوگ کعبہ پر قدرت پائیں ان کے مقابلہ میں اہل کعبہ کو نصرت دینے کا دن ہے ـــــ ایک اور معنی بیان کیے گئے کہ آج کا دن وہ دن ہے جس میں آپ کو لازم ہے کہ میری حفاظت اور میری حمایت آپ اس امر سے کریں کہ مجھے کوئی نقصان نہ پہنچے۔

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ بعض اہل علم نے یہ گمان کیا ہے کہ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسفیان سے کہا کہ آج کا دن جنگ اور قتل کا دن ہے ـــــ آج کے دن حرمت کی حلت ہے ـــــ اس بات کو مہاجرین میں سے ایک مجاہد نے سنا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہا:

''ہم لوگوں کو اس امر سے امن نہیں ہے کہ سعد قریش پر حملہ کریں۔''

---

۳۰۰ خطابی نے کہا ہے کہ ابوسفیان نے اس امر کی تمنا کی ہے کہ اس کے پاس دولت اور قوت ہوتی تو وہ اپنی قوم کی حمایت کرتا اور ان سے فکروں کو دور کرتا ـــــ یہ عاجزی سے کہا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''تم سعد کے پاس جا پہنچو اور ان سے جھنڈا لے لو' تمہی اس جھنڈا کو لے کر مکہ میں داخل ہو۔''

مغازی میں یہ روایت ہے کہ ابوسفیان نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ابوسفیان کے مقابل تھے' یہ کہا:

''کیا آپ نے اپنی قوم کے قتل کے لیے حکم دیا ہے؟''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ہم نے حکم نہیں دیا۔''

سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کچھ کہا تھا' وہ آپ سے ذکر کیا پھر آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دی اور رحم کی استدعا کی۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ابوسفیان آج کا دن رحمت کا دن ہے' آج کے دن اللہ تعالیٰ قریش کو عزت دے گا۔''

آپ نے سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کسی کو بھیجا' اس شخص نے سعد سے جھنڈا لے لیا اور سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے قیس کو وہ جھنڈا دے دیا۔

قریش کے لیے نرم دلی:

سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کچھ کہا' رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ میں قریش کی ایک عورت سامنے آئی اور یہ اشعار پڑھے:

یانبی الهدا الیك لجا حی قریش ولات حین لجائی

''اے ہدایت کے نبی! آپ کے طرف قریش کے قبیلہ نے ایسے حال میں پناہ پکڑی ہے کہ پناہ کا وقت نہیں ہے۔''

حین ضاقت علیهم سعة الارض و عاداهم اله السماء

''قریش نے آپ سے ایسے وقت میں پناہ پکڑی ہے کہ تمام روئے زمین کی وسعت ان پر تنگ ہوگئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وہ معاملہ کیا ہے جو دشمن کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ قریش کا دشمن ہوگیا ہے۔ اب وہ کہاں جائیں' ان کا کہیں ٹھکانا نہیں ہے۔

ان سعدا یرید قاصمة الظهر باهل الحجون والبطحاء

''سعد قریش سے اس خصلت کا ارادہ کرتے ہیں جو قریش کو کل امور سے وہ خصلت مانع ہے۔ گویا ان کی کمر اس طور سے ٹوٹ گئی ہے کہ ان کو کسی قسم کی حرکت نہیں ہے۔ اہل حجوں اور اہل بطحا یہی قریش لوگ ہیں۔''

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ اشعار سنے تو قلب اطہر میں قریش کے لیے رافت اور محبت جاگ اٹھی۔ آپ نے جھنڈے کے لیے حکم فرمایا۔ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ جھنڈا لے لیا گیا اور سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے قیس رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا گیا ـــــ ابی یعلی کے نزدیک حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جھنڈا زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا۔ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جھنڈے کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے بلکہ دو جھنڈوں کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے' ایک جھنڈا مہاجرین کا تھا اور دوسرا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ـــــ جبکہ زہری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جھنڈا زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا جن لوگوں کو سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جھنڈا دیا گیا اس کے بارے میں یہ تین قول آئے ہیں:

☆ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس لیے بھیجا کہ وہ سعد سے جھنڈا لے لیں اور اس کے ساتھ مکہ میں داخل ہوں۔

☆ پھر آپ نے سعد کی خاطر کے تغیر کا خوف کیا چنانچہ جھنڈا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے قیس کو دے دیا۔

☆ پھر یہ ہوا کہ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس امر کا خوف کیا کہ ان کے بیٹے سے کوئی ایسی حرکت صادر ہو جائے جسے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکروہ سمجھیں' سعد نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے چاہا کہ آپ قیس سے جھنڈا لے لیں' اس وقت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا لے لیا۔

بخاری کی روایت میں ہے کہ پھر لشکر آیا جس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ مہاجرین و انصار اور ان کے چھوٹے بڑے جھنڈے تھے ـــــ انصار کے ہر ایک بطن میں ایک بڑا اور ایک چھوٹا جھنڈا تھا ـــــ وہ لوہے میں اس طرح چھپے ہوئے تھے کہ ان کے جسم کی کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی' سوائے آنکھوں کی پتلیوں کے ـــــ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پرچم تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو ابوسفیان نے کہا:

''جو بات سعد بن عبادہ نے کہی ہے' کیا آپ کو اس کا علم نہیں ہوا ہے؟''

آپ نے ابوسفیان سے کہا:

''سعد نے کیا کہا ہے؟''

ابوسفیان نے کہا:

''سعد نے یہ کہا ہے کہ آج کا دن قتل کا دن ہے۔''

آپ نے ابوسفیان سے کہا:

''سعد نے غلط کہا ہے (اصل خبر انہیں معلوم نہیں) یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ کعبہ کو معظم کرے گا ـــــ اور یہ وہ دن ہے جس میں کعبہ کو لباس پہنایا جائے گا۔''

عروہ نے کہا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ آپ کا پرچم مقام حجون [۳۰۱] میں گاڑا جائے ـــــ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

۳۰۱ حجون مکہ کے مقبرہ کے قریب جگہ ہے۔

''اے ابو عبداللہ! کیا اس جگہ پرچم قائم کرنے کیلئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں حکم دیا ہے؟''

انہوں نے جواب دیا ـــــ ''بے شک!''

مکہ شہر میں آمد:

اسی دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ کدا کی طرف سے اعلیٰ مکہ سے مکہ میں داخل ہوں ـــــ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کدی کی طرف سے مکہ میں داخل ہوئے ـــــ اس دن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سواروں میں سے دو مجاہد:

☆ جیش بن الاشعر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ☆ کرز بن جابر الفہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شہید ہوئے ـــــ

بخاری شریف میں ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسفل مکہ سے مکہ میں داخل ہوئے ـــــ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اعلائے مکہ سے داخل ہوئے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ یوم فتح میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے اونٹ پر اعلیٰ مکہ سے داخل ہوئے تو اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پیچھے سوار تھے ـــــ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سال فتح میں اس کدا سے داخل ہوئے جو اعلیٰ مکہ میں ہے ـــــ

موسیٰ بن عقبہ نے تمام لشکروں کے مکہ میں داخل ہونے کا حال لکھا ہے کہ:

☆ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مہاجرین اور ان کے سواروں پر امیر بنا کر بھیجا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ کدا سے اعلیٰ مکہ میں داخل ہوں اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہ اپنا جھنڈا مقام حجون میں گاڑیں اور اپنی جگہ سے کہیں نہ جائیں یہاں تک کہ آپ ان کے پاس تشریف لے آئیں۔

☆ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنی قضاعہ اور بنی سلیم وغیرہم کے قبائل میں بھیجا اور ان کو یہ حکم دیا کہ اسفل مکہ سے داخل ہوں اور اپنا جھنڈا مکہ معظمہ کے گھروں کے قریب گاڑیں۔

☆ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انصار کے لشکر میں آپ نے لشکر کے مقدمہ میں بھیجا اور ان کے ساتھیوں کو یہ تاکید فرمائی کہ اپنے ہاتھ قتال سے روکیں اور قتال نہ کریں ـــــ مگر اس شخص سے جو ان سے قتال کرنا چاہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ روانہ ہوگئے یہاں تک کہ اسفل مکہ سے داخل ہوئے۔ اس جگہ بنی بکر، بنی حارث بن عبد مناف اور بنی ہذیل کے بہت سے آدمی اخلاط الناس جمع تھے ـــــ جن سے قریش نے نصرت چاہی تھی۔ ان لوگوں نے خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قتال کیا، خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے قتال کیا ـــــ وہ لوگ بھاگ گئے ـــــ بنی بکر سے بیس اور بنی ہذیل سے تین یا چار آدمی قتل ہوئے۔ یہاں تک کہ ان لوگوں کے ساتھ قتل سوق حزورہ اور باب مسجد تک ختم ہوا ـــــ قتل ہونے

سے بچ جانے والے اپنے اپنے مکانوں میں داخل ہو گئے اور انہی میں سے ایک گروہ پہاڑوں پر چڑھ گیا۔
رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تلواروں کی چمک دیکھی تو آپ نے پوچھا:
''یہ چمک کیسی ہے ــــ جبکہ میں نے قتال سے منع کیا تھا۔''
صحابہ کرام نے عرض کیا:
''ہمیں گمان ہے کہ خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے قتال کیا گیا ہے اور خالد ہی نے قتال کی ابتدا کی ہے ــــ انہیں اس کے بغیر چارہ نہ تھا کہ وہ ان سے قتال نہ کریں۔''
یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اطمینان کا اظہار فرمایا۔ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:
''تم نے کس لیے قتال کیا' جبکہ میں نے قتال سے منع کیا تھا۔''
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:
''ان لوگوں نے ہم سے قتال کی ابتدا کی' جہاں تک میرا بس چلا میں نے اپنا ہاتھ قتال سے روکا۔''
آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
''قضاء اللہ خیر!''
ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مرالظہران میں اترے تو عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل اہل مکہ کے لیے نرم ہوا ــــ رات کے وقت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بغلہ پر سوار ہو کر گئے تاکہ کسی کو پائیں اور اسے کہیں کہ وہ اہل مکہ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے خبر کرے تاکہ اہل مکہ آپ سے امن چاہیں ــــ
عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسفیان بن حرب' حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا کی آواز سنی ــــ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسفیان کو بغلہ پر اپنے پیچھے سوار کر لیا اور انہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے آئے۔ ابوسفیان مسلمان ہو گئے جبکہ حکیم بن خرام اور بدیل بن ورقا دونوں اس لیے لوٹ کر چلے گئے کہ اہل مکہ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر دیں ــــ

ابوسفیان بن حرب کا قبول اسلام:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ابوسفیان کو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے سوار دیکھا ــــ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا:
''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! یہ ابوسفیان ہے' آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی گردن مار دوں۔''
عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:
''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میں نے ابوسفیان کو پناہ دی ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''ابوسفیان کو اپنے ٹھہرنے کی جگہ لے جاؤ جس وقت تم صبح کو اٹھو تو انہیں میرے پاس لے کر آؤ۔''

وہ لے کر چلے گئے۔ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے دن صبح کو اٹھے تو ابوسفیان کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے۔ جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان کو دیکھا تو آپ نے فرمایا:

''اے ابوسفیان! تیرا بھلا ہو کیا وہ وقت نہیں آ گیا کہ تو لا الہ الا اللہ سیکھے؟''

ابوسفیان نے کہا:

''میرا باپ اور ماں آپ پر فدا ہوں' آپ کس درجہ حلیم ہیں' کس درجہ اکرم ہیں اور کس درجہ صلہ رحمی فرماتے ہیں کہ آپ نے مجھے اس نرم اور شیریں انداز سے خطاب فرمایا ـــــ اور میرے واقعات سے چشم پوشی فرمائی کہ میں نے ایسی دشمنی کی اور جنگ کی۔

تحقیق میں نے یہ گمان کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر اللہ کے کوئی معبود ہوتا تو مجھے مجھ سے بے نیاز کر دیتا۔ میں نے اپنے رب سے نصرت چاہی اور آپ نے اپنے اللہ سے نصرت چاہی ـــــ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی! کہ میں نے آپ کو نہیں دیکھا یا ایسی جنگ نہیں کی مگر آپ کو مجھ پر نصرت دی گئی اگر میرا اللہ برحق ہوتا تو البتہ تحقیق میں آپ پر غلبہ کرتا۔''

پھر آپ نے فرمایا:

''اے ابوسفیان! تیرا بھلا ہو' کیا وہ وقت نہیں آ گیا کہ تو یہ سیکھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ (تو میری نبوت کا اقرار کرے)''

ابوسفیان نے کہا:

''میرا باپ اور میری ماں آپ پر فدا ہوں۔ آپ کس درجہ حلیم اور کس درجہ اکرم ہیں اور کس درجہ صلہ رحمی فرماتے ہیں۔ یہ کلمہ جو ہے اس سے میرے نفس میں اب تک کچھ شبہ ہے۔''

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسفیان کی یہ بات سنی تو انہوں نے اس خوف سے کہ مسلمانوں کو ان سے سخت دشمنی ہے اور یہ وقت باتوں میں مجادلہ کرنے کا نہیں ہے اور کہیں کوئی شخص ابوسفیان کے قتل کی مبادرت نہ کرے۔ ابوسفیان سے کہا:

''تیرا بھلا ہو تو مسلمان ہو جا اور یہ شہادت دے۔

اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد الرسول الله

اس سے پہلے کہ تیری گردن ماری جائے۔''

یہ سنتے ہی ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا اور شہادت حق ادا کی۔ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! ابوسفیان ایسا شخص ہے جو فخر کو دوست رکھتا ہے' ابوسفیان کے لیے کوئی چیز فخر کی ٹھہرایئے۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ــــ ''بہتر''

امان کی ندا:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا آپ کے منادی کرنے والے نے یہ ندا کردی:

☆ جو شخص مسجد میں داخل ہوگا اسے امان ہے۔
☆ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا' اسے امان ہے۔
☆ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے گا' اسے امان ہے۔

جن بدبختوں کو امان نہ ملی:

واقدی علیہ الرحمہ نے اپنے شیوخ سے ان لوگوں کے نام جمع کیے ہیں جنہیں یوم فتح میں امن نہیں دیا گیا اور ان کے قتل کے لیے حکم جاری کیا گیا۔ یہ چھ مرد اور چار عورتیں یعنی دس افراد ہیں:

چھ مرد:

☆ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ☆ ابن خطل ☆ عکرمہ بن ابوجہل
☆ حویرث بن نقید ☆ مقیس بن صبابہ ☆ ھبار بن الاسود

چار عورتیں:

☆ فرتنا (ابن خطل کی گائن) ☆ قریبہ (ابن خطل کی گائن)
☆ ارنب ☆ سارہ

ان میں سے دو مرد اور ایک عورت مسلمان ہوگئے تھے ــــ مردوں میں عکرمہ بن ابوجہل اور ھبار بن الاسود اور عورتوں میں ابن خطل کی گائن فرتنا مسلمان ہوگئے ــــ فرتنا مسلمان ہونے کے بعد بنی المطلب کی مولاۃ ہوگئی ــــ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ عمرو بن صیفی بن ہشام کی مولاۃ تھی۔

حویرث بن نقید کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا اور مقیس بن صبابہ کو نمیلہ اللیثی نے قتل کیا۔

ھبار وہ شخص ہے کہ جس وقت حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کی تھی تو ان کے اونٹ کے سامنے آ گیا تھا۔ اونٹ وحشت سے زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لے کر بھاگا یہاں تک کہ وہ ایک بڑے پتھر پر گر پڑیں اور ان کا بچہ ضائع ہوگیا۔

کعب بن زہیر' ہندہ بنت عتبہ زوجہ بولہب اور وحشی بن حرب بھی مسلمان ہوگئے۔

یوم فتح میں جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کو بتایا گیا کہ ابن خطل استار کعبہ کو پکڑے ہوئے ہے ــــ آپ نے اس کے قتل کا حکم فرمایا ــــ ابن خطل کے قاتلوں میں تین مختلف نام مختلف روایتوں میں ملتے ہیں:

☆ ابو ہریرہ الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ سعید بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چار مردوں اور دو عورتوں کے بارے میں فرمایا:

''انہیں قتل کر ڈالو ـــــ اگرچہ تم ایسے حال میں پاؤ کہ استار کعبہ سے لٹک رہے ہوں۔''

ابن خطل کے قتل کے لیے آپ نے اس لیے حکم فرمایا تھا کہ ابن خطل مسلمان تھا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اونٹوں وغیرہ کا صدقہ لینے کے لیے بھیجا اور اس کے ساتھ ایک انصاری جوان کو بھی بھیجا۔ اس کے ساتھ ایک غلام تھا جو اس کی خدمت کرتا تھا۔ وہ غلام مسلمان تھا۔ ابن خطل ایک ٹھہرنے کی جگہ پر اترا اور غلام سے کہا کہ اس کے لیے ایک بکرا ذبح کر کے اس کے لیے کھانا تیار کرے ـــــ

ابن خطل ہو گیا ـــــ جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ غلام نے اس کے لیے کچھ تیار نہیں کیا تھا۔ اس نے غلام پر حد سے زیادتی کی اور اسے قتل کر ڈالا ـــــ پھر وہ مرتد ہو کر مشرک ہو گیا ـــــ اس کی دو گانے والیاں تھیں' وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو گایا کرتی تھیں ـــــ ایک کا نام فرتنا اور دوسری قریبہ تھی ـــــ فرتنا مسلمان ہو گئی تھی اور قریبہ قتل ہو گئی تھی۔

ابن خطل کے مختلف نام بیان کیے گئے ہیں ـــــ اس کا نام عبدالعزیٰ تھا' مسلمان ہونے پر عبداللہ نام رکھا گیا۔

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چھپ رہا ـــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے لے کر آئے اور اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لا کھڑا کیا اور عرض کیا:

''یا نبی اللہ! عبداللہ سے بیعت لیجیے۔''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار اس کی طرف دیکھا اور ہر بار کے دیکھنے میں بیعت لینے سے انکار کرتے تھے ـــــ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین بار عرض کرنے کے بعد آپ نے عبداللہ سے بیعت لی پھر آپ اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا:

''جس وقت میں عبداللہ بیعت لینے کے لیے باز رہا' تم میں سے کوئی مرد رشید نہیں تھا کہ عبداللہ کی طرف جاتا اور اسے قتل کر ڈالتا۔''

صحابہ کرام نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے دل میں جو بات ہے ہم اسے نہیں جانتے' کس لیے آپ نے ہمیں اشارا نہیں کیا۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''کسی نبی کے لیے سزاوار نہیں ہے کہ وہ آنکھ سے اشارا کرے۔''
یعنی دل میں کچھ ہو اور ظاہر میں کچھ اشارا کرے۔

فتح مکہ میں اکرام نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم:

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا جو اکرام مکہ کی فتح سے کیا تو آپ نے سر اقدس اللہ تعالیٰ کی تواضع کے لیے اتنا نیچا کیا کہ قریب تھا کہ آپ کا سر اقدس کجاوے کو لگ جائے۔۔۔۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی عظمت کی وجہ سے اس امر پر شکر اور خضوع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا شہر حلال کیا۔ آپ سے پہلے وہ شہر کسی کو حلال نہیں ہوا تھا اور نہ ہی آپ کے بعد کسی کو وہ شہر کسی کو حلال ہو گا کہ قتال کیا جائے۔

بخاری میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث یہ ہے کہ یوم فتح میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر اقدس پر مغفر تھا۔

مکہ غلبہ سے فتح ہوا یا صلح سے:

امام احمد' مسلم اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے دو لشکروں میں سے ایک لشکر پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر مقرر کر کے روانہ فرمایا تھا۔۔۔۔ یہ لشکر میمنہ اور میسرہ پر گیا۔۔۔۔ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسرے لشکر پر امیر بنا کر بھیجا تھا۔۔۔۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان لوگوں پر امیر بنا کے بھیجا تھا جو بے ہتھیار اور بے زرہ تھے۔ پھر آپ نے مجھے فرمایا:

''اے ابوہریرہ! تم پکارو' انصار کو میرے پاس بلاؤ۔''

میں نے انصار کو پکارا۔ انصار آئے اور آپ کے گرد کھڑے ہو گئے۔ آپ نے انصار سے پوچھا:

''کیا تم لوگ ان متفرق لوگوں کی جماعتوں کو دیکھتے ہو جو قریش کے ساتھ ہیں اور قریش کے تابعین کو تم لوگ دیکھتے ہو۔''

پھر آپ نے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ پر اشارہ کیا کہ ان کو اس طور پر قتل کرو جس طور پر کھیتی کاٹی جاتی ہے یعنی ان کا اچھی طرح استیصال کرو یہاں تک کہ تم مجھ سے مقام صفا میں ملو۔۔۔۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''ہم چل دیئے' ہم نہیں چاہتے تھے کہ ان میں سے کسی کا قتل کریں مگر ہم نے انہیں قتل کیا۔''

ابوسفیان آئے اور انہوں نے کہا:

''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! قریش کی جماعت اور اشخاص مباح کر دیئے گئے' آج کے دن کے بعد قریش نہ ہوں گے۔''

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے گا' اس کو امن ہے۔''

فتح الباری میں ہے کہ جس شخص نے یہ کہا ہے کہ مکہ غلبہ اور قہر سے فتح کیا گیا ہے اس نے اس قصہ کے ساتھ تمسک کیا

ہے۔ یہ اکثر علماء کا قول ہے اور امام شافعی سے روایت ہے۔
امام احمد نے کہا ہے کہ اہل مکہ صلحاً فتح کیا گیا ہے۔ اس کی چند وجوہات ہیں:

☆ اس وجہ سے کہ صلح سے اہل مکہ کو امن دینا واقع ہوا۔
☆ اس وجہ سے کہ اہل مکہ کے مکانات اہل مکہ ہی کی طرف اضافت کیے گئے یعنی اپنے مکانوں کے مالک اہل مکہ ہی رہے۔
☆ اس وجہ سے کہ اہل مکہ کے مکانات غنیمت میں تقسیم نہیں کیے گئے اور
☆ اس وجہ سے کہ غنیمت لینے والے مکہ کے مکانوں کے مالک نہیں ہوئے ورنہ مکان والوں کا مکان سے نکالنا جائز ہوتا۔

پہلے علماء کی حجت وہ ہے جس کے ساتھ احادیث صحیحہ میں وضاحت واقع ہوئی ہے کہ آپ نے قتال کے لیے حکم دیا اور خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس قتال کا وقوع ہوا ـــــ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اس طور سے وضاحت کی مکہ آپ کو دن کی ایک ساعت تک حلال کیا گیا ہے ـــــ اور دوسرے شخص کو آپ نے قتال کرنے سے منع فرما دیا ـــــ ان وجوہ کی بناء پر مکہ غلبہ سے فتح کیا گیا۔

تقسیم جو ترک کی گئی ہے اس کا جواب علماء نے اس طور پر دیا ہے کہ ترک تقسیم اس امر پر لازم نہیں ہوتی ہے کہ مکہ غلبہ اور قہر سے نہیں فتح کیا گیا ـــــ ایسا ہوتا ہے کہ شہر غلبہ اور قہر سے فتح کیے جاتے ہیں اور اہل شہر کے ساتھ احسان کیا جاتا ہے اور ان کے لیے ان کے مکانات چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔

امام نووی کا یہ کہنا ہے کہ امام شافعی نے احادیث صحیحہ کے ساتھ احتجاج کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے مرالظہر ان میں قریش سے صلح کر لی تھی' اس قول میں نظر ہے ـــــ اس لیے کہ وہ امر جس کی طرف نووی نے اشارہ کیا ہے اگر ان کی مراد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وہ ارشاد ہے کہ:

''جو شخص ابوسفیان کے مکان میں داخل ہو جائے گا' اسے امان ہے۔''

جیسے کہ گزشتہ سطور میں بیان ہوا ـــــ اور اسی طرح سے یہ فرمان نبوی ہے کہ:

''جو شخص مسجد میں داخل ہو جائے گا' اسے امان ہے۔''

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ اس کا نام صلح نہیں مگر اس وقت کہ جس کی طرف یہ اشارہ کیا گیا کہ قتال سے باز رہے اور اس نے قتال سے باز رہنے کا التزام کیا ہو اور وہ امر احادیث صحیحہ میں وارد ہے ـــــ اس سلسلہ میں ظاہر ہے کہ قریش نے قتال سے باز رہنے کا التزام نہیں کیا۔ اس لیے قریش جنگ کے لیے سامان مہیا کر کے آمادہ ہو گئے ـــــ اور قریش نے امان کا التزام نہیں کیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں اپنے کتیبۂ خضرا کے درمیان ایسے حال میں داخل ہوئے کہ آپ کے پیچھے

اسامہ بیٹھے تھے۔ آپ اپنے ناقہ قصویٰ پر سوار تھے ـــــ ابوبکر صدیق اور اسید بن حضیر کے درمیان تھے ـــــ ابوسفیان نے وہ لشکر دیکھا جس کے ساتھ ابوسفیان کو مقابلہ کی طاقت نہ تھی ـــــ ابوسفیان نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

''اے ابوالفضل! تمہارے بھتیجے کا ملک عظیم ملک ہوگیا۔''

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسفیان سے کہا:

''تیرا بھلا ہو آپ بادشاہ نہیں ہیں لیکن یہ نبوت ہے۔''

ابوسفیان نے کہا ـــــ ''بے شک!''

مکہ میں آپ کے ٹھہرنے کا مقام:

بخاری شریف میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے یوم فتح کے وقت پوچھا:

''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ کل کے دن کہاں اتریں گے؟''

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی اترنے کی جگہ چھوڑی ہے؟''

عقیل اور طالب' ابوطالب کے وارث ہوئے تھے جبکہ جعفر اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوطالب کی کچھ میراث نہیں پائی تھی۔ اس لیے کہ یہ دونوں حضرات مسلمان تھے اور عقیل اور طالب دونوں کافر تھے ـــــ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے:

لایرث الکافر المؤمن ولا المؤمن الکافر

یعنی ''کافر' مومن کا وارث نہیں ہوتا اور ـــــ مومن' کافر کا وارث نہیں ہوتا۔''

بخاری شریف کی دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ہمارے اترنے کی جگہ انشاء اللہ تعالیٰ جس وقت اللہ تعالیٰ مکہ کو فتح کریگا مقام خیف ہے کہ اس جگہ قریش نے کفر پر باہم قسمیں کھائی تھیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مراد مقام محصب سے ہے۔ ان لوگوں کا آپس میں قسم کھانا اس طور پر تھا کہ قریش اور کنانہ نے ـــــ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب پر یہ قسم کھائی تھی کہ ان سے نکاح نہ کریں گے' ان سے بیع نہ کریں گے یہاں تک کہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قریش کے حوالے کر دیں۔

ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پناہ میں آنے والے:

بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان میں غسل کیا اور چاشت کی آٹھ رکعتیں ادا فرمائیں۔

ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ میں نے آپ کو نہیں دیکھا کہ اس نماز سے زیادہ خفیف نماز پڑھی ہو ـــــ غیر اس

کے نہ تھا کہ آپ رکوع اور سجود کو تمام کرتے تھے۔

ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے شوہر کے قرابت داروں میں سے دو مردوں کو پناہ دی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"اے ام ہانی! (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) جن لوگوں کو تم نے پناہ دی ہے' انہیں ہم نے پناہ دی۔"

وہ دونوں حضرات حارث بن ہشام اور زہیر ابن امیہ تھے ـــــ ابن ہشام نے کہا ہے کہ ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ان دونوں کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان دونوں پر اپنے مکان کا دروازہ بند کر دیا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس گئیں۔

فتح مکہ پر خطبہ:

فتح مکہ کا دوسرا دن تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم خطبہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور صفت وثنا کا رب کریم اہل ہے' آپ نے وہ صفت وثناء کر کے فرمایا:

"یا ایھا الناس ان اللہ حرم مکۃ یوم خلق السموات والارض فھی حرام بحرمۃ اللہ الی یوم القیامۃ فلا یحل لا مری یومن باللہ والیوم الآخر ان یسفك بھاد ما اویعضد بھا شجرۃ فان احد ترخص فیھا لقتال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فقولو ان اللہ اذن لرسولہ ولم یاذن لکم وانما احلت لی ساعۃ من النھار وقد عادت حرمتھا الیوم کحر متھا بالامس فلیبلغ الشاھد الغایب .

"اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ اور یہ سن لو کہ اللہ تعالیٰ نے جس دن آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا' اس دن مکہ کی حرمت کی۔ چنانچہ مکہ معظمہ اللہ تعالیٰ کی حرمت کے سبب قیامت کے دن تک حرام ہے ـــــ کسی شخص کو جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور قیامت کے دن پر اس کا ایمان ہے' اسے یہ بات حلال نہیں ہے کہ وہ کسی کا خون کرے یا مکہ میں کسی درخت کو کاٹے ـــــ اگر مکہ مکرمہ میں کسی شخص کو قتال کے لیے رخصت دی گئی ہے تو وہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں ـــــ تم لوگوں سے کہہ دو کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو قتال کے لیے اجازت دی ہے اور تم لوگوں کو مکہ میں قتال کے لیے اجازت نہیں دی ـــــ میرے لیے دن کی ایک گھڑی میں مکہ مکرمہ کی حرمت لوٹ آئی ہے یعنی مجھے قتال کے لیے ایک ساعت کے لیے جو رخصت دی تھی' اس ساعت کے بعد سے مکہ مکرمہ کی وہی پہلی حرمت قائم ہے ـــــ جو شخص اس وقت حاضر ہے اور میری گفتگو سن رہا ہے' اسے چاہیے کہ اس شخص کو یہ بات پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں۔"

پھر آپ نے قریش سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"اے گروہ قریش! تم لوگ کیا گمان کرتے ہو ـــــ میں تمہارے حق میں کیا کرنے والا ہوں۔"

قریش نے کہا:

"ہم گمان کرتے ہیں کہ آپ ہمارے حق میں خیر کرنے والے ہیں' آپ کرم کرنے والے بھائی ہیں اور کرم کرنے والے

بھائی کے بیٹے ہیں۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تم لوگ چلے جاؤ۔۔۔ تم آزاد کر دیئے گئے ہو۔۔۔''

وہ لوگ نہ غلام بنائے گئے اور نہ ہی قید کیے گئے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خطبہ مبارکہ میں جو لفظ ساعت آیا ہے کہ قتال کے لیے حلال کی گئی۔۔۔ اس ساعت سے نہار سے مراد وہ ساعت ہے کہ مابین اول نہار اور دخول وقت عصر کے ہیں۔۔۔

یوم فتح پر علامہ اطلیسی کا قصیدہ:

علامہ ابومحمد شغر اطلیسی نے یوم فتح پر اپنے مشہور قصیدہ میں خوف کہا ہے۔ وہ اشعار یہ ہیں:

یوم مکة اذا اشرف فی امم تضیق عنها فجاج الوعث والسهل

''یوم مکہ کیسا عظیم دن تھا کہ جس وقت آپ نے مکہ پر علو کیا اور اسے لینے کے لیے آپ ایسے گروہوں میں ظاہر ہوئے کہ ان گروہوں سے دشوار گزار راستے اور آسانی سے گزرنے کے راستے تنگ ہو رہے تھے۔۔۔ **فجاج** 'دو پہاڑوں کے درمیان فراخ کا راستہ۔۔۔ **وعث** 'باریک ریت جس میں چلنا دشوار اور قدموں کے نشان غائب ہو جائیں۔۔۔ **سھل** 'نرم زمین مگر باریک ریت کے موافق نہ ہو جس میں چلنا آسان ہو۔

خوالق ضاق ذرع الخافقین بها فی قاتم من عجاج الخیل والابل

''وہ امم یعنی وہ گروہ جس میں آپ تھے' مشرق و مغرب کی وسعت ان کی نقل و حرکت کے سبب تنگ ہو گئی تھی کہ ان کے ساتھ اتنے اونٹ اور گھوڑے تھے اور ان کا غبار اس کثرت سے اٹھتا تھا کہ جس نے مشرق و مغرب کو گھیر لیا تھا۔

خوالق 'حرکت کرنے والے' خافقہ کی جمع ہے۔۔۔ **قاتم** 'مغبر۔۔۔ **عجاج** 'غبار

وحجفل قذف الا رجاء ذی لجب عرمرم کزهاء اسبل منسحل

وہ ایسا لشکر تھا کہ جس کے اطراف دور دور تھے یعنی پھیلا ہوا تھا اور اس لشکر میں کثیر آواز تھی' اس سیلاب کی طرح جو بڑی تیزی سے اپنی رفتار میں گزر جائے اور کہیں نہ رکے۔

حجفل 'لشکر۔۔۔ **قذف** 'سجا عدار۔۔۔ **جاء** 'نواح' اطراف۔۔۔ **لجبُ** آواز۔۔۔ **عرمرم** 'کثیر۔۔۔ **منسحل** 'اپنے حال میں گزرنے والا اور بہت تیزی کرنے والا

وانت صلی علیك الله تقدمهم فی بهو اشراق نور منك مکتمل

''اے نبی! اللہ تعالیٰ آپ پر درود بھیجے' آپ اس لشکر کے مقدم تھے یعنی آپ جو حکم کرتے وہ لشکر اطاعت اور فرمانبرداری کرتا تھا' نہ ظاہری تقدیم تھی کہ لشکر آپ سے آگے چلتا تھا اور آپ اپنے نور کے اشراق کے ایوان میں ایسے حال میں تھے کہ وہ کامل اور تام تھا یعنی وہ نور آپ کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھا جیسے ایوان آدمی کو چاروں طرف سے گھیر لیتا ہے۔

ینیر فوق اغر الوجه منتجب　　متوج بعزیز النصر مقتبل

''وہ نور آپ کے روشن اور شفاف چہرے پر چمک رہا تھا۔ آپ اصل کریم سے انتخاب کیے ہوئے ہیں اور غالب نصرت جس کا آپ کے رب نے آپ سے وعدہ کیا تھا' آپ اس نصرت کا تاج پہنے ہوئے تھے اور خیر کا استقبال فرما رہے تھے۔

منتجب' اصل نجیب سے متخیر یعنی کریم المنسب ــــ مقتبل' خیر کا استقبال کرنے والا

یسمو امام جنود الله مرتدیا　　ثوب الوقار لامرالله ممتثل

''آپ تمام لشکر پر علو فرما رہے تھے' ایسے حال میں کہ وقار کا لباس آپ کی چادر تھا اور آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کا امتثال کر رہے تھے۔''

خشعت تحت بهاء العزحين سمت　　بك المهابة فعل الخاضع الوجل

''آپ نے حسن عزت کے تحت اس وقت خشوع کیا کہ آپ کے سبب مہابۃ یعنی اجلال اور آپ کا خوف رفعت پا رہا تھا۔ آپ کا یہ خشوع اس شخص کا فعل تھا کہ خضوع کرے اور خوفناک ہو یعنی کمال عزت کے وقت آپ نے اپنے رب کے لیے خاضع اور خائف شخص کا فعل کیا۔

بہا' یعنی حسن ــــ سمت' اطراف' جانب ــــ مہابۃ یعنی ہیبت' اجلال اور خوف

وقد تباشر املاك السماء بما　　ملكت اذ نلت منه غاية الامل

''بعض ملائکہ نے بعض آسمانی ملائکہ کو اس کی بشارت دی جس کے آپ مالک ہوئے اس لیے کہ عزت یا فتح جو شے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی' اس سے نہایت مطلوب کو پایا۔

والارض ترجف من زهو ومن فرق　　والجو زهر اشراقا من الجذل

''زمین سرور سے حرکت کرتی تھی اور خوف سے ہلتی تھی اور تحت فلک سرور کے اشراق سے روشن ہو رہا تھا ــــ رجف' سرور سے ہلنا چلنا ــــ فرق' خوف ــــ جوز' وہ ہوا جو آسمان تلے ہو ــــ ذھو' روشن ہوتا ہے ــــ جذل' سرور اور فرحت۔

والخیل تختال زهوا فی اعنتها　　والعیس تنثال رهوا فی ثنی الجدل

''گھوڑے کبر اور غرور سے رفتار میں تبختر اپنی باگوں میں کر رہے تھے اور اونٹ ہر طرف سہیل یا پیاپی رفتار اور تیز ترین رفتار میں تھے' اطمینان سے چل رہے تھے اور ان کی مہاریں ان کی گردنوں میں پڑی ہوئی تھیں' یہ حالت اطمینان رفتار کی تھی۔

اختیال' رفتار میں کبر اور غرور ــــ اعنہ' جمع عنان ــــ عیس' سپید سرخی مائل ــــ تنثال' منصب یعنی پاؤں پر کھڑا رہنا اور ایک کام میں قیام کرنا ــــ ذھو' سہل رفتار یا پے در پے رفتار۔

لولا الذی خطت الاقلام من قدر　　وسابق من قضاء غیر ذی حول

''اگر وہ امر نہ ہوتا جسے مقدر کے قلم نے لکھ دیا ہے اور اس امر کی نسبت قضائے الٰہی پہلے سے ہو چکی ہے' جسے بدلنا اور پلٹنا

نہیں ہے۔

اهل ثهلان بالتهليل من طرب   وذب يذبل تهليلا من الذبل

ثہلان پہاڑ طرب سے لا الہ الا اللہ کہتا یعنی خرق عادت اس سے ظہور میں آتا اور یذبل پہاڑ جزع اور فزع سے پگھل جاتا یعنی اس کا وجود باقی نہ رہتا۔

الملك للهم هذا غرمن عقدت   له النبوة فوق العرش فى الازل

ثہلان پہاڑ اور یذبل پہاڑ یہ کہتا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کی حکومت اللہ ہی کے لیے ہے' بظاہر جو یہ نصرت ہے' اس کی عزت ہے اسی کے لیے فوق عرش کے روز ازل میں نبوت ظاہر کی گئی ہے یا نبوت روز ازل میں جس کے ساتھ وابستہ کر دی گئی ہے۔

شعبت صدع قريش بعد ما قذفت   بهم شعوب شعاب السهل والقلل

"قریش کو موت کے خوف نے نرم زمین اور پہاڑوں کے راستہ اور گھاٹیوں میں اور چوٹیوں پر پھینک دیا تھا' وہ بکھر گئے تھے۔ آپ نے انہیں جمع کر دیا یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے امان دینے کے باعث وہ جمع ہو گئے اور ان کا بکھرنا ختم ہو گیا۔

شعبت 'جمعت واصلحت ــــ صدع 'شق ــــ قذف 'رمت ــــ شعوب 'موت کا علم ہے' شعب سے ہے متفرق ہونے کے معنی میں' اس لیے کہ موت جماعتوں کو بکھیر دیتی ہے ــــ شعاب 'شعب کی جمع یعنی پہاڑ میں راستہ۔

قالوا محمد قد زادت كنائبه   كالا سدتزاء رنى اينا بها العصل

"اہل مکہ نے اصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صولت اور سطوت کو دیکھ کر کہا کہ آپ کے لشکر کثیر ہو گئے۔ یہادران لشکر یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ان شیروں کی طرح ہیں' ان کے دانت ٹیڑھے ہیں۔

کنایب جمع کیتبہ یعنی لشکر ــــ زیر الاسد 'شیر کی آواز ــــ اینآب جمع ناب یعنی کچلی عصل جمع اعصل یعنی نہایت ٹیڑھے دانت

فويل مكة من آثار و طائة   وويل ام قريش من جوى الهبل

"لفظ ویل کے ساتھ مکروہ امر سے تعبیر کی جاتی ہے اور اس لفظ کے ساتھ دعا کی جاتی ہے ــــ وطاۃ یعنی روندنا' پامال کرنا ــــ جوی 'سوزش اور غم ــــ ھبل 'ماں کا اپنے بیٹے کو گم کرنا ــــ یعنی مکہ کی خرابی آپ کے روندنے کے نشانوں سے ہے اور ام قریش کی خرابی اپنے بیٹوں کے گم کرنے سے ہے۔

فحدث عفوالفضل العفومنك ولم   تلمم ولا بالبم اللوم والعذل

"آپ نے اپنے عفو کثیر سے ان کے قصور معاف کر دیئے اور عفو سے بخشش کی اور آپ نے ان کا مقابلہ نہیں کیا۔ وہ ملامت جو دکھ دینے والی ہے' ان کا اس سے تدارک نہیں فرمایا۔

اضربت بالصفح صفحا عن طوایلهم　　طولا اطال مقیل النوم فی المقل

''آپ نے ان کی دشمنی سے منہ پھیر لیا اور قدرت کے باوجود ان سے درگزر کی۔ انعام اور بخشش کرتے رہے۔ ایسا انعام جس نے ان کی آنکھوں میں استراحت کو دراز کر دیا یعنی آپ کے درگزر کرنے سے وہ لوگ آرام و راحت سے سوئے' انہیں کسی قسم کا کھٹکا نہ رہا۔

طوایل جمع طائلہ یعنی دشمنی ـــــ طول' انعام ـــــ مقیل' استراحت ـــــ مقل جمع مقلہ یعنی آنکھ کا ڈھیلا۔

رحمت وشج ارحام اتیح لها　　تحت الوشیج الروع والوجل

''ان لوگوں نے اس کریم العفو کے سایہ میں پناہ لی جو صاحب لطف ہے اور مبارک ذات ہے اور توفیق کے ساتھ مشتمل ہو' یعنی توفیق اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔

ازکی الخلیفة اخلاقا واطهرها　　واکرم الناس صفحا عن ذوی الذلل

''آپ ازروئے اخلاق پاک طینت ہیں اور طینت میں زیادہ پاک ہیں اور خطاکار سے درگزر کرتے ہیں' اکرم الناس ہے۔

وطفت بالبیت محبور اوطاف به　　من کان عنه قبیل الفتح فی شغل

بیت اللہ کا طواف:

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بیت اللہ شریف کا طواف ایسے حال میں کیا کہ آپ عیش اور خوشی میں تھے' آپ کے سبب ان لوگوں نے بھی بیت اللہ کا طواف کیا جو فتح مکہ سے پہلے اپنے ذاتی اشغال میں تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جب مکہ کی فتح دی تو انصار نے آپس میں کہا:

''کیا تم لوگ گمان کرتے ہو کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی زمین اور اپنے شہر کی فتح دی' آپ اسی شہر میں قیام فرمائیں گے۔''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس وقت مقام صفا میں اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے دعا مانگ رہے تھے جب آپ دعا سے فارغ ہوگئے تو آپ نے انصار سے پوچھا:

''تم لوگوں نے کیا کہا؟''

انصار نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے کوئی ایسی بات نہیں کہی جو آپ کے لیے تکلیف کا باعث ہو ـــــ اور نہ ہم نے کسی کام پر آپ کو ملامت کی ـــــ نہ آپ کی قوم کی عیب جوئی کی۔''

آپ تلطف سے انصار سے پوچھتے ہی رہے یہاں تک کہ انصار کو بتانا ہی پڑا کہ ہم نے ایسا کہا تھا۔ آپ نے فرمایا:

''معاذ اللہ ایسا کیونکر ہوسکتا ہے۔ میری زندگی تمہاری زندگی ہے ـــــ میری موت تمہاری موت ہے۔''

یعنی میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہے۔

فضالہ کا دل بدل ڈالا:

اس وقت فضالہ ابن عمیر بن الملوح نے یہ ارادہ کیا کہ آپ کو قتل کر ڈالے۔ جب آپ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے ــــ فضالہ آپ کے نزدیک آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سے فرمایا:

''کیا فضالہ ہے؟''

اس نے کہا:

''ہاں یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں ہوں۔''

آپ نے اس سے پوچھا:

''تو اپنے نفس سے کیا باتیں کر رہا تھا؟''

فضالہ نے کہا:

''میں نے کچھ بات نہیں کی' میں اللہ تعالیٰ کی یاد کر رہا تھا۔''

فضالہ کی یہ بات سن کر آپ نے تبسم فرمایا اور پھر فضالہ سے فرمایا:

''تو نے اپنے نفس سے جو باتیں کی تھیں اور یہ جو کہا کہ میں نے اپنے نفس سے کچھ نہیں کہا تو اللہ تعالیٰ سے اس کی مغفرت طلب کر۔''

پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا دست مبارک فضالہ کے سینہ پر رکھا' اس کے قلب نے سکون پایا۔ فضالہ کہا کرتا تھا:

''واللہ! آپ نے اپنا دست مبارک میرے سینہ سے نہیں اٹھایا یہاں تک کہ میرے نزدیک آپ سے زیادہ دوست کوئی شے اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں کی تھی۔''

یعنی آپ کل مخلوق الٰہی سے زیادہ مجھ کو دوست ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیت اللہ شریف کا طواف جمعہ کے دن کیا جبکہ رمضان المبارک کے دس دن باقی رہ گئے تھے۔

خانہ کعبہ سے بتوں کی صفائی:

بیت اللہ شریف کے اطراف تین سو ساٹھ بت تھے جس وقت آپ کسی بت کے پاس گئے اور اس کی طرف چھڑی سے اشارہ فرمایا' آپ اس وقت یہ فرماتے:

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

وہ بت اوندھا ہو گیا ــــ اس حدیث کو بیہقی نے روایت کیا ہے۔

ابونعیم کی روایت میں ہے کہ ان بتوں کو شیطانوں نے سیسہ اور تانبا سے جما دیا تھا ـــــ علامہ ابن النقیب المقدسی کی تفسیر میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس امر کا علم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دشمنوں پر نصرت دینے اور فتح مکہ اور اپنے دین کے کلمہ کے بلند کرنے کا جو وعدہ آپ سے فرمایا تھا وہ پورا کیا۔ جس وقت آپ مکہ میں داخل ہوئے آپ کو یہ امر کیا کہ آپ یوں کہیں:

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے اطراف میں جو بت تھے' ان بتوں کو آنکڑے سے ہول مارتے تھے اور فرماتے تھے:

جاء الحق زهق الباطل ان الباطل

باوجود اس کے کہ کل بت لوہے اور سیسے سے جمع ہوئے تھے' گر پڑے تھے ـــــ تین سو ساٹھ بت سال کے دنوں کے شمار کے موافق تھے۔

ابن النقیب علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ علمائے تفسیر کے حق اور باطل کے معنی میں بہت قول ہیں ـــــ

☆ قتادہ علیہ الرحمہ جاء القرآن وذهب الشيطان ـــــ (قتادہ علیہ الرحمہ)

☆ ابن جریج جاء الجهاد وذهب الشرك ـــــ (ابن جریج)

☆ مقاتل جاء عبادة الله وذهب عبادة الشيطان ـــــ (مقاتل)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یوم فتح مکہ میں بیت اللہ شریف کے اطراف میں تین سو ساٹھ بت پائے ـــــ وہ بت عرب قبائل کے تھے۔ وہ لوگ ان بتوں کے پاس آتے اور ان کے لیے قربانی کرتے تھے ـــــ بیت اللہ نے اللہ تعالیٰ سے اس کی شکایت کی:

"اے میرے رب! یہ بت کب تک میرے اطراف میں تیرے سوا عبادت کیے جائیں گے۔"

اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو الہام کے طور پر وحی بھیجی' جیسے نحل کی طرف وحی بھیجی تھی ـــــ وہ الہامی وحی یہ تھی کہ:

"میں ایک نئے گروہ کو پیدا کروں گا کہ وہ تیری طرف آنے میں اس طور پر تیزی کریں گے جس طرح سے پرواز میں نسر تیزی کرتا ہے ـــــ اور جیسے پرندے اپنے انڈوں کا اشتیاق رکھتے ہیں' وہ لوگ تیرا اشتیاق رکھیں گے ـــــ اور وہ لبیك اس طور پر کہیں گے کہ تیرے اطراف میں اس کا شور ہو گا۔"

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت فتح نازل ہوئی تو جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہا:

"آپ اپنا عصا لیجئے اور پھر بتوں کو گرا دیجئے۔"

آپ ایک ایک بت کے پاس آتے اور اس کی آنکھ یا پیٹ میں عصا سے ایک ہول مارتے اور فرماتے:

جاء الحق وزھق الباطل

ہر ایک بت اوندھا گر جاتا تھا یہاں تک کہ ان تمام بتوں کو آپ نے گرا دیا اور کعبہ پر بنی خزاعہ کا ایک بت رہ گیا۔ یہ کانسی یا پیتل سے مرکب بنا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم وجہہ الکریم سے فرمایا:

''اس بت کو تم گرا دو۔''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اٹھا لیا حتیٰ کہ وہ کعبہ پر چڑھ گئے اور اس بت کو گرا دیا اور اسے توڑ ڈالا ـــــ اہل مکہ یہ دیکھ کر تعجب کرنے لگے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ آپ نے بیت اللہ میں داخل ہونے سے انکار کیا' اس لیے کہ کفار کے معبود بیت اللہ میں تھے۔ آپ نے ان بتوں کے لیے حکم فرمایا۔ بت بیت اللہ سے نکالے گئے ـــــ لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی مورتیاں نکالیں ـــــ ان دونوں حضرات کی مورتیوں کے ہاتھوں میں وہ تیر تھے جن سے کفار قریش اپنے امور میں حکم چاہتے تھے اور باہم تقسیم کیا کرتے تھے ـــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کفار قریش سے کہا:

''کفار قریش پر اللہ کی لعنت ہو ـــــ تم لوگ سن لو! واللہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام دونوں نے ان تیروں سے کبھی تقسیم نہیں کی۔ کفار کو اس کا علم ہے۔''۳۰۳

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے اور اس کے اطراف میں تکبیر کہی اور نماز نہیں پڑھی ـــــ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

خانہ کعبہ کی کنجی اور کنجی بردار:

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے سال میں اپنے اونٹ قصویٰ پر تشریف لائے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے تھے۔ آپ نے بیت اللہ کے سامنے اپنے ناقہ کو زمین پر بٹھایا۔ پھر آپ نے عثمان ابن طلحہ کو بلایا اور فرمایا:

''بیت اللہ کی کنجی لے کر آؤ۔''

عثمان اپنی ماں کے پاس گئے۔ اس نے کنجی دینے سے انکار کیا۔ عثمان نے کہا:

''واللہ تو مجھے ضرور کنجی دے دے۔ یا یہ تلوار میری پیٹھ سے ضرور نکلے گی۔''

یعنی اگر تو مجھے کنجی نہ دے گی تو میں اپنے آپ کو قتل کر ڈالوں گا ـــــ عثمان کی ماں نے عثمان کو کنجی دے دی۔ عثمان کنجی لے کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو دے دی۔ آپ نے بیت اللہ کو کھولا ـــــ اس حدیث کو

۳۰۲ لشکر خضرا یعنی سبز لشکر کو عرب خضرا اس لیے کہتے ہیں کہ فوجی لوگ زرہ خود اسلحہ وغیرہ میں چھپے ہوتے ہیں جس سے سیاہی دکھائی دیتی ہے۔ اس سیاہی کو سبزہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

۳۰۳ تیروں سے تقسیم کی ابتداء عمرو بن لحی نے کی تھی۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی نسبت کفار نے ایسی تقسیم سے جھوٹ باندھا تھا۔

مسلم نے روایت کیا ہے۔

فاکہی نے بھی ضعیف طریق سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ابوطلحہ کے بیٹے یہ گمان کرتے تھے کہ ان کے سوا کعبہ کا دروازہ کھولنے کی کوئی شخص قدرت نہیں رکھتا ہے۔۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کنجی لی اور اپنے دست مبارک سے کعبہ کو کھولا۔

یہ عثمان بن ابی طلحہ ابن عبدالعزیٰ ہے اور ان کو حجبی کہتے تھے۔ اب یہ خاندان شیبین کے نام سے معروف ہے۔۔۔۔ شیبہ بن عثمان ابن طلحہ کی طرف منسوب ہیں۔ شیبہ عثمان کے چچازاد بھائی ہیں' ابن عثمان کا کوئی بیٹا نہیں ہے۔۔۔۔ ان کی صحبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہی ہے' انہوں نے ہجرت کی ہے۔ حدیث شریف میں ان کی روایت بھی ہے۔۔۔۔ عثمان کی ماں کا نام سلافہ ہے۔

طبقات ابن سعد میں عثمان بن طلحہ سے روایت ہے کہ عہد جاہلیت میں ہم لوگ دوشنبہ اور پنج شنبہ میں کعبہ کو کھولا کرتے تھے۔۔۔۔ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ آپ یہ ارادہ رکھتے تھے کہ آدمیوں کے ساتھ کعبہ میں داخل ہوں۔ میں نے آپ سے گفتگو میں سختی کی اور جو میرے جی میں آیا کہہ ڈالا۔ آپ نے میرے ساتھ حلم کیا اور پھر مجھ سے فرمایا:

''اے عثمان! یقین ہے کہ تم اس کنجی کو ایک دن میرے ہاتھ میں دیکھو گے۔ جس جگہ میں چاہوں گا اسے رکھوں گا۔''

عثمان نے کہا:

''جس دن کنجی آپ کے ہاتھ میں ہوگی' اس دن قریش ہلاک اور خوار ہو جائیں گے۔''

آپ نے فرمایا:

''اس دن قریش کی زندگی ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہونے سے ان کی عزت ہوگی۔''

یہ کہہ کر آپ کعبہ میں داخل ہوگئے۔ آپ کی اس بات نے میرے دل پر اثر کیا۔ میں نے اس دن گمان کیا کہ آپ نے جو کچھ فرمایا ہے' یہ امر ویسا ہی ہوگا۔ جبکہ فتح مکہ کا دن تھا۔ آپ نے فرمایا:

''اے عثمان! کنجی لے آؤ۔''

میں لے کر آیا۔ آپ نے مجھ سے کنجی لے لی پھر آپ نے مجھے دے دی اور فرمایا:

''تم لوگ اس کنجی کو اول امر سے آخر امر تک لو۔''

یعنی یہ ہمیشہ تمہارے قبضہ میں رہے گی جیسے کہ پہلے تمہارے پاس رہی ہے۔

''یہ کنجی تم سے کوئی نہیں چھینے گا مگر ظالم شخص۔ اے عثمان! اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے بیت پر امین ٹھہرایا ہے۔۔۔۔ اس بیت کے نذر و نیاز سے جو کچھ تم کو پہنچے تم اسے بر سبیل تبرک کھاؤ۔''

عثمان نے کہا کہ جب میں مڑ کے جانے لگا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے آواز دی۔ میں پلٹ کر آپ

کے پاس آیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا:

''کیا جو بات میں نے کہی تھی' وہ نہیں ہوئی۔''

عثمان نے کہا کہ میں نے آپ کا وہ فرمان جو آپ نے مکہ سے ہجرت سے پہلے کہا تھا' اسے یاد کیا۔ وہ فرمان یہ تھا کہ:

''تم اس کنجی کو ایک دن میرے ہاتھ میں دیکھو گے۔ جس جگہ میں اسے چاہوں گا اسے رکھوں گا۔''

میں نے آپ سے کہا:

''بے شک یہ وہی امر ہے جو آپ نے فرمایا تھا۔''

یہ آپ کا ظاہری معجزہ تھا۔ پھر عثمان نے کہا:

''میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔''

خانہ کعبہ کی کنجی کے بارے میں وحی:

ثعالبی کی تفسیر میں ہے کہ یہ آیت مبارکہ **ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانۃ الی اھلھا** عثمان ابن ابی طلحہ **الحجبی** کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان کو یہ حکم دیا تھا کہ کعبہ کی کنجی لے آؤ۔۔۔۔ عثمان نے آپ سے انکار کیا تھا اور بیت اللہ کا دروازہ بند کر دیا تھا اور سطح پر چڑھ گیا تھا اور کہا تھا:

''اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ آپ رسول اللہ ہیں تو میں آپ کو منع نہ کرتا۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عثمان کا ہاتھ مروڑ کر کنجی لے لی اور کعبہ کا دروازہ کھول دیا۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہو گئے جب آپ بیت اللہ سے باہر تشریف لائے۔ آپ سے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال کیا کہ کعبہ کی کنجی ان کو دے دیں اور سقایۃ الحجاج اور کعبہ کی خدمت دونوں انہی کے سپرد فرما دیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ:

''کعبہ کی کنجی عثمان کو لوٹا دیں اور عثمان سے معذرت کریں۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعمیل ارشاد کی۔ عثمان نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

''آپ نے زیادتی کی اور تکلیف دی۔۔۔۔ پھر آپ نرمی کرنے کے لیے آئے ہیں۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''تیری شان میں اللہ تعالیٰ نے کلام نازل کیا ہے۔''

اور عثمان کے سامنے وہ آیت مبارکہ پڑھی۔ عثمان نے کہا:

''میں یہ شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔''

جبرئیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا:

''جب تک بیت اللہ ہے ــــــــ یا اس کی اینٹوں میں سے کوئی اینٹ قائم ہے۔ کعبہ کی کنجی اور خدمت عثمان کی اولاد میں رہے گی۔''

کعبہ کی کنجی عثمان کے پاس تھی۔ جب عثمان کا آخری وقت آیا تو وہ کنجی اپنے بھائی شیبہ کو دے دی ــــــــ کنجی اور خانہ کعبہ کی خدمت ان لوگوں کی اولاد میں قیامت کے دن تک رہے گی۔

ابن ظفر نے ''ینبوع الحیات'' میں کہا ہے کہ عثمان کا یہ کہنا کہ:

''اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو میں آپ کو منع نہ کروں گا'' ــــــــ یہ راوی کا وہم ہے۔ اس لیے کہ عثمان ان لوگوں میں سے ہیں جو مسلمان ہو گئے تھے ــــــــ اگر عثمان ایمان لانے کے بعد ایسا کہتے تو مرتد ہو جاتے ــــــــ اور کلبی سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان سے کنجی طلب کی اور اپنا دست مبارک ان کی طرف دراز کیا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس خدمت کو سقایت کے ساتھ شریک فرما دیجئے۔''

عثمان نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک کنجی سمیت پکڑ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان سے فرمایا:

''اے عثمان! اگر تم اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن کے ساتھ ایمان رکھتے ہو تو کنجی دے دو۔''

عثمان نے کہا:

''آپ اس کو امانت سے لے لیجے۔''

عثمان نے آپ کو وہ کنجی دے دی اور یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ــــــــ ابن ظفر نے کہا ہے کہ یہ حدیث قبول کے لیے اولیٰ ہے۔

آپ نے خانہ کعبہ میں نماز پڑھی:

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت اسامہ بن زید اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ الحجبی بیت اللہ میں داخل ہوئے ــــــــ انہوں نے بیت اللہ کا دروازہ بند کر دیا ــــــــ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جب انہوں نے دروازہ کھولا تو سب سے پہلے میں داخل ہوا۔ میں بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ملا اور ان سے پوچھا:

''کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی؟''

بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''ہاں نماز پڑھی' دو یمانی ستونوں کے درمیان نماز پڑھی۔''

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میری یاد سے یہ بات جاتی رہی کہ میں بلال سے پوچھوں کہ آپ نے کتنی رکعتیں

پڑھیں؟''

بخاری کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک ستون بائیں طرف اور دوسرا ستون دائیں طرف کر کے نماز پڑھی اور تین ستون اپنے پیچھے رکھے۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب نماز پڑھی تو آپ کے اور قبلہ کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ تھا۔۔۔۔۔ ارزقی کی ''تاریخ مکہ'' میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا؟

''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہاں نماز پڑھی؟''

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا:

''اپنے اور دیوار کعبہ کے درمیان دو یا تین ہاتھ کا فاصلہ ٹھہراؤ۔''

اس صورت پر جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا اس بارے میں اتباع کرے تو اسے چاہیے کہ اپنے اور دیوار کعبہ کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ رکھے۔۔۔۔۔ ایسی صورت میں اتباع کرنے والے کے دونوں قدم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دونوں قدموں کی جگہ واقع ہوں گے اگر تین ہاتھ کا فاصلہ برابر ہوگا۔۔۔۔۔ اور اگر تین ہاتھوں سے فاصلہ کم ہوگا تو اتباع کرنے والے کے دونوں گھٹنے یا اس کے دونوں ہاتھ یا اس کا چہرہ واقع ہوگا۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ اس جگہ کی حقیقت سے زیادہ عالم ہے جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے نماز پڑھی تھی۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ کعبہ کے اندر نفل پڑھنا مستحب ہے۔

ایک اور روایت سے جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جس وقت بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ نے بیت اللہ کی کل طرفوں میں دعا مانگی۔ آپ نے بیت اللہ میں نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ آپ باہر نکل آئے جب آپ بیت اللہ سے نکلے تو بیت اللہ کے سامنے دو رکعتیں پڑھیں اور فرمایا ''یہ قبلہ ہے''۔۔۔۔۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث اور اس حدیث کے درمیان جسے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے اس طور پر جمع ہے کہ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خبر دی تھی کہ:

''نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی تھی۔''

اس حدیث کو امام احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس روایت میں جس جگہ نماز کو ثابت کیا ہے جیسے کہ ابن عمر، اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں تو اسامہ نے اپنے غیر پر اعتماد کیا ہے کہ:

''آپ نے نماز پڑھی۔''

اور جس جگہ اس کی نفی کی ہے جیسے کہ ابن عباس، اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہیں کہ:

''آپ نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی۔''
اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے علم میں جو بات ہے اس کا ارادہ کیا ہے۔ اس لیے کہ جس وقت آپ نے نماز پڑھی تھی اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہیں دیکھا تھا ــــ اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کے پوچھنے میں ابتدا کی ہو اور پھر جس جگہ آپ نے نماز پڑھی تھی اس کے ثبوت طلب کرنے میں زیادتی کا ارادہ کیا تو اسامہ سے بھی پوچھا ہو ــــ لیکن اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نفی نماز کے بارے میں شبہ پیدا کرتی ہے کہ یہ حضرات جس وقت کعبہ میں داخل ہوئے تو دروازہ بند کر دیا اور دعا میں مشغول ہو گئے۔ چنانچہ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ دعا مانگ رہے ہیں ــــ پھر اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعبہ کے اطراف میں مشغول ہو گئے۔ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دوسری طرف تھے اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے قریب تھے پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی ــــ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو اس وجہ سے دیکھا کہ وہ آپ سے قریب تھے اور اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وجہ سے نہیں دیکھا کہ وہ آپ سے دور تھے اور دوسری طرف یہ دعا میں مشغول تھے ــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نماز خفیف تھی ــــ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز کو ان وجوہ سے نہیں دیکھا کہ:

☆ دروازۂ کعبہ بند تھا۔
☆ وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دور تھے۔
☆ وہ دوسری طرف دعا میں مشغول تھے

اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے گمان پر عمل کرنے کی وجہ سے نماز کی نفی جائز ہو گئی جبکہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نماز کو ثابت کیا اور اس کی خبر بھی دی۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جس وقت کعبہ میں نماز پڑھی' اس وقت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کام سے کعبہ سے چلے گئے ــــ وہ کام یہ تھا کہ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانی لے آئیں اور اس پانی سے وہ تصویریں دھو ڈالیں جو کعبہ میں تھیں ــــ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز دیکھی تھی ــــ اس روایت کی وجہ سے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز کو ثابت کیا ہے ــــ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز نہیں دیکھی' اس لیے انہوں نے اس کی نفی کی ہے ــــ اس کی تائید وہ حدیث کرتی ہے جو ابوداؤد طیالسی نے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں کعبہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس داخل ہوا۔ آپ نے کعبہ میں تصویریں دیکھیں۔ آپ نے پانی کا ایک ڈول مانگا۔ میں پانی کا ڈول لے کر آپ کے پاس آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان تصویروں کو مٹانے لگے اور یہ فرماتے جاتے تھے:

''اللہ تعالیٰ اس قوم کو غارت کرے جو ان چیزوں کی صورتیں بناتے ہیں جن کو وہ پیدا نہیں کر سکتے۔''

اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں ــــ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعبہ کے دروازہ پر تھے اور لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جانے سے منع کرتے تھے۔

مکہ میں قیام کی مدت:

بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں پندرہ رات قیام فرمایا۔۔۔۔۔ ایک اور روایت میں انیس رات قیام لکھا ہے۔

ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ سترہ رات ٹھہرے۔۔۔۔۔ ترمذی کے نزدیک اٹھارہ رات قیام ہے۔۔۔۔۔ حاکم کی ''اکلیل'' میں ہے کہ زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ انیس رات آپ نے مکہ معظمہ میں قیام فرمایا۔ اس مدت میں آپ قصر نماز کرتے تھے۔

سریہ نخلہ (عزیٰ بت کی مسماری):

فتح مکہ کے بعد یہ سریہ عزیٰ بت کی طرف مقام نخلہ کو گیا۔۔۔۔۔ عزیٰ قریش اور بنی کنانہ کا خاص اور بڑے بتوں میں سے ایک تھا۔ رمضان کی ۲۵ تاریخ سن ۸ ہجری میں یہ سریہ روانہ ہوا۔ تیس سواروں کے امیر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ ان سواروں نے جا کے عزیٰ کو گرا دیا۔۔۔۔۔ عزیٰ کو گرانے کے بعد خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مکہ حاضر ہوئے اور آپ کو خبر دی۔۔۔۔۔

آپ نے خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

''کیا تم نے کوئی شے دیکھی؟''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تم نے عزیٰ کو نہیں ڈھایا' تم عزیٰ کی طرف پلٹ جاؤ اور اسے ڈھا دو۔''

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب پلٹ کے عزیٰ کے پاس پہنچے تو انہوں نے نیام سے اپنی تلوار نکالی۔۔۔۔۔ ایک بوڑھی عورت کالی برہنہ' سر کے بال بکھرے ہوئے نکلی۔ اس کا پجاری اس کے اس احوال سے شور و فریاد کر رہا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے ایک وار کر کے اسے دو ٹکڑے کر دیا پھر لوٹ کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو خبر کی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سن کر فرمایا:

''بے شک وہ عزیٰ تھی' وہ اس امر سے مایوس ہو گئی ہے کہ تمہارے شہروں میں کبھی اس کی عبادت کی جائے۔''

سریہ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سواع بت کی بیخ کنی):

مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلے پر بنی ہذیل کا بت تھا جو سواع کے نام سے مشہور تھا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماہ رمضان سن ۸ ہجری میں اس مہم پر گئے۔۔۔۔۔ عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سواع بت تک پہنچ گیا۔ اس کے پاس پجاری تھا۔ اس نے مجھے کہا:

''کیا ارادہ رکھتے ہو؟''

میں نے اس سے کہا:

''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں سواع بت کو ڈھا دوں۔''

اس نے کہا:

''تم اسے ڈھانے کی قدرت نہیں رکھتے ہو۔''

میں نے اس سے پوچھا:

''میں کیوں قدرت نہیں رکھتا؟''

اس نے کہا:

''وہ منع کرے گا۔''

میں نے کہا:

''تجھ پر افسوس ہے' کیا یہ بت سنتا ہے یا دیکھتا ہے۔''

پھر میں سواع بت کے پاس گیا اور اسے توڑ ڈالا۔ میں نے اس کے پجاری سے پوچھا:

''تو نے یہ واقعہ کیونکر دیکھا۔''

اس نے کہا:

''میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اسلام قبول کیا۔''

سریہ سعد بن زید الاشہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مناۃ بت کی بیخ کنی):

مناۃ بت بنی اوس اور بنی خزرج کا بت تھا۔ جو مشلل پہاڑ میں واقع تھا۔۔۔۔ فتح مکہ کے بعد ماہ رمضان سن ۸ ہجری میں یہ سریہ بھیجا گیا۔ سعد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیس سواروں پر امیر تھے۔۔۔۔ جب آپ مناۃ بت تک پہنچے تو پجاری نے کہا:

''تمہارا کیا ارادہ ہے؟''

سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''مناۃ کی بیخ کنی''

پجاری نے کہا:

''تمہیں اس کا اختیار ہے۔''

سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مناۃ کے قریب ہوئے تو اس میں سے ایک ایسی عورت نکلی جو برہنہ اور سیاہ تھی اور سر کے بال پریشان کیے تھی۔ خرابی اور ہلاکت کے لیے بددعا کرتی تھی اور اپنا سینہ پیٹ رہی تھی۔۔۔۔ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے تلوار کے ایک ہی وار سے قتل کر دیا۔۔۔۔ پھر مناۃ کی طرف بڑھے اور ساتھیوں سمیت اسے ڈھا دیا۔

اس مہم کے بعد سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ نبوی میں لوٹ آئے۔۔۔۔ اس واقعہ سے مناۃ کا وجود دنیا سے معدوم و نابود ہو گیا اور مخلوق معبود حقیقی کی عبادت کی طرف متوجہ ہوئی۔

سریہ بنی جذیمہ:

بنی جذیمہ عبدالقیس کا ایک قبیلہ ہے۔۔۔۔ مکہ معظمہ کے اسفل میں یلملم کے ناحیہ میں ایک رات کے فاصلہ پر ہے۔۔۔۔

یہ سریہ ماہ شوال سن ۸ ہجری میں گیا۔ اسے یوم الغمیصا کہتے ہیں ـــــ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب عزیٰ بت کو ڈھا کر لوٹے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس وقت مکہ میں مقیم تھے۔ آپ نے خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تین سو پچاس مجاہد بھیجے تاکہ بنی جذیمہ کو اسلام کی دعوت دیں۔ آپ جنگ کے لیے نہ گئے تھے ـــــ

جب یہ لشکر جذیمہ کے پاس پہنچا تو خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا:

''تم لوگ کون ہو؟''

انہوں نے کہا:

''ہم مسلمان ہیں' تحقیق ہم نے نماز پڑھی ہے۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی ہے اور ہم نے اپنے مکانوں کے صحن میں اور ان کے گوشوں میں مسجدیں بنائی ہیں۔''

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنی جذیمہ کی طرف بھیجا ـــــ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اسلام کی طرف بلایا۔ وہ لوگ اس لفظ کو اچھے طور سے نہ کہہ سکے۔ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سمجھا کہ یہ لوگ مسلمان ہونے سے پہلوتہی کرتے ہیں۔ اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ انہیں گرفتار کرلو ـــــ مسلمانوں نے انہیں گرفتار کر لیا اور اپنے لشکر والوں سے کہا کہ بنی خذیمہ کے ہاتھ شانوں سے باندھ ڈالیں ـــــ یہ قیدی مجاہدوں میں تقسیم کر دیے گئے ـــــ

سحر کا وقت تھا۔ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منادی کرنے والے نے پکار کر کہا:

''جس کے ساتھ کوئی اسیر ہو' اسے چاہیے کہ اسے قتل کر ڈالے۔''

جو لوگ بنی سلیم کے ہاتھوں میں گرفتار تھے انہوں نے انہیں قتل کر ڈالا ـــــ لیکن مہاجرین اور انصار نے اپنے اپنے قیدی چھوڑ دیئے ـــــ یہ خبر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا:

اللھم انی ابرا الیک من فعل خالد

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بھیجا۔ انہوں نے ان لوگوں کے مقتولین کی دیت ادا کر دی بلکہ مقتولین اور ان کے اموال کا بدل دیا اور بدل سے زیادہ دیا۔

خطابی نے کہا ہے کہ یہ احتمال ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے لفظ اسلام کہنے سے عدول کر کے لفظ صبانا کہا ـــــ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس لفظ کو معیوب سمجھا اور خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں سے یوں سمجھا کہ یہ لفظ صبانا ان لوگوں سے ناک بھوں چڑھانے سے واقع ہوا ہے اور دین کے مطیع نہیں ہوئے ہیں ـــــ اس لفظ کی تاویل کر کے انہیں قتل کیا ـــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عجلت کرنے اور ان لوگوں کے معاملے میں دیر نہ کرنے کو اوپرا سمجھا کہ ان لوگوں نے لفظ صبانا خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا اور خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس لفظ سے ان کی مراد نہیں پہچانی اور اس سے پہلے ہی انہیں قتل کر ڈالا۔

غزوہ حنین/غزوہ ہوازن:

حنین ذی المجاز کے قریب ایک صحرا ہے۔۔۔۔ ایک روایت کے مطابق حنین ایک پانی ہے۔۔۔۔ مکہ اور حنین کے درمیان تین رات کا فاصلہ ہے اور طائف کے قریب واقع ہے۔ اسے غزوہ ہوازن بھی کہا جاتا ہے۔

غزوہ کے اسباب:

اس غزوہ کا سبب یہ ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ سے جب فارغ ہوئے اور اس کے کاموں کو آپ نے درست فرمایا اکثر اہل مکہ مسلمان ہو گئے۔۔۔۔ بنی ہوازن اور بنی ثقیف کے اشراف آپس میں مل بیٹھے اور انہوں نے مل کر مسلمانوں سے جنگ کا ارادہ کیا۔۔۔۔ ان لوگوں کا رئیس مالک بن عوف النضری تھا۔

مسلمانوں کا لشکر:

۶ شوال بروز شنبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بارہ ہزار مسلمانوں کے ہمراہ ان کی طرف تشریف لے گئے۔ ان مسلمانوں میں دس ہزار مدینہ کے رہنے والے تھے اور دو ہزار ان اہل مکہ میں سے تھے جو مسلمان ہو گئے تھے۔۔۔۔ یہ دو ہزار وہ اہل مکہ تھے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یوم فتح مکہ میں آزاد فرما دیا تھا اور کسی مواخذے کے بغیر انہیں چھوڑ دیا تھا اور انہیں غلام نہیں بنایا تھا۔

آپ نے عتاب بن اسید کو مکہ پر عامل مقرر فرمایا۔ اس غزوہ میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اسی آدمی مشرکین سے بھی گئے جس میں صفوان بن امیہ تھا۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صفوان سے ایک سو زرہیں اور ان کے متعلق ہتھیار لیے۔ آپ حنین کی طرف سہ شنبہ کی رات میں ۱۰ شوال کو پہنچے۔

حریفوں کی خبر لانے والے:

مالک بن عوف جو دشمن کا رئیس تھا' اس نے تین آدمی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر کی خبر لانے کے لیے بھیجے۔ یہ مخبر اپنے رئیس کی طرف جب پلٹ کے گئے تو ان کے جوڑ بند رعب سے جدا ہو گئے تھے۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد الاسلمی کو ان لوگوں کی خبر لانے کے لیے بھیجا۔ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے لشکر میں داخل ہوئے اور لشکر میں چکر لگا کر ان لوگوں کی خبر لے آئے۔

ابوداؤد شریف میں سہل بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث ہے کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے اور چلنے میں مبالغہ کیا۔ ایک سوار نے آ کر کہا:

''میں آپ کے سامنے سے گیا' یہاں تک کہ ایک پہاڑ پر چڑھ کر دیکھا۔ ہوازن کثیر تعداد میں زنانہ سواریوں' اونٹوں اور بکریوں سمیت حنین کے پاس جمع ہوئے ہیں۔''

یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا اور فرمایا:

''انشاء اللہ تعالیٰ وہ تمام چیزیں کل کے دن مسلمانوں کی غنیمت ہو جائیں گی۔''

مسلمانوں کی وقتی پسپائی:

''زیادۃ المغازی'' میں یونس بن بکیر نے ربیع سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے یوم حنین میں کہا:

''قلت کی وجہ سے ہم لوگ آج کے دن ہرگز غالب نہ ہوں گے۔''

یہ امر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر دشوار ہوا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے خچر دلدل پر سوار ہوئے۔ دو زرہیں پہنیں' مغفر اور خود سر پر رکھا۔ صحابہ کے سامنے بنی ہوازن کے اتنے لوگ آئے کہ اس کی مثل کثرت انہوں نے نہیں دیکھی تھی ــــ یہ کثرت آخر شب کے اندھیرے میں صبح کے وقت تھی۔ صحرا کی تنگ جگہوں میں جو لشکر تھے وہ باہر نکلے اور انہوں نے باہم مل کر ایک حملہ کیا ــــ بنی سلیم کے گھوڑوں نے پیٹھ پھیر دی اور فاش طور پر بھاگ گئے۔ اہل مکہ اور دوسرے لوگوں نے ان کا پیچھا کیا ــــ

وفا شعاروں کی جاں نثاری:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس دن کوئی شخص ثابت قدم نہ رہا۔ مگر عباس بن عبدالمطلب' علی بن ابی طالب' فضل بن عباس' ابوسفیان ابن الحارث بن عبدالمطلب' ابوبکر صدیق' عمر بن خطاب اور اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان تھوڑے آدمیوں میں جو آپ کے اہل بیت اور اصحاب تھے' قائم رہے۔ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''میں آپ کے خچر کی لگام تھامے ہوئے اسے اس خوف سے روک رہا تھا کہ خچر دشمن کی طرف نہ پہنچ جائے۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دشمن کے سینے پر چڑھے جاتے تھے یعنی آگے بڑھ رہے تھے اور اس وقت ابوسفیان بن حارث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ کی رکاب پکڑے ہوئے تھے۔''

مسلمانوں کی یلغار:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس وقت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمانے لگے:

''یوں پکارو یا معشر الانصار! ــــ یا اصحاب السمرہ!''

سمرہ وہ درخت ہے جس کے نیچے صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس شرط سے بیعت کی تھی کہ دشمن کے مقابلہ میں آپ کے پاس سے نہیں بھاگیں گے۔ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی ''یا اصحاب السمرہ'' اور کبھی ''یا اصحاب سورۃ البقرہ'' کہہ کر پکارتے تھے۔ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز بہت بلند اور بھاری تھی ــــ مسلمانوں نے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پکارنے کو سنا تو وہ اس طور سے آئے جیسے اونٹ اپنے بچوں کا مشتاق ہو کر آتے ہیں۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''واللہ! جس وقت مسلمانوں نے میری آواز سنی' ان کا مڑنا دفعتاً اس طور سے تھا کہ گائیں اپنے بچوں کی طرف مڑ کر آئیں ــــ وہ مسلمان لبیک لبیک کہہ رہے تھے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع ہوئے یہاں

تک نوبت پہنچی کہ اگر کسی کا اونٹ پلٹنے کے لیے مطیع نہ ہوا تو وہ اس پر سے اتر پڑا اور اس نے اونٹ کو چھوڑ دیا اور وہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لوٹ آیا۔"

جب وہ مسلمان آ گئے تو آپ نے انہیں حکم دیا کہ سچا حملہ کرو۔ انہوں نے آپ کے حکم کا امتثال کر کے کفار سے جنگ کی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے قریب آئے اور خچر پر گردن بلند کر کے ان کی لڑائی دیکھی تو یہ فرمایا:

''الآن حمی الوطیس یعنی اس وقت لڑائی کا تنور گرم ہوا۔''

وطیس روٹی پکانے کا تنور ــــــ لڑائی کی شدت میں جو حرارت ہوتی ہے اسے تنور کی حرارت سے آپ نے تشبیہ دی ہے ــــــ یہ وہ فصیح کلام ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کسی فصیح سے نہیں سنا گیا۔

آپ نے دشمنوں پر کنکریاں اور مٹی پھینکی:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے زمین سے کچھ کنکریاں لیں پھر فرمایا:

''شاھت الوجوہ'' یعنی دشمنوں کے چہرے قبیح ہو گئے۔''

اور وہ کنکریاں مشرکین کے منہ پر ماریں۔ مشرکین میں سے اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو پیدا نہیں کیا تھا مگر اس کی دونوں آنکھیں ان مٹی کی کنکریوں سے بھر گئیں۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ زمین کی مٹی سے ایک مٹھی لی ــــــ اس روایت سے یہ احتمال ہوتا ہے کہ آپ نے کنکریاں پھینکیں اور دوسری بار مٹی پھینکی ــــــ اور یہ احتمال ہوتا ہے کہ آپ نے ایک مٹھی کنکریاں اور مٹی مخلوط لی ہو۔

امام احمد' ابوداؤد اور دارمی نے ابوعبدالرحمٰن الفہری کی حدیث سے غزوۂ حنین میں یہ روایت کی ہے کہ مسلمانوں نے پیٹھ پھیر دی اور اکثر منہ پلٹا کے چلے گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں قرآن شریف میں ذکر فرمایا ہے ــــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دوبار فرمایا:

ان عبداللہ ورسولہ انا عبداللہ ورسولہ

پھر آپ گھوڑے سے اترے اور ایک ہتھیلی بھر مٹی کی کفار کے منہ پر ماری اور فرمایا:

شاھت الوجوہ!

اللہ تعالیٰ نے انہیں بھگا دیا ــــــ بنی ہوازن کے بیٹوں نے اپنے باپوں سے روایت کی ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص باقی نہ رہا کہ جس کی دونوں آنکھوں اور منہ میں مٹی نہ بھر گئی ہو۔ اور ہم نے آسمان سے ایک جھنکار اس طور سے سنی جیسے نئے طشت پر لوہا پھیرا جائے اور اس سے آواز پیدا ہوتی ہے۔

امام احمد اور حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ خچر آپ کو لے کر ایک طرف جھک گیا۔ خچر کی زین ایک طرف سرک گئی' میں نے کہا:

''اللہ تعالیٰ آپ کو بلندی دے' آپ اونچے ہو جائیں۔''

آپ نے مجھے فرمایا:

''ایک ہتھیلی مٹی مجھے دو۔''

آپ نے وہ مٹی ان کے منہ پر ماری' ان کی آنکھوں میں مٹی بھر گئی۔ ایسے حال میں مہاجرین اور انصار آ گئے ان کی تلواریں ان کے دائیں ہاتھوں میں ایسے چمک رہی تھیں گویا شہاب ثاقب ہیں ـــــ مشرکین پیٹھ پھیر کے بھاگ گئے۔

اللہ کی نصرت:

مشرکین میں سے ایک نے ابوجعفر بن جریر کو بتایا کہ یوم حنین میں ہم مشرکین اور صحاب رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جنگ کے لیے آپس میں مل گئے ـــــ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اتنی دیر تک کہ بکری دوہی جاتی ہے' ہمارے مقابلہ میں نہیں ٹھہرے۔ ہم نے ان کو ایسا کر دیا کہ وہ ہمارے آگے تھے اور ہم ان کے قدموں کے نشانوں پر چل رہے تھے اور ان کے پیچھے سے چلا رہے تھے۔ یہاں تک کہ ہم سفید خچر والے صاحب تک پہنچ گئے۔ یکا یک ہم نے دیکھا کہ وہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں ـــــ ہمیں آپ کے پاس ایسے مرد ملے جن کے چہرے گورے گورے تھے اور بڑے حسین تھے۔ ان مردوں نے ہم سے کہا:

"شاهت الوجوه!"

تم لوگ پلٹ جاؤ۔ یہ سن کر ہم بھاگ گئے اور انہوں نے ہم پر اس طور سے قدرت پائی کہ وہ لوگ ہمارے شانوں پر سوار ہو گئے ـــــ دمیاطی کی سیرت میں ہے کہ ملائکہ کی علامتیں یوم حنین میں سرخ عمامے تھے۔ فرشتوں نے عماموں کے پلو اپنے دونوں شانوں کے درمیان چھوڑ رکھے تھے ـــــ جبیر بن معطم کی حدیث میں ہے کہ جب آدمی جنگ کر رہے تھے میں نے یوم حنین میں ایک شے کالی کمل کی مثل دیکھی جو کہ آسمان سے اتر رہی تھی ـــــ راوی کے خیال میں وہ فرشتے تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی امداد فرمائی۔

مسلمانوں کے پیچھے ہٹنے کی وجہ:

بخاری شریف میں براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بنی قیس کے کسی شخص نے ان سے پوچھا:

''تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے یوم حنین میں بھاگ گئے۔''

براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں بھاگے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ بنی ہوازن تیر انداز تھے۔ ہم نے جس وقت ان پر حملہ کیا' وہ بھاگ گئے ـــــ ہم لوگ غنیمتوں پر جھک پڑے ـــــ ہوازن تیروں سے ہمارے سامنے آئے ـــــ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سفید خچر پر سوار دیکھا اور ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی باگ پکڑے ہوئے ہیں۔ اس وقت آپ یہ فرما رہے ہیں:

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب

نصرت الٰہی کا یقین کامل:

آپ کا یہ ارشاد جو لا کذب ہے' اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ نبوت کی صفت کے ساتھ کذب محال ہے۔۔۔۔۔ گویا آپ نے یہ فرمایا ہے:

"انا النبی والنبی لایکذب۔ میں نبی ہوں اور نبی جھوٹ نہیں کہتا۔"

چنانچہ جو بات میں کہتا ہوں اس میں جھوٹا نہیں ہوں کہ مجھے شکست ہو۔ بلکہ مجھے اس بات کا پورا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس بات کا مجھ سے وعدہ فرمایا ہے یعنی میری نصرت کا وعدہ فرمایا ہے وہ وعدہ حق ہے۔ لہٰذا مجھ پر فرار جائز نہیں۔

نبی پاک پر فرار کی بدگمانی:

سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسلم نے جو روایت کی ہے اس میں یہ ہے کہ ایسے حال میں پلٹا کہ میں بھاگ رہا تھا۔۔۔۔۔ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول تک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھاگنے کی حالت میں گیا۔ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس وقت خوف تھا۔۔۔۔۔ علماء نے کہا ہے کہ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس عبارت میں مررت علی رسول اللہ منهزما۔۔۔۔۔ لفظ منهزماً سے مراد یہ ہے کہ جیسے سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے اپنے بھاگنے کی وضاحت کی ہے۔ انہوں نے یہ ارادہ نہیں کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھاگے۔۔۔۔۔ اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں بھاگے۔۔۔۔۔ اور کسی راوی نے ہرگز یہ نقل نہیں کیا ہے کہ آپ کسی جگہ بھاگے ہوں یعنی جن معرکوں میں آپ تشریف لے گئے نہایت ثابت قدم رہے بلکہ دوسرے آدمی جو اشجع الناس تھے' وہ آپ کی پناہ ڈھونڈتے تھے۔۔۔۔۔

جملہ مسلمانوں نے اس امر پر اجماع کا اظہار کیا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے کہ آپ کا بھاگنا اعتقاد کیا جائے۔ یہ کہنا آپ پر جائز نہیں ہے۔۔۔۔۔ بلکہ حضرت عباس اور ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں آپ کے خچر کو پکڑے ہوئے تھے اور اسے روک رہے تھے کہ دشمن کی طرف تیزی سے نہ بڑھ جائے۔۔۔۔۔

قاضی عیاض نے شفا میں لکھا ہے کہ جس شخص نے یہ کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھاگ گئے' اس سے توبہ کرائی جائے۔۔۔۔۔ اگر وہ توبہ کرے تو بہتر ورنہ وہ شخص قتل کیا جائے۔۔۔۔۔ علامہ بسالی ۳۰۴ نے اس قول کا تعاقب یوں کیا ہے کہ اس قول کا قائل اگر اصل مسئلہ میں یعنی گالی دینے والے کے حکم میں مالکیہ سے مخالفت کرتا ہے تو اس کی کوئی وجہ ہے۔۔۔۔۔ اور اگر اس بات سے اس نے موافقت کی ہے کہ گالی دینے والے کی توبہ قبول نہ کی جائے گی تو یہ ایک مشکل مسئلہ ہے۔۔۔۔۔ اس معنی میں احکام دنیا کی نسبت قتل کی نفی اسے فائدہ نہ دے گی' اس لیے کہ گالی دینے والے کی' زانی اور شارب خمر کی حد ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس موقع میں کہ وہ جگہ جنگ' طعن اور ضرب کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خچر

---

۳۰۴ یہ مسئلہ یوں سمجھا جائے کہ نعوذ باللہ اگر کوئی آپ کو گالی دے تو گالی دینے والے سے توبہ کرائی جائے۔ اگر توبہ نہ کرے تو وہ قتل کیا جائے۔۔۔۔۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آپ کو گالی دینے والے کی توبہ قبول نہ ہوگی۔

پر سوار ہونا آپ کی نبوت کے اثبات کے لیے تھا۔ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے مزید شجاعت اور تمام قوت کی وجہ سے آپ کو سواری کے ساتھ خاص کیا تھا ـــــ ورنہ یہ ظاہر ہے کہ خچر عادتاً طمانیت کی سواریوں میں سے ہے اور عادت میں خچر جنگ کی جگہوں کی صلاحیت نہیں رکھتا ـــــ مگر گھوڑا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ظاہر کر دیا کہ قوت قلب اور شجاعت نفس اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے سے آپ کے نزدیک جنگ صلح کی مانند تھی ـــــ ملائکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جنگ میں گھوڑوں پر سوار ہوئے نہ دوسرے جانور پر۔ اس لیے کہ گھوڑا عرفاً جنگ ہی کے لیے ہے نہ اور جانور جو گھوڑے کے علاوہ ہیں اور جن پر سوار ہوتے ہیں اس لیے گھوڑے کو حصہ نہیں دیا جاتا۔ اس میں یہ راز ہے کہ گھوڑا حملہ کرنے اور فرار کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے بخلاف خچروں اور اونٹوں کے کہ ان میں یہ صفات نہیں ہیں۔

ابن ابی شیبہ کے نزدیک حکم بن عتیبہ کی مرسل حدیث سے یہ ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کوئی باقی نہ رہا مگر چار حضرات ـــــ بنی ہاشم سے تین اشخاص اور بنی ہاشم کے علاوہ ایک شخص حضرت علی' حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کے سامنے اور سفیان بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے ـــــ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جانب سے تھے' کوئی آدمی آپ کی طرف نہیں آتا تھا مگر قتل کر دیا جاتا تھا۔

ترمذی شریف میں اسناد حسن سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ہے کہ ہم نے آپ کو یوم حنین میں دیکھا اور یہ دیکھا کہ آدمی منہ پھیر رہے ہیں ـــــ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سو حضرات نہیں ہیں ـــــ شرح مسلم از امام نووی میں ہے کہ یہ ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بارہ حضرات تھے ـــــ حضرت عباس ابن عبدالمطلب کے شعر میں ہے کہ آپ کے ساتھ جو ثابت قدم رہے تھے' وہ صرف دس حضرات تھے:

نصرنا رسول اللہ فی الحرب تسعۃ   وقد فرمن فرعنہ واقشعوا

''ہم نو مجاہدوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جنگ میں نصرت دی اور تحقیق جو شخص آپ کے پاس سے بھاگا' سو بھاگا اور وہ بھاگنے والے بھاگ گئے۔

وعاشرنا لاقی الحمام بنفسہ   لما مسہ فی اللہ لا یتوجع

اور ہمارا دسواں ساتھی (ایمن ابن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھا اس نے اپنے نفس سے موت سے ملاقات کی۔ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ایمن کو جو صدمہ پہنچا' انہوں نے بے قراری اور دردنا کی ظاہر نہیں کی ـــــ جسے اللہ تعالیٰ کے معاملے میں صدمہ پہنچتا ہے وہ دردنا کی کا اظہار نہیں کرتا۔

امام جریر طبری نے کہا ہے کہ شرع میں بھاگنے کی ممانعت ہے۔ وہ بھاگنا وہ ہے کہ پلٹ آنے کی نیت کے غیر پر واقع ہو ـــــ لیکن وہ فرار جو کثرت عدو کی وجہ سے ہو' وہ ایک گروہ مسلمانوں کی طرف جانے کی غرض سے ہو' یہ غدر ہے ـــــ یوم حنین میں ایسا ہی ہوا کہ مسلمان بھاگے اور پھر بڑی تیزی سے جنگ کی طرف آپ کے ساتھ رجوع ہوئے اور آپ کے ہمراہ جنگ کی۔

رسول پاک نے شعر نہیں کہا:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب کے بارے میں علماء نے کہا ہے کہ یہ ارشاد شعر نہیں ہے۔۔۔۔ اس لیے کہ شاعر کا نام شاعر نہیں ہوتا ہے مگر چند وجوہ سے۔۔۔۔ ان وجوہ میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ شاعر نے قول کا شعور کیا اور اس کا ارادہ شاعر نے کیا اور شعر کی طرف شاعر نے راہ پائی اور شاعر نے عرب کے طریقہ پر کلام موزوں کیا ہو اور وہ کلام قافیہ رکھتا ہو۔۔۔۔ اور اس کا کہنے والا شاعر نہ ہوگا۔۔۔۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس کلام سے شعر کا ارادہ نہیں فرمایا اور نہ ہی اس کا ارادہ کیا ہے۔ لہٰذا یہ کلام شعر میں شمار نہیں کیا جائے گا اگرچہ موزوں ہو۔۔۔۔

دادا جان سے نسبت کی وجوہ:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان انا ابن عبدالمطلب اور آپ نے انا ابن عبداللہ نہیں فرمایا۔۔۔۔ اس لیے کہ آپ کے والد ماجد کی شہرت سے آپ کے جد بزرگوار کی شہرت زیادہ تھی۔ اس لیے کہ آپ کے والد ماجد نے آپ کے پیدا ہونے سے پہلے اپنے باپ عبدالمطلب کی زندگی ہی میں وفات پائی تھی۔ چنانچہ عبدالمطلب مشہور تھے' ان کی شہرت ظاہر اور شائع تھی۔ وہ قریش کے سردار تھے۔۔۔۔ کثیر آدمی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عبدالمطلب کا فرزند کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ کے جد کی شہرت کی وجہ سے آپ کو ان سے منسوب کرتے تھے۔۔۔۔ ضمام بن ثعلبہ کی حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو ضمام بن ثعلبہ مدینہ میں آئے۔ انہوں نے اپنا اونٹ مسجد میں بٹھایا اور پوچھا:

''ایکم ابن عبدالمطلب۔ تم میں سے ابن عبدالمطلب کون ہے۔''

آپ کی نسبت آپ کے والد ماجد کی بجائے آپ کے جد امجد کی طرف جو کی جاتی ہے' اس میں یہ حکمت ہے کہ لوگوں میں یہ بات مشہور تھی کہ:

''عبدالمطلب کی اولاد سے ایک ایسا مرد ظہور کرے گا جو اللہ تعالیٰ کی طرف چلائے گا اور اس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ مخلوق کو ہدایت عطا فرمائے گا اور وہی مرد خاتم الانبیاء ہوگا۔''

اس لیے آپ عبدالمطلب کی طرف منسوب کیے جاتے تھے تاکہ وہ شخص جو ان کو پہچانتا تھا وہ اس امر کو یاد کرے۔

بچوں کے قتل کی ممانعت:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ جس مشرک پر قدرت ہو' وہ قتل کیا جائے۔ مشرکین بھاگ رہے تھے' مسلمان قتل کرتے کرتے ان کی اولاد میں پہنچ گئے۔۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بال بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا:

من قتل قتیلا لہ علیہ بینۃ فلہ سلبہ

''جس کسی نے کسی کو قتل کیا' قاتل کو اپنے مقتول پر گواہ پیش کرنا چاہیے۔''

شہادت کے بعد قاتل مقتول کے آلات حرب کا مالک ہے۔ ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تنہا اس دن بیس مردوں کے ہتھیار وغیرہ سامان اکٹھا کیا۔

بظاہر شکست میں نہاں مشیت ایزدی:

ابن القیم نے ''ہدی نبوی'' میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے وعدہ کیا تھا کہ:

''جس وقت مکہ فتح کیا جائے گا' لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوں گے اور کل عرب آپ کے مطیع ہو جائیں گے۔''

جبکہ فتح مبین پوری ہو گئی تو اللہ تعالیٰ کی حکمت نے اس امر کا تقاضا کیا کہ بنی ہوازن اور جو لوگ ان کے تابع ہوئے ہیں' ان کے دلوں کو اسلام قبول کرنے سے روکے اور وہ لوگ جن لوگوں کو جمع کرنے پر قدرت پائیں' انہیں جمع کریں ___ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ لڑنے کے لیے تیار ہو جائیں تاکہ اللہ تعالیٰ کا امر اور اللہ تعالیٰ کا تمام اعزاز جو اپنے رسول کے لیے اور اپنے دین کے لیے جو نصرت دیتا ہے' وہ ظاہر ہو جائے ___ اور ان لوگوں کی غنیمت اہل مکہ کے لیے لشکر کا باعث ہوں اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور اپنے مومن بندوں کو غلبہ عطا فرمائے ___

اور ایسی شدت جنگ اور عظیم قوت جس کی مثال مسلمانوں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی اور ایسی جنگ اور قوت کے بعد اہل عرب سے کوئی شخص مسلمانوں کی برابری نہ کر سکے' اللہ تعالیٰ اپنا قہر ظاہر کرے ۳۰۵ ___ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی حکمت نے یہ سامان کیا کہ باوجود مسلمانوں کی کثرت تعداد اور سامان جنگ اور قوت کے' پہلے انہیں شکست کی کڑواہٹ چکھائی تاکہ وہ سر جو فتح مکہ سے بلند ہوئے تھے' انہیں جھکائے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے حرم اور اس کے شہر میں ایسے حال میں داخل نہیں ہوئے تھے جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ___ آپ ایسے حال میں مولیٰ کریم کے شہر اور اس کے حرم میں داخل ہوئے کہ اپنی سواری کے جانور پر اپنے رب کی تواضع اور اس کی عظمت کے لیے سر جھکائے ہوئے اور خود جھکے ہوئے تھے ___ یہ اس لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اپنا شہر حلال کر دیا تھا اور آپ سے پہلے اسے کسی کے لیے حلال نہیں کیا گیا اور نہ ہی آپ کے بعد کسی کے لیے اپنے شہر کو حلال کرے گا ___

اور اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ جس شخص نے قلت کی وجہ سے یہ کہا تھا کہ:

''آج کے دن ہم ہرگز غالب نہ ہوں گے۔'' ۳۰۶

اس کو یہ ظاہر کر دے کہ نصرت نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے: اور جس کسی کو وہ نصرت دیتا ہے اس پر کوئی غالب نہیں ہوتا ___ اور جس کسی کو وہ چھوڑ دیتا ہے اور مدد نہیں دیتا تو کوئی اس کا ناصر نہیں ہوتا ___ اور اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ اپنے رسول کی

---

۳۰۵ اگرچہ ایران (فارس) اور روم نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد سخت جنگ کی مگر آپ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نصرت عطا فرمائی۔

۳۰۶ یہ قول ایک غیر شخص کا ہے۔ نہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایسا فرمایا اور نہ ہی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔

اور اپنے دین کا والی ہوا۔ نہ تم لوگوں کی وہ کثرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے دین کے والی کی نصرت اور اپنے دین کا والی ہوا۔ نہ تم لوگوں کی وہ کثرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے دین کے والی کی ہوئی کہ اس نے تمہیں تعجب میں ڈالا تھا جبکہ تمہاری اس کثرت نے تمہیں کچھ فائدہ نہیں دیا۔ تم لوگ تو پیٹھ پھیرے بھاگ گئے ــــ اور جب قتل اور زخمی ہونے سے مسلمانوں کے دل ٹوٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان ٹوٹے دلوں کے لیے جوڑنے کا خلعت اپنے اس قاصد کے ہمراہ بھیجا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا سکینہ (یعنی طمانیت) تھا ــــ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے رسول اور مومنین پر نازل فرمایا اور وہ لشکر نازل کیے جنہیں تم نے نہیں دیکھا ــــ

اور اللہ تعالیٰ کی حکمت نے یہ تقاضا کیا کہ نصرت کے خلعت اور اس کے صلے صرف اہل انکسار کو پہنچائے جاتے ہیں ــــ

اور ہم یہ ارادہ کرتے ہیں کہ روئے زمین پر جو کمزور ہیں' ضعیف ہیں' ہم ان پر احسان کریں۔

ان دونوں غزوات یعنی بدر و حنین میں ملائکہ نے بذات خود مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو کر کفار سے قتال کیا ــــ دونوں غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کے منہ پر کنکریاں ماری تھیں۔

جو دشمن اس معرکہ سے بھاگ گئے تھے' ان کی تلاش کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا ــــ ان میں سے بعض طائف کو چلے گئے ــــ بعض نخلہ کی طرف نکل گئے ــــ کچھ لوگ اوطاس کی طرف چلے گئے۔

مسلمانوں میں سے چار حضرات نے جام شہادت نوش کیا۔ ان میں سے ایک حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے ایمن بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ــــ اور مشرکین میں سے ستر سے زیادہ قتل ہوئے۔

سریہ ابو عامر الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابو عامر الاشعری' ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا ہیں ــــ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ حنین سے فارغ ہونے کے بعد ان کو ان مفروروں کی طلب میں بھیجا جو بنی ہوازن سے تھے اور یوم حنین میں اوطاس کی طرف بھاگ گئے تھے ــــ اوطاس دیار ہوازن میں ایک وادی ہے۔

ابو عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے ــــ ابو عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان مفروروں تک پہنچ گئے۔ وہ سب مفرور ایک جگہ جمع تھے ــــ ابو عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان میں سے نو بھائیوں کو جنگ کر کے اس کے بعد قتل کیا۔ آپ ان میں سے ہر ایک کو اسلام کی طرف بلاتے تھے اور یہ کہتے تھے:

"اے اللہ! تو اس پر گواہ رہیو۔"

پھر ابو عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کے لیے ان میں سے دسواں شخص نکلا۔ ابو عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اسلام کی طرف بلایا اور یہ کہا:

"اے اللہ! تو اس پر گواہ نہ رہیو۔"

اس نے کہا:

"اے اللہ! تو مجھ پر گواہ نہ رہیو۔"

ابو عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر گمان کیا کہ یہ مسلمان ہو گیا ہے اور اس کے قتل سے باز رہے ــــــ پھر وہ بھاگ گیا ــــــ بعدازاں وہ اسلام لے آیا اور اس کا اسلام اچھا ہوا ــــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جس وقت اسے دیکھتے تو یہ فرماتے تھے:

هذا شريد ابى عامر (رضی الله تعالیٰ عنه)

علا اور ادنیٰ حارث کے دو بیٹوں نے ابو عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تیر مارے اور آپ شہید ہو گئے ــــــ ابو عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جانشین ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئے اور ان لوگوں سے جنگ کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح یاب کیا ــــــ قیدیوں میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضاعی بہن شیما تھیں ــــــ ابو عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل بھی مارے گئے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب ابو عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر سنی تو یہ دعا فرمائی:

اللهم اغفر لابی عامر واجعله من اعلی امتی فی الجنة

بخاری شریف میں ہے کہ ابو عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب تیر مارا گیا تو انہوں نے اپنے بھتیجے ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

''اے میرے بھتیجے! تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو میرا اسلام کہہ دینا اور آپ سے عرض کرنا کہ آپ میرے لیے مغفرت چاہیں۔''

وہ اللہ کو پیارے ہو گئے ــــــ ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام حال عرض کیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پانی منگوا کر وضو کیا' پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا فرمائی:

اللهم اغفر لعبيدك ابی عامر

ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم دعا مانگ رہے تھے تو میں نے آپ کے بغلوں کی سفیدی دیکھی یعنی آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اس قدر بلند فرمائے کہ بغلوں کی سفیدی دکھائی دینے لگی پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ دعا فرمائی:

اللهم اجعله يوم القيامة فوق كثيرين من خلقك

ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ حضور میرے لیے بھی دعا فرمائیں۔ آپ نے یوں دعا فرمائی:

اللهم اغفر لعبد الله بن قيس ذنبه وادخله يوم القيامة مدخلا كريما

ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ ان دو دعاؤں میں ایک دعا ابو عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ہے اور دوسری دعا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ہے۔

سریہ طفیل بن عمرو الدوسی / سریہ ذی الکفین:

ذی الکفین ایک لکڑی کا بت تھا۔ یہ بت عمرو بن جمعہ کا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب طائف کی طرف جانے کا ارادہ فرمایا تو ماہ شوال میں طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روانہ کیا گیا کہ اس بت کو ڈھا دیں' اس کے بعد وہ طائف پہنچ کر آپ سے آملیں۔

طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیزی سے نکلے اور اس بت کو منہدم کر دیا۔ طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے منہ کو آگ سے جھلس رہے تھے اور اسے جلاتے ہوئے یہ شعر کہہ رہے تھے:

یاذی الکفین لست من عبادکا میلادنا اقدم من میلادکا

''اے ذوالکفین! میں تیرے بندوں میں سے یا عبادت کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ ہماری پیدائش نوع بشر تیری پیدائش سے اقدم ہے یعنی ہم تجھ سے اول پیدا ہوئے ہیں جبکہ تجھے آدمیوں نے بنایا ہے تو کیونکر ہماری عبادت کی صلاحیت پیدا کرے گا۔''

انی حشوت النار فی فوادك

''میں نے تیرے دل میں آگ بھر دی ہے جو تجھے اور تیرے دل کو جلا دے گی۔''

انسانی یا حیوانی ہیئت کی وجہ سے بت کے لیے دل ثابت کیا ہے' ورنہ لکڑی کا بت تھا نہ حیوانیت کا اثر تھا اور نہ کچھ حس تھی۔
طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ چار سو مجاہد تھے۔ یہ لوگ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طائف میں آنے کے چار دن بعد آپ سے آملے ــــ مغلطائی نے کہا ہے کہ طفیل کے ساتھ چار مسلمان آئے۔

غزوہ طائف:

طائف ایک بڑا شہر ہے جو خاص مکہ سے تین منزل اور ملتقیٰ آبادی سے دو منزل مشرقی جانب واقع ہے ــــ طائف میں انگور اور میوے کثرت سے ہیں۔

روایت ہے کہ شہر کا نام طائف جو رکھا گیا ہے اس کی اصل یہ ہے کہ وہ جنت جو اصحاب الصریم کی تھی' جبرئیل علیہ السلام نے اسے اکھاڑا اور اسے مکہ کی طرف لے گئے۔ اسے بیت اللہ کے اطراف طواف کرایا پھر اسے اس جگہ کہ جہاں طائف ہے' اتار دیا ــــ اور اس شہر کا نام طائف رکھا گیا ــــ اور وہ جنت یعنی باغ اول صنعا کے نواح میں تھا۔ اس زمین کا نام ''دج بضم جیم'' مفہوم ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ماہ شوال سن ۸ ہجری میں جس وقت حنین سے نکلے' طائف کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ جو مال غنیمت تھا' اسے جعرانہ میں روک دیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لشکر کے مقدمہ پر آپ نے مقدم فرمایا۔

بنی ثقیف اوطاس سے جو بھاگے تھے تو اپنے حصن میں طائف میں داخل ہو گئے تھے۔ ضروریات کی جو چیزیں تھیں' ایک

سال کے لیے اکٹھا کر کے انہوں نے خود کو اس قلعہ میں بند کر لیا تھا اور جنگ کے لیے تیار ہو گئے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب روانہ ہوئے' راستے میں ابو رغال کی قبر پر آپ کا گزر ہوا۔۔۔۔ ابو رغال بنی ثقیف کا باپ ہے۔ اس کی قبر سے سونے کی ایک سیخ نکالی اور آپ قلعہ کے پاس اترے اور وہاں لشکر جمع کیا۔۔۔۔ بنی ثقیف نے مسلمانوں پر شدید تیر اندازی کی۔ وہ تیر بکھر کر کثرت سے ایسے آئے جیسے ٹڈی کی جماعت ہوتی ہے۔۔۔۔ مسلمانوں میں بہت سے آدمی زخمی ہوئے۔ ان میں بارہ حضرات شہید ہو گئے۔ ان میں عبداللہ بن ابی امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔۔۔۔ اس دن عبداللہ بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تیر لگا اور مندمل ہو گیا۔۔۔۔ لیکن کچھ مدت بعد وہ زخم کھل گیا۔ وہ اس زخم سے اپنے والد ماجد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

آج کے دن جس جگہ طائف کی مسجد ہے' وہاں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چڑھ گئے ۳۰۷۔۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کی عورتوں میں سے حضرت ام سلمہ اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھیں۔ ان دونوں بیویوں کے لیے آپ نے دو خیمے کھڑے کرائے۔ طائف کا جتنے دن محاصرہ رہا' آپ دونوں خیموں کے درمیان نماز پڑھتے تھے۔۔۔۔ اہل طائف کا محاصرہ اٹھارہ دن تک رہا۔۔۔۔ اہل طائف پر منجنیق نصب کی گئی۔ یہ اسلام میں پہلی منجنیق ہے کہ اس سے اہل طائف پر پتھر برسائے گئے۔۳۰۸۔۔۔۔ طفیل الدوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سریہ ذوالکفین سے لوٹ آئے تھے تو منجنیق بھی اپنے ساتھ لائے۔۳۰۹۔۔۔۔ بنی ثقیف نے مسلمانوں کو تیروں سے مارا۔ مسلمانوں میں سے بارہ حضرات شہید ہو گئے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بنی ثقیف کے انگور اور خرما کے درختوں کے کاٹنے اور جلانے کے لیے حکم فرمایا۔۔۔۔ مسلمانوں نے وہ درخت بہت جلد کاٹ ڈالے۔ پھر بنی ثقیف نے آپ سے یہ استدعا کی کہ آپ للہ اور رحم سے ان درختوں کو چھوڑ دیجیے۔۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میں اللہ تعالیٰ کے لیے اور رحم سے ان کو چھوڑ دیتا ہوں۔''

پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منادی کرنے والے نے پکارا:

''جو کوئی بندہ قلعہ سے اترا اور ہماری طرف آیا' وہ آزاد ہے۔''

دمیاطی نے کہا ہے کہ اہل طائف سے انیس افراد نکلے جن میں ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔۔۔۔ مغلطائی کے نزدیک یہ ہے کہ تیئیس (۲۳) نفوس تھے۔

اہل طائف میں سے جو لوگ قلعہ سے اتر کے آئے تھے' رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں آزاد کر دیا اور مسلمانوں میں سے ہر ایک کو اہل طائف کا ایک ایک آدمی حوالے کر دیا کہ ان کی کفالت وہ مسلمان کرے۔۔۔۔ ان غلاموں کا

---

۳۰۷ یہ وہ مسجد ہے جسے عمرو بن امیہ بن وہب بن معتب بن مالک نے بنی ثقیف کے اسلام لانے کے بعد بنایا ہے۔

۳۰۸ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ابلیس نے منجنیق بنائی تھی۔۔۔۔ اور جاہلیت کے دور میں جذیمۃ الابرش نے منجنیق قائم کی تھی۔

۳۰۹ ایک روایت میں ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل عجم کا احوال جنگ بیان کیا اور منجنیق کی کیفیت ظاہر کی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو منجنیق تیار کرنے کے لیے حکم دیا تھا۔

قلعہ سے اتر کر آنا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انہیں آزاد کر دینا اہل طائف پر نہایت درجہ شاق ہوا۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فتح طائف کی اجازت نہیں دی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا۔ انہوں نے لشکر کو کوچ کے لیے آواز دے دی۔ اس کوچ سے اہل لشکر نے خوشی کا اظہار کیا اور کہا:

''ہم ایسے حال میں کوچ کرتے ہیں کہ طائف ہم نے فتح نہیں کیا۔''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لشکر والوں سے فرمایا:

''کل صبح کو جنگ کرو۔''

دوسرے دن مسلمانوں نے جنگ کی۔ بہت سے زخمی ہوئے' انہوں نے اس کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا:

''انشاء اللہ تعالیٰ ہم یہاں سے پلٹ کے جانے والے ہیں۔''

یہ سن کر مسلمان خوش ہو گئے اور پلٹ جانے کا یقین کیا اور کوچ کرنے لگے۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کی یہ حالت دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

امام نووی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان مسلمانوں پر شفقت فرمائی اور طائف سے کوچ کرنے کے لیے ان پر رحمت فرمائی۔۔۔۔ اس لیے کہ طائف کی فتح دشوار تھی اور طائف کے کفار نہایت شدید تھے' انہیں اپنے قلعہ میں قوت حاصل تھی۔۔۔۔ باوجود اس کے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے وحی سے علم ہو گیا تھا' یا آپ کو امید تھی کہ طائف اس کے بعد بے مشقت فتح ہو جائے گا۔۔۔۔ جبکہ صحابہ کرام نے طائف میں قیام اور کفار سے جہاد کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ ٹھہر گئے۔ اور جب جنگ کی کوشش کی تو صحابہ زخمی ہو گئے۔۔۔۔ تو جس مہربانی کا ارادہ آپ کا صحابہ کے لیے تھا آپ نے اس کی طرف رجوع کیا۔ چنانچہ صحابہ کو اس سے فرحت ہوئی۔۔۔ اس وجہ سے کہ صحابہ نے ظاہر مشقت دیکھی اور کوچ پر آمادگی ظاہر کی۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو صحابہ کی رائے میں تبدیلی پر تعجب ہوا اور اس تبدیلی پر آپ مسکرا دیئے کہ صحابہ کرام پہلے جنگ پر متفق تھے' جب زیادہ زخمی ہو گئے۔۔۔۔ تو آپ نے ان کی خواہش پر روانگی کے لیے اجازت دی تو وہ اپنی رائے بدل کر کوچ پر آمادہ ہو گئے۔۔۔۔

یوم طائف میں ابوسفیان صخر بن حرب کی آنکھ پھوٹ گئی۔۔۔۔ ابن سعد نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان کی حالت پر فرمایا (جبکہ ابوسفیان کی آنکھ ان کے ہاتھ میں تھی)

''تمہیں کون سی بات زیادہ دوست ہے۔۔۔۔ ایک یہ کہ جنت میں تمہیں چشم بصیرت دی جائے۔۔۔۔ یا میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں کہ دنیا میں تمہاری آنکھ تم کو لوٹا دے۔''

ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''مجھے یہ بات زیادہ دوست ہے کہ مجھے جنت میں آنکھ دی جائے۔''

یہ کہہ کر آنکھ پھینک دی ـــــ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ یرموک میں حاضر ہوئے اس دن ان کی دوسری آنکھ بھی نکل پڑی ـــــ حافظ زین الدین عراقی نے اسے ''شرح تقریب'' میں بیان کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ سے فرمایا:

''یہ کہو لا الہ الا اللہ وحدہ' صدق وعدہ و نصرعبدہ وھزم الاخراب وعدہ۔''

صحابہ کرام نے جب کوچ کیا تو آپ نے ان سے فرمایا:

''یہ کہو آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت پاک کو غور سے دیکھیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جس وقت جہاد کے لیے تشریف لے جاتے تو صحابہ کو جمع کرتے' گھوڑے لیتے' ہتھیار اور جہاد میں جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ان کے لیے جہاد کے لیے کس طرح توجہ اور پرواہ کرتے تھے ـــــ پھر جس وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سفر یا جہاد سے واپس تشریف لاتے تو ان تمام چیزوں سے اپنے آپ کو پاک کر لیتے اور اپنے تمام امور اللہ کی طرف پھیر دیتے اور پھر اس طور یہ فرماتے:

آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون صدق اللہ وعدہ و نصرعبدہ وھزم الاخراب وعدہ

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ارشاد عالی وھزم الاخراب وعدہ میں غور کریں تو معلوم ہوگا کہ آپ نے جنگ کے تمام اسباب جنہیں آپ جمع کرتے تھے یعنی صحابہ کرام کو فراہم کر کے کفار سے جنگ کرتے تھے' ان کی نفی فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ کے غیر سے ان امور کی جو نفی ہے' وہی حقیقت کا معنی ہے ـــــ اس لیے کہ انسان اور انسان کے افعال رب تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے مخلوق اور ان کے افعال پیدا کیے اور دنیا کے کاموں کا انجام دیکھا اور اپنے بندہ کی مدد فرمائی اور خلق میں سے جس کسی کو اس نے چاہا اسے برگزیدہ کیا' اس کے ہاتھ پر امور کو جاری کرایا ـــــ لہٰذا تمام امور اللہ ہی کی طرف سے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تمام کی نسبت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ اہل کفر کو جنگ کے بغیر فنا کر دے تو فنا کر دیتا جیسا کہ اس نے اس کی نسبت فرمایا ہے:

لویشاء اللہ انتصر منھم

یعنی اگر اللہ چاہے گا تو بغیر جنگ کے کفار سے انتقام لے گا اور انہیں جڑ سے اکھیڑ دے گا۔

ولکن لیبلو بعضکم ببعض

لیکن تمہیں جنگ کے لیے حکم کیا ہے تاکہ تمہارے بعض کی بعض سے آزمائش کرے۔

تم میں سے جو قتل ہو' وہ جنت میں جائے اور کفار سے جو قتل ہو وہ دوزخ میں جائے ـــــ لہٰذا اللہ تعالیٰ اپنے صابر بندوں کو بدلہ دیتا ہے اور اپنے شاکر بندوں کے لیے ثواب کو وسیع کرتا ہے۔ اس کا ارشاد ہے:

ولنبلونکم حتی نعلم المجاھدین منکم والصابرین ونبلو اخبارکم

یعنی ''ہم تمہاری آزمائش جہاد وغیرہ امور سے کریں گے تاکہ تم لوگوں میں سے جو مجاہد ہیں اور جہاد میں صابر ہیں' ان کو معلوم کریں اور دوران جہاد تم سے اگر کوئی کی کوتاہی ہو تو اسے ظاہر کریں۔''

چنانچہ مکلف آدمی پر دونوں حالتوں میں امتثال امر ہے۔ یعنی

☆ اسباب کے لینے اور حاصل کرنے کا امتثال

☆ اپنے مولیٰ کی طرف رجوع ہونا اور اس کے ساحت کرم میں اس کے پاس سکون پانا

جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اولاً ربوبیت کے ادب سے اسباب فراہم کرتے تھے اور اپنی امت کو ایسے اسباب فراہم کرنے کی راہ بتاتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی اس قدرت غامضہ سے جس کو اس نے آپ کے لیے ذخیرہ رکھا تھا جس چیز کو چاہتا آپ کے دست مبارک پر ظاہر فرماتا تھا۔۔۔۔ ابن الحاج علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''مدخل'' میں لکھا ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہا گیا کہ:

''آپ بنی ثقیف پر بددعا کیجئے۔''

آپ نے ان پر اس طور پر دعائے خیر فرمائی:

اللھم اھد ثقیفا و آت بھم

''اے اللہ! تو بنی ثقیف کو ہدایت کر اور تو انہیں لے آ۔''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان قیدیوں اور مال غنیمت کے لیے حکم فرمایا تھا کہ وہ جمع کیے جائیں۔ یہ غنیمت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عطا فرمائی تھی۔۔۔۔ وہ تمام قیدی اور مال غنیمت جعرانہ میں جمع کیے گئے تھے۔ یہ سب کچھ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طائف سے واپسی تک جعرانہ میں تھا۔

قیدی عورتوں اور لڑکوں سے چھ ہزار تھے' اونٹ چوبیس ہزار اور بکریاں چالیس ہزار سے زیادہ اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انیس دن تک ہوازن کا انتظار کیا کہ وہ مسلمان ہو کر آپ کے پاس آ جائیں' مگر وہ نہیں آئے۔۔۔۔ پھر آپ نے یہ مناسب سمجھا کہ مال غنیمت تقسیم کر دیا جائے۔۔۔۔ چنانچہ آپ نے تقسیم فرمایا۔ بخاری شریف میں ہے کہ مردوں کو فی کس ایک سو اونٹ عطا فرماتے تھے' انصار میں سے کچھ لوگوں نے کہا:

یغفراللہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم یعطی قریشا و تیرکنا و سیوفنا تقطر من دمائم

یعنی ''اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مغفرت فرمائے کہ قریش کو عطا کرتے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں جبکہ ہماری تلواروں سے دشمنوں کا خون ٹپک رہا ہے۔''

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ انصار کی باتیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کی گئیں آپ نے انصار کے پاس کسی کو بھیجا' وہ آئے۔ آپ نے انہیں ایک چمڑے کے خیمہ میں اکٹھا کیا۔ پھر ان سے فرمایا:

"کیا تم اس بات سے خوش نہ ہو گے کہ لوگ مال لے جائیں اور تم اپنے گھروں کو اللہ کے رسول کو لے جاؤ ۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے! البتہ جس شے کو لے کر تم اپنے گھروں کو پلٹ جاؤ' وہ اس شے سے بہتر ہے کہ جو لوگ لے کر اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔"

انصار نے عرض کیا:

"یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! ہم راضی ہو گئے۔"

جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھا اور بھی لوگ ساتھ تھے۔ آپ سمیت وہ تمام لوگ حنین سے لوٹ رہے تھے۔ اعرابی آپ سے لپٹ گئے یہاں تک کہ آپ کو سمرہ کے ایک درخت کی طرف جانا ضروری ہوا کہ خود کو ان سے بچائیں۔ آپ کی چادر مبارک اس درخت کے کانٹوں سے اٹک گئی یا اعرابی اس چادر کو اچک کر لے گئے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہاں ٹھہر گئے اور لوگوں سے فرمایا:

"درخت سے چادر نکال کے مجھے دے دو" ۔۔۔۔ یا اعراب سے فرمایا:

"تم میری چادر دے دو اگر میرے پاس ان عضاہ کے درختوں کی تعداد میں اونٹ ہوتے تو میں لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیتا ۔۔۔۔ تم مجھے ہرگز بخیل نہ پاتے' نہ جھوٹا اور نہ نامرد"

اس حدیث کو ابن جریر نے اپنی کتاب "تہذیب" میں روایت کیا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم طائف سے پچیس ذیقعد کو جعرانہ تشریف لائے ۔۔۔۔ جعرانہ میں مال غنیمت تقسیم فرمایا۔ [۳۱۰] پھر آپ نے جعرانہ سے عمرہ کا ارادہ فرمایا۔ پنج شنبہ کی رات کو جعرانہ تشریف لائے۔ وہاں تیرہ رات قیام فرمایا ۔۔۔۔ جب آپ نے مدینہ منورہ کی طرف پلٹ جانے کا ارادہ فرمایا عمرہ کے لیے احرام باندھا اور مکہ میں رات کے وقت داخل ہوئے اور آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا' دوڑے اور سر منڈایا اسی رات جعرانہ کو پلٹ گئے۔ گویا آپ نے رات جعرانہ میں گزاری۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ سے دو ماہ سولہ دن باہر رہے۔

سریہ قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یمن کے ناحیہ میں بنی صداء آباد ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چار سو سواروں پر امیر بنا کے بنی صداء کی طرف روانہ فرمایا اور انہیں یہ حکم دیا کہ بنی صداء سے جنگ کریں ۔۔۔۔ زیاد بن حارث بنی صداء سے حاضر خدمت ہوئے۔ انہوں نے اس لشکر کے بارے میں پوچھا۔ انہیں بتایا گیا کہ یہ لشکر تمہاری قوم کی طرف بھیجا گیا ہے ۔۔۔۔ زیاد بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی:

---

۳۱۰ جعرانہ ایک گاؤں ہے۔ مکہ اور اس کے درمیان ایک منزل کی مسافت ہے جیسا کہ فاکہی نے کہا ہے ۔۔۔۔ ابو الباجی نے کہا ہے کہ جعرانہ اور مکہ کے درمیان اٹھارہ میل کا فاصلہ ہے ۔۔۔۔ یہ گاؤں ایک عورت کے نام پر ہے جس کا نام جعرانہ تھا۔

"یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میں اپنی قوم کا سفیر ہوں۔ آپ لشکر کو واپس بلا لیں۔ میں اپنی قوم کا خود ذمہ لیتا ہوں کہ ان کو مسلمان کر کے لاؤں گا۔"

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کو مقام قناۃ سے واپس بلا لیا۔ صدائی پندرہ دن کے بعد آئے اور مسلمان ہو گئے۔

سریہ عیینہ بن الحصن انفراری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عیینہ بن الحصین کو پچاس سواروں پر امیر بنا کر ماہ محرم سن ۹ ہجری میں سقیا کی طرف روانہ کیا گیا۔ مقام سقیا بنی تمیم کی سرزمین ہے۔ ان سواروں میں نہ کوئی مہاجر نہ کوئی انصاری۔

عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو سفر کرتے اور دن میں چھپ رہتے۔ ان سواروں نے بنی تمیم کے لوگوں پر صحرا میں ہجوم کیا۔ وہ لوگ اپنے جانوروں کی جگہوں میں داخل ہو گئے۔ اور اپنے مویشی چرنے کے لیے چھوڑ دیے۔ جب انہوں نے مسلمانوں کی جمعیت دیکھی تو وہ بھاگنے لگے۔ عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے ان میں سے گیارہ مرد پکڑ لیے۔ ان کے ٹھہرنے کی جگہ میں گیارہ عورتیں اور تیس لڑکے پائے۔

بنی تمیم کے سرداروں میں سے دس آدمی آئے۔ شارح زرقانی نے کہا ہے کہ یہ دس آدمی ان آدمیوں میں سے نہیں تھے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تھے۔ سفارت کے طور پر جو آدمی آئے تھے' ان میں سے:

☆ عطار بن حاجب ☆ زبرقان ☆ قیس بن عاصم ☆ اقرع بن حابس

تھے۔ یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے در دولت پر حاضر ہوئے اور پکارا:

"اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ ہماری طرف گھر سے نکل آئیں۔"

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز ظہر کی اقامت کہی۔ وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے لپٹ گئے۔ وہ اپنے بال بچوں کے فدیہ میں آپ سے بات کرتے تھے۔ آپ ان کے ساتھ ٹھہر گئے پھر آپ تشریف لے گئے اور ظہر کی نماز پڑھی۔ نماز کے بعد آپ مسجد کے صحن میں بیٹھ گئے۔ ان لوگوں نے عطارد بن حاجب کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کے لیے آگے بڑھایا۔ عطارد نے کلام کیا اور خطبہ پڑھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر ثابت بن قیس بن شماس نے ان کے خطبہ کا جواب دیا۔ ان لوگوں کے حق میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

ان الذین ینا دونک من وراء الحجرات

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے قیدی اور غلام انہیں لوٹا دیے۔

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بنی تمیم سے ایک جماعت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی۔ یہ ستر آدمی تھے۔ جبکہ دس کا ذکر کیا گیا ہے' انہی میں سے چار بارگاہ رسالت میں حاضر

ہو کر دولت ایمان سے سرفراز ہو گئے اور آپ سے استدعا کی کہ آپ ان پر کسی کو امیر مقرر فرما دیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''قعقاع بن سعید بن زرارہ کو ان پر امیر مقرر فرما دیں۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''بلکہ اقرع بن حابس امیر مقرر کیے جائیں۔''

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا:

''تم نے میری مخالفت کی ہے۔''

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''میں نے تمہاری مخالفت نہیں کی۔''

حضرت ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں نے مجادلہ کیا۔ یہاں تک کہ ان دونوں حضرات کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اس بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

یا ایها الذین امنوا لاتقدموا بین یدالله و رسوله حتی القضت

یعنی ''تم کسی معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم دینے سے پہلے حکم نہ دو۔''

اور جب یہ آیت لاترفعوا اصواتکم نازل ہوئی تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھائی:

''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے میں کلام نہ کروں گا مگر اس شخص کی طرح جو اپنے صاحب سے سرگوشی کرتا ہے۔''

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے مثل صحابہ کرام میں سے عمر اور ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

ان الذین یغضون اصواتهم عند رسول الله

سریہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط:

بنی مصطلق جو قبیلہ خزاعہ سے ہیں، یہ لشکر بنی مصطلق سے صدقہ لینے کے لیے بھیجا گیا۔ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بنی مصطلق کے درمیان دور جاہلیت میں دشمنی تھی۔ بنی مصطلق مسلمان ہو گئے تھے اور انہوں نے عبادت کے لیے مسجد بھی بنائی تھی۔

بنی مصطلق نے جب یہ سنا کہ ولید قریب آ پہنچے ہیں تو ان کے بیس آدمی اونٹوں اور بکریوں کے ساتھ آ کر ملے۔ بنی مصطلق کو یہ فرحت ہوئی کہ ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اونٹ اور بکریاں اللہ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کے لیے بطور زکوٰۃ لائے۔ شیطان لعین نے ولید کو بہکانا چاہا

کہ بنی مصطلق قتل کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔۔۔۔ حالانکہ وہ لوگ تجمل (شان وشوکت) کے طور پر ہتھیار اپنے ساتھ لائے تھے نہ کہ ولید کے قتل کے لیے۔۔۔۔ ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قتل کے خوف سے بنی مصطلق سے ملے بغیر ہی راستہ سے پلٹ آئے۔ اور ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر دی کہ بنی مصطلق ان سے ہتھیاروں سے ملے تھے' اور زکوٰۃ اور ان کے درمیان حائل ہوئے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارادہ فرمایا کہ بنی مصطلق کی طرف ان لوگوں کو بھیجیں جو ان سے جنگ کریں۔۔۔۔ آپ کے اس ارادہ کی خبر بنی مصطلق کو پہنچی۔۔۔۔ جو لوگ ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملنے کے لیے نکلے تھے' وہی بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔۔۔۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی:

یا ایھا الذین امنوا ان جاء کم فاسق بنباٍ ح..........

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بنی مصطلق کے سامنے قرآن پاک پڑھا۔ ان کے ساتھ عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا کہ ان کے اموال سے صدقہ لیں' ان کو اسلام کے احکام شرعی سکھائیں اور انہیں قرآن شریف پڑھائیں۔

سریہ عبداللہ بن عوسجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عوسجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنی عمرو بن حارثہ کی طرف بھیجا۔۔۔۔ ابن عوسجہ ماہ صفر میں گئے۔۔۔۔ انہوں نے بنی عمرو کو اسلام کی دعوت دی لیکن انہوں نے اسلام کے دامن میں آنے سے انکار کیا۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایک نامہ مبارک بھی تحریر فرمایا تھا۔ ان ظالموں نے اس کی بے ادبی کی' پانی سے دھوکر اسے ڈول کے پیندے پر لگا دیا۔۔۔۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو ان پر بددعا فرمائی کہ:

''ان کی عقل جاتی رہے۔''

آپ کی دعا کے باعث وہ لوگ آج تک اس حالت میں ہیں کہ ان کے جسموں میں کپکپی ہے' کلام میں عجلت ہے' ان کا کلام گڈمڈ سا ہے جو سمجھ میں نہیں آیا۔۔۔۔ واقدی نے کہا ہے کہ میں نے ان میں سے بعض کو دیکھا ہے کہ اچھی طرح سے بات کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔

سریہ قطبہ بن عامر بن حدیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

بنی خثعم مقام تربہ سے قریب ہے جبکہ تربہ اعمال مکہ معظمہ سے دو دن کی راہ پر ہے۔۔۔۔ یہ سریہ ماہ صفر سن ۹ ہجری میں بنی خثعم کی طرف روانہ ہوا۔ قطبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بیس آدمی تھے۔ انہیں حکم ہوا کہ بنی خثعم کو ہر طرف سے بکھیر دیں۔۔۔۔ بنی خثعم نے شدید جنگ کی' دونوں فریقوں میں کثیر تعداد میں زخمی ہوئے۔۔۔۔ قطبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنی خثعم کے کئی آدمی قتل کیے۔

قطبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی مال غنیمت میں اونٹ' بکریاں اور عورتیں مدینہ منورہ لے کر آئے۔۔۔۔ ان

مجاہدین کے حصہ میں فی آدمی چار اونٹ آئے تھے۔۔۔۔۔ ایک اونٹ دس بکریوں کے برابر قرار دیا گیا تھا۔۔۔۔ یہ حصے خمس کے بعد تقسیم ہوئے تھے یعنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حصہ کے بعد تقسیم ہوئی۔

سریہ ضحاک بن سفیان کلابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

بنی کلاب کی طرف یہ سریہ ماہ ربیع الاول سن ۹ ہجری میں قرطاس بھیجا گیا۔۔۔۔ ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا۔ بنی کلاب نے اس نعمت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔۔۔۔ مسلمانوں نے ان سے جنگ کی اور ان میں سے اکثر بھاگ گئے۔۔۔۔ انہوں نے ان کے اموال غنیمت میں لے لیے۔

سریہ علقمہ بن مجزز المدلجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین سو مردوں پر امیر بنا کر بھیجا گیا۔ یہ سریہ حبشہ کی طرف ربیع الآخر سن ۹ ہجری میں گیا۔۔۔۔

اس لشکر کے بھیجنے کا سبب یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ خبر ملی کہ حبشہ کے کچھ لوگوں کو جدہ والوں نے دیکھا۔۔۔۔ علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لشکر کے ہمراہ دریا کے ایک جزیرہ میں پہنچے۔ علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب دریا میں ان کی طرف بڑھے تو وہ لوگ بھاگ گئے۔۔۔۔ یعنی جنگ نہیں ہوئی۔

علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لشکر کے ہمراہ پلٹے۔۔۔۔ لشکر کے بعض لوگوں نے اپنے گھر کی طرف جانے میں عجلت کی۔ جن لوگوں نے عجلت کی، علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پر عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر مقرر کر دیا۔۔۔۔ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزاج میں مزاح تھا۔۔۔۔ وہ لوگ بعض راستہ میں ٹھہرے اور آگ جلائی کچھ پکانے کے لیے یا آگ تاپنے کے لیے۔۔۔۔ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا:

"میں تمہیں بطریق جد حکم دیتا ہوں کہ تم لوگ اس آگ میں کود پڑو۔"

بعض آدمیوں نے آگ میں کود پڑنے کا ارادہ کیا تو عبداللہ نے کہا:

"تم اپنے آپ کو روکو، آگ میں نہ کودو، میں تم سے مزاح کرتا تھا۔"

صحابہ کرام نے اس واقعہ کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا:

"جو کوئی تمہیں معصیت کے لیے حکم دے تو تم اس کی اطاعت نہ کرو۔"

اس حدیث کو حاکم اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔۔۔۔ بخاری نے اس حدیث پر ایک باب باندھا ہے۔ "باب سریہ عبداللہ ابن حذافۃ السہمی"۔۔۔۔ سہم، عبداللہ کے دادا کا نام ہے، اس لیے سہمی کہا گیا ہے۔۔۔۔ بخاری میں سریہ عبداللہ کے ساتھ سریہ علقمہ بن مجزز المدلجی لکھا ہے۔۔۔۔ اور اسے سریہ انصاری کا نام دیا ہے۔۔۔۔ پھر حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے سریہ بھیجا۔ اس پر انصار میں سے ایک آدمی کو عامل مقرر کیا۔۔۔۔ لشکر والوں کو حکم دیا کہ تم لوگ اس انصاری کی اطاعت کرنا۔۔۔۔ وہ انصاری امیر ان لوگوں پر غضب ناک ہوئے اور ان سے کہا:

"کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے تمہیں حکم نہیں دیا تھا کہ تم میری اطاعت کرو۔"

اہل لشکر نے کہا:

"بے شک حکم فرمایا تھا"

امیر لشکر نے حکم دیا کہ لکڑیاں جمع کرو۔۔۔۔ انہوں نے لکڑیاں جمع کیں۔۔۔۔ امیر نے کہا "آگ جلاؤ"۔۔۔۔ آگ جلائی گئی۔۔۔۔ امیر نے انہیں حکم دیا کہ تم لوگ آگ میں داخل ہو جاؤ۔۔۔۔ انہوں نے آگ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا۔۔۔۔ ان میں سے بعض دوسروں کو روکنے لگے اور یہ کہنے لگے:

فررنا الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم من النار

یعنی "ہم جہنم کی آگ سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دوڑے ہیں' اس آگ میں کیونکر داخل ہوں۔" وہ یہی کہتے رہے یہاں تک کہ آگ ٹھنڈی ہوگئی۔۔۔۔ امیر کا غضب ٹھہر گیا۔ بات نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی۔ آپ نے فرمایا:

"اگر وہ لوگ اس آگ میں داخل ہو جاتے' اس سے باہر نہ نکلتے' جل کر فنا ہو جاتے۔"

یعنی ان کو یہ گمان نفع نہ دیتا کہ ہم لوگ امیر کی اطاعت سے آگ میں داخل ہوئے اور یہ آگ ہمیں نقصان نہ دے گی۔۔۔۔

سریہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سریہ بنی طے کے فلس نامی بت کو گرانے کے لیے بھیجا گیا۔ یہ سریہ ربیع الآخر سن ۹ ہجری میں گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ڈیڑھ سو انصاری ایک سو اونٹوں اور پچاس گھوڑوں پر روانہ کیے گئے۔۔۔۔ جبکہ ابن سعد نے مجاہدین کی تعداد دو سو بیان کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فلس بت کو گرا دیا۔۔۔۔ غنیمت میں اونٹ' بکریاں اور غلام آئے۔۔۔۔ غلاموں میں سفانہ بنت حاتم طائی تھی۔ جو عدی بن حاتم کی بہن تھی۔۔۔۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سفانہ کو غلاموں میں سے آزاد فرما دیا۔۔۔۔ اس لیے عدی اسلام لے آئے تھے۔

سریہ عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حجاز میں ایک گاؤں جناب ہے۔ یہ بنی عذرہ اور بنی بلی کی سرزمین ہے۔۔۔۔ ایک دوسری روایت میں یہ بنی فزارہ اور بنی کلب کی زمین ہے۔۔۔۔ البتہ بنی عذرہ کی اس زمین میں شرکت ہے۔

یہ سریہ ربیع الآخر سن ۹ ہجری میں گیا۔۔۔۔ علماء نے اس سریہ کے اسباب نہیں بیان کیے نہ ہی لشکریوں کی تعداد نہ ہی واقعہ ذکر کیا ہے۔

شاعر مشرکین کعب بن زہیر ایمان لایا:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس وقت غزوۂ طائف اور غزوۂ تبوک سے لوٹے تھے' کعب بن زہیر کا واقعہ اس

درمیان ہوا ہے۔۔۔۔ ابن اسحاق اور عبدالملک بن ہشام اور ابوبکر محمد بن القاسم بن یسار بن الانباری نے اسے ذکر کیا ہے۔

کعب کے بھائی بجیر بن زہیر نے کعب سے کہا:

''تو اپنی جگہ پر ٹھہرا رہ۔ یہاں تک کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤں اور آپ کا کلام سنوں۔۔۔۔ اور جو شے آپ کے پاس ہے' اسے پہچانوں۔''

کعب ٹھہر گیا اور بجیر چلا گیا۔۔۔۔ یہ اس وقت ہوا کہ مکہ فتح ہو گیا ہے' کعب اور بجیر دونوں اپنے مقام سے نکل کر ابرق الغراف تک آئے ہیں۔۔۔۔ بجیر نے وہاں پر کعب سے کہا:

''تو ٹھہرا رہ۔۔۔۔ میں آپ کے پاس جاتا ہوں۔''

بجیر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ کا کلام سنا اور آپ پر ایمان لایا۔۔۔۔ بجیر نے کعب سے اس کا سبب یہ بیان کیا تھا کہ زہیر اہل کتاب کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ اس نے اہل کتاب سے سنا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے کا وقت آ گیا ہے۔۔۔۔ زہیر نے اپنے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے ایک رسی دراز ہوئی ہے۔ اس نے اس رسی کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا ہے تا کہ اسے لے لے لیکن وہ رسی اس کے ہاتھ میں نہیں آئی۔۔۔۔

زہیر نے اپنی بیٹیوں کو اس کی خبر کی اور انہیں یہ وصیت کی کہ اگر تم اس نبی کو پاؤ تو میرا اسلام کہہ دینا۔

ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم طائف سے تشریف لائے۔ بجیر بن زہیر نے اپنے بھائی کعب کو یہ لکھا:

''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں ان لوگوں کو قتل کر ڈالا جنہوں نے آپ کی ہجو کی تھی۔۔۔۔ قریش کے شاعروں میں جو لوگ مثلاً ابن الزبعری اور ہبیرہ ابن ابی وہب باقی رہ گئے تھے' وہ ہر طرف بھاگ گئے۔۔۔۔ اگر تجھے تیرے دل میں کوئی حاجت ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اڑ کر آ جا۔۔۔۔ اس لیے کہ جو کوئی آپ کے پاس ایسی حالت میں آتا ہے کہ اپنے کیے سے توبہ کر لیتا ہے تو آپ اسے قتل نہیں کرتے۔۔۔۔ اور اگر تو توبہ کی حالت میں نہیں آتا ہے تو کوئی ایسی جگہ اختیار کر لے جو تجھے نجات دے۔''

کعب نے پہلے یہ اشعار کہے تھے:

الا بلغا عنی بجیرا رسالة — فهل لك فيما قلت ويحك هل لكا

فبين لنا ان كنت لست بفاعل — على اى شئى غير ذالك دلكا

على خلق لم تلف اما ولا ابا — عليه ولا تلقى عليه اخالكا

فان انت لم تفعل فلست باسف — ولا قايل اما عشرت لعالكا

سقاك بها المامون كا سارويه — فانهلك المامون منها وعلكا

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ کعب نے یہ اشعار اپنے بھائی بجیر کو بھیجے۔ یہ اشعار جب بجیر کو ملے تو اس نے اس بات کو

نامناسب سمجھا کہ یہ اشعار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے چھپائے جائیں۔۔۔۔ بجیر نے یہ اشعار آپ کو سنائے۔ آپ نے فرمایا:

"سقاك بها المامون ۔۔۔۔ کعب نے جو کہا ہے سچ کہا ہے اور کعب اپنے اقوال میں کاذب (جھوٹا) ہے اور میں مامون ہوں۔"

اور جبکہ آپ نے یہ سنا:

على خلق لم تلف اما ولا ابا

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"بے شک بجیر نے اپنی ماں اور باپ کو اس دین پر نہیں پایا کہ وہ دونوں اس سے پہلے ہلاک ہو گئے"۔۔۔۔

پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"تم میں سے جو کوئی کعب بن زہیر کو دیکھے وہ کعب کو قتل کر ڈالے۔"

کعب کے بھائی بجیر نے کعب کو یہ اشعار لکھ بھیجے:

من مبلغ كعبا فهل لك في التي تلوم عليها باطلا وهي احزم

"کون شخص کعب کو یہ خبر پہنچانے والا ہے۔۔۔۔ کیا تجھ کو مطیع ہونے اور اس خصلت میں داخل ہونے کی آرزو ہے جس پر تو اپنے بھائی کو ملامت کرتا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ آرزو زیادہ پرمسرت ہے یعنی زیادہ صواب والی ہے۔"

الى الله لا العزىٰ ولا اللات وحده فتنجو اذا كان النجا و تسلم

"اے کعب! تو اللہ واحد کی طرف رجوع کر اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرا۔۔۔۔ نہ عزیٰ کی طرف رجوع کر نہ لات کی طرف۔۔۔۔ چنانچہ تو نجات پائے گا۔ جس وقت اہل نجات کو نجات اکبر ہوگی اور تو آتش دوزخ سے محفوظ رہے گا اور بڑی دہشت کے ڈر خوف سے بچے گا۔"

لدى يوم لاينجو وليس بمفلت من الناس الا طاهر القلب مسلم

"اور وہ نجات اس دن کے نزدیک ہے جس میں کوئی شخص نجات نہ پائے گا اور کوئی رہائی پانے والا نہیں ہے مگر وہ شخص جس کا دل پاک ہے' یعنی وہ شخص حق کا مطیع ہے اور شک اور شرک سے پاک ہے۔"

فدين زهير و هولا شي دينه ودين ابي سلمى على محرم

"زہیر کا جو دین ہے' وہ کچھ نہیں ہے۔ ابی سلمیٰ کا دین مجھ پر حرام ہے۔ میں اس کا اتباع نہیں کر سکتا۔"

کعب کو جب زہیر کا یہ خط پہنچا اس پر زمین تنگ ہو گئی اور اسے اپنی جان پر خوف ہوا۔۔۔۔ اس کے قبیلہ کے لوگوں نے اسے اس کے دشمن سے خوف دلایا اور انہوں نے کہا کہ کعب مقتول ہے۔۔۔۔

کعب نے کسی شے سے کوئی چارہ نہیں دیکھا کہ اسلام قبول کر لے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں

حاضر ہو جائے ـــــ کعب نے وہ قصیدہ کہا جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدح کرتا ہے اور اپنا خوف اور غماز تمام لوگ اسے اس کے دشمن سے جو ڈراتے تھے' ان واقعات کو قصیدہ میں ذکر کرتا ہے ـــــ پھر کعب اپنے ٹھکانے سے نکلا اور مدینہ منورہ آیا۔ ایک شخص جو بنی جہینہ سے تھا' کعب اور اس کے درمیان علیک سلیک تھی' اس کے پاس ٹھہرا ـــــ وہ شخص کعب کو دوسرے دن صبح کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گیا ـــــ آپ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے' اس شخص نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ کعب سے کہا ـــــ ''یہ رسول اللہ ہیں'' ـــــ اور آپ کی طرف اشارہ کیا اور کعب سے کہا کہ:

''اٹھ کر آپ کے پاس جا اور امان کی استدعا کر۔''

کعب کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ آپ کے پاس آ کر بیٹھا اور اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کعب کو نہیں پہچانتے تھے۔ کعب نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! کعب بن زہیر آپ کے پاس تائب ہو کر آیا ہے اور مسلمان ہو گیا ہے ـــــ وہ آپ سے امان چاہتا ہے اگر میں اسے آپ کے پاس لے آؤں تو کیا آپ اس کا عذر قبول فرمائیں گے؟''

آپ نے فرمایا: ـــــ ''بے شک!''

کعب نے اس وقت عرض کیا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میں کعب ابن زہیر ہوں۔''

ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے حضرت عاصم ابن عمر بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث لکھی ہے کہ ایک انصاری مسلمان کعب کی طرف تیزی سے بڑھا اور کہنے لگا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! مجھے اور اس دشمن خدا کو چھوڑ دیجئے' میں اس کی گردن مار دیتا ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس انصاری سے فرمایا:

''تم اسے چھوڑ دو' یہ ہمارے پاس ایسے حال میں آیا ہے کہ اپنے کیے سے تائب ہے اور یہ اسلام کی طرف مشتاق ہو کر آیا ہے۔'' ـــــ یا یہ معنی ہے کہ ''وہ شرک کو ترک کر کے آیا ہے۔''

حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ کعب نے انصاری کے قبیلہ پر غضب اس وجہ سے کیا کہ انصار کے اس شخص نے کعب کے قتل کا ارادہ کیا اور مہاجرین میں سے کسی شخص نے کعب کے بارے میں کلام نہیں کیا مگر خیر کے ساتھ ـــــ پھر کعب نے لامیہ قصیدہ کہا جس کا آغاز اس طرح سے ہے:

بانت سعاد فقلبی الیوم صتول ـــ متیم الر ها لم یفد مکبول
انبئت ان رسول الله اوعدنی ـــ والعفو عند رسول الله مامول
مهلا هداك الذی اعطاك فالله ـــ القران فیه مواعظ وتفصیل
لا تاخذنی با قوال الوشاة ولم ـــ اذنب ولو كثرت فی الا قاویل

ان الرسول لنور یستضاء به — مهند من سیوف الله مسلول
فی عصبة من قریش قال قایلهم — ببطن مكة لما اسلموا ازول
یمشون مشی الجمال الزهر یعصمهم — ضرب اذ عرد السود التنابیل

ابوبکر الانباری کی روایت میں ہے کہ جب کعب اس شعر پر پہنچا:

ان الرسول لنور یستضاء به — مهند من سیوف الله مسلول

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک پر جو چادر تھی' آپ نے کعب کی طرف پھینک دی ــــ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس چادر مبارک کے معاملہ میں دس ہزار درہم خرچ کیے۔کعب نے کہا:

''یہ چادر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ میں یہ دے کر کسی کو اپنی جان پر فضیلت دینے والا ہوں۔''

کعب نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ چادر نہیں دی ــــ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتقال کیا تو معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وارثوں کو بیس ہزار درہم بھیجے اور وہ چادر مبارک لے لی ــــ ابوبکر الانباری نے کہا ہے کہ وہ چادر مبارک آج کے دن تک سلاطین کے پاس ہے ــــ محمد بن بلال علیہ الرحمہ نے وہ چادر مبارک ہشام بن عبدالملک کو اوڑھے ہوئے دیکھا ــــ شامی نے کہا ہے کہ آج کے دن اس چادر کا وجود نہیں ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ تاتار کی لڑائی میں کہیں کھوگئی۔

ابن اسحاق نے عاصم بن عمر بن قتادہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب کعب نے یہ کہا:

اذاعرد السود التنابیل ــــ کامل شعر یہ ہے:

یمشون مشی الجمال الزهر یعصمهم — ضرب اذا عرد السود التنابیل

''قریش کے بہادروں کو سفید اونٹوں سے اس لیے تشبیہ دی ہے کہ دراز قد اور عظیم الخلقت اور گورے تھے ــــ عرد فعل ماضی تعرید سے ہے۔ اس کا معنی بھاگنا ہے ــــ سود ' سوڈانی لوگ تنابیل ' تنبال کی جمع ہے' قصیر کو کہتے ہیں ــــ یعنی مہاجرین قریش ان سفید اونٹوں کی طرح دشمن کے مقابلہ میں وقار سے چلتے ہیں جو سفید رنگ قوی اونٹ ہیں اور ان کو ان کے دشمنوں سے ان کی تلواریں بچاتی ہیں جس وقت چھوٹے قد والے سوڈانی اس معرکہ سے بھاگتے ہیں۔ انصار میں سوڈانیوں کا خلط ہوگیا تھا ــــ کعب نے انہیں اس لیے اس لفظ سے یاد کیا ہے کہ ایک انصاری جوان نے کعب کے قتل کا ارادہ کیا تھا ــــ سود التنابیل سے مراد انصار ہیں ــــ وجہ وہی ہے کہ انصاری جوان نے کعب کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں قتل کا ارادہ کیا تھا ــــ اور کعب نے مہاجرین کو مدح کے ساتھ خاص کیا ــــ اس وجہ سے انصار کعب پر غضب ناک ہوئے۔ اس کے بعد کہ کعب مسلمان ہوگیا پھر کعب نے انصار کی مدح کی اور وہ قصیدہ کہا جس میں کعب کہتا ہے:

من سره كرم الحياة فلا يزل — فی مقنب من صالح الانصار

''جس شخص کو کرم حیات پسندیدہ معلوم ہو' اسے چاہیے کہ وہ ہمیشہ ان سواروں میں رہے جو صالحین انصار سے ہیں____ مقنب گھوڑوں اور سواروں کی اس جماعت کو کہتے ہیں جن کی تعداد ایک سو سے کم ہو____ قاموس میں ہے کہ تیس سے چالیس گھوڑوں کو کہتے ہیں اور بعض نے تین سو کی جماعت کو کہا ہے۔

ورثو المکارم کابر اعن کابر ان الخیارھم بنو الاخیار

''وہ انصار ایسے صالح ہیں کہ باپ دادا سے مکارم اخلاق وراثت میں پائے ہیں____ خیار ہی اخیار کی اولاد ہیں۔''

المکرھین السمھری بادرع کسو الف الھندی غیر قصار

''وہ کیسے ہیں کہ نیزوں کو اپنی زرہوں سے کراہت دلاتے ہیں یعنی انہیں پھیر دیتے ہیں' زرہوں پر نیزوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا اور وہ نیزے ایسے ہیں جیسے ہند کی تلواریں کامل اور دراز ہوتی ہیں اور ان میں کوتاہی نہیں ہوتی ہے۔''

ایک روایت میں مکرھین کی جگہ مکرمین آیا ہے جو اکرام سے ہے یعنی وہ انصار ایسی زرہیں پہنتے ہیں جن سے ان کے نیزوں کو اکرام ہوتا ہے یعنی ان کی زرہیں ان کے نیزوں کی عزت ہیں____ سمھری نیزہ بنانے والے کا نام ہے' اس لیے اس کی طرف نیزہ کی نسبت کی گئی ہے____ ادرع 'درع کی جمع ہے یعنی زرہ سوالف یعنی تلوار اور نیزہ۔

والناظرین باعین محمرۃ کالجمر غیر کلیلۃ الابصار

''وہ انصار ایسے شجاع (بہادر) ہیں کہ غضب کی حالت میں جب دشمن کو دیکھتے ہیں' ان کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں جیسے آتش پارہ ہوتا ہے اور ان کی بینائیوں میں کسی قسم سے نقصان نہیں ہے جیسے آنکھ آ جانے سے سرخ ہو جاتی ہیں اور بینائی میں نقصان آ جاتا ہے____ انصار کی آنکھیں صحیح وسالم ہیں۔ دشمن پر غضب ناک ہونے کی حالت میں آتش پارہ کی طرح سرخ ہو جاتی ہیں۔ یہ کمال شجاعت کی صفت ہے۔

والبایعین نفوسھم لنبیتھم للموت یوم تعانق و کرار

''اور وہ انصار اپنی جانوں کو موت کے لیے اپنے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے بیچ کرتے ہیں جبکہ جنگ میں دشمن سے اس طور سے مقابلہ ہوتا ہے کہ وہ ان کے گلے میں اور یہ ان کے گلے میں ہاتھ ڈال دیتے ہیں____ یعنی ایک دوسرے کو چمٹ کر لڑتا ہے اور حملہ کرتا ہے۔''

یتطھرون یرونہ نسکالھم بدماء من علقوا من الکفار

''وہ انصار کفار میں سے جس شخص کو چمٹ جاتے ہیں' اس کے خون سے اپنے جسموں کی طہارت کرتے ہیں اور وہ اسے عبادت کا درجہ دیتے ہیں۔''

خلاصہ یہ ہے کہ دشمنوں کے خون سے وہ اپنے جسموں کی پاکی چاہتے ہیں۔ اس لیے کہ جیسے پانی سے جسم کا میل پاک ہوتا ہے' انصار کے اعتقاد میں دشمنوں کا خون گناہوں کو جسموں سے پاک کرتا ہے____ یرون بمعنی یعتقدون نسک بمعنی عبادت۔

قوم اذ اخوت النحوم فانھم للطارقین النازلین مقار

''انصار ایسی قوم ہے کہ جس وقت پانی برسانے والے ستارے ساقط ہو جاتے ہیں اور پانی نہیں برستا اور قحط سالی ہو جاتی ہے تو یہ لوگ ان مسافروں کے لیے جورات میں اترتے ہیں اور بھوکے ہوتے ہیں' مقاری ہیں ــــ مقاری بڑا ظرف جس میں مہمانوں کے لیے کھانا رکھا جاتا ہے۔ کعب' کعب کا باپ زہیر' کعب کا بھائی عقبہ اور عقبہ کا بیٹا عوام مخول شعراء سے تھے۔

غزوۂ تبوک / غزوۂ عسرت / غزوۂ فاضحہ:

تبوک ایک معروف جگہ ہے جو مدینہ سے دمشق جانے میں آدھی راہ ہے ــــ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ شام کی طرف تبوک اور مدینہ منورہ کے درمیان چودہ منزلیں ہیں ــــ جبکہ تبوک اور دمشق کے درمیان گیارہ منزلیں ہیں۔

یہ غزوہ' غزوۂ عسرت بھی ہے اور غزوۂ فاضحہ کے نام سے معروف بھی۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس غزوہ میں منافقین کو نصیحت فرمائی تھی ــــ یعنی منافقین کے کذب پر دلالت کرنے والی آیتیں نازل ہوئی ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وقالو الاتنصر وانی الحر

یہ غزوہ پنج شنبہ کے دن ماہ رجب سن ۹ ہجری میں ہوا ــــ امام بخاری علیہ الرحمہ نے اس غزوہ کو حجتہ الوداع کے بعد ذکر کیا ہے ــــ شاید بھولنے والے لوگوں کی یہ بھول ہو کہ اس غزوہ کے وقت شدید گرمی تھی اور قحط بھی کثیر تھا۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس غزوہ میں توریہ نہیں فرمایا جیسا کہ آپ کی عادت مبارک تھی کہ غزوات میں توریہ فرماتے تھے ــــ ۳۱۱ عبدالرزاق کی تفسیر میں معمر سے روایت ہے' معمر نے ابن عقیل سے روایت کی ہے کہ صحابہ کرام اونٹ بہت ہونے کے باوجود تھوڑے اونٹوں میں گئے ــــ گرمی شدید تھی' یہاں تک کہ تشنگی کی نوبت پہنچی' صحابہ اونٹ کو ذبح کرتے اور اس کے اوجھ میں جو کچھ پانی ہوتا' اس کو پیتے تھے ــــ پانی' اونٹوں اور نفقہ میں یہ عسرت تھی' اس لیے غزوہ کا نام غزوۂ عسرت رکھا گیا ــــ

اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ان انباط کے ذریعے خبر پہنچی ۳۱۲ کہ رومی لوگ شام میں ہرقل کے پاس جمع ہوئے ہیں ــــ اس خبر کے سننے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آدمیوں کو خروج کے لیے تحریک دی اور جس جگہ کا آپ ارادہ رکھتے تھے وہ جگہ ان کو معلوم کرادی تاکہ ساز و سامان سفر اور جنگ کی تیاری کر لیں۔

عرب کے نصاریٰ نے ہرقل کو یہ لکھا تھا کہ وہ شخص جس نے خروج کیا ہے اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے وہ (نعوذ باللہ) ہلاک ہو گیا ہے اور اہل عرب کو قحط سالی پہنچی ہے جس سے ان کے اموال ہلاک ہو گئے ــــ ہرقل نے یہ خبر سن کر اپنے سرداروں میں سے ایک شخص کو بھیجا اور اس کے ساتھ چالیس ہزار لوگ بھیجے ــــ یہ خبر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی ــــ اس

---

۳۱۱ توریہ ایسے لفظ کا ذکر جو دو معنوں میں احتمال رکھتا ہو۔ ایک معنی قریب ہو اور ایک معنی بعید ــــ قریب معنی کا توہم کیا جائے اور قائل بعید معنی کا ارادہ رکھتا ہو ــــ متکلم اپنے کلام میں صادق ہوتا ہے مگر خاصۂ سامع کی فہم سے خلل واقع ہوتا ہے ــــ توریہ کی اصل من دری الانسان ہے۔ گویا انسان نے بیان کو اپنی پشت کے پیچھے ڈال دیا ہے۔

۳۱۲ نبط لوگ نبیط بن ہانب بن امیم بن لاوذ بن سام بن نوح کے ساتھ منسوب ہیں جو شام سے مدینہ منورہ میں زیتون کا تیل لاتے تھے۔

وقت آدمیوں کو اونٹ اور نفقہ نہ ہونے کے باعث اس سرزمین میں جانے کی قدرت نہ تھی' جنگ کرنے میں ضعف تھا۔۔۔۔
حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قافلہ ملک شام کی طرف بھیج دیا تھا' اس وقت عرض کیا:
''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ! یہ دوسو اونٹ مع کجاؤں اور پالانوں کے اور سونے کے دوسو اوقیہ موجود ہیں۔''
راوی حدیث عمران نے کہا ہے کہ میں نے سنا کہ آپ فرماتے تھے:
''اس کے بعد عثمان جو عمل کریں گے' وہ ان کو نقصان نہ دے گا۔''
یعنی ان سے کوئی ایسا کام ظہور میں نہ آئے گا جو انہیں نقصان دے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے گا۔۔۔۔

لشکر عسرت میں عثمان غنی کی سخاوت:

قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہزار اونٹوں اور ستر گھوڑوں پر لشکر عسرت میں آدمیوں کو سوار کیا۔۔۔۔ عبدالرحمٰن بن سمرہ سے روایت ہے کہ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ہزار دینار اپنی آستین میں لائے۔ جس وقت لشکر عسرت تیار کیا ان دیناروں کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں بکھیر دیا۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ان دیناروں کو اپنی گود میں الٹا پلٹا رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے **ماضر عثمان ماعمل بعدالیوم**۔۔۔۔ حذیفہ علیہ الرحمہ کی حدیث ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو درہم حضور کی خدمت میں پیش کیے آپ انہیں الٹا پلٹا کر یہ دعا فرماتے تھے:

غفر اللہ لک یاعثمان ما اسررت وما اعلنت وماھو کاین الی یوم القیامۃ ما یبالی ماعمل بعدھا ۔۔۔۔

اس دعا کا خلاصہ یہ ہے جو کہ ایک عظیم بشارت کے طور پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گناہ کی مغفرت فرمائی ہے یعنی ان سے ان گناہوں کو چھپا دیا ہے۔۔۔۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آپ کی دعا کی برکت سے ان گناہوں سے اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نفقہ کرنے سے باز رکھا ہے۔۔۔۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب روانگی کے لیے تیاری کی تو بعض منافقین نے بعض سے کہا کہ حرارت کی شدت میں جہاد کے لیے نہ نکلو۔ چنانچہ یہ ارشاد باری تعالیٰ نازل ہوا:

لا تنفروا فی الحر قل نار جھنم اشد حرالو کانوا یفقھون

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مکہ اور عرب قبائل کے پاس آدمی بھیجے' آپ ان کا جمع ہونا چاہتے تھے۔۔۔۔
بکاکے لوگ آپ کے پاس جہاد کی نیت سے آئے' آپ سے سواری طلب کرتے تھے۔۔۔۔ وہ:

- ☆ سالم بن عمیر
- ☆ علبہ بن زید
- ☆ ابو لیلیٰ عبدالرحمٰن بن کعب المازنی
- ☆ عرباض بن ساریہ
- ☆ ہرم بن عبداللہ
- ☆ عمرو بن عنمہ
- ☆ عبداللہ بن مغفل
- ☆ عبداللہ بن عمرو المزنی
- ☆ عمرو بن الحمام
- ☆ معقل المزنی
- ☆ حرمی بن مازن
- ☆ نعمان

☆ سوید ☆ معقل ☆ عقیل
☆ سنان ☆ عبدالرحمٰن ☆ ہند بن مقرن ۳۱۳

یہ وہ لوگ ہیں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

تولوا واعینھم تفیض من الدمع حزنا ان لا یجدوا ما ینفقون

وہ لوگ ایسے حال میں پلٹ کے گئے کہ ان کی آنکھوں سے اس غم سے آنسو بہہ رہے ہیں کہ وہ لوگ اپنے پاس وہ شے نہیں پاتے ہیں جسے جہاد میں خرچ کریں۔۔۔۔ یہ مغلطائی نے کہا ہے کہ یہ لوگ ان اور لوگوں سے مستثنیٰ ہیں جنہوں نے سواریاں طلب نہیں کیں۔۔۔۔ بخاری شریف میں ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ میرے اصحاب نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس لیے بھیجا کہ میں ان کے لیے آپ سے سواری طلب کروں۔ میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میرے اصحاب نے مجھے آپ کے پاس اس لیے بھیجا ہے کہ آپ انہیں سواریاں عطا فرمائیں۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''واللہ میں لوگوں کو کسی شے پر سوار نہ کروں گا۔''

مسلم شریف اور بخاری شریف میں ایک روایت میں یہ ہے کہ میرے پاس وہ شے نہیں ہے جس پر میں تم لوگوں کو سوار کروں۔۔۔۔ ابوموسیٰ نے کہا ہے کہ میں اپنے اصحاب کی طرف جب پلٹا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سواریاں نہ دینے پر غمگین تھا اور خوف سے مجھے غم تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی جان میں مجھ پر غضب کیا ہو۔۔۔۔ میں اپنے اصحاب کے پاس پہنچا تو انہیں اس بات کے بارے میں بتایا کہ جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہی تھی۔۔۔۔ مجھے آئے ہوئے تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ یکایک میں نے سنا کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پکار رہے ہیں:

''عبداللہ بن قیس کہاں ہیں؟''

میں نے انہیں جواب دیا کہ ''حاضر ہوں''

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہیں بلاتے ہیں' تم حاضر ہو جاؤ۔''

جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے فرمایا:

''یہ دو اونٹ جو ایک رسی سے بندھے ہیں۔۔۔۔ اور یہ دو اونٹنیاں رسی سے ایک جانب بندھی ہیں۔۔۔۔ اور دو ملا کر چھ اونٹ لے لو۔''

وہ اونٹ آپ نے سعد سے اسی وقت خرید کیے تھے۔ آپ نے فرمایا:

---

۳۱۳ ہند بن مقرن کا صحابہ میں ذکر نہیں ہے۔ البتہ عبداللہ بن مقرن کا ذکر ہے۔ جس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل روت سے جنگ کی ہے' عبداللہ بن مقرن میسرہ پر تھے اور ان کے بھائی نعمان میمنہ پر۔

''انہیں اپنے اصحاب کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان اونٹوں پر سوار کراتا ہے''۔۔۔۔ یا آپ نے یہ فرمایا کہ:

''اللہ کا رسول تمہیں ان اونٹوں پر سوار کرتا ہے' تم لوگ ان پر سوار ہو جاؤ۔''

حضرت علیہ بن زید کا شوقِ جہاد:

حضرت علیہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور رات میں انہوں نے نماز پڑھی اور رو رو کر یہ دعا مانگی:

اللھم انك قد امرت بالجهاد و رغبت فيه ثم لم تجعل عندى ما اتقوىٰ به مع رسولك ولم تجعل فى يد رسولك ما يحملنى عليه وانى اتصدق على كل مسلم بكل مظلمة اصابنى فيها مال او جدا و عرض

''اے اللہ! تو نے جہاد کے لیے حکم دیا ہے اور جہاد کا شوق دلایا ہے پھر تو نے مجھے وہ شے نہیں دی جس سے میں قوت پاؤں اور تیرے رسول کے ساتھ جہاد میں رہوں۔۔۔۔ اور تو نے اپنے رسول کے ہاتھ میں وہ شے نہیں دی کہ تیرا رسول ہم مجاہدین کو سوار کرائے (یعنی سواری کے لیے اونٹ وغیرہ جانور نہیں دیئے ہیں)۔۔۔۔ میرا یہ حال ہے کہ میں ہر ایک مسلمان پر ہر ایک مظلمہ میں اپنا مال یا اپنا جسم یا اپنی آبرو تصدق کرتا ہوں جبکہ کوئی مسلمان مظلمہ میں میرے پاس آ جاتا ہے۔''

علیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح جب بیدار ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''آج کی رات میں جو متصدق تھا' وہ کہاں ہے؟''

یہ سن کر کوئی شخص نہیں کھڑا ہوا۔۔۔۔ پھر آپ نے دوسری بار تیسری بار بھی ارشاد فرمایا:

''آج کی رات میں جو متصدق تھا وہ کہاں ہے؟ اسے چاہیے کہ وہ کھڑا ہو جائے۔''

علیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے اور اپنے رات کے واقعہ کے بارے میں بتلایا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تمہیں بشارت ہو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' تم نے جو صدقہ دیا ہے' تمہارا وہ صدقہ زکوٰۃ متقبلہ میں لکھا گیا ہے۔''

جہاد سے گریزاں' عذر کرنے والے:

اعراب میں سے جو لوگ اپنی معذوری بیان کرنا چاہتے تھے اور حقیقت میں انہیں کوئی معذوری نہیں تھی بلکہ اپنے بچوں کا حیلہ کر کے عذر پیش کیا تھا۔ تاکہ آپ انہیں پیچھے رہ جانے کے لیے اجازت دے دیں۔۔۔۔ آپ نے ان کا عذر قبول نہیں فرمایا کہ عذر میں وہ جھوٹے تھے' البتہ پیچھے رہ جانے کے لیے اجازت دے دی۔۔۔۔ وہ عذر کرنے والے بنی غفار سے بیاسی حضرات تھے۔۔۔۔ اور منافقین سے دوسرے لوگ بغیر عذر خواہی کے بیٹھ رہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم پر جرات کی علت کو ظاہر کرنا چاہا' اللہ تعالیٰ کا وہ قول یہ ہے:

وقعد الذین کذبو اللہ و رسولہ

وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی۔ وہ منافقین سے تھے جو ایسے وقت میں بیٹھ رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جہاد کا ارادہ فرما رہے تھے اور انہوں نے کسی قسم کی عذر خواہی نہیں کی۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ پر محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ کیا۔

غزوۂ تبوک میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدینہ پر خلافت:

حافظ زین الدین العراقی نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ترجمہ میں شرح التقریب سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد کے مواقع میں کبھی تخلف نہیں کیا مگر تبوک میں۔ تبوک میں تخلف کی یہ وجہ تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مدینہ اور اپنے عیال پر خلیفہ کیا تھا اور اس دن ان سے فرمایا تھا:

انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لانبی بعدی

اس حدیث سے شیعہ لوگ خلافت علی کا استدلال کرتے ہیں مگر یہ خلافت آپ کے زمانہ حیات میں تھی جیسے موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کو زندگی میں اپنا خلیفہ کیا تھا۔ لانبی بعدی سے یہ ظاہر ہے کہ خلافت نبوت نہیں تھی ـــــ بعض نے کہا ہے کہ پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وفات پائی اور ان کے ایک سال یا پانچ مہینہ بعد حضرت ہارون علیہ السلام نے وفات پائی ـــــ حضرت ہارون علیہ السلام کی خلافت نبوت کی خلافت تھی جبکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت:

☆ مدینہ کی حفاظت
☆ اہل بیت کی خبر گیری اور
☆ احکام دین قائم رکھنے

کی غرض سے تھی ـــــ مدینہ پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ ہونے کا واقعہ صحیحین میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے سباع بن عرفط رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ پر خلیفہ مقرر کیا تھا ـــــ چند لوگ پیچھے رہ گئے ان کو آپ کی نبوت میں کسی قسم کا شک اور ارتیاب نہیں تھا۔ ان میں سے کعب بن مالک ـــــ مرارہ بن الربیع اور ہلال بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے ـــــ ان لوگوں کے حق میں یہ ارشاد باری تعالیٰ نازل ہوا ہے:

وعلی ثلاثۃ الذین خلفوا

ابوذر اور ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دو صحابی رہ گئے تھے ـــــ اس کے بعد یہ دونوں اصحاب آپ کے پاس پہنچ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم راستہ میں ٹھہرے ہوئے تھے ـــــ آپ نے جب ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو فرمایا:

''یہ اکیلے چلتے پھرتے رہیں گے اور قیامت میں اکیلے اٹھیں گے اور اکیلے مریں گے۔'' [۳۱۴]

شہر ثمود میں احتیاط کا حکم:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جب مقام حجر میں پہنچے جو ثمود کا شہر ہے' آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا:

''اس شہر کا کچھ پانی نہ پیو اور تم لوگوں میں سے کوئی شخص ہرگز باہر نہ جائے مگر اس کے ساتھ اس کا ایک دوست رہے۔''

تمام مجاہدین نے ایسا ہی کیا مگر بنی ساعدہ کے دو آدمیوں نے اس کے خلاف کیا:

☆ ایک شخص اپنی حاجت کے لیے نکلا

☆ دوسرا اپنا اونٹ ڈھونڈنے کے لیے گیا

جو آدمی رفع حاجت کے لیے گیا تھا' رفع حاجت کرنے کی جگہ اس کا گلا گھونٹ دیا گیا' وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا ــــ اور جو شخص اپنا اونٹ ڈھونڈنے کے لیے گیا تھا اسے ہوا نے اٹھا کر بنی طے کے دو پہاڑوں میں پھینک دیا ــــ ایک پہاڑ کا نام اجا اور دوسرے کا نام سملی ہے ــــ اس کی خبر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو دی گئی۔ آپ نے سن کر فرمایا:

''میں نے تم لوگوں کو منع نہیں کیا تھا۔''

پھر آپ نے اس شخص کے لیے دعا فرمائی جو رفع حاجت کی جگہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ آپ کی دعا سے اس نے شفا پائی۔ دوسرا شخص جسے ہوا نے بنی طے کے پہاڑوں میں پھینک دیا تھا' اسے بنی طے نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس اس وقت بھیج دیا جس وقت کہ آپ مدینہ کو تشریف لائے۔

صحیح مسلم میں ابوحمید کی حدیث سے ہے کہ ہم لوگ جب تبوک میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''آج کی رات پر شدید ہوا چلے گی۔ تم لوگوں میں سے کوئی شخص کھڑا نہ ہو جس کسی کا اونٹ ہو وہ اسے مضبوط رسی سے باندھ دے۔''

رات میں تند ہوا چلی' ایک مرد کھڑا ہو گیا' ہوا نے اسے اٹھا لیا یہاں تک کہ بنی طے کے دو پہاڑوں میں پھینک دیا۔

زہری نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مقام حجر میں گئے' آپ نے اپنا چہرہ مبارک پر لپیٹ لیا اور اپنی سواری کے اونٹ کو چلنے پر ابھارا پھر آپ نے فرمایا:

''ان لوگوں کے گھروں میں داخل نہ ہو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا مگر اس خوف سے گریہ کی حالت میں جو عذاب اہل حجر پر نازل ہوا تھا' وہ تم پر نازل نہ ہو جائے۔''

یعنی ان کی تباہی اور عذاب الٰہی سے ان کے واقعات سے تم کو عبرت ہو۔ ایسے حال میں تم لوگ یہاں سے گزر جاؤ۔

---

۳۱۴ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جیسا فرمایا تھا' ویسا ہی ہوا ــــ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں ربذہ میں بھیج دیا۔ ان کی بیوی اور ایک غلام ان کے ساتھ تھا ــــ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کا جنازہ راستہ پر رکھ دیا گیا۔ اس طرف سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزرا ہوا۔ دریافت فرمایا' یہ کس کا جنازہ ہے؟ ــــ معلوم ہوا کہ ابوذر غفاری کا جنازہ ہے ــــ انہوں نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ نماز جنازہ ادا کی اور انہیں دفن کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ارشاد عالی کی تصدیق کی:

''تنہا چلتے پھرتے رہیں گے اور تنہا مریں گے اور تنہا اٹھائے جائیں گے۔''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ابھی جب راستہ میں تھے کہ آپ کا اونٹ قصویٰ گم ہو گیا۔ زید بن صلت جو منافق تھا' کہنے لگا:

''محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یہ زعم نہیں کرتے ہیں کہ میں نبی ہوں اور تم لوگوں کو آسمان کی خبر سے آگاہ کرتے ہیں ـــــ اور وہ یہ نہیں جانتے ہیں کہ ان کا اونٹ کہاں ہے؟''

یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کوئی شخص کہتا ہے ـــــ اور جو کچھ اس نے کہا تھا آپ نے اس کا ذکر کر کے فرمایا:

''واللہ میں نہیں جانتا ہوں مگر وہ چیز جس کا علم اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اونٹ کے لیے میری رہبری فرمائی ہے۔ وہ اونٹ ایک صحرا میں ایسی ایسی گھاٹی میں ہے اس اونٹ کو ایک شجرہ نے اس کی مہار اٹک جانے سے روک رکھا ہے۔ تم لوگ جاؤ اور اسے میرے پاس لے آؤ۔''

صحابہ کرام گئے اور اونٹ کو آپ کے پاس لے آئے ـــــ اس حدیث کو بیہقی اور ابونعیم نے روایت کیا ہے۔

کم پانی والے چشمہ میں کثرت و برکت:

مسلم بن معاذ بن جبل کی حدیث سے یہ ہے کہ صحابہ کرام تبوک کے چشمہ پر اترے اس سے تھوڑا تھوڑا پانی نکلتا تھا۔ صحابہ کرام نے اس چشمہ سے چلوؤں میں تھوڑا تھوڑا پانی لیا یہاں تک کہ ایک مشکیزہ میں جمع ہو گیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس پانی سے اپنا ہاتھ منہ دھوئے' پھر اس پانی کو اسی چشمہ میں پلٹ دیا۔ چشمہ سے کثیر پانی جاری ہو گیا' لوگوں نے پانی پیا اور بھر لیا۔

مواضعات تبوک نے جزیہ دیا:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جب تبوک پہنچ گئے تو آپ کے پاس صاحب ایلہ آیا اور اس نے آپ سے صلح کر لی اور اس نے آپ کو جزیہ دیا ـــــ اہل جربا اور اذرح آپ کے پاس آئے۔ یہ دونوں شہر ملک شام میں ہیں' ان میں تین میل کا فاصلہ ہے۔ ان لوگوں نے آپ کو جزیہ دیا ـــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان لوگوں کو ایک عہد نامہ لکھ دیا۔

آپ کو یہ خبر ملی کہ ہرقل حمص میں ہے۔ اس نے اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی ـــــ

دومۃ الجندل کی فتح:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت خالد بن ولید صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اکیدر بن عبدالملک نصرانی کی طرف بھیجا۔ اکیدر دومۃ الجندل میں عظیم بادشاہ تھا ـــــ حضرت خالد بن ولید صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم چار سو بیس سواروں میں گئے۔ یہ سریہ رجب میں گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''تم اکیدر کو رات میں گائے کا شکار کھیلتے ہوئے پاؤ گے۔''

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکیدر بادشاہ تک پہنچ گئے۔ اس وقت اکیدر اپنے قلعہ سے چاندنی رات میں ایک گائے کی طرف

گیا تھا۔ وہ اور اس کا بھائی حسان اس گائے کو ہانک رہے تھے ـــــ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سواروں نے اکیدر پر حملہ کیا۔ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے قید کر لیا اور اس کے بھائی حسان کو قتل کر ڈالا۔ ان دونوں کے ساتھ جو لوگ تھے وہ بھاگ گئے اور قلعہ میں داخل ہوگئے ـــــ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اکیدر کو قتل سے اس شرط پر امان دی کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے جائیں۔ اکیدر خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دومۃ الجندل فتح کرا دے ـــــ اکیدر نے ایسا ہی کیا اور خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اکیدر نے دو ہزار اونٹ' چار سو گھوڑے' چار سو زرہوں اور چار سو نیزوں پر صلح کر لی کہ وہ انہیں دے۔

ہرقل روم کو دعوت اسلام:

اسی غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تبوک میں ہرقل کو ایک خط لکھا۔ آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی ـــــ ہرقل اسلام کی دعوت قبول کرنے کے قریب ہوا مگر ملک اور قوم کے خوف سے دعوت اسلام قبول نہیں کی ـــــ اس نے اپنی قوم کو اطلاع دی' وہ اس کے قتل پر آمادہ ہوگئے۔ اس نے ان سے معذرت کی کہ میں تمہاری مذہبی آزمائش کرتا تھا پھر دحیہ کی معرفت ایک خط آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں لکھا کہ میں اپنے امر میں مغلوب ہوں اور ہدیہ بھیجا ـــــ آپ نے ہرقل کی نسبت فرمایا:

''اللہ کا دشمن جھوٹا ہے۔''

اور اس کے ہدیہ کو مسلمانوں پر تقسیم کر دیا ـــــ یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

سند امام احمد میں ہے کہ ہرقل نے تبوک سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو لکھا کہ میں مسلمان ہوں ـــــ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ہرقل نے جھوٹ کہا ہے' وہ اپنی نصرانیت پر ہے۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے دشمن ہرقل نے جھوٹ کہا کہ میں مسلمان ہوں' وہ مسلمان نہیں ہے۔''

تبوک سے واپسی:

اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پلٹ گئے۔ آپ تبوک میں انیس راتیں رہے۔ تبوک میں جنگ نہیں ہوئی ـــــ تبوک میں آپ دو رکعت نماز پڑھتے تھے ـــــ راستہ میں آپ نے سترہ یا بیس مسجدیں بنائیں ـــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مقام ذی اوان الحین میں ٹھہرے ـــــ ذی اوان اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک ساعت کی مسافت ہے۔

مسجد ضرار:

ذی اوان پر آپ کے پاس آسمان سے مسجد ضرار کی خبر آئی۔ یہ مسجد اہل قبا کی مسجد کے معترض تھی۔ آپ نے مالک بن الاخشم اور معن بن عدی العجلانی کو بلایا۔ اور ان سے فرمایا:

''تم دونوں اس مسجد کی طرف جاؤ جس کے بنانے والے ظالم ہیں۔ تم دونوں اسے ڈھا دو اور جلا دو۔''

وہ دونوں گئے۔ انہوں نے اسے جلا دیا اور ڈھا دیا۔۔۔۔۔۔ یہ اس کے بعد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس مسجد کے بارے میں فرمایا:

والذین اتخذوا مسجدا ضرارًا و کفرا

''ان لوگوں نے یہ مسجد کفار کے پناہ پکڑنے کے لیے بنائی تھی۔''

ابن عباس' قتادہ اور مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ جن لوگوں نے مسجد قبا کو نقصان پہنچانے کی نیت سے مسجد بنائی تھی' وہ بارہ آدمی تھے۔۔۔۔۔۔ واقعہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے منافقین کے گروہ میں کہا:

''ہم ایک مسجد بناتے ہیں۔ ہم اس میں دوپہر کو قیلولہ کریں گے۔ ہم لوگ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے پیچھے حاضر نہ ہوں گے۔''

مفسرین نے کہا ہے کہ یہ مسجد ان لوگوں نے اپنی اغراض فاسدہ سے اس وقت بنائی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک کو تشریف لے گئے۔ ان لوگوں نے کہا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے ایک مسجد بنائی ہے کوئی بیمار ہوگا تو اس میں رہے گا یا جس رات پانی برستا ہوگا تو کوئی وہاں ٹھہرے گا۔ ہم لوگ اس بات کو دوست رکھتے ہیں کہ آپ اس مسجد میں نماز پڑھیں اور آپ ہمارے لیے دعائے برکت کریں۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ہم سفر میں ہیں جس وقت ہم سفر سے آئیں گے' انشاء اللہ اس مسجد میں نماز پڑھیں گے۔''

جب آپ غزوۂ تبوک سے پلٹے تو ان لوگوں نے مسجد میں آنے کے لیے آپ سے کہا۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔

مدینہ میں آمد:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ کے قریب پہنچے تو لوگ مدینہ سے باہر نکلے تاکہ آپ سے ملاقات کریں۔ عورتیں' لڑکے' لڑکیاں اور باندیاں یہ اشعار پڑھ رہی تھیں:

طلع البدر علینا   من ثینات الوداع

''ہم لوگوں پر چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حسن و جمال میں چودھویں رات کا چاند ہیں۔۔۔۔۔۔ اور وہ چاند ثینات وداع سے نکلا ہے۔۔۔۔۔۔ ثینات پشتہ یا ٹیلے کا راستہ' پہاڑ یا پہاڑی کا راستہ۔۔۔۔۔۔ ثینات وداع مدینہ منورہ کے قریب وہ ٹیلے ہیں جہاں مسافروں کو رخصت کرتے ہیں یا مسافروں کا استقبال کرتے ہیں۔

وجب الشکر علینا   ما دعا للہ داع

''ہم لوگوں پر اس چاند کے انوار و برکات کا شکر واجب ہے۔ جب تک کوئی دعا مانگنے والا اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے گا۔''

جہاد سے محروم مریضوں کا حال:

بخاری شریف میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک سے پلٹے اور مدینہ کے مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ نے یہ فرمایا:

"مدینہ میں بہت سے لوگ ہیں کہ تم کسی راستہ میں نہیں گئے اور تم نے کسی صحرا کو عبور نہیں کیا ــــــ مگر وہ لوگ ارادہ اور نیت سے تمہارے ساتھ تھے۔ انہیں مرض نے روک رکھا تھا۔"

یہ حدیث اس حدیث کے معنی کی تائید کرتی ہے جو وارد ہوئی ہے:

نية المؤمن خير من عمله

مومن کی نیت اس کے عمل سے خیر ہے۔ ان لوگوں کی نیت ان کے اعمال سے ابلغ ہے۔ اس لیے کہ اس نیت نے ان لوگوں کو جو معذور تھے اور اس غزوہ میں نہیں گئے تھے' ان لوگوں کے مرتبہ کو پہنچا دیا جنہوں نے اپنے بدنوں سے عمل کیا تھا کہ کفار سے جہاد کیا تھا ــــــ

حال یہ تھا کہ وہ معذورین اپنے مکانوں میں اپنے بستروں پر تھے۔ اللہ تعالیٰ اور بڑے درجوں کی طرف سبقت کرنا نیتوں اور ہمتوں سے ہے نہ کہ مجرد اعمال سے ــــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ سے نزدیک ہوئے تو یہ فرمایا:

هذه طابة و هذا احد جبل يحبنا ونحبه

"یہ طابہ ہے اور یہ احد پہاڑ ہے۔ ہم کو یہ ہر ایک دوست رکھتا ہے ــــــ اور ہم طابہ اور احد پہاڑ کو دوست رکھتے ہیں۔"

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعت:

جب آپ مدینہ میں داخل ہوئے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

"یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ مجھے اجازت دیجئے میں آپ کی مدح کروں یا خود اسے پڑھوں۔"

آپ نے ان سے فرمایا:

"پڑھو لا يفضض الله فاك"

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اشعار پڑھے:

من قبلها طبت فی الظلال وفی مستودع حيث يخصف الورق

"زمین سے پہلے یا دنیا سے پہلے یا ولادت سے پہلے آپ طیب تھے۔ جنت کے سایوں میں آدم علیہ السلام کی پشت میں اور اس جگہ جنت میں طیب تھے جہاں آدم اور حوا رہتے تھے" ــــــ

مستودع سے مراد صلب آدم علیہ السلام ہے یا رحم والدہ ماجدہ مراد ہے یہ درست نہیں ہے ــــــ اس لیے کہ بعد ہبوط آدم علیہ السلام آپ حضرت شیث علیہ السلام کے صلب میں آئے تھے ــــــ اس وقت طیب تھے کہ آدم اور حوا پتوں کو اپنے جسم پر چمٹاتے تھے۔ یعنی بہشتی لباس ان کے جسموں سے علیحدہ ہوگیا تھا اور گندم کا دانہ کھانے کی وجہ سے ان کی یہ حالت برہنگی کی ہوگئی تھی کہ آدم اور حوا علیہما السلام اپنے جسموں پر جنت کے درختوں کے پتے چمٹاتے تھے۔ آپ اس وقت طیب تھے اس پر دوسرا شعر دلیل ہے:

ثم هبطت البلاد لا بشر انت ولا مضغة ولا علق

"پھر آپ شہروں میں یا زمین پر آدم علیہ السلام کی پشت میں اترے۔ اس وقت نہ آپ بشر تھے اور نہ مضغہ تھے اور نہ

انسان کے خون کا جز۔ یا علق سے مراد علقہ ہے جیسے نطفہ کے حالات ہوتے ہیں کہ ایک حال سے دوسرے حال پر ہوتا جاتا ہے ـــــ کبھی علقہ اور کبھی مضغۃ آپ ان مراتب میں سے کسی مرتبہ میں نہیں تھے۔"

بل نطفة تركب السفين وقد الجم لنسرا و اهله الغرق

"بلکہ اس وقت آپ نطفہ تھے کہ وہ نطفہ کشتی نوح علیہ السلام پر سوار تھا یعنی سام بن نوح علیہ السلام کی پشت میں تھا ـــــ وہ کشتی پر ایسے حال میں سوار تھے کہ نسر نامی بت اور اس کے اہل کفار' بت پرست کے وہاں تک پانی پہنچ گیا تھا ـــــ یا غرق ہونے نے نسر بت اور کفار بت پرست کو لگام دے دی تھی ـــــ یعنی ڈوبنے کے قبضہ میں ہوگئے تھے جیسے کہ گھوڑا لگام کے اختیار میں ہوتا ہے ـــــ نوح علیہ السلام کی قوم نے جن کو پوجا تھا' ان میں سے ایک کا نام نسر ہے۔

ابن جریر نے ذکر ہے کہ نسر' ود' یعوق اور یغوث' سواع بن شیث علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ جب سواع مر گیا تو اس کے دین کی وجہ سے اس کی صورت بنائی گئی اور اجابت دعا کے لیے وہ اس سے توسل چاہتے تھے ـــــ جب سواع کے فرزند مر گئے تو سواع کی مورت کی مثل ان سب کی مورتیں اس لیے بنائی گئیں تاکہ ان کے افعال حالہ کو یاد کریں ـــــ وہ لوگ ہمیشہ اسی طور پر ان مورتوں سے تعلق رکھتے تھے ـــــ ان لوگوں کے بعد جو لوگ ہوئے انہوں نے کہا:

"ہمارے باپ دادا نے ان مورتوں کی تعظیم نہیں کی مگر اس لیے کہ یہ مورتیں رزق دیتی ہیں اور نفع پہنچاتی ہیں اور نقصان دیتی ہیں۔"

اور ان لوگوں نے ان مورتوں کو اپنا معبود ٹھہرایا اور ان کی عبادت کی ـــ بعض نے کہا ہے کہ آدم علیہ السلام کی اولاد سے پانچ شخصوں کے نام ہیں۔

تنقل من صالب الى رحم اذا مضى عالم بدا طبق

"وہ نطفہ پشت سے رحم کی طرف منتقل ہوتا تھا جس وقت ایک عالم گزر جاتا اور دوسرا عالم ظاہر ہوتا تھا یا آپ کے ساتھ خطاب ہے کہ آپ اصل سے فروع کی طرف منتقل ہوتے تھے۔"

وردت نار الخليل مكتتما فى صلبه انت كيف يحترق

"آپ اس آگ میں داخل ہوئے جو خلیل اللہ علیہ السلام کے لیے نمرود لعین نے جلائی تھی اور ان کی پشت میں آپ چھپے ہوئے تھے وہ کیونکر جل سکتے تھے کہ آپ ان کے محافظ تھے۔

حتى احتوى بيتك المهيمن من خندف علياء تحتها النطق

"مہیمن کا معنی ہر ایک نقصان سے محفوظ ـــــ خندف یعنی دوڑنا ـــــ خندف: الیاس بن مضر کی بیوی کا نام ہے جو شرف نسب میں مشہور تھیں ـــــ یہ لفظ ضرب المثل کے طور پر مقام نسب عالی میں استعمال کیا جاتا ہے ـــــ نطق' جمع نطاق' کمر بند و منطقہ یعنی آپ کا وہ شرف جو آپ کے فضل پر شاہد ہے وہ اعلیٰ مکان خندف کے نسب سے ہے اور کل خاندان آپ کے گھرانے کے تحت ہیں ـــــ اور تمام گھرانوں سے آپ کا گھرانا مرتفع اور توسط میں ہے۔ نطق سے مراد اس شعر میں نواح اور اوساط جبال ہے' ان کو اس منطقہ سے تشبیہ دی ہے جسے آدمی کمر سے اندھتا ہے' آدمی کے وسط جسم پر رہتا ہے۔

انت لما ولدت اشرقت الارض و ضاء ت بنورك الافق

''آپ جس وقت پیدا ہوئے زمین روشن ہوگئی اور آپ کے نور سے آفاق نورانی ہوگیا یعنی تمام دنیا آپ کے نور سے منور ہوگئی۔''

فحن الی ذلک الضیاء وفی النور وسبل الرشاد نخترق

''ہم لوگ اب اس ضیا میں ہیں یعنی اس روشنی سے اس راہ کی ہدایت پاتے ہیں جس میں ابدی سعادت ہے اور نور و ہدایت کے راستہ میں چلتے ہیں۔

ہمراہ نہ جانے والوں کا عذر قبول فرمالیا:

وہ لوگ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہیں گئے تھے۔ آپ کے پاس آئے اور آپ کے روبرو اپنے نہ جانے کے بارے میں حلف کیا۔ آپ نے ان کا عذر قبول فرمایا اور اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت چاہی ــــ

منافقین میں سے نناوے سے کم لوگ تھے' جو غزوۂ تبوک میں آپ کے ہمراہ نہیں گئے تھے ــــ بیاسی اور مسلمان تھے جو نہیں گئے تھے۔ آپ نے ان سے پھر بیعت لی اور ان کا عذر قبول فرمایا ــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کعب اور ان کے ساتھیوں کے امر کو آخر میں رکھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ یوں قبول فرمائی:

لقد تاب اللہ علی النبی والمهاجرین والانصار الذین اتبعوه فی ساعة العسرة بعد ما کاد تزیغ قلوب فریق منهم ثم تاب علیهم انه بهم رؤف و رحیم

اللہ تعالیٰ نے ان تین مردوں کی توبہ قبول فرمائی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہیں گئے تھے اور انہوں نے توبہ نہیں کی تھی یہاں تک کہ زمین اپنی ایسی وسعت سے جو ہے وہ ان پر تنگ ہوگئی تھی۔ وہ کوئی ایسی جگہ نہ پاتے تھے کہ اپنے دل کو بے چینی اور پچھتاوے سے تسلی دیں۔ ان کے دل گھٹن اور وحشت سے تنگ ہوگئے تھے کہ انہوں نے توبہ کرنے میں تاخیر کی تھی ــــ اور انہوں نے یہ یقین کر لیا تھا کہ اللہ کے عذاب سے کہیں بھاگنے کی جگہ نہیں ہے مگر اس کی طرف توبہ و استغفار سے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان تینوں آدمیوں کو توبہ کرنے کی توفیق دی تاکہ وہ توبہ کریں اور ثابت قدم رہیں۔ تحقیق اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے اور رحیم ہے ــــ وہ تین آدمی:

☆ کعب بن مالک ☆ ھلال بن امیہ ☆ مرارہ بن الربیع

تھے۔ ان کے علاوہ ابولبابہ بھی غزوۂ تبوک میں نہیں گئے تھے جن کا قصہ غزوۂ خیبر کے ذیل میں گزشتہ سطور میں بیان ہو چکا ہے ــــ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد میں اپنی طرف سے اضافہ کر کے بیان کیا تھا ــــ اور اپنی اس غلطی کا احساس ہوتے ہی انہوں نے ازخود تجویز کردہ سزا میں خود کو ستون سے بندھوا لیا تھا ــــ ابولبابہ نے سات دن تک اپنے آپ کو ستون سے بندھا رکھا ــــ ان کے علاوہ ہمراہ نہ جانے والے سات حضرات اور تھے جنہوں نے خود کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا تھا ــــ اللہ تعالیٰ نے جب یہ آیت وآخرون اعترفوا بذنوبهم نازل فرمائی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا عذر قبول فرما کر ان کے بندھن کھلوا دیئے۔

ایک اور معاملہ:

راویوں نے کہا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تبوک سے تشریف لائے تو عویمر العجلانی نے اپنی عورت کو حاملہ پایا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مرد اور عورت دونوں کے درمیان لعان کا حکم دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر حج مقرر ہوئے:

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب تبوک سے پلٹ کر آئے تو بقیہ رمضان المبارک' ماہ شوال اور ذیقعد میں ٹھہرے رہے۔۔۔۔ پھر آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاجیوں پر امیر مقرر کر کے بھیجا۔

تین سو صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ مدینہ سے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کے لیے بیس اونٹ ان کے ساتھ بھیجے تھے۔۔۔۔ بخاری اور مسلم شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس حج میں جو حجتہ الوداع سے پہلے تھا' آپ نے امیر بنا کر بھیجا۔۔۔۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عنہ کو چند آدمیوں میں یہ منادی کرنے کے لیے یہ یوم نحر میں بھیجا کہ:

''اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے۔۔۔۔ اور کوئی آدمی برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔'' ۳۱۵

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سال میں آدمیوں کا عہد ایک طرف ڈال دیا۔۔۔۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت علی کرم وجہہ الکریم کے ساتھ اونٹ پر سوار کیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ حکم کیا کہ سورۂ برأت کے ساتھ منادی کر دیں۔ انہوں نے اعلان کے ساتھ اہل منیٰ میں برأت کے ساتھ یہ منادی کر دی اور پکار کر کہہ دیا:

''اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی برہنہ رہ کر بیت اللہ کا طواف کرے۔''

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سال عہد آدمیوں کی طرف ڈال دیا اور آئندہ سال جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حجتہ الوداع کیا' کسی مشرک نے حج نہیں کیا۔۔۔۔ جس سال میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشرکین کا عہد ان کی طرف مطروح کیا' اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا:

یا ایھا الذین امنوا ان المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا

''اے ایمان والو! مشرکین اپنے خبث باطن کی وجہ سے پلید ہیں' اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام اور کل حرم میں داخل نہ ہوں۔''

اس آیت کریمہ نے مشرک کی نجاست پر دلالت کی ہے جیسے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مفہوم نے حدیث صحیح میں دلالت کی ہے۔ **المؤمن لاینجس** یعنی مومن پلید نہیں ہوتا ہے لیکن مومن کے جسم پر نجاست ہوتی ہے۔ جمہور علماء کا اتفاق اس پر ہے کہ وہ بدن میں نجس نہیں ہے اور نہ ذات میں نجس ہے اور بعض علمائے ظاہر ان کے اجسام کی نجاست کی طرف گئے ہیں۔۔۔۔ ۳۱۶ علمائے ظاہری کا یہ قول ضعیف ہے۔ اس لیے کہ اگر ان کی ذاتیں نجس ہوتیں جیسے کتا ہے یا خنزیر ہے کہ ذات کے اعتبار سے نجس ہے' مومنوں کو اسلام پاک و طاہر نہ کرتا۔ گویا شرک کے بعد جو مسلمان ہوئے یا ہوتے ہیں' ذات کی نجاست کی وجہ سے پاک نہ ہوتے۔۔۔۔ مسجد حرام میں مشرکوں کو داخل ہونے سے جو ممانعت کی گئی ہے' اس ممانعت میں

---

۳۱۵ دور جاہلیت میں رات کو برہنہ ہو کر طواف کرنا دنیوی علائق سے انقطاع خیال کرتے تھے۔ حقیقت میں یہ کمال بے ادبی تھی۔

۳۱۶ کہا ہے کہ پانی چھونے سے نجس ہو جاتا ہے اور ان سے مصافحہ سے آدمی نجس ہو جاتا ہے۔

مسجد حرام کے علاوہ جو مسجدیں ہیں وہ بھی اس ممانعت میں برابر ہیں۔ مشرکین سے اجتناب کرنا اس وجہ سے مراد ہے کہ کفر کے سبب ان میں خبث ظاہر ہے اور مسلمانوں کے ساتھ دشمنی رکھنے سے ان میں خبث باطن ہے۔

نسائی شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جعرانہ کے عمرہ سے پلٹ کر مدینہ کی طرف تشریف لائے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حج کے لیے امیر بنا کے بھیجا۔ ہم لوگ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ آئے یہاں تک کہ جس وقت ہم لوگ مقام عرج میں تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساتھیوں کو صبح کی نماز کے لیے بلایا۔ جب آپ تکبیر کے لیے سیدھے کھڑے ہوئے تو اپنی پیٹھ کے پیچھے اونٹ کے بلبلانے کی آواز سنی۔ آپ تکبیر سے رک گئے اور کہا:

''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ناقہ جدعا کی آواز ہے۔ شاید رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو حج کے بارے میں کوئی امر ظاہر ہوا ہے۔ شاید وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہوں' ہم آپ کے ساتھ نماز پڑھیں۔''

یکا یک دیکھا کہ ناقہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سوار ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

''کیا آپ امیر ہو کر آئے ہیں یا قاصد ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کو بھیجا ہے۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''میں امیر نہیں قاصد ہوں۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے سورۂ برأت کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں اسے آدمیوں کے روبرو مواقف حج میں پڑھوں گا۔''

راوی نے کہا کہ ہم لوگ مکہ معظمہ میں آئے جبکہ ترویہ ۱۳۱؎ سے ایک دن پہلے تھا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے آدمیوں میں خطبہ پڑھا اور آدمیوں سے حج کے مناسک بیان کیے جب آپ مناسک حج کے بیان سے فارغ ہوگئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے' انہوں نے آدمیوں کے روبرو سورۂ برأت پڑھی یہاں تک کہ اسے ختم کیا۔

پھر ہم لوگ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ وہاں سے نکلے۔ یہاں تک کہ جس وقت عرفہ کا دن تھا' ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوگئے اور آدمیوں کو خطبہ سنایا اور انہیں حج کے مناسک تعلیم کیے یہاں تک کہ جس وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ سے فارغ ہوگئے پھر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور آدمیوں کے روبرو سورۃ براۃ پڑھی یہاں تک کہ اسے ختم کیا۔ پھر یوم النحر تھا۔ ہم عرفات سے منیٰ جانے اور قربانی کرنے اور حج کے مناسک بیان کیے جب آپ خطبہ سے فارغ ہوئے تو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر آدمیوں کے روبرو سورۂ براۃ پڑھی۔ جبکہ یوم النفر الاول تھا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور حاجیوں کو خطبہ سنایا اور ان سے یہ باتیں کیں کہ آدمی کیونکر جمع ہوں اور کس طرح رمی جمار کریں۔ آپ ان باتوں سے آدمیوں کو حج مناسک کی تعلیم کر رہے تھے اور ہر ایک کو سمجھا رہے تھے۔ جب

۱۳۱؎ ترویہ، اونٹوں کو پانی پلانے کا دن۔ چونکہ کنوئیں وغیرہ نہیں تھے، اس لیے اس دن پانی پلاتے تھے۔

آپ خطبہ اور مناسک حج کی تعلیم سے فارغ ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر آدمیوں کے روبرو سورۂ براۃ پڑھی ـــــ اس بار آپ کو تین چار بار سورۂ براۃ پڑھنا پڑی اس لیے کہ تمام آدمی ایک جگہ جمع نہیں ہوئے تھے ـــــ مختلف مقامات میں جو حاضر ہوئے ان کو سورۂ براءت سنائی۔

راس المنافقین ابی ابن سلول کی موت:

اس سال میں یہ واقعہ ہوا کہ عبداللہ بن ابی سلول مر گیا ـــــ خس کم جہاں پاک ـــــ اس کا بیٹا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے اس نے یہ سوال کیا:

''آپ اپنی قمیض مبارک اسے عطا فرمائیں تاکہ وہ اپنے باپ کو کفن دے سکے۔''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنی قمیض مبارک عنایت فرمادی ـــــ پھر اس نے یہ سوال کیا کہ:

''آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کھڑے ہو گئے' انہوں[1] نے آپ کا کپڑا لیا اور عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ اس پر ایسے حال میں نماز پڑھتے ہیں کہ آپ کے رب نے اس پر نماز پڑھنے سے ممانعت فرمائی ہے۔'' (کہ وہ منافق تھا)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ اختیار دیا ہے کہ **استغفرلهم اولا تستغفرلهم ان تستغفرلهم سبعين مرة فلن يغفرالله لهم** ـــــ اور میں استغفار پر ستر بار اور زیادہ کروں گا۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''وہ منافق تھا۔''

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل فرمائی:

ولا تصل علی احد منهم مات ابدا ولا تقم علی قبره انهم وابالله و رسوله وما توا وهم فاسقون

اس حدیث کو شیخین اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

ازواجِ مطہرات سے ایک ماہ الگ رہنے کا حلف:

سن ۹ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یوں قسم کھائی:

''میں اپنی بیویوں کے پاس ایک ماہ تک نہ جاؤں گا۔''

گھوڑے سے گرنے کے باعث آپ کے جسم مبارک کے دائیں طرف کی جلد چھل گئی تھی ـــــ شانہ مبارک تھا یا پنڈلی مبارک چھل گئی تھی ـــــ آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں ایک بلند غرفہ میں بیٹھ گئے۔ آپ نے اسے کھجور کی شاخوں سے سایہ دار کیا تھا ـــــ آپ کے پاس صحابہ کرام عیادت کرنے کے لیے آئے ـــــ آپ نے بیٹھ کر انہیں نماز پڑھائی جبکہ صحابہ کرام نے قیام کی حالت میں نماز پڑھی۔ آپ نے جب سلام پھیرا تو صحابہ کرام سے فرمایا:

''امام اس لیے ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جس وقت امام کھڑا رہ کر نماز پڑھے تو تم لوگ بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو ـــــ اور اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم لوگ بھی بیٹھ کر نماز پڑھو ـــــ جب تک امام اپنا سر سجدہ سے نہ اٹھائے تم بھی اپنا سر سجدہ سے نہ اٹھاؤ''

آپ چاند کی انتیس تاریخ کو اس غرفہ سے اتر آئے۔صحابہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ! آپ نے تو ایک ماہ کے لیے قسم کھائی تھی۔آپ انتیس دن میں اتر آئے۔''

آپ نے فرمایا:

''مہینہ انتیس دن کا (بھی) ہوتا ہے۔''

حضرت ابوموسیٰ الاشعری اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یمن روانگی:

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حجۃ الوداع سے پہلے حضرت ابوموسیٰ الاشعری اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن روانہ فرمایا۔یمن میں دو مخلاف ہیں دونوں صحابہ کو مختلف مخلاف میں بھیجا۔رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دونوں صحابہ کرام سے فرمایا:

''سہولت کرنا اور احکام وحقوق کی ادائیگی میں دشواری اور سختی نہ کرنا ـــــ اور انہیں بشارت دینا ـــــ اور اس طرح سے نہ ڈرانا کہ وہ وحشت کریں اور بھاگیں۔''

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''تم ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو کہ اہل کتاب ہیں۔جب تم ان کے پاس آؤ تو ان کتابیوں کو اس امر کی دعوت دو کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دیں ـــــ

☆ اگر وہ لوگ اس کلمہ کی شہادت سے تمہاری اطاعت کریں تو انہیں خبر کر دو کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں پر ہر ایک دن اور ہر ایک رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں ـــــ

☆ اگر ادائے نماز پر تمہاری اطاعت کریں تو ان کو یہ خبر دو کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں پر صدقہ فرض کیا ہے۔تم میں سے جو غنی ہیں' ان سے لیا جائے گا اور تم میں جو لوگ فقیر ہیں وہ صدقہ ان کو دیا جائے گا ـــــ

☆ اگر وہ لوگ صدقہ دینے پر تمہاری اطاعت کریں تو ان کے نفیس اور قیمتی مال سے بچنا' ان کو نہ لینا ـــــ

☆ مظلوم شخص کی بددعا سے ڈرنا' اس لیے کہ اس کی دعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجاب نہیں ہے۔''

معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن میں بلند جگہ جو عدن کی طرف ہے' بھیجے گئے تھے۔ان کا عمل مقام جند میں تھا ـــــ یہ یمن کے شہروں میں سے ایک شہر ہے اور جند میں معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسجد مشہور ہے۔

ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس طرف بھیجے گئے تھے وہ یمن کی نشیبی سرزمین تھی ـــــ مخلاف اہل یمن کی لغت میں کورہ کو کہتے ہیں۔کورہ بمعنی ناحیہ ـــــ اس کا اطلاق شہر' اقلیم اور روستا پر کیا جاتا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نجران روانگی:

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی حجۃ الوداع سے پہلے ماہ ربیع الاول

سن ۱۰ ہجری میں بھیجا ـــــ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی عبدالمدان کی طرف گئے۔ جو نجران میں ایک قبیلہ ہے' وہ لوگ مسلمان ہو گئے ـــــ نجران یمن کا ایک گاؤں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یمن روانگی:

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ماہ رمضان سن ۱۰ ہجری میں یمن کی طرف بھیجا۔ ان کے لیے ایک جھنڈا قائم کیا اور اپنے دست مبارک سے ان کو عمامہ باندھا ـــــ ابوداؤد' احمد اور ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف بھیجا۔ میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ مجھے ایسی قوم کے پاس بھیج رہے ہیں کہ جس میں اکثر مجھ سے زیادہ عمر کے لوگ ہیں اور میں نوعمر ہوں ـــــ میں فصل خصومت نہیں جانتا ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینہ پر رکھا اور یہ دعا فرمائی:

اللھم ثبت لسانہ واھد قلبہ

''اے اللہ! نطق حق کے ساتھ علی کو ہمیشہ برقرار رکھ اور ان کے دل میں ہدایت پیدا کر۔''

اور آپ نے فرمایا:

''اے علی! جس وقت تمہارے پاس دو جھگڑا کرنے والے بیٹھیں' ان دونوں کے درمیان حکم نہ دینا جب تک کہ دوسرے کی گفتگو نہ سن لو۔''

حضرت علی تین سو سواروں میں گئے۔ انہوں نے اپنے صحابہ کرام کو اردگرد میں بھیج دیا۔ وہ اصحاب مال غنیمت' عورتیں' لڑکے' اونٹ اور بکریاں وغیرہ لوٹ کے آئے ـــــ پھر ان لوگوں کی ایک جماعت سے ملے' ان کو اسلام کی طرف بلایا۔ انہوں نے انکار کر دیا اور تیر اندازی کی ـــــ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں سمیت ان لوگوں پر حملہ کیا۔ ان میں سے بیس مردوں کو قتل کیا ـــــ وہ بکھر گئے اور بھاگ گئے ـــــ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی طلب سے باز رہے پھر انہیں اسلام کی طرف بلایا ـــــ ان لوگوں نے جلدی کی اور آپ کی دعوت قبول کر لی ـــــ ان کے رئیسوں میں سے چند لوگوں نے اسلام پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن سے لوٹ آئے ـــــ اور مکہ میں آ کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا آخری حج (حجۃ الوداع):

اس حج کا نام حجۃ الاسلام اور حجۃ البلاغ ہے ـــــ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے کہ اس حج کو حجۃ الوداع کہا جائے ـــــ ابن سعد نے کہا ہے کہ جب سے آپ نے اعلان نبوت فرمایا' تب سے وفات تک' آپ نے اس حج کے سوا کوئی حج نہیں کیا ـــــ

حجۃ الوداع سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں قیام فرمایا تھا ـــــ آپ ہر سال قربانی

کرتے تھے۔

☆ ایک مینڈھا اپنی اور اپنے اہل بیت کی طرف سے

☆ اور ایک مینڈھا اپنی امت کی طرف سے

اور جہاد کی جگہوں میں جب سے جنگ کے لیے اجازت دی گئی' آپ نے کفار سے جنگ کی اور لشکر روانہ کیے۔

ماہ ذیقعدہ سن ۱۰ ہجری میں آپ نے حج کو جانے کے لیے ارادہ فرمایا اور صحابہ کو جمع کیا۔ صحیح بخاری میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انیس غزوہ کیے اور ہجرت سے بعد ایک ہی حج کیا جو حجتہ الوداع ہے' اس کے بعد کوئی حج نہیں کیا۔ ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ السبعی نے کہا ہے کہ آپ نے مکہ میں دوسرا حج کیا ہے۔ جب آپ مکہ میں مقیم تھے' یہ حج ہجرت سے پہلے ہے۔ یہ روایت بھی ہے کہ قیام مکہ کے دوران آپ نے دو حج کیے ہیں' یہ نبوت کے بعد ہوا ہے۔ نبوت سے پہلے کتنے حج کیے تھے' انہیں کوئی نہیں جانتا سوائے رب العزت کے۔ صحیح روایتوں سے ثابت ہوا ہے کہ آپ نے ہجرت سے پہلے بہت حج کیے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۲۵ ذیقعدہ سن ۱۰ ہجری کو بروز شنبہ مدینہ سے نکلے۔ آپ کی روانگی ظہر اور عصر کے درمیان ہوئی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں ظہر کی نماز پڑھی' چار رکعتیں ظہر کی پڑھیں اور عصر کی دو رکعتیں ذوالحلیفہ میں پڑھیں۔

اس حج میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک لاکھ چودہ ہزار آدمی تھے۔

سریہ اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ سریہ بلقا کے ناحیہ مقام شراۃ اہل ابلی کی طرف گیا۔ ماہ صفر کی چھبیس تاریخ تھی اور دوشنبہ کا دن تھا اور ہجرت کا گیارہواں سال تھا۔ یہ سریہ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آخری سریہ ہے۔ جسے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سازو سامان سے تیار کیا تھا۔ یہ سریہ اول امر ہے جسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روم کے غزوہ کے لیے روانہ کیا جس جگہ اسامہ کے والد زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تھے۔

چار شنبہ کا دن تھا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بخار آ گیا اور دردسر شروع ہوا۔ جب آپ پنج شنبہ کی صبح کو اٹھے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے جھنڈا قائم کیا۔ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا جھنڈا لیے ہوئے نکلے۔ انہوں نے وہ جھنڈا بریدۃ الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا اور مقام جرف میں لشکر جمع کیا۔

معززین مہاجرین اور انصار میں سے کوئی شخص باقی نہ رہا مگر وہ تیزی سے نکلا جن میں حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ قوم کے لوگوں نے گفتگو کی۔ عباس بن ابی ربیعتہ المخزومی نے سب سے پہلے یہ طعن کیا:

"یہ لڑکا مہاجرین پر عامل بنایا جاتا ہے۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گفتگو کرنے والوں کو منع کیا اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہوئے ــــ آپ سن کر نہایت غضب ناک ہوئے ــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر نکلے۔ اس وقت اپنے سر مبارک پر پٹی باندھے ہوئے تھے اور ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ آپ منبر پر رونق افروز ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد صحابہ سے فرمایا:

''اے لوگو! میں نے اسامہ کو جو امیر بنایا ہے' تم بعض نے جو باتیں اس امیر بنانے کے بارے میں کی ہیں' وہ باتیں مجھ تک پہنچی ہیں۔ وہ کیا باتیں ہیں ــــ اگر تم نے یہ طعنہ کیا ہے کہ میں نے اسامہ کو امیر بنایا ہے تو اسامہ کے امیر بنانے سے پہلے میں نے اسامہ کے باپ زید کو امیر بنایا تھا' تم لوگوں نے طعنہ کیا تھا۔
اللہ کی قسم! اسامہ کے باپ زید امارت کے لیے ضرور اہل تھا اور ان کا بیٹا ان کے بعد امارت کے لیے ضرور اہل ہے ــــ زید میرے نزدیک احب الناس تھے' ان کے بعد اسامہ مجھے احب الناس ہے۔ اسامہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ وہ تمہارے اچھے لوگوں سے ہے۔''

یہ خطبہ پڑھ کر آپ منبر سے اترے اور اپنے گھر میں داخل ہو گئے ــــ یہ شنبہ کا دن تھا اور ربیع الاول کی دس راتیں گزر چکی تھیں' ہجرت کا گیارہواں سال تھا۔

وہ مسلمان جو اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جا رہے تھے' آئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رخصت کرنے کے لیے آئے تھے اور لشکر میں جرف کی طرف جاتے تھے جبکہ یک شنبہ کا دن تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری شدید ہو گئی ــــ اسامہ اپنے لشکر سے آ کر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپ بے ہوش تھے ــــ وہ وہ دن تھا کہ صحابہ نے اس گمان سے کہ آپ کو ذات الجنب کی تکلیف ہے' عود ہندی زیتون کے تیل میں پگھلا کر آپ کے دہن مبارک میں بے ہوشی کی حالت میں ڈالا ــــ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی طرف جھکے اور آپ کو بوسہ دیا۔
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حالت ایسی تھی کہ بات نہیں کرتے تھے۔ آپ اپنے دست مبارک آسمان کی طرف اٹھاتے پھر ان کو اسامہ پر رکھ دیتے تھے ــــ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''آپ کے دست مبارک اٹھانے سے میں نے یہ پہچانا کہ آپ میرے لیے دعا فرماتے ہیں۔''

پھر اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لشکر میں پلٹ کر چلے گئے پھر اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوشنبہ کے دن حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے کل کے دن روانہ ہو جاؤ۔''

اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے رخصت ہو کر اپنے لشکر کی طرف چلے گئے اور مجاہدوں کو کوچ کرنے کے لیے حکم دیا۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصال پر ملال:

اس دوران کہ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوار ہونے کا ارادہ کرتے تھے کہ یکایک ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا بھیجا ہوا آدمی ان کے پاس آیا' وہ کہنے لگا:

''رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وفات پا رہے ہیں۔''

یہ سن کر اسامہ' عمر اور ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے۔۔۔۔ آپ کے پہنچنے تک آپ وفات پا رہے تھے۔۔۔۔ جس وقت آفتاب مائل بہ زوال ہوا' آپ نے اس وقت وفات پائی۔ ماہ ربیع الاول کی بارہ راتیں گزر گئی تھیں۔ ۳۱۸ے

جب مسلمان مکہ سے مدینہ کی طرف پلٹ کر آئے تو اہل مدینہ کی روایت سے تاریخ لکھی۔ چنانچہ ذی الحجہ کی پہلی تاریخ جمعہ کو ہوئی۔۔۔۔ اور آخری ذی الحجہ یوم شنبہ' اول محرم یک شنبہ' آخر محرم دوشنبہ۔۔۔۔ اوّل صفر سہ شنبہ' آخر صفر چارشنبہ۔۔۔۔ اور اول ربیع پنج شنبہ ہو تو بارہویں تاریخ دوشنبہ کے دن ہوگی۔۔۔۔

سلیمان التیمی علیہ الرحمہ نے قطعی طور پر کہا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مرض کی ابتدا شنبہ کے دن ہوئی۔۔۔۔ صفر کی بائیس تاریخ تھی اور آپ نے دوشنبہ کے دن وفات پائی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب وفات پائی تو حضرت اسامہ کے لشکر کے مسلمان مقام جرف سے مدینہ منورہ کی طرف آئے۔۔۔۔ بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت اسامہ کے اس پرچم کے ساتھ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قائم فرمایا تھا' مدینہ میں داخل ہوئے اور اس پرچم کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر گاڑ دیا۔۔۔۔

لشکر اسامہ کی روانگی:

مسلمانوں نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ پرچم اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر لے جاؤ تاکہ وہ سیدھے چلے جائیں۔

اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ پرچم مسلمانوں کے لشکر کی اول جگہ پر لے گئے۔۔۔۔ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماہ ربیع الآخر سن ۱۱ ہجری میں اہل ابناء کی طرف گئے۔ ان سے جنگ کی۔ بہت سے مشرکین قتل ہوئے۔۔۔۔ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باپ کا قاتل بھی اس جنگ میں کام آیا۔ مسلمانوں میں سے کوئی شہید نہیں ہوا۔۔۔۔ اہل ابناء کے مکانات اور درخت جلا دیئے گئے۔ کئی مشرکین غلام بنائے گئے۔

جب اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ لوٹ کر آئے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہاجرین اور اہل مدینہ کے ساتھ مسرت سے انہیں ملنے کو تشریف لے گئے۔

اللہ تعالیٰ زیادہ عالم ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تمام سریے' چھوٹے بڑے لشکر' آپ کے بھیجے ہوؤں کی تعداد ساٹھ ہے اور آپ کے مغازی ستائیس ہیں۔

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین تمت بالخیر جلد اوّل مواہب لدنیہ

۱۶ ربیع الثانی شریف ۱۴۲۲ھ بروز دوشنبہ صبح ساڑھے پانچ بجے بعد فجر ۹ جولائی ۲۰۰۱ء / ۲۵ ہاڑ ۲۰۵۸ ب

o——o——o

۳۱۸ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الموت، مرض کی شدت و کیفیات اور مرض الموت کے دوران آپ کی وصیت، اپنی امت کے لیے دعائیں، ان سب کا تفصیلی حال احقر کی مرتبہ کتاب ''خطبات الناصحین'' مطبوعہ ۲۰۰۱ء شبیر برادرز لاہور میں ملاحظہ فرمائیں۔